

لے سراج اہلسنت و اہل بیت
سیب الزوالوری!

عقلمند شیخ الحدیث
مناقب امام

مستفاد
سید القام مولانا ابن احمد مدنی
مدنی (۱۰۰۰ھ)

تحریر
سید مولانا محمد شفیع
مدنی صاحب

تیسرا جلد
بیت اہل بیت احمد قاری مدنی

مکتبہ دارالعلوم
مدنیہ رضویہ لاہور

مناقبِ امامِ عظیم رضی اللہ عنہ

مُصَنَّفٌ بِہٖ

صدرُ الأئمہ امام موفق بن احمد کی رحمة اللہ علیہ (۱۵۸۲ھ)

تَرْجُمَہٗ

حضرت مولانا محمد شفیع صاحب احمدی دہلوی

ترتیب و تہذیب

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ایم اے

مکتبہ نبویہ • گنج بخش روڈ • لاہور

تعارف کتاب مناقب امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

مناقب امام اعظم ابو حنیفہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	☆	کتاب
صدر الائمہ الامام الموفق بن احمد مکی <small>رضی اللہ عنہ</small> (م ۵۲۸۴ھ)	☆	مصنف
حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی بہاولپوری مدظلہ العالی	☆	مترجم
پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، ایم۔ اے، لاہور	☆	مرتب
پروفیسر غلام مصطفیٰ مجددی، ایم۔ اے	☆	مقدمہ
حضرت امام اعظم ابو حنیفہ <small>رضی اللہ عنہ</small> کے احوال و مقامات	☆	موضوع
۵۵۵ ہجری	☆	سال تصنیف کتاب
۱۳۲۱ھ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن	☆	سال لطاعت (عربی) اول
۱۹۹۹ء بمطابق ۱۴۲۰ھ - مکتبہ نبویہ، لاہور	☆	سال لطاعت (اردو) اول
۵۰۰	☆	تعداد اشاعت اول
۵۲۸	☆	صفحات
ایم یو کمپوزنگ سینٹر، بینک کالونی، سمن آباد، لاہور	☆	کمپوزنگ
قومی پریس لاہور	☆	طابع
مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور	☆	ناشر
= / ۳۰۰ روپے	☆	قیمت جلد

مکتبہ نبویہ ... گنج بخش روڈ، لاہور

فہرست مضامین

۹۳	استاد کی مسند کا حق ادا کر دیا	۹	مقدمہ المناقب از پروفیسر غلام مصطفیٰ مجددی
۹۳	حضرت امام ابو حنیفہ <small>رحمہ اللہ</small> کے ابتدائی تلامذہ	۳۶	امام ابو حنیفہ <small>رحمہ اللہ</small> کا نسب اور ولادت
۹۵	امام ابو حنیفہ <small>رحمہ اللہ</small> کی قابلیت کا شہرہ	۳۶	حضرت امام ابو حنیفہ <small>رحمہ اللہ</small> کا نسب
	حضرت سفیان ثوری <small>رحمہ اللہ</small> کی مجلس میں امام ابو حنیفہ <small>رحمہ اللہ</small>	۵۰	امام اعظم نبی کریم <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کی احادیث کی روشنی میں
۹۹	کا تذکرہ	۵۳	حضرت امام ابو حنیفہ <small>رحمہ اللہ</small> کا حلیہ مبارک
۹۹	امام ابو حنیفہ <small>رحمہ اللہ</small> اور تحقیق احادیث	۵۵	امام نعمان بن ثابت <small>رحمہ اللہ</small> لقمان ثانی
۱۰۰	فقہی مسائل پر ایک بحث		امام ابو حنیفہ <small>رحمہ اللہ</small> نے جن صحابہ کرام سے ملاقات
۱۰۰	امام ابو حنیفہ <small>رحمہ اللہ</small> کی خراسان میں شہرت	۵۷	کا شرف پایا
۱۰۱	امام ابو حنیفہ <small>رحمہ اللہ</small> کی احادیث پر مہارت	۶۳	حضرت امام اعظم ابو حنیفہ <small>رحمہ اللہ</small> کے اساتذہ کرام
۱۰۲	سیدنا صدیق اکبر <small>رحمہ اللہ</small> سے امام ابو حنیفہ <small>رحمہ اللہ</small> کی مماثلت	۷۸	حضرت امام حماد <small>رحمہ اللہ</small>
۱۰۲	امام ابو حنیفہ <small>رحمہ اللہ</small> اور عشق احادیث رسول اللہ <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small>	۸۸	امام اعظم <small>رحمہ اللہ</small> کی فقہ پر ابتدائی نظر
۱۰۳	امام ابو حنیفہ <small>رحمہ اللہ</small> کا استحسان	۸۳	حضرت امام شعبی <small>رحمہ اللہ</small> سے ملاقات
۱۰۵	امام ابو حنیفہ <small>رحمہ اللہ</small> اور احادیث نبوی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small>	۸۳	مناظرے اور مباحثے
۱۰۶	کتاب العلم والمتعلم	۸۶	تین خواتین کا کردار
۱۰۸	اختلافی روایات کی وجہ	۸۷	علم فقہ کی تعلیم و تدریس
۱۰۸	مناخ و منسوخ آیات کا ایک قاعدہ	۸۷	امام ابو حنیفہ <small>رحمہ اللہ</small> اپنے استاد کی نظر میں
۱۱۱	امام ابو حنیفہ <small>رحمہ اللہ</small> کے مذہب کے بنیادی اصول	۹۱	فتویٰ نویسی اور تدریسی فرائض کا آغاز
	فصل عیاض <small>رحمہ اللہ</small> امام ابو حنیفہ <small>رحمہ اللہ</small> کے فضائل بیان	۹۱	امام ابو حنیفہ <small>رحمہ اللہ</small> کا ایک حیران کن خواب
۱۱۱	کرتے ہیں	۹۲	کتاب الصلوٰۃ کا آغاز
۱۱۲	کفر کے فتویٰ سے احتراز		
۱۱۲	امام ابو حنیفہ <small>رحمہ اللہ</small> کا حدیث پاک پر عمل		

۱۳۴ وراثت کا ایک مسئلہ

۱۳۵ اہل کوفہ کو قتل عام سے بچالیا

۱۳۶ ایک عورت کو طلاق سے بچالیا

۱۳۷ دھریوں کا ایک حملہ

۱۳۸ خارجی میدان مناظرہ میں

۱۳۹ قرأت خلف امام پر ایک مکالمہ

۱۴۰ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی حاضر جوابی کا اعتراف

۱۴۰ دینی مسائل حل کرنے میں دلچسپی

۱۴۱ ایک قدری کی اصلاح

۱۴۳ مرنے والی عورت کے پیٹ میں زندہ بچہ

۱۴۳ چار ہزار سوالات کے جوابات

۱۴۷ استخاضہ پر گفتگو

۱۴۸ مسئلہ دور کا صحیح جواب

۱۵۲ زیادہ مہر کے مطالبہ سے نجات

۱۵۳ ورثہ کی تقسیم پر ایک فیصلہ

۱۵۳ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ دار القضاہ میں

۱۵۶ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور سفیان ثوری رحمہ اللہ

۱۵۷ اڑتا پرندہ پکتی ہوئی ہانڈی میں گر گیا

۱۵۷ اعمش ایک قسم کھا کر پھنس گئے

۱۵۸ ایک ہزار مسائل کا فوری جواب

۱۵۹ ایک کینہ باز کا انجام

۱۵۹ ایک قسم کا حل

۱۱۵ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور حدیث رسول کی پابندی

۱۱۶ موزوں کے مسح کی حقیقت

۱۱۶ مرد اور عورت کی بلوغت کا آغاز

۱۱۷ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا اجتہادی انداز

۱۱۷ صحابہ کرام کے متعلق امام اعظم رحمہ اللہ کا عقیدہ

۱۱۸ شیعہ امام ابو حنیفہ کی کیوں مخالفت کرتے ہیں

۱۱۸ نماز عصر کا صحیح وقت

۱۱۹ مومن کی اقسام

۱۲۰ انبیاء کرام کی شان و فضیلت

۱۲۰ نبوت کیا ہے؟

۱۲۲ خلیفہ وقت کا قائم مقام

۱۲۲ عطاء بن ابی ریح رحمہ اللہ سے ملاقات

۱۲۳ اعمش امام ابو حنیفہ کے کمالات کا اعتراف کرتے ہیں

۱۲۳ سیڑھی پر چڑھی بیوی کو تین طلاقیں

۱۲۳ غلام ابو حنیفہ رحمہ اللہ

۱۲۵ حضرت امام باقر رحمہ اللہ سے ایک مکالمہ

۱۲۷ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے ایک رافضی کا مکالمہ

۱۲۹ نمیز کا مسئلہ

۱۲۹ عدت کے دوران نکاح

۱۳۱ کوفہ کے گورنر کو انتباہ

۱۳۲ ایک نقطہ بدل کر مسئلہ حل کر دیا

۱۳۳ امام جعفر صادق رحمہ اللہ اپنے زمانہ کے فقیہ اعظم تھے

۲۰۱ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قیافہ کی باتیں
 ۲۰۲ علم کا صلہ ملتا ہے
 ۲۰۲ ستوں اور پانی کا مشکیزہ
 ۲۰۵ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ
 ۲۰۷ عالم اسلام کا سب سے بڑا فقیہ
 ۲۰۷ کاروباری دیانت داری کی ایک مثال
 ۲۰۸ امین شہر
 ۲۱۱ کاروبار میں احتیاط
 ۲۱۶ کاروبار میں رزق حلال کے حصول کا معیار
 ۲۲۰ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق و عادات
 ۲۲۳ ائمہ کا مسائل دینیہ پر اختلاف اور اتفاق
 ۲۲۶ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دنیا سے بے نیازی
 ۲۲۹ منصب قضاة (عمدہ چیف جسٹس) سے انکار
 ۲۳۳ امام ابو حنیفہ امانت اور مروت کے کوہ گراں تھے
 ۲۳۵ امانتوں کا بے مثال محافظ
 ۲۳۹ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہمسائیوں سے حسن سلوک
 ۲۳۹ ایک سارنگی نواز سے حسن سلوک
 ۲۴۶ امام ابو حنیفہ کے تہجد، قرأت، جمعہ کے معمولات
 ۲۵۲ خوش لباسی
 ۲۶۵ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تقویٰ کی چند مثالیں

۱۵۹ جھوٹے مدعی نبوت سے معجزہ طلب کرنا بھی کفر ہے
 ۲۶۰ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا عقد ثانی
 ۲۶۰ حضرت صدیق اکبر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت علی رحمۃ اللہ علیہ پر ایک مکالمہ
 ۲۶۱ عمدہ قضاة سے انکار
 ۲۶۳ اعمش سے ایک مکالمہ
 ۲۶۵ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے برجستہ جوابات
 ۲۶۹ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے تاثرات
 ۱۷۲ کوفہ کے ایک رئیس رافضی کو نصیحت
 ۱۷۳ ائمة العلم
 ۱۷۵ نکاح بالشرط طلاق
 ۱۸۰ چوروں کی گرفتاری کیلئے عجیب و غریب طریق کار
 ۱۸۲ خارجوں سے ایک مکالمہ
 ۱۸۶ بیویاں تبدیل ہو گئیں
 ۱۸۸ رفع یدین کی ممانعت
 ۱۹۱ حضرت امام باقر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں
 ۱۹۳ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہی بصیرت اور دانائی
 ۱۹۳ حسن قرأت کی ایک مثال
 ۱۹۵ ایک لالچی سے امانت برآمد کرالی
 ۱۹۹ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ایک پیشین گوئی
 ۱۹۹ احسن کی ایک علامت
 ۲۰۰ قاضی بننے سے انکار

۲۸۵ گالیاں دینے والے لوگ

۲۸۷ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شب و روز کی مصروفیات

”جلد دوم“

۲۹۲ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا والدین اور اساتذہ سے حسن سلوک و تعظیم

۲۹۵ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا معمول

۲۹۷ امام ابو حنیفہ کا اپنے حاسدین سے حسن سلوک

۳۰۲ ایک شرابی سے گفتگو

۳۰۷ ایک حاسد کا انجام

۳۰۷ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دشمنوں کی ایک سازش

۳۱۲ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امرائے کوفہ

۳۱۲ گورنر کوفہ کے دربار میں

۳۱۲ بیت المال کی نظامت سے انکار

۳۱۳ دنیا و آخرت میں ایک کا انتخاب

۳۱۳ دین کے لیے سزائیں

۳۱۳ علماء اور فقہاء کے لیے اعلیٰ مناصب

۳۱۷ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ائمہ دین کی نظر میں

۳۱۷ ہم عصر ائمہ دین کا ہدیہ تحسین

۳۷۰ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قرأت قرآن پاک

۳۶۱ سیدنا امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات

۳۶۷ زندگی میں ایک بار تہنہ مارا

۳۶۹ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے عوام الناس کا استفادہ

۳۶۹ دوست کو نصیحت

۳۶۹ بیٹے کے استاد کی خدمت

۳۷۰ دوست کا قرض ادا کر دیا

۳۷۰ راہ گیموں پر مروت

۳۷۱ احباب کی خدمت

۳۷۱ احباب کو تحفے

۳۷۲ سفر کے دوران مروت

۳۷۳ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے اہل و عیال کی کفالت

۳۷۳ نام قرض خواہ کو معاف کر دیا

۳۷۳ حضرت زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ کی سخاوت

۳۷۶ تجارت کے منافع میں مشلح کا حصہ

۳۷۷ تجارت کے نفع میں ایک ضرورت مند کا حصہ

۳۷۸ حدیث پاک بیان کرنے سے پہلے صدقہ دیا جاتا

۳۷۸ کثیر العلوم و الصیام

۳۸۰ ایک شاگرد کا صلہ

۳۸۲ مسلمانوں کے تقویٰ کا دور

۳۸۳ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا وقار اور قلبی کیفیت

۳۸۳ مجلس میں سانپ کا گرنا

۳۹۰

ایک اور سوال

۳۷۱

فاتحة الكتاب

۳۹۰

شافعی حضرات کے ایک اعتراض کا جواب

۳۷۱

سورة البقره

۳۹۳

علی مرغینانی کا ایک خط

۳۷۲

سورة آل عمران

۳۹۵

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے فضائل

۳۷۲

سورة النساء

۳۹۶

ایک قصہ گو واعظ کی مجلس میں

۳۷۳

سورة الانعام

۳۹۶

محدثین حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوتے

۳۷۳

سورة الاعراف

۴۰۰

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شب و روز

۳۷۳

سورة الانفل وتوبہ

۴۰۴

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فارسی میں بھی بات کرتے تھے

۳۷۳

سورة یونس

۴۱۰

محمد بن فضل رحمہ اللہ

۳۷۳

سورة یوسف

۴۱۳

ابو سلیمان رحمہ اللہ کا تعارفامام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ

۴۱۵

امام جعفر صادق رحمہ اللہ کا شیخین کے متعلق عقیدہ

۳۷۷

یادگار زمانہ بن گئے

۴۱۹

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی اپنے شاگردوں پر شفقت

۳۷۷

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نابینا تھے

۴۲۲

جیل میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی وفات کی رات

۳۸۱

علم فرائض کی تدوین

۴۲۳

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا جنازہ پچاس ہزار لوگوں نے پڑھا

۳۸۲

ابو بکر رازی رحمہ اللہ کا ایک تاثر

۴۲۳

ابن جریج رحمہ اللہ کو صدمہ

۳۸۳

شوافع کے استدلال پر ایک نگاہ

۴۲۳

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا غسل

۳۸۳

عمرو بن شریک رحمہ اللہ

۴۲۶

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا جنازہ اٹھا

۳۸۶

نسب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام و مرتبہ

۴۲۷

عمدہ قضاة کی قبولیت کے لیے خلیفہ کی کوشش

۳۸۶

ائمۃ من القریش کی حدیث پر ایک نظر

۴۳۰

عمدہ قضاة کے حکم نامے جاری کر دیئے گئے

۳۸۸

آخری بحث

۴۳۴

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ موت کے دروازے پر

۳۸۸

قدمواقربشاً

۴۳۴

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا سن وفات

۳۹۰

ایک الزامی جواب

۴۹۲ شریعت کی تدوین میں اولت

۴۹۵ جبر و مقابلہ کے علوم کی تدوین

۴۹۵ شوافع کے تاثرات

۴۹۸ ایک اور غلط فہمی

۴۹۸ شافعی حضرات کا ایک اور اعتراض

۴۹۹ شافعیوں کا ایک وہم

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد خاص امام ابو یوسف رحمہ اللہ
۵۰۱ کے حالات زندگی

۵۰۲ حضرت امام یوسف رحمہ اللہ کا مولد اور خاندانی نسب

۵۰۳ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو انصاری کیوں کہا گیا؟

۵۰۳ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے اساتذہ

۵۰۳ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے تلامذہ

۵۰۳ امام ابو یوسف رحمہ اللہ منصب قضاة پر

۵۰۵ قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کی ابتدائی زندگی

۵۱۱ امام ابو یوسف رحمہ اللہ سوالات کے جوابات دیتے ہیں

۵۲۸ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی حکمت آمیز باتیں اور پرہیزگاری

۵۳۶ امام ابو یوسف رحمہ اللہ خلیفہ عباسیہ اور امرائے سلطنت

۵۳۲ امام ابو یوسف رحمہ اللہ عدل و انصاف کی مسند پر

۵۳۳ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی شخصیت پر ائمہ وقت کے تاثرات

۵۳۷ خاتمہ الطبع... مصنف پر ایک نوٹ

۴۳۸ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی مدح میں کہے گئے چند اشعار

۴۳۹ عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ

۴۴۱ کیا قرآن مخلوق ہے؟

۴۴۵ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مزار کا گنبد

۴۴۶ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی قبر کی فضیلت

۴۵۰ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مزار پر دعاؤں کی قبولیت
ازالہ وہم

۴۵۳ امام ابو حنیفہ کے منہ سے نکلے الفاظ عربوں کے
مخاورے بن گئے

۴۵۷ ایک بد مذہب پر تنقید

۴۶۳ حضرت امام کے تقویٰ کی ایک مثال

۴۷۱ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی مناجات

۴۷۲ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی اپنے شاگردوں کو وصیتیں

۴۷۷ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا وصیت نامہ

۴۷۸ قاضی کے لیے فیصلہ کرنے کا طریقہ

۴۷۹ امام نوح بن ابی مریم

۴۸۰ مذاہب اسلام پر مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی برتری

۴۸۳ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے تلامذہ پر ایک نظر

۴۸۸ ایک اعلان

۴۸۸ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی مجلس شوریٰ

۴۸۹ معاندین امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے ایک گزارش

۴۹۱

مقدمہ المناقب

از = پروفیسر غلام مصطفیٰ مجددی ایم اے

امام الائمہ 'سراج الامہ' حضرت ابوحنیفہ نعمان بن ثابت المعروف بہ امام اعظم قدس سرہ صحیح ترین روایت کے مطابق ۷۷۷ھ کو پیدا ہوئے۔ قاضی ابو عبد اللہ صمیری اور امام ابن عبد البر نے امام ابو یوسف قدس سرہ کی روایت نقل فرمائی جس سے یہ سل ولادت اخذ ہوتا ہے۔ (اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ صفحہ ۴۔ کتاب بیان العلم و فضلہ جلد ۱ صفحہ ۲۵) ابن خلکان نے ۸۰ھ کو اصح فرمایا ہے۔ (وفیات الاعمیان جلد ۵ صفحہ ۳۱۳) آپ نسلاً فارسی تھے۔ (ابوحنیفہ و حیاتہ صفحہ ۱۳)۔ علامہ عبدالقادر مہرئی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا سلسلہ نسب حضرت آدم علیہ السلام تک ذکر فرمایا ہے۔ (الجواهر المنیفہ جلد ۱ صفحہ ۲۶)۔

امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کے آباؤ اجداد میں غلامی کا کوئی اثر نہیں زیادہ یہی صحیح ہے کہ آپ آزاد پیدا ہوئے۔ (مناقب الامام اعظم) آپ کے والد ماجد حضرت ثابت علیہ الرحمہ کی ولادت اسلام میں ہوئی تھی۔ (تاریخ بغداد جلد ۱۳ صفحہ ۳۳۲) آپ کے والد ماجد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ (ایضاً صفحہ ۳۲۶) گویا آپ کے گھر میں شیر خدا کا فیضان بھی ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ آپ تابعی تھے اس حقیقت کو علامہ ذہبی نے "مناقب الامام ابی حنیفہ" میں امام سیوطی نے "تبیض الصحیفہ" میں اور امام ابن حجر بینمی نے "الخیرات الحسان" میں صراحت سے نقل کیا ہے۔ آپ کا وطن کوفہ تھا جس کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رمح اللہ و کنز الایمان و جمجمۃ العرب یعنی "اللہ کا نیزہ" ایمان کا خزانہ اور عرب کا دماغ کہا ہے۔ "حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "سیف اللہ" یعنی اللہ کی تلوار کہا۔ اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبة الاسلام یعنی "اسلام کا گھر" کہا ہے۔ (الطبقات الکبریٰ جلد

(۶ صفحہ ۵)

آپ کے زمانہ میں کوفہ تعلیمات اسلامی کا زبردست مرکز تھا، جس میں تین سو اصحاب رضوان اور ستر افراد بدر نازل ہوئے۔ (ایضاً صفحہ ۱۱) ایک ہزار سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے رہائش اختیار فرمائی، (ایضاً صفحہ ۷) آپ نے جوان ہو کر ریشمی کپڑے کی تجارت کی، اس لئے آپ کو ”الخزاز“ کہتے ہیں۔ آپ کے سوانح نگاروں نے آپ کی صاف ستھری تجارت کا ذکر بڑے اہتمام سے کیا ہے۔

حضرت امام شعبی علیہ الرحمہ کی نصیحت پر علم دین کی طرف راغب ہوئے۔ (المناقب از امام موفق جلد ۱ صفحہ ۵۹)۔ ابتداً ”علم کلام سے از حد دلچسپی تھی۔ مذاہب باطلہ سے مناظرے کرتے تھے جس کے لئے آپ کو بیس سے زائد مرتبہ بصرہ کا سفر کرنا پڑا۔ (ایضاً) علم کلام کے ماہر کی حیثیت سے آپ کو بہت شہرت ملی۔ بعد ازاں علم فقہ کے لئے حضرت حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلقہ درس میں حاضر ہوئے۔ (تاریخ بغداد جلد ۱۳ صفحہ ۳۳۳)۔ آپ نے چار ہزار مشائخ سے استفادہ کیا۔ (المناقب جلد ۱ صفحہ ۳۸) ان مشائخ کرام میں بعض صحابہ ہیں، جس کا امام ابن حجر عسقلانی نے بھی ذکر کیا ہے۔ خصوصاً حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کی ملاقاتیں واضح ثابت ہیں۔ (فتاویٰ ابن حجر) دیباچہ ”شرح سفر السعادت“ میں الشیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے بھی یہی قول نقل کیا ہے۔

فقہ میں آپ کا مقام بہت بلند ہوا۔ آپ نے سب سے پہلے علم شریعت کو مدون فرمایا۔ آپ کی اتباع امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ نے موطا کی ترتیب میں کی۔ تبییض الصحیفہ صفحہ ۳۶) آپ کی مجلس مذاکرہ میں وقت کے جلیل القدر فقہا حاضر ہوتے تھے مثلاً امام یوسف، زفر، داود طائی، اسد بن عمرو، علی بن مسر اور مندل بن حبان وغیرہ (تاریخ بغداد) بعض مسائل میں تو ایک ایک ماہ تک بحث جاری رہتی، اتفاق ہوتا تو اسے امام یوسف ”اصول“ میں درج کر لیتے۔ (المناقب جلد ۲ صفحہ ۱۳۳) آپ نے تراویح ہزار مسائل حل فرمائے، جن میں اڑتیس ہزار کا تعلق عبادات سے ہے۔ باقی مسائل معاملات کے بارے میں ہیں۔ (ذیل الجواہر جلد ۲ صفحہ ۴۷۲) آپ علم کلام و فقہ کے میدان کے شہسوار تھے اور سیرت و کردار کے بھی روشن مینار تھے۔

- ☆ ... آپ علم، کرم اور ایثار کا عظیم پہاڑ تھے۔ (اخبار ابی حنیفہ صفحہ ۳۳)
- ☆ ... ورع میں اشد اور زبان میں احفظ تھے۔ (ایضاً صفحہ ۳۲)
- ☆ ... قوت برداشت اور صبر و تحمل کمال درجے کا حاصل تھا۔ (ایضاً صفحہ ۳۲)
- ☆ ... نہایت شریف و نبیل اور غیبت سے بچنے والے تھے۔ (ایضاً صفحہ ۳۲)
- ☆ ... معاصرین میں سب سے اچھی نماز پڑھتے، خشیت الہی سے مالامال تھے۔ (ایضاً ۲۵)
- ☆ ... بیت اللہ شریف میں ایک رکعت میں قرآن ختم کیا۔ (الخیرات الحسان صفحہ ۳۲)
- ☆ ... سارا دن اور ساری رات آخرت کی طلب میں رہتے۔ (ایضاً صفحہ ۶)
- ☆ ... اس پر سب کا اتفاق ہے کہ آپ سب سے زیادہ عبادت گزار تھے۔ (المناقب جلد ۱ صفحہ ۱۹۹)

- ☆ ... چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔ (وفیات الاعیان جلد ۲ صفحہ ۱۶۵)
- ☆ ... رمضان المبارک میں ساٹھ بار قرآن مجید ختم فرماتے تھے۔ (تبیض الصحیفہ صفحہ ۲۳)

- ☆ ... اکثر رات کو ہر رکعت میں سارا قرآن ختم کر جاتے۔ (طبقات الکبریٰ صفحہ ۲۲)
- ☆ ... جس جگہ وصل ہوا وہاں سات ہزار مرتبہ قرآن پاک ختم کیا گیا تھا۔ (ایضاً)
- ☆ ... اپنی کمائی سے کھاتے، عطیات کو رو کر دیتے تھے۔ (الخیرات الحسان صفحہ ۵۵)
- ☆ ... سب سے زیادہ سخی اور متقی تھے۔ (المناقب جلد ۱ صفحہ ۹۲)
- ☆ ... اکثر شاگردوں کے بھی اخراجات برداشت کرتے۔ (الخیرات الحسان صفحہ ۳۷)
- ☆ ... چہرہ اچھا، لباس بہترین، خوشبو نفیس، محفل پاکیزہ تھی۔ یاروں کے غمخوار تھے۔ (تاریخ بغداد صفحہ ۳۳۰)

- ☆ ... لطیف الطبع تھے، ایک بوسیدہ لباس والے کو ہزار درہم دیئے اور فرمایا جاؤ اپنا حلیہ ٹھیک کرو۔ اللہ چاہتا ہے کہ اپنے بندہ پر اپنی رحمت کا اثر دیکھے۔ (البطل الحریریہ صفحہ ۷۱)

☆ ... سب سے بڑھ کر آپ کا وصف عشق رسول ﷺ تھا۔ فرماتے جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے، سر آنکھوں پر قبول، میرے ماں باپ ان پر فدا ہوں، ہم ان کے ارشاد کی مخالفت کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ (کتاب المیزان از شعرانی)

رسول اکرم ﷺ کی نظر میں

اللہ کریم نے آپ کو سیرت و کردار کی جملہ خوبیوں سے آراستہ فرمایا تھا۔ جس نے آپ کو دیکھا آپ کا ہو گیا۔ جس نے آپ کی زندگی کا مطالعہ کیا وہ متاثر ہوا۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ آج تک ملت اسلامیہ کے بڑے بڑے مفکرین و متصوفین نے آپ کے حضور اپنی عقیدت و ارادت کے پھول نچھاور کئے ہیں۔ سب سے پہلے ہم حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث نقل کرتے ہیں کہ آپ نے کس طرح اپنے اس عظیم غلام اور محبوب ہستی کی خبر دی ہے فرمایا

☆ ... لوکان الایمان عندالثریا لذهب به رجل من فارس ابناء فارس حتی یتناولہ ” یعنی اگر ایمان ثریا کے پاس ہوا تو اہل فارس میں سے ایک آدمی وہاں بھی پہنچے گا اور اسے حاصل کرے گا۔“ (رواہ مسلم)

☆ ... لوکان العلم بالثریا لتناولہ رجال من ابناء فارس یعنی ” اگر علم ثریا کے پاس ہوا تو فارس کے افراد اسے حاصل کر لیں گے۔“ (رواہ ابو نعیم)

☆ ... صحیح بخاری میں بھی قدرے اختلاف الفاظ کے ساتھ یہ حدیث موجود ہے، ” اگر ایمان ثریا کے پاس لٹکا ہوا ہو گا تو عرب اس کو نہ پا سکیں گے البتہ فارس والے اسے حاصل کر لیں گے۔“ (رواہ طبرانی)

حضرت امام سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں :

” میں کہتا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یقیناً ان احادیث میں امام ابو حنیفہ قدس سرہ کی خبر دی ہے جس کی روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی ہے۔ (بعض سحدی بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہیں۔) (تبییض الصحیفہ صفحہ ۳)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور علم حدیث

غیر مقلدین حضرات کے نزدیک حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم حدیث میں بالکل نابلد ہیں۔ اس طرز فکر پر خود غیر مقلدین کے مقتدر عالم جناب داود غزنوی صاحب نے اظہارِ افسوس کیا ہے کہتے ہیں :

”جماعت اہل حدیث کو حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روحانی بددعا لے کر بیٹھ گئی ہے، ہر شخص ابوحنیفہ، ابوحنیفہ کہہ رہا ہے۔ کوئی بہت ہی عزت کرتا ہے تو امام ابوحنیفہ کہہ دیتا ہے۔ پھر ان کے بارے میں ان کی تحقیق یہ ہے کہ وہ تین حدیثیں جانتے تھے یا زیادہ سے زیادہ گیارہ، اگر کوئی بڑا احسان کرے تو وہ سترہ احادیث کا عالم گردانتا ہے۔ جو لوگ اتنے جلیل القدر امام کے بارے میں یہ نقطہ نظر رکھتے ہوں ان میں اتحاد و یکجہتی کیونکر پیدا ہو سکتی ہے۔ (حضرت مولانا داود غزنوی صفحہ ۱۳۰)

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ : فرماتے ہیں کہ ”تم پر لازم ہے اثر کا علم اور اثر کا علم حاصل کرنے کے لئے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت لازم ہے کہ انہی سے حدیث کا معنی اور تلویل مل سکتی ہے۔“ (المناقب صفحہ ۳۰۷) یاد رہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ عظیم محدث تھے، وہ ایک ایسے آدمی سے تحصیل حدیث کا مشورہ کیسے دے سکتے ہیں جو حدیث کو نہیں جانتا۔

صدر الائمہ امام موفق رحمۃ اللہ علیہ : فرماتے ہیں کہ ”امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ”الآثار“ کو چالیس ہزار احادیث سے منتخب فرمایا۔ (المناقب صفحہ ۸۴)

امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ : نقل فرماتے ہیں کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف میں ستر ہزار سے زیادہ حدیثیں بیان فرمائی ہیں جبکہ چالیس ہزار سے کتاب الآثار کو منتخب فرمایا ہے۔ (مناقب الامام ذیل الجواہر المضیة جلد ۲ صفحہ ۴۷۳)

ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ : فرماتے ہیں کہ حضرت امام نے چار ہزار مشائخ کرام سے جو کہ ائمہ

تابعین تھے اور دوسرے حضرات سے روایت کی ہے، اس لئے علامہ ذہبی اور دوسرے علماء نے آپ کو حدیث کے حفاظ میں شمار کیا ہے اور جس شخص نے گمان کیا کہ وہ حدیث کی طرف کم توجہ دیتے تھے اس نے تساہل یا حسد کی بنا پر ایسا کہا۔ (الخیرات الحسان صفحہ ۶۶)

مسعر بن کدام رضی اللہ عنہ : طلبت مع ابی حنیفہ الحدیث فغلبنا میں نے ابوحنیفہ کے ساتھ حدیث کی تحصیل کی، وہ ہم سب پر غالب تھے۔ (مناقب الذہبی صفحہ ۲۷)

سب سے بڑھ کر امام خود فرماتے ہیں کہ میرے پاس ذخیرہ حدیث کے بہت سے صندوق بھرے پڑے ہیں جن میں سے بہت تھوڑا حصہ انتفاع کے لئے نکالا ہے۔ (المناقب از موفق) غیر مقلد حضرات نے ابن خلدون کے حوالے سے یہ پراپیگنڈہ کیا ہے کہ امام کو سترہ حدیثیں یاد تھیں، حالانکہ ابن خلدون نے حضرت امام رضی اللہ عنہ کو حدیث کے کبار مجتہدین میں شمار کیا ہے اور رد و قبول کے سلسلہ میں ان کے مذہب کو قابل اعتماد کہا ہے۔ (مقدمہ صفحہ ۲۶۳) باقی انہوں نے جو یہ کہا ہے قالو ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقال بلغت روايته الی سبعة عشر حدیثا اونحوها ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سترہ یا اس کے لگ بھگ حدیثیں مروی ہیں، اس کی ہم مختلف پہلوؤں سے تشریح کرتے ہیں۔

..... ایک ہے اخذ حدیث یعنی حدیث حاصل کرنا اور دوسرا ہے روایت حدیث، یعنی حدیث پھیلاتا اور پڑھانا۔ ابن خلدون کے قول سے روایت حدیث کی قلت ثابت ہوتی ہے اخذ حدیث کی ہرگز نہیں۔ اور روایت حدیث میں قلیل ہونا کوئی جرم اور علم حدیث میں بے بضاعت ہونے کی دلیل نہیں۔ علامہ ابن حجر نے کیا خوب کہا ہے ”وہ مسائل کے استنباط میں مصروف تھے اس لئے ان کی روایتیں پھیل نہیں سکیں۔ جس طرح حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایات ان کی مصروفیات کی وجہ سے کم ہوئیں اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان جیسے دوسرے صحابہ کی روایات بے شمار ہیں۔ یہ حضرات عوام کے مصلح میں مشغول تھے۔

اب یہ کہنا کہ حضرت صدیق اکبر، عمر فاروق، عثمان غنی اور علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا پایہ حضرت ابوہریرہ یا دوسرے صحابہ کرام سے کمزور تھا بہت افسوسناک اور علم حدیث کے ساتھ کھلا مذاق ہے۔ اسی طرح امام مالک رضی اللہ عنہ اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کی روایات ان حضرات سے کم

ہیں جو روایات پھیلانے میں فارغ تھے۔ اس سلسلہ میں ابو زرہ اور ابن معین کی مثال دی جاسکتی ہے۔ کیا کوئی ان حضرات کو امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ پر فوقیت دے سکتا ہے۔ لہذا روایت حدیث میں قلیل ہونے کو اخذ حدیث میں قلیل ہونے پر قیاس کرنا بہت بڑا تعصب ہے اور ابن خلدون کے کلام میں بہت بڑی تحریف ہے۔ علامہ ابن خلدون خود فرماتے ہیں :

قد تقول بعض المبغضين المتعسفين الى ان منهم من كان قليل البغاعة في الحديث فلها قلت رواية ولا سبيل الى هذا المعتقد في كبار الائمة كان الشريعة انما تؤخذ من الكتاب والسنة " بعض گمراہ دشمنوں نے تو یہاں تک جھوٹ بانڈھا ہے کہ بعض ائمہ کبار حدیث میں نائل تھے اس لئے ان کی روایات کم ہیں۔ ائمہ کبار کی نسبت یہ اعتقاد کوئی حیثیت نہیں رکھتا شریعت تو کتاب و سنت سے ماخوذ ہے۔ (مقدمہ صفحہ ۲۶۳)

۲۔۔۔۔ ابن خلدون نے جو کہا ہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سترہ یا اس کے لگ بھگ حدیثیں مروی ہیں تو یہ ان کا اپنا قول نہیں ہے۔ انہوں نے اسے صیغہ مجہول کے ساتھ نقل کیا ہے۔ یعنی یقال کہہ کر اس قول کی صنعت پر ہر تصدیق مثبت کی ہے۔

۳۔۔۔۔ ابن خلدون عظیم مورخ تو ہیں، محدث نہیں، اس لئے انہیں ائمہ کرام کی روایات کا علم کم ہے، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے امام مالک رحمہ اللہ کی مرویات کی تعداد موطا میں تین سو بتائی ہے، فرماتے ہیں " و مالک رحمہ اللہ انما صح عنده مافی کتاب الموطا وغایتها ثلاث مائة حدیث اونحوھا۔" (مقدمہ)

اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی مرویات مسند احمد میں پچاس ہزار بیان کی ہیں، فرماتے ہیں احمد بن حنبل رحمہ اللہ فی مسندہ خمسون الف حدیث حالانکہ اہل علم سے مخفی نہیں کہ یہ تعداد غلط ہے۔ موطا شریف میں " سترہ سو بیس " اور مسند احمد میں تیس ہزار احادیث مروی ہیں۔ جیسا کہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ ابن خلدون سے امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کے بارے میں تساہل ہو سکتا ہے تو امام اعظم رحمہ اللہ کے بارے میں کیوں نہ

ہوا ہو گا۔ نیز اس سے غیر مقلدین کی حضرت امام اعظم ؑ سے دشمنی ظاہر ہوتی ہے کہ انہوں نے محدثین کرام کے اقوال پر اعتبار کرنے کے بجائے ایک مورخ کے نقل کردہ انتہائی مجہول قول کو سامنے رکھا۔ گویا۔

مٹ گئی بربادی دل کی شکایت دوستو
اب گلستاں رکھ لیا ہے میں نے ویرانے کا نام

۴..... امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت حدیث میں قلیل نہیں، اس اجمل کی تفصیل دیکھنی ہو تو آپ کے بلند پایہ شاگردوں اور آپ سے روایت لینے والوں کی تعداد پر غور کرنا چاہئے۔ حافظ محمد بن احمد الذہبی الشافعی ؑ نے لکھا ہے :

”آپ سے محدثین اور فقہانے کثیر روایات حاصل کی ہیں کہ ان کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔ آپ کے اقران میں سے مغیرہ بن مقسم، زکریا بن ابی زائدہ، مسر بن کدام، سفیان ثوری، مالک بن مغول، یونس بن ابی اسحاق اور ان کے بعد کے زائدہ بن شریک، حسن بن صالح، ابوبکر بن عیاش، عیسیٰ بن یونس، علی بن مسر، حفص بن غیاث، جریر بن عبد الحمید، عبداللہ بن مبارک، ابو معاویہ، وکیع، المحاربی، فزاری، یزید بن ہارون، اسحاق بن یوسف، الازرق، المعانی بن عمران، زید بن حباب، سعد بن صلت، مکی بن ابراہیم، ابو عاصم النبیل، عبدالرزاق بن ہمام، حفص بن عبدالرحمان، عبیدہ بن موسیٰ، ابو عبدالرحمن المقرئ، محمد بن عبداللہ انصاری، ابو نعیم، ہوزہ بن خلیفہ، ابواسامہ، ابویحییٰ الہمدانی، ابن نمیر، جعفر بن عون، اسحاق بن سلیمان اور خلق خدا۔ (مناقب الامام ابی حنیفہ ؑ صفحہ ۱۴)

اور علامہ شمس الدین شامی علیہ الرحمہ نے آپ سے روایات اخذ کرنے والوں کے نام درج کئے ہیں جن کی تعداد تقریباً نو سو چوبیس ہے۔ (عقود الہمان باب ۴-۵) اسی طرح خطیب بغدادی نے بھی کافی تعداد کا ذکر کیا ہے۔ حافظ کردری علیہ الرحمہ نے صرف ایک محدث حضرت عبداللہ بن یزید مکی علیہ الرحمہ کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے حضرت امام ؑ سے نو سو

احادیث مبارکہ حاصل کی ہیں۔ (مناقب کردری صفحہ ۳۹۸)

پھر آپ سے پندرہ مسانید منقول ہیں جن میں سے چار کو ان کے عظیم تلامذہ نے بلاواسطہ جمع کیا ہے۔ علامہ زاہد کوثری نے امام قطنی اور ابن شاہین کے حوالہ سے لکھا ہے کہ خطیب بغداد کے پاس بھی دار قطنی اور ابن شاہین کی مسند ابی حنیفہ تھیں۔ یہ دو مسندیں ان پندرہ کے علاوہ ہیں۔ (امام اعظم اور علم حدیث بحوالہ مقدم نصب الرایہ صفحہ ۳۸۹) ان مسانید کے علاوہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی کتاب الخراج، عبدالرزاق کی مصنف، ابن ابی شیبہ کی مصنف اور امام محمد کی موطا میں ہزاروں روایات آپ سے منصلاً لی گئی ہیں۔ پھر اپنی کتاب الاثار جس کو چالیس ہزار احادیث سے منتخب فرمایا ہے۔ ان حقائق کے ہوتے ہوئے بھی کوئی سترہ روایات کی رٹ لگائے تو تاریخ حدیث کو مسخ کرنے کے مترادف ہے۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اگر سترہ احادیث کا ہی ذخیرہ ہوتا تو بڑے بڑے محدثین اور نادر روزگار فقہا چند دن کے بعد آپ سے منہ موڑ لیتے۔ جبکہ اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ حضرت مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ نے اپنے اوپر سماع حدیث کے لئے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درس کو لازمی قرار دیا تھا۔ (المناقب از موفق جلد ۱ صفحہ ۲۰۳) اور حافظ ابن عبدالبر نے امام وکیع کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے حضرت امام رحمہ اللہ سے احادیث کا بہت زیادہ سماع کیا تھا۔

امام اعظم رحمہ اللہ کی ثقاہت

غیر مقلدین حضرات امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ضعیف کہتے ہیں، دلیل یہ کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے انہیں اپنی کتاب "الضعفاء" میں نقل کیا ہے، یہاں ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ جب آدمی دن کو رات کہنے پر تلا ہو تو اسے کون روک سکتا ہے۔ جس عظیم انسان نے صحابہ کرام سے حدیث لی ہو تابعین کی کثیر تعداد کو دیکھا ہو بلکہ خود اس طبقہ صالحین میں نمایاں ترین مقام کا حامل ہو، جس کے زہد و تقویٰ، خلوص و احتیاط کی اس کے جلیل القدر معاصرین نے گواہی دی ہو، پھر سب سے بڑھ کر جس کی بشارت خود سرور عالم، مخرصادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی ہو

اور اسے بخاری و مسلم نے اپنی صحاح میں درج کیا ہو، اگر وہ بھی ضعیف ہے تو یہ غیر مقلدین کہاں سے ثقہ ہو گئے؟

باقی رہ گئی امام بخاری کی بات تو ہم ان کی جلالت علمی اور ثقاہت فکری کو تسلیم کرتے ہیں لیکن حیران ہیں کہ انہوں نے کس بنیاد پر حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ”کتاب الضعفاء“ میں کیا ہے، یہی نہ کہ کان مرجیاً سکنا عن روایتہ و عن حدیثہ وہ مرجئی تھے اور لوگوں نے ان سے روایت و حدیث لینے میں سکوت کیا ہے۔ (معاذ اللہ)

حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ پر مرجئی ہونے کا الزام اتنا غلط ہے کہ دلیل کی بھی ضرورت نہیں، خود حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور تالیف ”فقہ اکبر“ میں ارجاء کی تردید فرمائی اور علامہ مرغینانی نے آپ کا قول لکھا کہ اهل الارحاء الذين يخالفون الحق فكانوا بالكوفة اكثر و كنت اقهرهم بحمد الله كوفه میں مرجئی کثرت سے رہتے تھے جو حق کے خلاف تھے اور میں ان سے مناظرے میں جیت جاتا تھا۔ (کشف الاسرار بحوالہ مناقب الامام اعظم جلد ۱ صفحہ ۹)

علامہ عبدالکریم شہرستانی شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ فلا يعبد ان اللقب انما لزمه من فريقين المعتزلة و الخوارج بعید نہیں کہ امام صاحب کو یہ الزام معتزلہ اور خوارج نے دیا ہو۔ (جلیل و آخل جلد ۱ صفحہ ۷۹ ذکر مرجیہ) اسی طرح شرح موافق اور عقود الجواهر وغیرہ میں اس کی سخت تردید ہے۔ لہذا کہا جاسکتا ہے کہ امام بخاری سے تسلیح ہوا ہے۔

علاوہ ازیں غیر مقلدین حضرات کے اس الزام کا تجزیہ ہم یوں کرتے ہیں کہ اگر حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارجاء کی وجہ سے آپ کی روایات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتیں تو یہ الزام امام بخاری پر بھی عائد ہو سکتا ہے کیونکہ انہوں نے اپنی صحیح میں تقریباً سولہ راویوں سے روایت لی ہے جو مرجئی ہونے میں مشہور تھے۔ (تہذیب التہذیب میں اس کی تفصیل موجود ہے۔) نیز چار راوی نسب کے علمبردار تھے، تقریباً ستائیس شیعہ، چھ قدری، چار خارجی اور چار جہمی ہیں۔ (یہ کتاب المعارف اور میزان الاعتدال میں دیکھا جاسکتا ہے۔) صحیح بخاری کے انہی رواۃ کی بنا پر کہا گیا ہے کہ اس میں بھی ضعیف روایات درج ہیں، یہی حل مسلم کا ہے، علامہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :

”امام بخاری کے چار سو بیس (۴۲۰) راویوں میں سے اسی (۸۰) راوی
ضعیف ہیں اور مسلم کے چھ سو بیس (۶۲۰) راویوں میں سے ایک سو
ساتھ (۱۲۰) ہیں۔“ کنا ذکرہ السخاوی فی شرح الفیة العراقی
(مصطلحات اہل الاثر علی شرح نخبة الفکر)

اور محقق علی الاطلاق علامہ ابن ہمام علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے :

”جس نے کہا ہے کہ احادیث میں سب سے زیادہ صحیح وہ حدیث ہے جو
بخاری و مسلم میں ہے یا بخاری و مسلم کی شرطوں پر کسی اور نے روایت
کی، یہ قول بلا دلیل ہے۔ اس کی تقلید جائز نہیں..... کیونکہ بخاری و
مسلم میں کثرت سے ایسی روایات ہیں جن کے راوی جرح سے نہیں بچ
سکے۔ (فتح القدر باب نوافل جلد ۱)

اب ائمہ فن کی ان تصریحات کی موجودگی میں غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ ہم تو بس بخاری و
مسلم کو ہی قبول کریں گے، صحیحین سے روایت لاؤ، بڑے رحم دل واقع ہوں تو کہتے ہیں کہ چلو
دوسری صحاح ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی سے اخذ کر لو۔ سوچنا چاہئے کہ جب بخاری و مسلم کا
یہ حل ہے تو باقی کیسے ضعیف روایات سے محفوظ ہو سکتی ہیں۔ دریں حالات اگر ”صحاح ستہ“ کو
صحیح روایات کا مجموعہ کہا گیا ہے تو صرف اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ ان میں صحیح روایات کی کثرت
ہے، یہ نہیں کہ ان میں ضعیف روایات موجود ہی نہیں۔

دوسری طرف جس امام جلیل اور مجتہد عظیم کو ضعیف کہا جاتا ہے اس کے پاس ضعیف
روایات لینے کا ذریعہ ہی کوئی نہیں۔ وہ یا تو صحابہ سے روایت لیتے ہیں جیسا کہ امام سیوطی علیہ
الرحمۃ نے اسناد لکھی ہیں مثلاً....

۱۔ عن ابی یوسف عن ابی حنیفہ سمعت انس ابن مالک یقول سمعت رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول طلب العلم فریضة علی کل مسلم
(تبیيض الصحیفة)

۲۔ عن یحییٰ بن قاسم عن ابی حنیفہ سمعت عبداللہ بن ابی اوفی یقول

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من بنی اللہ مسجداً ولو
کمفحص قطاۃ بنی اللہ له بیتاً فی الجنة (ایضاً)

صحابہ کرام سے روایت بلا واسطہ اخذ کرنا حضرت امام ؓ کا وہ اعزاز ہے جو ان کے
بعض معاصرین و محدثین حضرت امام مالک ؓ وغیرہ کو بھی حاصل نہیں۔ یا بھر تابعین کرام کی کثیر
جماعت سے روایت لیتے ہیں جن کی شان و عظمت صحیح احادیث سے ثابت ہے، یہاں یہ کہا جائے
کہ حضرت امام ؓ نے حضرت امام مالک سے بھی روایات لی ہیں جیسا کہ علامہ شبلی نعمانی جیسے
مورخ نے بھی کہہ دیا ہے۔ (سیرت النعمان صفحہ ۵۰۰)

کیونکہ حضرت حافظ عسقلانی نے اسے قبول نہیں کیا فرماتے ہیں لما یثبت روایۃ ابی
حنیفۃ عن مالک، بلکہ حضرت امام مالک ؓ کا حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد
حضرت امام محمد ؓ سے استفادہ ثابت ہے۔ امام محمد ؓ نے سماع حدیث کے لئے تین سل امام
مالک ؓ کے پاس بسر کئے، اس دوران امام مالک ؓ نے ان سے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے اصول و قواعد حاصل کئے، یہی سبب ہے کہ آپ کی ترتیب کردہ دس ہزار احادیث پر مشتمل
مؤطا سترہ سو بیس احادیث پر رک گئی، جن میں چھ سو مسند، دو سو بائیس مرسل، چھ سو تیرہ موقوف
روایات اور دو سو پچاسی تابعین کے اقوال ہیں۔ (مصنفی شرح مؤطا از شاہ ولی اللہ ؓ)

حضرت عبداللہ بن داؤد ؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
پوچھا کہ آپ نے تابعین کرام میں سے کن کن کی صحبت سے فیض اٹھایا، آپ نے فرمایا قاسم،
سالم، طاؤس، عکرمہ، مکحول، عبداللہ بن دینار، حسن بصری، عمرو بن دینار، ابوالزبیر، عطاء، قتادہ، ابراہیم،
شعبی، نافع، وامثالہم یعنی اور ان جیسوں کی۔ (مسند ابوحنیفہ کتاب الفضائل)

بتائیے ان بزرگان دین میں سے کون ہے جس کی جناب سے آپ کو ضعیف روایت کی
توقع ہے۔ اسی لئے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات کی ثقاہت پر امام عبدالوہاب شعرائی
علیہ الرحمۃ نے کیا خوب تبصرہ فرمایا ہے :

” اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فضل فرمایا کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کی تین مسانید کا مطالعہ کیا، میں نے دیکھا کہ امام ابوحنیفہ ؓ ثقہ اور

صالح تابعین کے سوا کسی سے روایت نہیں کرتے جن کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیر القرون ہونے کی گواہی دی ہے۔ جیسے علقمہ، عطا، عکرمہ، مجاہد، مکحول اور حسن بصری وغیرہ۔ امام اعظم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان سب راوی، عدل کے مالک، ثقہ اور بزرگ ہیں، جن کی طرف کذب کی نسبت نہیں کی جاسکتی۔“ (میزان الشریعة الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۶۸)

حضرت محدث کبیر عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

روی الآثار عن نبل ثقات
غزار العلم مشیخة حصیفہ

یعنی کتاب الآثار میں وسیع علم والے ثقہ اور معزز بزرگوں سے روایت لی ہے۔
(النائب از موفق)

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”جب بھی کسی مسئلہ میں میرا اختلاف ہوا اور میں نے پورے مدرسے سے کام لیا تو حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کا ہی مسلک نجات دہندہ ثابت ہوا۔ احادیث کی طرف نظر دوڑائی تو وہ حدیث صحیح کی بھی زیادہ ہی بصیرت رکھتے تھے۔ (الخیرات الحسان) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”ابو حنیفہ تم نے تو حدیث و فقہ کے کنارے لے لئے ہیں۔“ (ایضاً) اور وکیع علیہ الرحمۃ کا بیان نہایت جامع ہے :

”ابو حنیفہ خطا کس طرح کر سکتے ہیں جب کہ ابو یوسف اور محمد و زفر جیسے اصحاب قیاس اور اہل اجتہاد ان کے ساتھ ہیں اور یحییٰ بن زکریا، حفص بن غیاث اور حبان و مندل جیسے حفاظ حدیث اور اصحاب معرفت ان کے ساتھ ہیں اور قاسم بن معین جیسا اویب اور ماہر لغات ان کے ساتھ ہے اور داود طائی اور فضیل بن عیاض جیسے خدا ترس ان کے ساتھ ہیں جو شخص اس طرح کی بات کہے وہ حیوان ہے۔“ (عقود الجواہر)

حضرت یحییٰ بن معین علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ ابو حنیفہ سے صالحوں کی ایک جماعت

نے روایت لی ہے، وہ روایت میں سچے ہیں۔ (اخبار ابی حنیفہ صفحہ ۸۰) امام زفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بڑے بڑے محدثین حضرت امام کے پاس آتے اور مشتبہ احادیث کے بارے میں آپ سے پوچھا کرتے تھے۔ (المناقب از موفق جلد ۱۳۸ جلد ۲)

آخر میں ہم امام بدر الدین عینی علیہ الرحمہ کا ارشاد دیکھتے ہیں :

”میں کہتا ہوں کہ یحییٰ بن معین سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا ثقہ ہیں۔ میں نے کسی کو نہیں سنا کہ آپ کو ضعیف کہا ہو۔ شعبہ بن حجاج آپ کو کہتے ہیں کہ آپ حدیث بیان کریں، اور شعبہ اور سعید آپ کو روایت کے لئے کہتے ہیں اور یحییٰ بن معین نے یہ بھی کہا ہے کہ کان ابوحنیفہ ثقہ من اهل الصدق ولم ینہم بالکذب وکان ماموناً علی دین اللہ۔ صدوقاً فی الحدیث ابوحنیفہ ثقہ ہیں، اہل صدق میں سے ہیں، ان پر کذب کی تہمت نہیں، وہ دین خدا کے امین اور حدیث میں سچے ہیں۔ عبداللہ بن مبارک، سفیان، اعمش، سفیان، عبدالرزاق، حماد بن زید اور وکیع جیسے ائمہ کبار نے اور ائمہ ثلاثہ مالک و شافعی و احمد وغیرہ نے ان کی تعریف کی ہے۔ اس سے دارقطنی کا ستم اور تعصب اجاگر ہو گیا ہو گا۔ پس وہ کون ہے جو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ضعیف کہے وہو مستحق التضعیف وہ خود اس تضعیف کا حقدار ہے کہ اس نے اپنی مسند میں سقیم و معلول و منکر و غریب و موضوع روایات نقل کی ہیں۔ اس لئے وہ اس قول کا مصداق ہے۔ جب لوگ امام کی عظمت کو نہ پہنچ سکے تو آپ کے دشمن بن گئے۔ مثل ساز میں ہے کہ سمندر مکھی کے گرنے سے گدلا نہیں ہوتا اور کتوں کے پینے سے نپاک نہیں ہوتا۔ و حدیث ابی حنیفہ حدیث صحیح ”اور ابوحنیفہ کی حدیث صحیح حدیث ہے۔“ امام تو امام ہیں موسیٰ بن ابی عائشہ کوفی علیہ الرحمۃ ثقات میں سے ہے اور صحیحین کے راویوں میں سے

ہے اور عبداللہ بن شداد تابعین اور ثقات میں سے ہے۔ (بنایہ شرح ہدایہ
جلد ۱ صفحہ ۷۰۹)

امام اعظم اور اکتساب حدیث

یہ الزام اکثر سننے اور دیکھنے میں آیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث کا لحاظ نہیں رکھتے تھے اور حدیث کے مقابلے میں اپنا قول معتبر سمجھتے ہیں۔ یہ کتنا بڑا ظلم ہے اور یہ ظلم صدیوں کی غلط فہمیوں سے ہوتا چلا آ رہا ہے۔ حضرت امام ربیعہ کے دور میں ہی یہ فتنہ عام ہوا تو حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے گفتگو فرمائی، آپ نے انہیں اپنے بارے میں مطمئن کر دیا۔ (الانتقا از قرطبی صفحہ ۱۲۲) ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق، حضرت مقاتل بن حیان اور حماد بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ آپ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ دین میں کثرت سے قیاس کرتے ہیں، آپ نے حضرات علماء سے زوال تک بحث کی اور ثابت کر دیا کہ ان کا مذہب قرآن و حدیث اور صحابہ کرام کی اتباع کا آئینہ دار ہے تو وہ سب حضرات امام کے سر اور گھٹنوں کو چوم کر یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ ہم نے لاعلمی میں آپ کی برائیاں کیں، آپ معاف کر دیں۔ آپ نے فرمایا اللہ ہماری اور آپ کی مغفرت فرمائے۔ (المیزان از شعرانی صفحہ ۶۶)

مامون رشید کے دور میں کچھ محدثین نے آپ کے بارے میں فتنہ کھڑا کیا تو مامون رشید نے ان کو لاجواب کیا اور پھر کہا ”اگر ابوحنیفہ کے اقوال کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ہوتے تو ہم ان پر عمل نہ کرتے۔“ (المناقب از موفق جلد ۲ صفحہ ۵۵) گویا شروع سے ہی حاسدین و معاندین آپ کے خلاف برسپیکار ہیں جبکہ علمائے حق تحقیق و جستجو اور عقل سلیم کی روشنی میں آپ کے تفقہ فی الدین کا جائزہ لے کر آپ کے علم و فضل کا اعتراف کرتے رہے۔ ابوالاسود نے کیا خوب کہا ہے۔

حسد والفتی از الم ینالوا سعیه
فالناس اعداء له و خصوم

آپ امت محمدیہ میں عظیم فقیہ ہوئے ہیں اور فقہت بغیر حدیث کے معتبر نہیں، جیسا کہ حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا لا یستقیم الحدیث الا بالرائی ولا یستقیم الرائی الا بالحدیث فقہ کے بغیر حدیث درست نہیں رہتی اور حدیث کے بغیر فقہ (کشف الاسرار شرح منار الانوار از سنی جلد ۱ صفحہ ۵) یہی وجہ ہے کہ محدثین جن کو فقہ میں تبحر اور عبور نہیں تھا ان سے ایسے ایسے ”لطائف“ مروی ہیں کہ خدا کی پناہ۔ حضرت امام بخاری علیہ الرحمۃ کی صحیح کے ابواب اور ان کے تحت احادیث کا اندراج دیکھ کر آپ کی فقہت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

محدثین کرام صرف احادیث کو جمع کرتے چلے جاتے ہیں ان کے احکام اور ناسخ و منسوخ وغیرہ کا کوئی ادراک نہیں ہوتا جبکہ فقہاء ہر حدیث کو خوب جانچتے ہیں اور پھر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو حدیث کے سمندر کے غواص ہیں، اس لئے ہر باریک بین، منصف مزاج اور صاحب علم کو آپ کے مذہب میں کوئی عیب نظر نہیں آتا، نیز آپ کا مذہب دو تہائی ملت اسلامیہ نے قبول کیا ہے جس میں نامور فقہاء عظیم محدثین اور جید عرفا علیم الرحمۃ شامل ہیں۔ جن مسائل میں آپ پر الزام لگایا جاتا ہے کہ آپ حدیث کے خلاف حکم دیتے ہیں وہ حدیث ان تین حالتوں سے خالی نہ ہوگی۔

☆ منسوخ ہوگی

حضرت امام منسوخ حدیث پر عمل نہیں کرتے، ناسخ پر عمل کرتے ہیں تو یہ عمل حدیث پر ہی ہوا، ظاہر ہے حدیث کو منسوخ کرنا حدیث کا ہی کام ہے۔ امام اپنے قول سے تو اسے منسوخ نہیں کر سکتے، پھر کیسے کہا جاسکتا ہے کہ امام کا حدیث پر عمل نہیں۔ اس کی واضح مثال تکبیر تحریمہ کے علاوہ نماز میں رفع یدین ہے جو احادیث صحیحہ سے منسوخ ہو چکا ہے۔ غیر مقلدین حضرات منسوخ احادیث پر عمل کرتے ہیں اور انا حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف محاذ کھڑا کرتے ہیں کہ ابوحنیفہ حدیث پر عمل نہیں کرتے، خدا را انصاف! عمل تو آپ خود نہیں کرتے، اگر منسوخ احکام پر عمل کرنا ہی آپ کا دین ہے تو سود و شراب کی حلت کا فتویٰ بھی دے دو اور لوہر

نسخ احادیث پر عمل کی وجہ سے حضرت امام کی مخالفت کرتے ہو تو پھر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی اسی طرح مخالفت کرو کیونکہ آپ ﷺ نے تمہارے پسندیدہ فعل کو ختم کر دیا۔ نسخ احادیث ترمذی، ابوداؤد، نسائی، مصنف ابن ابی شیبہ، مسند احمد، سنن الکبریٰ بیہقی، شرح معانی آثار، جامع المسانید، مصنف عبدالرزاق، مسند ابی یعلیٰ، دار قطنی، معجم طبرانی میں موجود ہیں، ان سب سے بڑھ کر بخاری و مسلم نے بھی روایت کی ہیں۔ مثلاً بخاری جلد اول میں جو حضرت ابوحمید سعدی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز سکھائی ہے اس میں کہیں بھی اس رفع یدین کا ذکر نہیں۔ اس طرح مسلم نے عباد بن زہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی جو حدیث لی ہے اس میں رفع یدین کو بدکے ہوئے گھوڑوں کی دموں سے تشبیہ دی گئی ہے اور حکم دیا گیا ہے اسکنو فی الصلوٰۃ ”نماز میں سکون کرو۔“ (مسلم جلد اول صفحہ ۱۸)

پھر خلفائے راشدین اور صحابہ کبار، عبداللہ بن مسعود، ابوہریرہ، عبداللہ بن عمر، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مخالفت کرو کہ وہ سب نسخ احادیث پر عمل کرتے ہوئے رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح عظیم تابعین ابواسحاق، شعبہ، ابراہیم نخعی، اسود بن یزید، طلحہ، قیس بن ابی حازم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی یہی مذہب ہے۔ انہی حقائق کو دیکھتے ہوئی حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمل فرمایا۔ اور یہ بھی کہہ دیں کہ ترک رفع یدین پر امام مالک کا عمل بھی منقول ہے۔ (المدونہ الکبریٰ صفحہ ۶۸) نیز اسی پر اہل مدینہ اور اہل کوفہ کا اجماع ہے۔ (ہدایہ المجتہد جلد ۱ صفحہ ۹۷ - ترمذی جلد ۱ صفحہ ۵۹) بلکہ اور بھی فقہاء کا اجماع ہے جیسا کہ ابوبکر بن عیاش علیہ الرحمۃ نے فرمایا مارایت فقیہاً فط یفعلہ یرفع یدہ فی غیر التکبرۃ الولی (شرح معانی الآثار للعلوی جلد ۱ صفحہ ۱۵۶) اب اہل انصاف پر خوب روشن ہو گیا ہو گا کہ اس عمل میں حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ تہمتا نہیں۔ اسی طرح آمین بالجر، فاتحہ خلف الامام، طلاق ثلاثہ کے وقوع وغیرہ مسائل پر آپ کا مذہب آیات و احادیث سے مبرہن و منور ہے۔

☆ نامقبول ہوگی

حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث پر عمل نہیں کرتے جو کسی فنی سقم کی بنا

پر نامقبول ہو۔ اس کے برعکس صحیح و محکم حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ مثلاً آپ تازہ کھجوروں کی تجارت خشک چھوہاروں کے بدلے جائز قرار دیتے ہیں۔ اہل بغداد نے حدیث بیان کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تازہ کھجوروں کو خشک کھجوروں کے بدلے فروخت کرنے سے روکا ہے۔ امام نے فرمایا یہ حدیث زین بن عیاش پر موقوف ہونے کی وجہ سے نامقبول ہے۔ اس کے برعکس صحیح احادیث سے یہ تجارت جائز ٹھہرتی ہے۔ (فتح القدیر جلد ۵ صفحہ ۲۹۶)

☆ خصوصیت پر مبنی ہوگی

حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث پر عمل نہیں کرتے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہوگی مثلاً غائبانہ نماز جنازہ، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز نہیں کیونکہ اس کا تعلق صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہے۔ بخاری کتاب الجناز میں نجاشی کی غائبانہ نماز جنازہ کا ذکر ہے تو شارحین نے وضاحت کی ہے کہ صحابہ کرام کے نزدیک نجاشی کا جنازہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ نبوت سے اوچھل نہیں تھا۔ (یعنی جلد ۴ صفحہ ۲۵) اس عمل کے بعد کوئی حدیث مرفوعاً ثابت نہیں، ایک حدیث سے معاویہ بن معاویہ منیٰ کی غائبانہ نماز جنازہ کا ثبوت ملتا ہے تو وہ حدیث ضعیف محض ہے۔ اس کی مختلف اسناد میں بقیہ بن ولید، نوح بن عمر، علاء بن یزید، محبوب بن ہلال جیسے راوی ہیں جن کو ائمہ نے مدلس، منکر الحدیث، متروک الحدیث اور سارق جیسے الفاظ سے یاد کیا ہے، اس سے بڑا کر یہ کہ معاویہ بن معاویہ کوئی صحابی نہیں۔ (الاصابہ ۴۳۸)

اس حدیث پر بھی عمل نہیں کرتے یا اس کے مطابق حکم نہیں دیتے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی خاص فرد کے لئے فرمایا ہو، ترمذی شریف میں ہے کہ جب غیلان بن سلمہ مسلمان ہوئے تو ان کی دس بیویاں تھیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان میں سے جن چار کو اختیار کرنا چاہو کر لو، امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر کسی آدمی کی چار سے زیادہ بیویاں ہیں تو پہلی چار کے ساتھ اس کا نکاح صحیح اور ان کے بعد والیوں کا باطل ہے۔ معترضین کہتے ہیں کہ یہاں ان کا مذہب حدیث کے خلاف ہے۔ حالانکہ امام نے یہاں قرآن

حکیم کی آیت کو پیش نظر رکھا ہے۔ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی و ثلاث و رباع یعنی نکاح میں لاؤ جو عورتیں خوش آئیں دو دو، تین تین، چار چار (سورۃ النساء) قرآن حکیم سے ثابت ہوا کہ پانچویں اور چھٹے درجے کی عورت سے اب نکاح باطل ہے۔ اب رہا حدیث تہذیب کا معاملہ تو وہ یا تو قرآن پاک کے اس حکم سے منسوخ ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خدا داد اختیار سے اسے اس فرد خاص کے لئے مختص کر دیا۔

نتیجہ فکر

اگر کوئی نظر انصاف سے ان تمام پہلوؤں کو سامنے رکھے اور حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعلیمات کا جائزہ لے تو اسے معلوم ہو گا کہ آپ کی کوئی بات قرآن و حدیث اور اجماع صحابہ سے گریزاں نہیں۔ اس پر ہم جید ائمہ کرام کی گواہی بھی نقل کر دیتے ہیں پہلے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا ارشاد سنئے :

☆ ... لانقیس الا عند الضرورة الشديدة و ذلك اننا ننظر اولاً فی دلیل تلک المسئلة من الكتاب و السنة و اقصية الصحابة فان لم نجد دليلاً قنا حينئذ مسكوناً عنه على منطوق به بجامع اتحاد العلة بينهما ○ ” ہم قیاس نہیں کرتے مگر شدید ضرورت کے وقت، ہم مسئلہ کی دلیل، کتاب اللہ، رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اور صحابہ کے قضایا سے تلاش کرتے ہیں۔ اگر ان میں نہ ملے تو ہم نہ کہے ہوئے کو کہے ہوئے پر علت مشترکہ کی بنا پر قیاس کرتے ہیں۔“ (المیزان از شعرانی صفحہ ۶۵)

☆ ... نیز فرماتے ہیں ان لوگوں پر حیرت ہے جو کہتے ہیں کہ میں قیاس پر فتویٰ دیتا ہوں، میں تو اثر پر فتویٰ دیتا ہوں۔ (الخیرات الحسان) باقی رہ گئی تابعین کی بات تو آپ فرماتے ہیں فہم رجال ونحن رجال وہ بھی مرد ہیں اور ہم بھی مرد ہیں۔ یعنی جس طرح ان کو اجتہاد کا حق ہے ہمیں بھی حق ہے۔

☆ ... علامہ ابو محمد علی ابن حزم اندلسی فرماتے ہیں کہ اصحاب ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم اس پر متفق ہیں

کہ مذہب ابوحنیفہ میں ان ضعیف الحدیث اولیٰ عنده من القیاس والمراۃ
ضعیف حدیث بھی قیاس اور رائے سے بہتر ہے۔ (مناقب الامام ابی حنیفہ صفحہ ۲۱)
☆ ... شارح مسلم امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث مرسل کے بارے میں امام مالک
امام ابوحنیفہ اور امام احمد وغیرہ کا مذہب ہے کہ اسے بطور دلیل پیش کیا جاسکتا ہے۔ (مقدمہ
شرح مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۷)

☆ ... حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی مسئلہ میں صحیح حدیث ملتی ہے تو
ابوحنیفہ اس کو لیتے ہیں اور اگر صحابہ یا تابعین سے ہو تو یہی صورت ہے ورنہ وہ قیاس
کرتے ہیں اور قیاس اچھا کرتے ہیں۔ (الخیرات الحسان فصل ۱۱)

☆ ... علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کا اتفاق ہے کہ ان کے
نزدیک ضعیف حدیث قیاس سے بہتر ہے۔ انہوں نے ضعیف حدیث کی وجہ سے سفر میں
کھجور کی نیبذ سے وضو کرنے کو قیاس اور رائے پر مقدم کیا ہے اور ضعیف حدیث کی وجہ
سے دس درہم سے کم کی چوری میں ہاتھ کاٹنے سے روکا ہے۔ وہ آثار صحابہ کو قیاس اور
رائے پر مقدم رکھتے ہیں۔ یہی امام احمد کا طریقہ ہے اور سلف کے نزدیک ضعیف حدیث
کی وہ اصطلاح نہیں جو متاخرین کی ہے جس کو متاخرین حسن کہتے ہیں اس کو سلف نے
ضعیف کہا ہوتا ہے۔ (اعلام الموقنین جلد ۱ صفحہ ۷۷)

اب ہم ائمہ فن کی تشریحات کی روشنی میں حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اساسی
اصولوں کا ذکر کرتے ہیں۔

- ۱- قرآن حکیم
- ۲- احادیث قولی، فعلی، تقریری
- ۳- صحابہ کے فتاویٰ
- ۴- اجماع
- ۵- قیاس
- ۶- استحسان (قیاس کی وہ قسم جو خفی ہوتی ہے مگر اس کا اثر قوی ہوتا ہے۔)

۷- تعالٰیٰ بندگان خدا

آخر میں غوث العارفین، شیخ الجوسید نا حضور مجدد الف ثانی قدس سرہ کا ارشاد نقل کیا جاتا ہے :

” آپ مرسل حدیث و مسند حدیث کی طرح متابعت کے شایان جانتے ہیں اور اس کو اپنی رائے پر فوقیت دیتے ہیں۔ دوسرے اماموں کا یہ حل نہیں، بل وجود اس کے آپ کے مخالفین آپ کو صاحب رائے قرار دیتے ہیں اور ایسے الفاظ بیان کرتے ہیں جن سے بے ادبی کا اظہار ہوتا ہے، حالانکہ امام کے زہد و تقویٰ اور علم و کمال کا سب کو اعتراف ہے.... چند ناقصوں نے چند احادیث کو رٹ لیا اور شریعت کو انہی میں محصور مانتے ہیں اور ان احادیث کا انکار کرتے ہیں جن کا انہیں علم نہیں، ان کی مثل پتھر کے کیڑے کی طرح ہے اور وہ پتھر کو ہی اپنی زمین اور آسمان سمجھتا ہے۔ (مکتوب دفتر ۲ صفحہ ۵۵)

امام اعظم رضی اللہ عنہ اور صحاح ستہ

کوئی اسے تسلیم کرے یا نہ کرے یہ اہل حقیقت ہے کہ صحاح ستہ میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی برکت موجود ہیں۔ اگرچہ اصحاب صحاح نے آپ سے روایت لینے میں کمال بے نیازی کا مظاہرہ کیا ہے اور تو اور صاحب مشکوٰۃ نے بھی ان کی روایات کی طرف کوئی توجہ نہیں کی لیکن جس چشمہ صافی سے یہ سب حضرات سیراب ہوئے وہ امام ”اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم سے پھوٹا ہے۔ اس سلسلہ میں اصحاب صحاح کی مجبوری بھی تھی کہ وہ شافعی المسلک ہونے کے ناطے اپنا مخصوص ذوق رکھتے ہیں۔ صاحب مشکوٰۃ بھی شافعی تھے لیکن ان لوگوں کی اسناد میں بہت سے حنفی شیوخ موجود ہیں، امام بخاری علیہ الرحمۃ کے مشہور استاد حضرت مکی بن ابراہیم اور عبدالرزاق بن ہمام امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اجل تلامذہ میں سے تھے۔ امام بخاری علیہ الرحمہ کی صحیح کا یہ بھی اعزاز ہے کہ انہوں نے اس میں بائیس مٹلائیات روایت کی ہیں، یعنی ایسی

روایات جن میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور راوی کے درمیان تین واسطے ہوں اور ان روایات میں سے گیارہ روایات صرف حضرت امام مکی بن ابراہیم علیہ الرحمۃ سے لی ہیں، گویا امام بخاری علیہ الرحمۃ و اعلیٰ ترین سند، حضور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیض سے حاصل ہوئی۔ یہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ امام مالک علیہ الرحمۃ کی روایات میں ثنائیات ہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور راوی کے درمیان دو واسطے جبکہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات میں واحدان ہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور راوی کے درمیان ایک واسطہ، امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ائمہ اربعہ میں خصوصی فضیلت و عظمت ہے۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء فتح المغیث میں امام سخوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس پر بحث فرمائی ہے۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نامور شاگرد رشید حضرت امام محمد بن حسن شیبانی علیہ الرحمۃ ہیں، امام احمد سے امام شافعی نے اتنا استفادہ کیا کہ فرماتے ہیں امن الناس علی فی الفقہ محمد بن الحسن یعنی فقہ میں مجھ پر سب سے بڑا احسان محمد بن حسن کا ہے۔ (تاریخ بغداد جلد ۲ صفحہ ۱۲۶) امام شافعی کے نامور شاگرد رشید حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ ہوئے (تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ صفحہ ۳۱) امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ کے سامنے امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد علیہم الرحمۃ نے زانوئے تلمذ طے کئے جو کہ اصحاب صحاح میں سے ہیں۔ (تہذیب التہذیب جلد ۱ صفحہ ۷۲)

امام ترمذی علیہ الرحمۃ نے امام بخاری و مسلم سے استفادہ کیا۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ صفحہ ۶۳۵) امام ابن ماجہ و نسائی بھی اسی سلسلۃ النہب سے بندھے ہوئے ہیں جس میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فیضان سر سر ٹھانیں مار رہا ہے کاش لوگ اس طرح بھی سوچتے کہ جس کے تلامذہ کی شوکت و منزلت کا یہ عالم ہے استاذ اعلیٰ، امام والا اور مقتدائے ارفع کی شوکت و منزلت کا کیا عالم ہو گا۔

تعارف مسانید

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے شیوخ سے احادیث مبارکہ کو روایت کیا تو لوگوں

نے آپ کے ہر شیخ کی مرویات کو الگ الگ اکٹھا کر لیا، اس طرح مرویات کے الگ الگ نسخے وجود میں آگئے۔ وہ نسخے مندرجہ ذیل جید علماء و فقہاء کی کوشش سے اہل علم تک پہنچے۔

حافظ ابو محمد عبداللہ بن محمد البخاری، حافظ ابوالقاسم طلحہ بن محمد، حافظ ابوالحسین محمد بن المنظر، حافظ ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی، شیخ ابوبکر محمد بن عبدالباقی انصاری، امام ابوبکر احمد عبداللہ بن عدی جرجلی، حافظ حسن بن زیادہ الولوی، حافظ عمر بن حسن اشہانی، ابوبکر احمد بن محمد الکلامی، قاضی ابویوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری، امام احمد بن حسن شیبلی، امام حماد بن ابو حنیفہ، امام عبداللہ بن ابی عوام، امام حسین بن محمد بلخی، امام محمد بن حسن قدس سرہم القدس

مسئد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان نسخوں کو ابوالموئذ محمد بن محمود خوارزمی متوفی ۱۵۵ھ نے جمع فرمایا، امام خوارزمی اس عظیم کوشش کی وجہ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

” میں نے ملک شام میں بعض جاہلوں کو کہتے ہوئے سنا کہ حضرت امام اعظم

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت حدیث کم ہے۔ ایک تلامذہ نے تو امام شافعی

کی مسند، امام مالک کی موطا اور امام احمد کی مسند کا حوالہ دے کر حضرت امام

اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں گستاخی کی یہ سن کر میری مذہبی غیرت

نے جوش مارا کہ میں حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پندرہ مسئد

کو ایک مسند کی صورت میں ترتیب دوں، چنانچہ میں نے اللہ تعالیٰ پر توکل

کرتے ہوئے ابواب فقہ کو سامنے رکھ کر مسند ترتیب دی تاکہ جاہل

دشمنوں کا وہم دور ہو جائے۔“

اس مسند کے مقدمہ میں امام خوارزمی علیہ الرحمۃ نے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کی شان میں کیا خوب لکھا ہے :

” اجتہاد میں تمام علماء کرام سے پیش قدم، اعتقاد میں سب سے پاکیزہ،

ہدایت میں سب سے واضح، طریقے میں سب سے درست، امام الائمہ، سراج

ہذا الائمہ ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ انہوں نے

شریعت مطہرہ کے رخ روشن سے نقاب ہٹایا اور فقہ کے ماتھے سے ظلمت

کی پرچھائیوں کو دور کیا۔ اپنے زمانے کے اہل علم کو آگے بڑھایا جہاں قدم پھیلنے کا موقع تھا وہاں قدم جمائے اور احکامات کو مضبوط کرنے میں پوری کوشش کی۔ اب علما دریائے نعمان میں غوطے لگا لگا کر بیش بہا نعمتیں حاصل کر رہے ہیں۔“ (مسند امام اعظم مطبوعہ محمد دہلی)

امام خوارزمی علیہ الرحمۃ نے یہ بھی تفریح فرمائی ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو سو پندرہ (۲۱۵) احادیث مبارکہ میں دیگر ائمہ حدیث سے قطعاً منفرد ہیں۔ اس سے بھی آپ کے اخذ حدیث اور روایت حدیث میں تبحر کا بین ثبوت ملتا ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسانید حدیث کی سب سے پرانی کتابیں ہیں لہذا ان کی روایت دوسری کتابوں کی نسبت زیادہ محکم و مقدم ہونی چاہئے۔

ہمارے سامنے مسند امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ نسخہ ہے جو قاضی صدرالدین موسیٰ حصکفی متوفی ۶۱۵ھ نے جمع فرمایا، اس نسخے کو محدث کبیر علامہ محمد عبد سندھی متوفی ۱۲۵۷ھ نے ابواب فقہ کے حساب سے مرتب کیا، امام حصکفی علیہ الرحمۃ نے بھی ”تنسیق النظام کے نام سے شرح لکھی، دیگر مسانید پر بھی علمائے امت کی شروح موجود ہیں جن کی تفصیل کشف الظنون جلد دوم میں دیکھی جاسکتی ہے۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ اور اصول حدیث

فقہ کی ترتیب و تدوین کے علاوہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصول حدیث بھی تشکیل دیئے جبکہ اصحاب صحاح اور ان کی تالیفات کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ ان اصول حدیث کو دیکھ کر آپ کی کتاب الاثار اور مسانید کی روایات کی ثقاہت کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ وہ دور عجب دور تھا رافضی و خوارج اور قدریہ کا زور تھا۔ ہر فریق احادیث کو اپنے نظریات کے مطابق تبدیل کر رہا تھا۔ بہت سی موضوع روایات نے جنم لیا بلکہ امام دارقطنی کے بقول اصل احادیث، موضوعی احادیث میں اس طرح چھپ گئیں جیسے بیل کے کالے بالوں میں سفید بل چھپ جاتے ہیں۔ یہیں سے روایت بالمعنی کی وبا پھوٹی، اس صورتحال میں حضرت امام

اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اصحاب حدیث پر احسان تھا کہ آپ نے حدیث کو پرکھنے کے لئے بنیادی ضابطے تیار کئے۔ حضرت علامہ عبدالحکیم جندی علیہ الرحمۃ نے ان اصول و ضوابط کو ”الفجار قبئلہ“ کہا ہے۔ جب وہ اصول و ضوابط اصحاب حدیث نے دیکھے تو ان کو اپنی روایات اپنی ہی نظروں میں تشنہ تحقیق دکھائی دینے لگیں، اس کی تفصیل ”بطل الحریہ“ میں علامہ جندی نے لکھی ہے، ذیل میں کچھ اصول و ضوابط لکھے جاتے ہیں :

- ۱ ... راوی حدیث کے لئے حدیث کا حافظ ہونا ضروری ہے۔
- ۲ ... صحابہ و فقہائے تابعین کے سوا کسی اور کی روایت بامعنی قابل قبول نہیں۔
- ۳ ... صحابہ سے روایت کرنے والی اہل تقویٰ کی ایک جماعت کا ہونا ضروری ہے، ایک یا دو شخص نہیں۔
- ۴ ... احکام میں روایت کا ایک سے زیادہ صحابہ سے منقول ہونا ضروری ہے۔
- ۵ ... حدیث سے اسلام کے کسی مسلمہ اصول کی مخالفت نہ ہوتی ہو نیز عقل قطعی کے خلاف نہ ہو۔
- ۶ ... خبر واحد، قرآن کی کسی آیت پر زیادتی کے قول نہیں یا اس کے حکم عام کو محض نہیں کر سکتی۔
- ۷ ... خبر واحد قرآن پاک کے خلاف ہو تو نامقبول ہوگی۔
- ۸ ... خبر واحد سنت مشہورہ کے خلاف ہو تو نامقبول ہوگی۔
- ۹ ... بیح یا محرم روایات میں محرم کو ترجیح ہوگی۔
- ۱۰ ... ایک واقعہ کے بارے میں ایک راوی امر زائد و بیان کرتا ہے، دوسرا نفی کرتا ہے تو اگر نفی کرنے والے کے پاس دلیل نہیں تو اس کی نفی نامقبول ہوگی۔ پہلے راوی کا بیان معتبر ہوگا، یعنی نفی کے لئے دلیل کی حاجت ہے۔
- ۱۱ ... ایک حدیث میں حکم عام ہے، دوسری میں اصل چیزوں میں اس کے خلاف حکم ہو تو حکم عام کے مقابلے میں حکم خاص کو نہ دیکھا جائے۔
- ۱۲ ... حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صریح قول و فعل کے خلاف سے صحابی کا قول و

- فعل نامقبول ہے کہ ہو سکتا ہے اسے حضور ﷺ کا وہ قول و فعل نہ پہنچا ہو۔
- ۱۳ ... خبر واحد کے خلاف اگر آثار صحابہ ہوں تو ان پر عمل کیا جائے، ہو سکتا ہے وہ خبر واحد منسوخ ہو، اور صحابہ اس کے تلخ پر عمل پیرا ہوں۔
- ۱۴ ... راوی کا اپنا عمل روایت کے الٹ ہو تو روایت نامقبول ہوگی۔
- ۱۵ ... متعارض روایات میں سے قریب المشہدہ کی روایت لی جائے۔
- ۱۶ ... متعارض روایات میں کثرت تفقہ کو قلت وسائط پر ترجیح دی جائے۔
- ۱۷ ... حد یا کفارہ کی کوئی حدیث ایک صحابی سے ہی مروی ہو نامقبول ہوگی کہ حد و کفارہ شہادت سے ساقط ہو جاتے ہیں۔
- ۱۸ ... جس حدیث میں اسلاف پر طعن ہو نامقبول ہوگی۔
- ۱۹ ... خبر واحد اور مسل کو قیاس پر فوقیت ہوگی۔

عالمگیر پڑائی

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلک میں فکر و تدبر کی ہمہ گیری اور ذکوت و نقاہت کی بلاستی ہے۔ عقل پرستی سے اجتناب کیا گیا ہے۔ قرآن و حدیث اور آثار صحابہ سے پورا لگاؤ ہے، لہذا آپ ہی ہیں جنہوں نے اسلام کے فطری اور حقیقی ثمرات سے لہل جہاں کو ملامل کیا ”آپ کا مسلک آپ کی زندگی ہی میں بہت مقبول ہو گیا تھا، آپ کی وفات کے بعد آپ کے فضیلت ماب تلامذہ نے اس کی عالمگیر پیمانہ پر اشاعت کی اور بلاد عجم، ایشائے کوچک، ترکستان، ہندوستان اور چین تک پہنچ گیا۔ (تفہیم الفقہ صفحہ ۸۱)

حضرت امام حصکفی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا ہے :

”یقیناً آپ عالم، عال، عبد، صاحب ورع اور شریعت کے علوم کے امام تھے۔ آپ پر ایسے الزام لگائے گئے ہیں کہ آپ کی قدر و منزلت ان سے بہت بلند ہے۔ جیسے خلق قرآن، قدر اور ارجاء وغیرہ، ان الزلمات کے موجودوں کا ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ آپ ان

سے پاک و صاف ہیں۔ دیکھو، اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذکر کو تمام اکناف عالم میں پھیلا دیا ہے۔ آپ کا علم تمام روئے زمین پر پھیلا ہوا ہے۔ اگر اس میں کوئی راز نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ نصف عالم اسلام کو ان کا مقلد نہ بناتا، جو آپ کی رائے پر آج تک عمل کر رہا ہے یہ بہت بڑی دلیل ہے کہ آپ کا مذہب بالکل درست ہے۔“ (تنبیق النظام صفحہ ۷)

ہم کہتے ہیں کہ حضرت امام ابو یوسف یعقوب بن احمد علیہ الرحمۃ نے کیا خوب دل کے جذبات کی عکاسی کی ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے سبھی پکار رہے ہیں۔

حسبی من الخیرات ما اعدتہ
یوم القیامۃ فی رضی الرحمن
دین النبی محمد خیر الوری
ثم اعتقادی منہب النعمان
مجھ کو کافی نیکیاں ہیں میں نے جو تیار کیں
ناکہ مجھ سے راضی ہو جائے ملیک یوم دین
میرے دامن میں تو دین شاہ انس و جان ہے
میرے دل میں اعتقاد مذہب نعمان ہے

ان کے جاتے ہی فلک ٹوٹ پڑا

بنو عباس کے ظلم و ستم عروج پر تھے۔ بنو امیہ کو قبروں سے اکھاڑ کر ان کی ہڈیوں تک کی بے حرمتی کی گئی، حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے، اس لئے آپ نے بنو عباس کے ساتھ کوئی تعاون نہ کیا بلکہ ایک غیور انسان کی طرح الگ رہے۔ جب خاندان سلوات کے فرد وحید حضرت امام زید بن علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے خلیفہ منصور عباسی کے خلاف آواز اٹھائی تو آپ نے ان کی اعانت کے لئے فتویٰ دیا، اسی طرح

جب حضرت ابراہیم بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے خلافت کا دعویٰ کیا تو درباری علماء نے منصور عباسی کے کان بھرے کہ یہ سب کچھ حضرت امام کے اشارے پر ہوا ہے، چنانچہ اس نے آپ پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ دیئے۔ منصور عباسی کا حکم تھا کہ آپ کو روز قیدخانہ سے نکال کر سرعام دس کوڑے مارے جائیں اور بازاروں میں گھمایا جائے، یہ ظلم و ستم آپ نے دس دن تک برداشت کیا، آخر کار آپ کو زہر دیا گیا جس کی وجہ سے عالم اسلام کے اس عظیم محسن کی زندگی کا ستارہ موت کے افق پر ڈوب گیا۔ یہ ۱۵۰ھ کا المناک واقعہ ہے، حضرت حسن بن عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو غسل دیا اور جو تاریخی الفاظ ادا فرمائے وہ آپ کی سیرت طیبہ پر انمول گواہی ہے

”اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، تم نے تیس سال سے افطار نہیں کیا، چالیس

سال سے رات کو کھانا نہیں بدلی، ہم میں سب سے زیادہ فقیہ اور عبادت

گزار تھے اور زیادہ نیکیاں جمع کرنے والے تھے۔“ (الخیرات الحسان)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے کہا ”علم چلا گیا“ امام شعبہ نے کہا ”کوفہ کا نور گم ہو گیا“ دیکھتے دیکھتے کھرام مچ گیا، آپ کے جنازے پر پہلے پچاس ہزار یا زیادہ افراد جمع ہوئے، نماز جنازہ چھ مرتبہ پڑھائی گئی، آخری بار آپ کے لخت جگر حضرت سیدنا حماد علیہ الرحمۃ نے امامت کرائی۔ بعد ازاں قبر پر بھی نماز پڑھی جاتی رہی، آپ کے وصال سے عالم اسلام گویا یتیم ہو کر رہ گیا تھا۔

کس سے اٹھے ہیں یہ صدے ہدم

ان کے جاتے ہی فلک ٹوٹ پڑا

آپ کا مزار پر انوار خیزران میں ہے۔ حضرت ابن حجر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ”جان لو آپ کی قبر انور کی زیارت کے لئے علماء اور اہل حاجت ہمیشہ سے چلے آرہے ہیں۔ وہ آپ کے پاس جا کر اپنی حاجتوں کے لئے آپ کی ذات مبارک کو وسیلہ بناتے ہیں اور اپنی حاجت دور ہوتی دیکھتے ہیں۔ ان علماء میں امام شافعی بھی ہیں، آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں ابوحنیفہ کی قبر پر ان سے برکت حاصل کرنے کے لئے جاتا ہوں۔ جب مجھے حاجت درپیش ہو تو میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور ان کی قبر کے پاس اللہ تعالیٰ سے التجا کرتا ہوں تو میری حاجت مل جاتی ہے۔“

مصنف المناقب کا تعارف

مصنف ” المناقب “ کا نام نامی موفق بن احمد مکی ہے۔ شیخ الاسلام خواجہ دوست محمد قدھاری رحمہ الباری نے اپنے ایک عربی مکتوب میں آپ کے نام کے ساتھ الخوارزمی کا لفظ رقم فرمایا، ان کے نزدیک آپ کا آبائی علاقہ خوارزم بھی ہو سکتا ہے۔ آپ صدرالائمہ کے لقب اور ابوالموید کی کنیت سے مشہور ہوئے۔ آپ چھٹی صدی ہجری کے قدآور مصلح، بلند پایہ محقق اور صاحب طرز مورخ تھے۔ آپ اسلامی تاریخ کے انتہائی نازک دور میں پیدا ہوئے۔ ایک طرف بنو عباس کے اقتدار کا سورج تیزی کے ساتھ غروب ہو رہا تھا۔ دوسری طرف سلطان نورالدین زنگی کے لشکر اہل صلیب کے سروں پر قیامت ڈھا رہے تھے۔ عباسی خلافت صرف اپنے روحانی اثر و تقدس کی بنا پر قائم تھی، ورنہ بلاشاہت کی خرابیوں نے اس کو دیمک کی طرح چاٹ لیا تھا۔ مرکزیت ختم ہو چکی تھی۔ مسلمان ظاہریہ، سائبانیہ، صفاریہ، غزنویہ، فاطمیہ اور سلاجقہ کی ریاستوں میں بٹ چکے تھے اور ان ریاستوں پر حسن بن صباح کے قلعہ الموت کی تاریک اور وحشت ناک سائے لرز رہے تھے۔

عظیم اندلس پر اموی خاندان کی گرفت ٹوٹ چکی تھی۔ مراکش کے فرمانروا یوسف بن تاشقین نے بنو عباس کے حکمران ” معتمد “ کی گزارش پر ” لیون “ کے حکمران ” الفاسو “ کی ترک و تاز کو ختم کیا اور ” میدان زلاقیہ “ میں تاریخی فتح حاصل کر کے عیسائیوں کا زور توڑ دیا مگر یوسف بن تاشقین کی قائم کردہ مراہطی حکومت چار سال تک ٹھہر سکی، پھر بیروں کے موحدین قرطبہ اور غرناطہ جیسے اہم ترین شہروں پر قابض ہو گئے۔ موحدین نے سو سال تک حکومت کی۔ غرض ہزاروں میل کی وسعتوں پر پھیلی ہوئی مسلم دنیا طائف الملوکی کا شکار تھی۔ شاید اسی طائف الملوکی، مذہبی تفرقہ بازی، سیاسی بد امنی اور معاشرتی بے راہ روی کے منطقی انجام کے لئے قدرت چکیز اور ہلاکو جیسی ” تعزیرات فطرت “ کا انتظام کر رہی تھی۔ یہ حقیقت ہے کہ ” فتنہ تاتار “ نے ظلم و ستم کی ہولناک داستانیں رقم کیں اور مسلم امہ کے عزم و وقار کو قصہ پارینہ بنا دیا۔

حضرت صدر الائمہ علیہ الرحمۃ کے معاصرین میں 'علامہ شہرستانی صاحب مل و النخل'،
 محدث ابوالکرم شہرزوری، امام ابوالاسعد بہتہ الرحمن قشیری، علامہ جارا اللہ زمحشری صاحب
 کشف، امام ابوالقاسم اصفہانی، صاحب الترغیب، شیخ الاسلام عبدالقادر جیلانی، شیخ ابن نجیب سہروردی،
 امام دیلمی صاحب، مسند الفردوس بہت مشہور و معروف ہوئے۔

حضرت صدر الائمہ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ عربی زبان بیان پر پورا عبور
 رکھتے تھے۔ شاعری میں یدِ طولیٰ حاصل تھیں۔ مثلاً امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں لکھے گئے
 قصیدے پر نظر دوڑائیں تو شاعری مہارت و نفاست شعری کا کھلا گلستان دکھائی دیتا ہے۔

ہذا منہب النعمان خیر المنہب
 کذی القمر الوضاح خیر الکواکب
 ولا عیت فیہ غیران جمیعہ
 خلا اذ تخلی عن جمیع العائب
 تفقہ فی خیر القرون معی التقی
 فمنہبہ لاشک خیر المنہب
 ثلاثہ آلاف و الف شیوخہ
 واصحابہ مثل النجوم الثواقب

آپ فقہی اعتبار سے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زبردست مقلد ہوئے۔
 ان کی زیر نظر کتاب "المناقب" دراصل حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہِ امامت میں
 شاندار نذرانہ ارادت و محبت ہے۔ کتاب "المناقب" دو ضخیم جلدوں میں لکھی گئی ہے اور اس
 کا ہر باب دلائل و براہین سے بھرا ہوا ہے۔ کتاب میں حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
 علم و فضل، فہم و فراست، صبر و رضا، زہد و تقویٰ اور خوفِ الہی کے ایمان افروز واقعات کو جمع کیا
 گیا ہے۔ آپ کے بارے میں علمائے معاصرین اور فقہائے متقدمین کی مدحیہ عبارات تفصیل کے
 ساتھ درج کی گئی ہیں، بالیقین یہ کتاب حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات و واقعات

پر بنیادی کتاب کی حیثیت سے پہچانی جاتی ہے۔ مولا کریم مصطفیٰ شہیر کو اجر اعظیم عطا فرمائے۔
 مستنجد باللہ ۵۵۵۵ تا ۵۶۶۱ھ اور مستنفی الامرا اللہ ۵۳۰ تا ۵۵۷۵ھ کے ادوار
 خلافت میں شہرت دوام حاصل کی اور معاصر علماء و صوفیہ کے ساتھ مل کر ملکی اور علمی راہنمائی کا
 فریضہ انجام دیا۔ آپ ۵۶۱۸ھ بمطابق ۱۱۶۲ء میں خالق حقیقی سے جا ملے۔
 خدا رحمت کند اس عاشقان پاک طینت را

مترجم المناقب کا تعارف

مترجم المناقب فیض الملتہ والدین علامہ فیض احمد اوسکی رضوی اوام اللہ ملتہ ملینا فی
 الدارین عصر حاضرہ کے اہلسنت کی سربر آوردہ شخصیات میں سے ایک ہیں۔ آپ کا تعلق جنوبی
 پنجاب کے مردم خیز علاقے سے ہے۔ حضور محدث اعظم پاکستان مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد
 فیصل آبادی اور حضرت امام سید احمد سعید شاہ کاظمی علیہما الرحمتہ جیسے جید اساتذہ سے علم قرآن و
 حدیث و فقہ حاصل کیا اور تمام عمر اس کی اشاعت کے لئے وقف کر دی۔ آپ کا حقائق افروز اور
 باطل سوز قلم ان بزرگوں کی زندہ کرامت ہے جس کی نوک گوہر رقم نے دو ہزار سے زیادہ
 رسائل و کتب کا ذخیرہ تحریر کیا اور ہنوز اہلسنت کی تائید اور اہل بدعت کی تردید میں جاری و ساری
 ہے۔ حضرت فیض عجم کی معرکۃ الآراء کتب میں ضخیم تفسیر قرآن ”روح البیان“ کا ترجمہ بھی
 شامل ہے۔ فاضل موصوف نے اپنی تفسیر قرآن عربی زبان میں لکھی ہے، افسوس کہ ملی پریشانی کی
 وجہ سے ابھی تک یہ علم و فضل کا خزانہ مولانا کی حسرتوں تلے دبا ہوا ہے۔ کاش میری قوم خواب
 گراں سے بیدار ہو جائے اور ”وعظ فروشوں“ پر ہزاروں روپیہ قربان کرنے ”نعت خوانوں“ پر
 لاکھوں کی ویلیں لٹانے اور ایمان دشمن پیروں کے آستانوں پر نذریں چڑھانے کی بجائے ایسے علمی
 و فکری کام کی اشاعت و طباعت کی طرف توجہ دے۔

میں یہ ہرگز ماننے کو تیار نہیں کہ ہم بے زر و غریب ہیں، میں نے ذاتی طور پر دیکھا

ہے ہم اہلسنت میں کروڑ پتی لوگ موجود ہیں، بیاہ شادیوں پر، الیکشن پر لاکھوں خرچ کرتے ہیں لیکن دس روپے کا کوئی رسالہ خریدنے کے لئے تیار نہیں۔ میں جانتا ہوں ہم اہلسنت خنموں اور ایصال ثواب کی محفلوں میں ہزاروں کی دیکھیں پکوا کر برادری کو کھلاتے ہیں لیکن مسلک کے لئے دس روپے دینے کے لئے بید مجنوں کی طرح لرزتے کانپتے ہیں۔ ہم بے حس ہیں، ہم خواب گراں کا شکار ہیں، ہم دنیا کے لئے سب کچھ ہیں، دین کے لئے کچھ نہیں۔ مجھے حضور مخرصادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارک یاد آرہی ہے کہ واللہ ما اخاف علیم ان تشرکوا من بعدی ولکن اخاف الا تنافسوا فیہا ”خدا کی قسم مجھے یہ خوف نہیں کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے ہاں یہ خوف ہے کہ تم دنیا میں کھو جاؤ ہے۔“ الحمد للہ ہم مشرک نہیں، مگر معاذ اللہ دنیا دار اور زر پرست ہیں۔ میں ہر صاحب درد کے دل پر دستک دیتا ہوں کہ اگر ہم نے حضرت اوسکی جیسے عظیم لوگوں کی قدر نہ کی تو تاریخ ہمیں معاف نہ کرے گی۔ اہلسنت کی موجودہ باہمی کشمکش، منصب پرستی اور بے عملی انہیں تاریک راہوں پر لے جا رہی ہے، ملک و ملت کی قیادت کا سہرا بکھرتا جا رہا ہے۔ مستقبل کے حسین خواب ٹوٹ رہے ہیں، اغیار اس تند و تیزی سے ابھر رہے ہیں کہ الامان و الحفیظ۔

حضرت فیض ایوان اہلسنت کا ایک تلبناک چراغ ہیں، میں نے سنا آپ کے آنے سے پہلے شہر بہاولپور میں بد عقیدہ لوگ چھائے ہوئے تھے، اہلسنت کی کوئی مسجد اور ادارہ موجود نہ تھا، آپ کی کاوش پیہم اور اذان ہدایت سے بت کدہ آذری میں زلزلے آگئے۔ الحمد للہ آج وہاں اہلسنت کی مساجد اور ادارے کثیر تعداد میں موجود ہیں۔

میرے استاد مکرم حضرت پروفیسر محمد حسین آسی دامت برکاتہم حضرت فیض کے بہت مداح ہیں، آپ فرماتے ہیں کہ حضرت فیض سیرت و کردار میں اسلاف کرام کا نمونہ ہیں۔ منکسر المزاجی، فطرت کا خاصہ ہے، حسن اخلاق طبیعت میں رچا ہوا ہے۔ صبح و شام علمی و اعتقادی گلستان کی آبیاری میں مستعد نظر آتے ہیں۔ ملک و ملت کا درد رگ رگ میں سرایت پذیر ہے۔ مورخہ ۲۲ جولائی ۱۹۹۸ء کو کاموکی منڈی میں حضرت فیض کی زیارت نصیب ہوئی، جیسا سنا ویسا پایا، میری زندگی میں ایسے خلیق و شفیق انسان کم گزرے ہیں۔ فرض ایسے لوگوں کے بارے میں کھا گیا

۴

مت سہل ہمیں سمجھو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

حضرت فیض کی زیر نظر کلوش ”ترجمتہ المناقب“ گلشن احناف کے لئے بلو نسیم سے کم نہیں۔ یہ ہماری بد قسمتی ہے کہ ہم ”محمد عربی“ کے غلام تو کہلاتے ہیں مگر آپ کی مبارک زبان سیکھنے اور پھیلانے کے لئے تیار نہیں۔ حضرت فیض قوم کے اس ایسے سے آشنا ہیں لہذا انہوں نے اس بلند پایہ کتاب کو اردو میں تبدیل کر کے پوری قوم پر احسان فرمایا ہے۔ مولا کریم آپ کا سلیہ تلویہ قائم رکھے۔

ترجمہ مکمل کرنے کے بعد فاضل مترجم نے ہمارے وقت کے دانشور قلمکار اور سنیت کے بلند پایہ عالم دین حضرت پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی ایم اے نگران مرکزی مجلس رضا اور ناظم اعلیٰ مکتبہ نبویہ لاہور کو خصوصی طور پر منتخب فرما کر اپنے ترجمہ پر نظر ثانی کی فرمائش کی چنانچہ پیرزادہ موصوف نے اس علمانہ ترجمے کو آسان اردو میں منتقل کر کے قارئین کے لئے آستیاں پیدا کر دیں ہیں اور ہم ذاتی طور پر محسوس کرتے ہیں کہ اردو زبان کی سلاست اور روانی سے ترجمہ کی اہمیت بڑھ گئی ہے اور یہ اہم تاریخی کتاب ہمارے دینی لٹریچر میں ایک عمدہ اضافہ ہے۔

اس مقام پر ”ناشر المناقب اردو“ حضرت علامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی کا شکریہ ادا کرنا اپنا اخلاقی فرض سمجھتا ہوں جنہوں نے مناقب امام اعظم ”کی اشاعت و طباعت پر زر کثیر صرف کیا“ یقیناً یہ کتاب علمی دنیا میں اپنا مقام حاصل کرے گی، ان شاء اللہ رحمان والصلوٰۃ والسلام علی سید الاکوان الذی انقلنا من عبادہ الاصنام والاثان وهدانا الاسلام والایمان

☆

العبد الضعیف
غلام مصطفیٰ مجددی ایم اے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

” جلد اول ”

مناقب امام اعظم

علامہ صدر الائمہ ابی المنوید الامام الموفق بن احمد المکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۶۸)

ترتیب و ترجمہ

علامہ مولانا محمد فیض احمد صاحب اوسکی دامت برکاتہم العالیہ

☆ ناشر ☆

مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله الذي جعل الانبياء في الارض خلفاء* و جعل حملة الشريعة الجنيبة
البيضاء وورثة الانبياء والصلوة والسلام على رسوله محمد خاتم النبيين وعلى آله
واصحابه واتباعه الاتقياء* اما بعد*

خدا کا بندہ محمد حیدر اللہ خان درانی (نسباً) حنفی (مذہباً) نقشبندی (مشرباً) عرض
گزار ہے کہ یہ کتاب امام الائمہ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت بن مرزبان الاحرار کے مناقب و مقامات
پر لکھی گئی ہے جسے صدر ائمہ صدر الدین، ابوالمؤید موفق بن احمد المکی رحمہ اللہ نے مرتب کیا۔ امام موفق
رحمہ اللہ دنیائے اسلام کے خطباء میں سے ایک بلند پایہ اور بہترین خطیب تھے۔ آپ نے حضرت امام
ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخالفین کے اعتراضات کے جوابات دیئے اور فرزند ان اسلام کی حمایت
میں بڑے کارنامے سرانجام دیئے۔ انہوں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب کو سلسلہ
دار سندات سے مستند فرمایا ہے۔ اور پھر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان احباب اور اصحاب
کے حالات پر روشنی ڈالی ہے جنہوں نے دنیائے اسلام میں مسلک اہلسنت کے جھنڈے گاڑے تھے۔

زیر نظر کتاب میں بیان کردہ مناقب کے سامنے طعن و تشنیع کرنے والے بھیڑیے نہیں ٹھہر
سکیں گے اور نہ بیکار اور بے علم معترضین زبان کھول سکیں گے۔ مناقب کی اس کتاب سے حضرت
امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جلالت شان اور بلند مراتب کی خوشبوئیں چار دانگ عالم میں مہک
اٹھیں گیں۔ کیوں نہ ہو؟ آپ جہان شریعت کے قطب ہیں، بلکہ دنیائے اسلام میں بعد میں آنے
والے تمام اقطاب آپ کے علم سے ہی استفادہ کر کے ان بلندیوں پر فائز ہوں گے۔ دنیائے اسلام کا
ہر ایک عالم دین آپ کی مہر سے ہی مستند ہوگا۔ اور زمانے بھر کے فقیہ آپ کے شاگرد یا شاگردوں کے
شاگردوں میں سے ہوں گے۔ کوئی ایسا محدث نہ ہو گا جو آپ کے جود علم و سخاء اور فضل سے بہرہ

اندوز نہ ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ ہماری تحقیق کی روشنی میں یہ پہلی کتاب ہے جس میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب کے موتی قطار در قطار پرو دیئے گئے ہیں۔ یہ وہ مناقب ہیں جنہیں قرطاس علم پر آنکھوں کی روشنائی سے لکھا جانا چاہئے۔ ہمارے نزدیک اس کتاب سے بڑھ کر زمانہ بھر میں کوئی اور کتاب اس کے ہم پایہ نہیں ہوگی۔ میرے سامنے وہ خطی نسخہ ہے جسے میں نے مصنف علامہ رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی ہوئی بیاض سے قلمبند پایا ہے۔ مصنف گرامی ۱۵۶۸ھ میں فوت ہوئے تھے۔ اس کتاب کے آخری صفحات پر اجازات و سماعت کی مہریں ثبت ہیں۔ حضرت حافظ ابو غانم المہذب بن الحسین، ضمیرہ الحافظ محمد بن الحسین بن زینۃ الاصفہانی المحدث متوفی ۵۸۰ھ نے اسے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔

صاحب کشف الظنون نے لکھا ہے کہ یہ کتاب چالیس ابواب پر مشتمل ہے مگر ہم نے اسے بیس ابواب میں مرتب کیا ہے۔ خطبہ کے علاوہ آخر میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دس اصحاب کے مناقب نظر انداز کر دیئے گئے ہیں اور اس طرح ہم نے امام کردری رحمۃ اللہ علیہ کے خطبہ اور مناقب ”الامام الکردری“ کا اضافہ کر دیا ہے۔ پھر ہم نے اسانید کو بھی مختصر کر دیا ہے اور صرف مناسب مناقب کو درج کیا ہے۔

باب اول

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا نسب اور ولادت

علامہ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سن ۵۸۰ء میں پیدا ہوئے تھے۔ اس تاریخ پیدائش کو آپ نے مختلف روایات کو جید مورخین اور تذکرہ نگاروں کے حوالے سے نقل فرمایا ہے۔ مثلاً ظہیر الائمہ عبداللہ، شیخ الاسلام حسین ابن الحسن، تاج الاسلام ابوسعید عبدالکریم بن محمد السمعانی، الامام ابوالمعانی، الفضل بن سهل الحلبي، ابوسعید السمعانی، احمد بن محمد الصیرنی اور حضرت حماد بن ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ○

اگرچہ بعض علمائے تاریخ نے آپ کی پیدائش چھیاٹھ (۶۱) ہجری بھی لکھی ہے مگر ایسے علماء کو ہزاروں جید مورخین نے خلاف واقعہ قرار دیا ہے۔ اسی طرح مزاحم نے اپنے والد اور ان کے احباب کی روایت سے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا سال پیدائش اکسٹھ (۶۱) ہجری لکھا ہے اور وقت ۱۵۰ ہجری درج کی ہے۔ مگر مصنف علام نے ایسی تمام روایات کو غیر تحقیقی قرار دیا ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا نسب

حضرت صلح بن احمد عجمی کی تحقیق کے مطابق حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ " تیمی " تھے۔ تیمی خانوادہ حضرت حمزہ زیات کی اولاد سے ہے۔ آپ ریشم فروش تھے اور ریشم کی خرید و فروخت میں اپنے وقت کے بہت بڑے تاجر تھے۔ ابو نعیم الفضل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ " زوطی " ہیں۔ زوطی ان غلاموں میں سے تھے جنہیں فاتحین اسلام مختلف ممالک سے گرفتار کر کے لائے تھے۔ فاضل مولف نے آپ کے آباؤ اجداد کا اسلامی لشکروں کی قید میں آنا معیوب قرار نہیں دیا اور ان لوگوں کے غلط روئے کی بے پناہ دلائل سے ترویج کی ہے جو

غلاموں کو حقیر سمجھتے تھے۔ اس سے آپ کی رفعت شان میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اسلام میں تقویٰ تمام انساب سے بلند اہمیت رکھتا ہے اور اسے بلند قدر اور ثواب کے تمام اسباب سے قوی تصور کیا گیا ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ” بے شک اللہ کے نزدیک وہ مکرم تر ہے جو زیادہ متقی ہو۔“

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ” ہر متقی میری آل ہے “ اس کا عملی ثبوت یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے اہل بیت میں شمار کیا ہے اور اعلان کیا کہ سلمان منا اہل البیت ” سلمان ہمارا اہل بیت ہے۔“ ایمان اور تقویٰ نہ ہونے کی وجہ سے قرآن پاک نے حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کو نبی کی اولاد سے نکل دیا اور فرمایا انہ لیس من اہلک ” وہ تمہارے اہل بیت سے نہیں ہے۔“ کیونکہ اس کا کردار غیر صالح ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حبشی ہوتے ہوئے بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسندیدہ صحابی ہیں۔ ان کے برعکس ابولہب آپ کے خاندان قریش کا سردار اور چچا ہونے کے باوجود آپ سے کوئی رشتہ نہیں رکھتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ایک قول میں فرمایا کہ ” بہت سے ابدال اموالی (غلاموں) میں ہوں گے۔“ پھر فرمایا ” اگر علم ثریا اور کمکشل پر معلق ہو جاتا تو فارس کے غلام اسے زمین پر لے آتے۔“

الا طلعت بالنسک ملکا مؤیدا
ولیس ملیکاً غیر مالک نفسہ
ابولہب فی فائق الحسن لم یکن
فرم بالتقی رضوان رضوان مالکاً
فما الملک فی الدارین الا لناسک
وان حازو استصفی اقصی الممالک
عدیل بلال اسود اللون حالک
ہواک تفرز بالعتق من رق مالک

(ترجمہ) ”خبردار عبوت سے ہی دائمی ملک حاصل ہوتا ہے۔ دونوں جہانوں میں وہی پادشاہ ہے جو عبوت گزار ہے۔ وہ شخص پادشاہ نہیں ہو سکتا جو صرف اپنی ذات کے لیے مل و رقم جمع کرتا ہے۔ وہ دنیا کے کونے کونے پر قبضہ بھی کر لے تو اسے پادشاہ نہیں مانا جائے گا۔ ابولہب حسن و جمل کی وجہ سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہیں خوب تر تھا مگر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ رنگ کے کالے ہونے کے باوجود ابولہب سے بلند تر مقام پر فائز تھے۔ تقویٰ کے لباس سے مزین ہو کر

رضوان جنت سے ملاقات کرے۔“

حضرت عثمان بن عطاء رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ وہ رصفانہ میں ہشام بن عبد الملک کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے پوچھا عطاء بتاؤ ان دنوں اسلامی ممالک میں سب سے بڑا عالم دین کون ہے؟ میں نے کہا ہاں مجھے معلوم ہے کہ سب سے بلند پایہ عالم دین کون ہے۔ ہشام نے پوچھا اچھا بتاؤ ان دنوں مدینہ میں سب سے بڑا عالم دین کون ہے؟ میں نے کہا حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے غلام) ہشام نے پھر پوچھا کہ اہل مکہ میں سب سے بڑا فقیہ کون ہے؟ میں نے کہا عطاء بن ابی رباح۔ پوچھا کہ یہ غلام ہے یا عربی؟ میں نے کہا یہ ”موٹی“ ہے۔ پھر پوچھا اہل یمن میں سے بڑا فقیہ کون ہے؟ میں نے کہا طاؤس بن کیسان۔ پوچھا کہ یہ غلام ہے یا عربی؟ میں نے کہا ”موٹی“ انہوں نے پوچھا اہل یمامہ میں بڑا فقیہ کون ہے؟ میں نے بتایا یحییٰ بن ابی کثیر۔ کہا غلام ہے یا عربی؟ میں نے کہا ”موٹی“ اس نے دریافت کیا اچھا یہ بتاؤ شام میں بڑا فقیہ کون ہے؟ میں نے بتایا کہ مکحول۔ پوچھا یہ عربی ہے یا غلام؟ میں نے بتایا ”موٹی“ ہے۔ اس نے پھر پوچھا اہل جزیرہ میں کون بڑا فقیہ ہے؟ میں نے بتایا میمون بن مہران۔ کہا موٹی یا عربی؟ میں نے بتایا ”موٹی“ ہے۔ اس نے پوچھا خراسان میں کون بڑا فقیہ ہے؟ میں نے بتایا کہ الضحاک بن مزاحم پوچھا یہ عربی ہے یا غلام؟ میں نے کہا ”موٹی“ ہے۔ پھر پوچھا اہل بصرہ میں کون بڑا فقیہ ہے؟ میں نے بتایا حسن بصری اور ابن سیرین۔ اس نے دریافت کیا کہ یہ غلام ہیں یا عربی؟ میں نے بتایا غلام ہیں۔ پھر پوچھا کوفہ میں کون ہے؟ میں نے عرض کی ابراہیم نخعی۔ پوچھا وہ غلام ہے یا عربی؟ میں نے بتایا عربی ہیں۔ کہنے لگا میری تو جان نکل رہی ہے، سب علمائے دین کو غیر عربی ہی بتا رہا صرف ایک عربی ہے۔

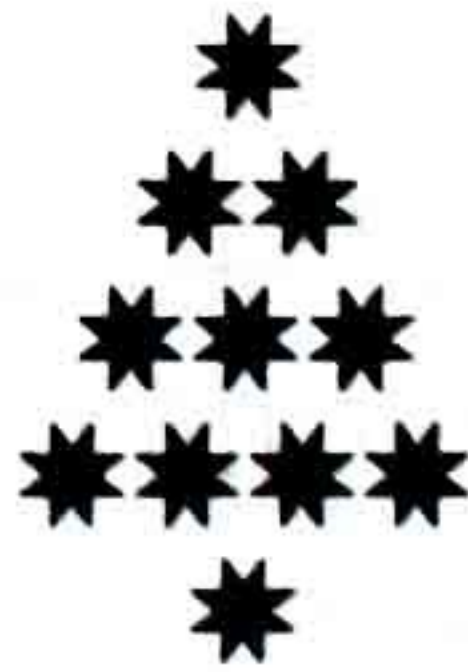
الی التقی نانتسب ان کنت منتسبا فلسیں یجدک یوماً خالص النسب
بلال الحبشی العبد فاق تقی احرار صید قریش صفوة العرب
غدا ابولہب یرمی الی لہب فیہ غدت حطبا حمالة الحطب
(ترجمہ) ”تقویٰ میں شہرت حاصل کرو اگر تم شہرت یافتہ ہونا چاہتے ہو۔ تمہیں خالص نسب کوئی

فائدہ نہیں دے گا۔ بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ غلام تھے مگر تقویٰ سے فائق تھے۔ تمام آزاد خالص عربی قریشیوں سے ابولہب جنم میں پھینکا جائے گا اور اس کی بیوی ایندھن کا گٹھا اٹھائے جنم کا ایندھن بنے گی۔“

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تقویٰ، شرافت اور بزرگی کی مثل تھے۔ آپ کی پاکدامنی اور بلند کرداری کے دفتر بھرے پڑے ہیں۔

نعمان فی ابناء فارس فارس	للاسد فی غاب المناقب نارس
العلم لو عدت الثریا بیتہ	لاستنزلتہ من الثریا یا فارس
سبق الخیول عرباها لکنہ	سبق العرب الخراب داحس
یا دارسا کان من دارس علمہ	فی عمرہ وهو الرفات الدارس

(ترجمہ) ”حضرت نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابنائے فارس میں سے بازی لے جانے والے ہیں۔ مناقب کے جنگل کے شیر ہیں اور شیر ہی بادشاہ ہوتا ہے۔ اگر علم کا گھر ثریا ہو تو فارس کے نوجوان اسے ثریا کی بلندیوں سے اتار لائیں گے۔ عربی نوجوان میدان جہاد میں دنیا بھر کے شہسواروں سے بازی جیت گئے۔ جب داحس کی جنگ لڑی گئی تو عربی نوجوان ہی فتح یاب ہوئے۔ مگر علمی میدان میں ابنائے فارس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکا۔ جو شخص اپنے علم کو اپنی زندگی میں ضائع کر دیتا ہے وہ حقیقت میں ریزہ ریزہ ہو کر مٹ جاتا ہے۔“



باب دوم

امام اعظم رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کی احادیث کی روشنی میں

عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 یكون فی امتی ^{رجل} یقال له ابو حنیفہ ہو سراج امتی یوم القیامۃ ○ ” رسول اکرم صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں ایک مرد پیدا ہو گا جس کا نام ابو حنیفہ ہو گا وہ قیامت میں
 میری امت کا چراغ (سراج امتی) ہے۔“

(مترجم گزارش کرتا ہے کہ سیدنا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تبیض الصحیفہ
 فی مناقب ابی حنیفہ میں چار امامان مذاہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مناقب کا استدلال احادیث
 نبویہ سے فرمایا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حدیث میں امام مالک
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ ” ایک زمانہ آئے گا کہ لوگ اونٹوں پر سوار
 ہو کر علم کی تلاش میں نکلیں گے مگر مدینہ منورہ کے عالم دین سے بڑھ کر دنیا بھر میں کوئی عالم دین نہ
 ہوگا۔“ ایک اور حدیث مبارکہ میں امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے بشارت دیتے ہوئے فرمایا
 ” قریش کو برا نہ کہو۔ ان میں سے ایک ایسا عالم دین پیدا ہو گا جو تمام دنیا کو علم سے ملامل کر دے
 گا۔“)

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ان بلند پایہ بشارتوں کے باوجود سیدنا ابو ہریرہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ روایت ہے جسے ابو نعیم (متوفی ۴۳۰ھ) نے ”الحلیہ“ میں بیان کیا ہے کہ
 اگر علم ثریا کی بلندیوں پر پہنچ جائے تو فارس کے جوانمردوں سے ایک جوانمرد اس تک پہنچ جائے گا
 اسی طرح علامہ شیرازی نے ”اللقاب“ میں قیس بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بیان کی
 ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ” اگر علم ثریا پر چلا جائے تو مردان فارس وہاں

تک بھی پہنچ جائیں گے۔“ ان روایات کو مسلم اور بخاری نے بھی بیان کیا ہے۔ امام طبرانی رحمہ اللہ نے اپنی ”معجم“ میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کی ہے۔

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک اور حدیث پاک نقل فرمائی ہے کہ قال اللہ فی امتی رجلاً حدیث القصری کے یہ الفاظ ہیں یکون فی امتی رجل اسمه النعمان ویکنی ابوحنیفہ ہو سراج امتی، ہو سراج امتی، ہو سراج امتی قاضی ابوہلطانے فرمایا کہ یہ حدیث پاک مجھ سے قاضی امام ابو عبد اللہ رحمہ اللہ میسر کی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے یہ الفاظ ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیکون رجل یقال له النعمان بن ثابت ویکنی بابی حنیفہ یحییٰ دین اللہ تعالیٰ وسنتی ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک ایسا مرد پیدا ہوگا جس کا نام نعمان بن ثابت ہوگا اور اس کی کنیت ابی حنیفہ ہوگی وہ اللہ کے دین اور میری سنت کو زندہ کرے گا۔“

انہی الفاظ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اور روایت بیان کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیاتی من بعدی رجل یقال له النعمان ویکنی اباحنیفہ لیہمین دین اللہ وسنتی علی یدیہ ”میرے بعد ایک ایسا شخص آئے گا جسے نعمان کہا جائے گا اس کی کنیت ابوحنیفہ ہوگی، اس کے ہاتھوں سے اللہ کا دین اور میری سنت زندہ ہوگی۔“

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یکون فی آخر الزمان رجل یکنی بابی حنیفہ یحییٰ اللہ تعالیٰ علی یدیہ سنتی ”حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آخری زمانہ میں ایک ایسا مرد پیدا ہوگا جس کی کنیت ابی حنیفہ ہوگی اور اس کے ہاتھوں سے میری سنت زندہ ہوگی۔“ انہی الفاظ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس احادیث بیان کی ہیں جن میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد کی بشارت اور آپ کے ہاتھوں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوبارہ زندگی ملنے کی بشارتیں بیان کی گئی ہیں۔

سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کھود کر آپ کے جسم پاک کی ہڈیاں جدا جدا کر رہے ہیں اور پھر ان ہڈیوں کو اپنے سینے سے لگا رہے ہیں۔ اٹھے تو آپ اس خواب سے نہایت خوفزدہ تھے۔ آپ اسی پریشانی اور خوف کے عالم میں بھرہ پہنچے اور امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے خواب کی تعبیر دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ آپ اپنی پشت سے قبض اٹھائیں، حضرت امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا تو آپ کے دو کاندھوں کے درمیان ایک تل کا نشان پایا، آپ نے دیکھ کر نہایت مسرت میں فرمایا آپ ہی وہ ابوحنیفہ ہیں جن کے متعلق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہادتیں دی تھیں اور اس خواب کی روشنی میں آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کو زندہ کریں گے۔

عبدالکریم بن مسعر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے اہل علم کی ایک بہت بڑی مجلس میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا، ان میں زیادہ تر غیر مسلم اہل کتاب تھے۔ انہوں نے بتایا کہ تورات میں کعب الاحبار و نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ و مقاتل بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کے اوصاف لکھے ہوئے ہیں۔ حضرت محمد بن سائب الکلبی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف میں فرماتے ہیں کہ میں نے کتاب سلویہ میں لکھا ہوا پایا ہے کہ امام ابوحنیفہ حکمت اور دینی علوم سے اتنے بھرے ہوئے ہوں گے جس طرح انار میں انار کے دانے ہوتے ہیں۔

حضرت کعب الاحبار رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ میں نے علمائے امت محمدیہ اور فقیہان عصر کے اسمائے گرامی الہامی کتابوں میں لکھے ہوئے پائے ہیں۔ ان اسمائے گرامی کے ساتھ ان حضرات کے اوصاف بھی درج تھے۔ مجھے ان ناموں میں ایک نام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کا نظر آیا۔ آپ کے اوصاف میں آپ کے علوم، عبادات، ذہانت، تقویٰ کے متعلق تفصیل دیکھی۔ یہ بات خصوصی طور پر دیکھی کہ آپ اپنے زمانہ کے اہل علم کے امام ہوں گے اور ان کی شخصیت آسمان علم پر چودھویں رات کے چاند کی طرح درخشاں ہوگی۔ لوگ ان کی زندگی پر بھی رشک کریں گے اور موت پر بھی۔

حضرت عبداللہ بن مفضل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے سنا آپ نے فرمایا کہ آج میں تمہیں ایسے مرد کی خبر سنانا چاہتا ہوں جو کوفہ کے اہل علم کے سردار ہوں گے بلکہ اپنے زمانہ میں عالم اسلام کے تمام شہروں میں رہنے والے اہل علم کے رہنما ہوں

گے۔ وہ کوفہ شہر میں ابوحنیفہ کی کنیت سے شہرت پائیں گے۔ آپ علم و حلم کا خزانہ ہوں گے اور اس زمانہ میں آپ کی وجہ سے ہزاروں لوگ تباہی و بربادی سے بچ جائیں گے۔ ان پر بعض لوگ حسد کی وجہ سے طعن و تشنیع کر کے اپنا ایمان خراب کریں گے (جس طرح روافض نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طعن و تشنیع کر کے اپنا ایمان خراب کیا۔ مترجم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک روایت کی ہے کہ نبی پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ”میرے بعد ایک ایسا مرد پیدا ہو گا جو تمام اہل خراسان کے لیے آسمان علم پر چودھویں کے چاند کی طرح چمکے گا اس کی کنیت ابوحنیفہ ہوگی۔“ حضرت ہنر از رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک روایت میں بیان کیا ہے کہ میں حضرت حملو رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا، حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے تو حملو نے عرض کی کہ آپ وہی ابوحنیفہ ہیں جن کا ذکر ہمیں ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ نے کیا تھا کہ آپ ایک زمانے کو علم سے سیراب کریں گے، آپ کا نام نعمان ہو گا، آپ کی کنیت ابوحنیفہ ہوگی، آپ احکام الہی اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زندہ کریں گے اور آپ کے احکام قیامت تک امت مسلمہ میں جاری رہیں گے۔ مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ اگر میں آپ کو ملوں تو میرا سلام پیش کیا جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ہماری رائے یہی ہے کہ جو شخص صاحب الرائے ہو کر فتویٰ دے گا اس کی مضبوط حیثیت ہوگی۔ جب تک اسلام ہلتی ہے اس کی رائے پر احکامات جاری ہوتے رہیں گے۔ اس مقام پر ایک ایسا شخص ظاہر ہو گا جس کا نام نعمان بن ثابت ہو گا اور کنیت ابوحنیفہ ہوگی اور وہ اہل کوفہ سے ہو گا، اس کی شخصیت اسلام اور فقہ میں ایک مضبوط قلعہ کی ہوگی اور اس کی کوششوں سے اسلام میں زندگی آئے گی۔ وہ حنفی دین اور رائے حسن پر قائم ہوگا۔

ایک دن حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا۔ ”میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے نانا جان جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سستی تم زندہ کرو گے۔ یہ

اس وقت ہو گا جب عام مسلمانوں کے ہاں سنت رسول ﷺ کا احترام کم ہو جائے گا۔ تم ہر پریشان صاحب علم کی جائے پناہ ہو گے۔ حالات کی وجہ سے ہر غمزہ تمہارے پاس فریاد لے کر آئے گا اور تم ان کی داد رسی کرو گے۔ تمہاری راہنمائی سے لوگوں کو صحیح راستہ ملے گا۔ وہ حیران اور پریشان ہوں گے تو تم انہیں سہارے دے کر سیدھے راستے پر راہنمائی کرو گے۔ تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتنی توفیق حاصل ہوگی کہ زمانہ بھر کے علمائے ربانی تمہاری وجہ سے صحیح مسلک اختیار کریں گے۔

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا حلیہ مبارک

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مردوں میں میانہ قد تھے، نہ پست قامت اور نہ دراز قد۔ گفتگو کرتے تو دل میں اترتی جاتی۔ زبان میں شیرینی اور بیان میں حلاوت ہوتی۔ وہ اپنے مقاصد سے باخبر تھے اور اپنا نکتہ نظر بیان کرنے میں بڑے باخبر تھے۔

آپ کے صاحبزادہ حضرت حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کا قد نہایت موزوں اور متوازن تھا۔ رنگ گندمی اور بڑی متوسط رفتار کے مالک تھے۔ لباس پہنتے تو بڑا اعلیٰ اور صاف ستھرا لباس پہنتے، جو آپ کے قد و قامت پر چلتا تھا۔ آپ کا معمول تھا کہ عطر کا استعمال کثرت سے کرتے تھے۔ آپ جدھر جاتے خوشبو بکھرتی جاتی اور یہ خوشبو ہی آپ کی پہچان تھی۔ آپ باہر سے گھر تشریف لاتے تو گھر خوشبو سے مہک اٹھتا اور ہم محسوس کرتے کہ آپ گھر آگئے ہیں۔ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسین و جمیل شخصیت کے مالک تھے۔ چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح درخشاں، بہترین لباس زیب تن کرتے، خوشبو سے معطر رہتے، جس مجلس میں تشریف فرما ہوتے مجلس مہک مہک اٹھتی تھی۔ دوستوں سے حسن سلوک فرماتے، بیگانوں سے بھی تلفظ سے پیش آتے تھے۔

حضرت ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسین و جمیل چہرے کے مالک تھے۔ چہرے پر موزوں داڑھی جھتی تھی، بہترین لباس استعمال کرتے تھے، ہر ملنے والے سے حسن سلوک کا مظاہرہ فرماتے۔ حضرت عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کی مجلس بڑی بلوقار ہوتی تھی، آپ دور سے ہی ایک فقیہ کی شکل میں نظر آتے۔

خاموش طبع اور متوازن چال سے چلتے اور خوش لباسی میں تو سارے کوفہ میں ضرب المثل تھے۔ حضرت مبارک رحمۃ اللہ علیہ ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم ایک دن مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، اچانک چھت سے ایک سانپ فرش پر آگرا اور اتفاق کی بات ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جھولی میں آپڑا لوگ سانپ کی دہشت سے ادھر ادھر بھاگ اٹھے۔ لیکن امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت اطمینان اور اعتماد سے اپنی جگہ بیٹھے رہے اور سانپ کو نہایت ہی نرمی سے ایک طرف ہٹا دیا۔ لوگوں نے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا یہ میری تقدیر میں نہیں تھا اس لیے اس سے ڈرنے یا بھاگنے کی ضرورت نہیں تھی۔

حضرت حمزہ شہلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک دن امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور آپ کے سامنے بیٹھ گئے اور حضرت امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چند مسائل پر گفتگو کی۔ جب آپ چلے گئے تو حضرت امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ شخص بڑا صاحب علم و فضل اور کثیر الفہم ہے۔ ابوالبشر، ابی جعفر کے غلام فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ آپ میانہ قد، حسین چہرہ اور کریم النفس تھے۔ آپ نہ تو دراز قد تھے نہ پست قد، سر بڑا اور دانت ابھرے ہوئے تھے۔ لوگوں سے گفتگو فرماتے تو چہرہ موزوں اور متوازن رہتا۔

امام نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہما لقمان ثانی

احادیث کی کتابوں میں روایت ملتی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت لقمان علیہ السلام کے پاس حکمت کا اتنا بڑا ذخیرہ تھا کہ اگر وہ چاہتے تو اپنے خرمین حکمت سے ایک دانہ بیان فرماتے تو ساری دنیا کی حکمتیں آپ کے سامنے دست بستہ کھڑی ہوتیں۔ یہ بات سننے کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خیال آیا کہ کاش میری امت کوئی شخص ایسا ہوتا جو لقمان کی حکمت کا سرمایہ ہوتا۔ حضرت جبرئیل دوبارہ حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی امت میں ایک ایسا مرد ہو گا جو حکمت کے خرمین سے ہزاروں حکمتیں بیان

کرے گا اور آپ کی امت کو آپ کے احکام سے واقف کرے گا۔ حضور ﷺ نے یہ بشارت سن کر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے پاس بلایا اور ان کے منہ میں اپنا لعاب دہن عنایت فرمایا اور وصیت کی کہ امام ابوحنیفہ کے منہ میں یہ امانت ڈالنا۔

رسول اللہ قال سراج دینی	وامتی الهدی ابوحنیفہ
غدا بعد الصحابة فی الفتاوی	لاحمد فی شریعتہ خلیفہ
سدا دیباج فتیاء اجتهاد	ولحمہ من الرحمن خلیفہ
مقدم متن ساع کل علم	لہ و غدا مناویہ ردیفہ
صحاری الفقہ قد قحطت و نادت	یشری الخصب اذ سمبت وصیفہ

(ترجمہ) ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابوحنیفہ میرے دین اور امت کی ہدایت کے روشن چراغ ہیں۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آپ نائب ہیں۔ شریعت میں فتویٰ دینے کا آپ کا حق ہے۔ آپ دین میں آہنی دیوار کے طرح مضبوط ہیں اور علم کے ہر شعبہ میں مشاق ہیں۔ مگر اس علم و فضل کی فرلوانی کے بلوجود آپ مشکلات کو لیک کہتے رہیں گے۔ جب فقہ کے ملک میں قحط پڑ گیا تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلوں کی باران رحمت نے اسے سرسبز و خوشحال بنا دیا۔



باب سوم

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جن صحابہ سے ملاقات کا شرف پایا

بعض متعصب اور علم فقہ سے تلاوت حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یہ جھوٹا پراپیگنڈا کرتے رہتے ہیں کہ آپ تابعی نہیں تھے حالانکہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی اور مسجد میں نماز پڑھتے زیارت کی۔ پھر آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لمانت لعاب دہن حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وساطت سے ملی تھی۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۵۸۰ میں پیدا ہوئے اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۵۹۱ میں فوت ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خود سنا۔ آپ نے فرمایا کہ میں اپنے والد گرامی کے ساتھ ۵۹۱ میں حج کو گیا تو اس وقت میری عمر سولہ سال کی تھی میں نے ایک شخص کو حرم پاک میں دیکھا لوگ ان کے ارد گرد جمع تھے، میں نے اپنے والد گرامی سے دریافت کیا کہ یہ کون بزرگ ہیں، انہوں نے فرمایا کہ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہیں۔ ان کا اسم گرامی عبد اللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) ہے۔ میں نے اپنے والد سے دریافت کیا کہ ان کے پاس کیا ہے کہ لوگوں کے ایک ہجوم نے انہیں گھیرا ہوا ہے؟ میرے والد صاحب نے فرمایا ان کے پاس احلیث ہیں جو انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے سنی تھیں۔ میں نے اپنے والد سے عرض کی مجھے تھوڑا سا آگے کریں میں حضور ﷺ کے اس صحابی کی زیارت تو کر لوں اور احلیث مبارک بھی سنوں۔ میرے والد محترم لوگوں کو ہٹاتے ہٹاتے مجھے آگے لے گئے، میں آپ کے پاس پہنچا، زیارت کی اور ان کی زبان سے سنا من تفقہ فی دین اللہ

کفاه اللہ ہمہ ورزقہ من حیث لایحتسب ” جو شخص اللہ کے دین کی کوئی بات سمجھنے کی کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے مقاصد اور رزق میں اتنی فراخی بخشے گا کہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوگی۔“

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث بھی آپ سے سنی الدل علی الخیر کفاعله واللہ یحب اغاثة اللہفان ” اللہ تعالیٰ پریشان حال کو دوست بنا لیتا ہے۔“

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تمام علمائے دین کا اتفاق ہے کہ سجدہ سو سلام پھیرنے کے بعد کیا جائے پھر تشهد اور سلام پڑھ کر سلام پھیرے۔ حضرت حماد بن ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ روایات حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لی گئی ہیں۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک اور روایت بیان کی ہے کہ میں ابو تحافہ کی ڈاڑھی دیکھتا ہوں کہ ضرام عنج جیسی ہے۔

حضرت ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے تھے اور ۱۵۰ھ میں فوت ہوئے۔ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (صحابی رسول) کو ۹۵ھ میں دیکھا تھا اور ان سے احادیث سنی تھیں۔ حافظ جعابی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ۹۳ھ میں ہوا تھا۔ بعض نے آپ کا وصال ۹۲ھ میں لکھا ہے اور بعض نے ۹۱ھ میں بیان کیا ہے۔ ان تمام روایات کے باوجود ہم ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کو ہی صحیح مانتے ہیں کیونکہ اس کے اسناد روشن ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سات صحابہ کرام کی زیارت کی اور ان سے سات روایات بیان کیں۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ آپ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ سے روایات بیان کی ہیں خاص کر یہ حدیث طلب العلم فریضة علی کل مسلم ” علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔“ آپ نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

عن ابی حنیفة عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال جاء رجل من الانصار الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال له یا رسول اللہ ما زقت ولد اقط ولا ولد لی فقال واین انت عن کثرة الاستغفار والصدقة یرزق اللہ بها الولد قال فكان الرجل یمکر الصدقة ویکثر الاستغفار قال جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فولد له تسعة من الذکور ○

(ترجمہ) ”حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری اولاد نہیں ہے اور ابھی تک میرے ہاں کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا تم کثرت سے استغفار پڑھا کرو اور صدقہ و خیرات بھی کیا کرو اگر تم ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اولاد دے گا۔ اس شخص نے صدقہ اور استغفار کثرت سے شروع کر دیئے۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے نو بیٹے عطا فرمائے۔“

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سات صحابہ کو دیکھا تھا اور ان سے احادیث بھی سنی تھیں۔ مگر معتبر روایات میں لکھا ہے کہ آپ نے چھ صحابہ کی زیارت کی۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ نے نہیں دیکھا اس لیے ان کا وصل ۷۷۹ھ میں ہو گیا تھا۔ اس پر تمام اہل سیر متفق ہیں۔ آپ مدینہ منورہ میں اصحاب عقبہ میں سب سے آخر میں فوت ہوئے تھے اور حضرت امام ابو حنیفہ تو ۸۰ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ اندریں حالات ان حضرات نے دریافت کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دیکھنا کیسے ممکن ہے؟ اسی طرح آپ کی روایات بھی خلاف واقعہ ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوا تھا اور ۹۶ھ میں والد گرامی کے ساتھ حج کرنے مکہ مکرمہ گیا تھا، میں اس وقت سولہ کا تھا جب میں مسجد حرام میں داخل ہوا تو لوگوں کا ایک عظیم ہجوم دیکھا۔ میں نے والد گرامی سے پوچھا یہ کون بزرگ ہیں؟ فرمایا عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ حضور کے صحابی ہیں میں نے آگے بڑھ کر ان کی زیارت بھی کی اور ان سے حدیث بھی سنی۔

یحییٰ بن قاسم عن ابی حنیفة سمعت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ یقول سمعت رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يقول من بنى لله مسجداً ولو كمفحص قطاة بنى الله له بيتاً فى الجنة ○ ”یحییٰ بن قاسم رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے حضرت عبداللہ بن ابی لوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ کے گھر مسجد کی تعمیر میں حصہ لیا اگرچہ تھوڑا سا لیا ہو اسے قطاۃ پرندے کے برابر جنت میں گھر ملے گا۔

حضرت عبداللہ بن لوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام میں وہ صحابی ہیں جو کوفہ میں رہائش پذیر تمام صحابہ کے آخر میں فوت ہوئے تھے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ۵۸۰ میں پیدا ہوا تھا۔ حضرت عبداللہ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول ۵۹۳ میں کوفہ میں تشریف لائے، میں نے ان کی زیارت کی پھر ان کی زبان سے سنا وہ فرما رہے تھے۔

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يقول جبک الشئ یعمی صبصم ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب تجھے کسی چیز سے محبت ہو جائے تو وہ تجھے اندھا اور بہرہ بنا دیتی ہے۔“

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے صحابی رسول حضرت واثلہ بن الاسقع کی زیارت کی اور ان سے سنا وہ فرما رہے تھے۔ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا یظہرن شماتۃ لآخیک فی عافیہ اللہ وبتلیک ”میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ اپنے بھائی کو شرمندہ کرنے والی بات ظاہر نہ کرو ورنہ ان کو عافیت دے گا اور تجھے اس میں مبتلا کر دے گا۔“

(نوٹ) فاضل مولف کتاب نے بہت سی احادیث نقل کی ہیں اور ان روایات کی اسناد بھی بیان فرمائی ہیں چونکہ ان روایات میں تکرار ہے اور اسناد مکرر آئی ہیں اس لیے انہیں نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سات صحابہ رسول سے ملا ہوں اور ہر ایک سے حدیث سنی ہے۔ میں عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی صحابی رسول سے ملا میں نے

اپنے والد سے عرض کی کہ میں صحابی رسول کی بات سننا چاہتا ہوں۔ میرے والد گرامی مجھے اپنے کاندھے پر بٹھا کر آپ کے حلقہ درس میں لے گئے۔ انہوں نے مجھے پوچھا کہ بیٹا تم کیا چاہتے ہو میں نے عرض کی میں چاہتا ہوں آپ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سناؤں۔ انہوں نے فرمایا :

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يقول اغاثة الملهوف فرض على كل مسلم " میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ غمزہ کی فریاد رسی ہر مسلمان پر فرض ہے۔ " مزید فرمایا من تفقه فی دین اللہ کفاه اللہ ہمہ و رزقہ من حیث لا یحتسب " جو اللہ کے دین کو سمجھ پاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے مقاصد میں ایسی کفایت کرے گا جس پر اس کا گمان نہ ہوگا۔ "

آپ نے مزید فرمایا میں عبد اللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ملا، ان سے سنا وہ فرماتے تھے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رایت فی عارضی الجنة مکتوباً ثلاثة اسطر بالذهب الاحمر/ بماء الذهب (السطر الاول) لا اله الا الله محمد رسول الله (والسطر الثاني) الامام ضامن المؤمن مؤتمن فارشد الله الائمة وغفر " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جنت کے دونوں کناروں پر تین سطریں لکھی دیکھی ہیں۔ یہ سطریں خالص سرخ سونے سے لکھی تھی۔ پہلی سطر میں لا اله الا الله محمد رسول الله، دوسری سطر میں امام ضامن ہے اور لکھا تھا اے اللہ ائمہ کو ہدایت دے اور بخش دے۔

آپ نے مزید فرمایا للمؤذین (والسطر الثالث) وجدنا ما عملنا ربحنا ما قدمنا خسرنا ما خلقناه قدمنا على رب غفور " مؤتمن کی تیسری سطر پر لکھا تھا ہم نے عمل کیا اسے یا اور جو ہم نے آگے بھیجا یا جو نقصان ہم نے پیچھے چھوڑا اور ہم رب غفور کے حضور حاضر ہیں۔ "

آپ نے فرمایا میں حضرت عبد اللہ بن لوفی (صحابی رسول) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ملا اور ان سے یہ حدیث سنی وہ فرماتے ہیں۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبک الشی یعمی ویصم " تمہیں کسی چیز کی محبت اندھا اور بہرہ کر دے گی۔ " والد علی الخیر کفاعله

والد علی الشر کمثلہ ان اللہ یحب اغاثة اللہفان ” نیک عمل کرنے والا جیسا ہے اور برائی پر قدم اٹھانے والا بھی، پریشان حال شخص کی فریاد رسی کرنے والا اللہ کا دوست ہے۔“

آپ نے فرمایا میں نے حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (صحابی رسول) کی زیارت کی۔ میں نے ان کی زبان سے سنا وہ فرما رہے تھے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من قال لا الہ الا اللہ خالصاً مخلصاً بہا قلبہ دخل الجنة ولو توکلتم علی اللہ حق توکلہ لرتقم کما ترزق الطیر تغدو خماصاً و تروح بطاناً ” رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے خالص اور مخلص ہو کر لا الہ الا اللہ کہا وہ بہشت میں داخل ہو گا، اگر تم اللہ کی ذات پر کامل طور پر توکل کرو گے تمہیں ایسے رزق دیا جائے گا جیسے اس پرندے کو جو علی الصبح سیر کو نکلتا ہے اور بھوکا ہوتا ہے مگر شام کو پیٹ بھر کر واپس آتا ہے۔“

آپ نے فرمایا میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول کی بھی زیارت کی تھی۔ ان سے یہ حدیث سنی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی السمع والطاعة والنصيحة لكل مسلم و مسلمة ” رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مرد عورت پر دوسروں کے لیے خیر خواہی تسلیم و طاعت فرض ہے۔“

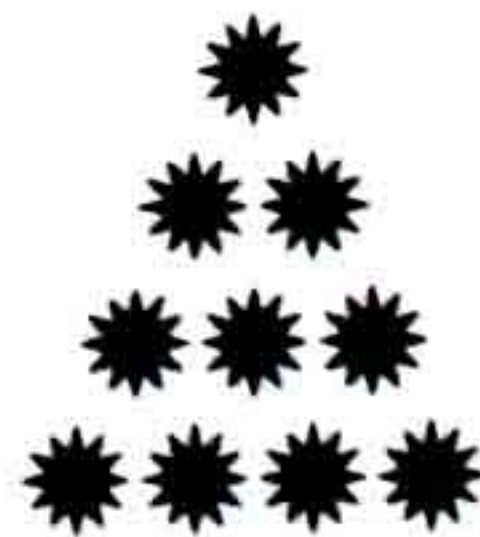
آپ نے فرمایا میں حضرت معقل بن یسار الزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملا ان سے سنا وہ فرماتے ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علامات المؤمن ثلاث اذا قال صدقاً اذا وعد وفى اذا اؤتمن ادى و علامات المنافق ثلاث اذا قال کذباً اذا وعدا خلف و اذا اؤتمن خان ” رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مومن کی تین علامات ہیں۔ بات کرے تو سچ کرے، وعدہ کرے تو پورا کرے، امانت رکھے تو اسے لوٹا دے۔ اور منافق کی بھی تین علامات ہیں، بات کرے تو جھوٹ ہو، وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور امانت میں خیانت کرے۔“

میں حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ (صحابی رسول) کو ملا اور ان سے یہ حدیث پاک سنی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا یظن احدکم انہ یتقرب الی اللہ باقرب من ہذا الركعات یعنی الصلوات الخمس ” رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم لوگوں میں سے کوئی گمان تک نہ کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کرے گا جب تک وہ

پانچ نمازیں باقاعدگی سے ادا نہیں کرے گا۔“

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے عائشہ بنت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (صحابیہ رسول) کو ملنے کا موقع ملا اور ان سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث مبارکہ سنی سمعت قال رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم يقول اکثر جنود اللہ فی الارض الجراد لا آكله ولا احرمه ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا زمین پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا لشکر ٹڈی ہے نہ میں اسے کھاتا ہوں اور نہ اسے حرام سمجھتا ہوں۔“

ہماری تحقیق کے مطابق حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحابی رسول حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات میں تردد ہے۔ حضرت معقل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالاتفاق روایات حضرت امیر معلویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکومت کے آخری ایام میں وفات پا گئے تھے۔ حضرت امیر معلویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۶۰ ہجری میں فوت ہوئے اس اعتبار سے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آپ سے ملنا روایت و درایت کے لحاظ سے ناممکن ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے تھے۔ یاد رہے کہ فاضل مرتب علامہ حیدر اللہ خان درانی مرحوم نے کتاب کے حاشیہ پر وضاحتی نوٹ لکھا ہے کہ مناقب الکردی رحمۃ اللہ علیہ میں لکھا ہے کہ حضرت معقل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال عبد اللہ بن زیاد کے دور حکومت میں ہوا تھا اور وہ ۵۸۶ھ میں قتل کیا گیا تھا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر اس وقت چھ سبب تھی۔ اس طرح امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات اور حدیث سننے کی بات ثابت ہو جاتی ہے۔ بہر حال اس ملاقات اور سماعت حدیث پر تذکرہ نگاروں نے اتفاق و اختلاف کی آراء دی ہیں۔



امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کے اساتذہ کرام

تذکرہ نگاروں نے اپنی تحریروں میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اساتذہ کی مختلف ذریعوں سے تعداد اور اسمائے گرامی لکھے ہیں۔ ہماری تحقیقات کی روشنی میں ان شاگردوں کی تعداد دو سو (۲۰۰) کے قریب ہے۔ حضرت ابو عبد اللہ بن ابی حفص الکبیر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں ایک اختلاف برپا ہوا۔ یہ اختلاف ایک عرصہ تک حضرت امام اعظم اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے شاگردوں اور مباحوں میں رہا۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ اور شاگرد کہتے تھے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل ہیں۔ ان کے نزدیک امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ کی تعداد اسی (۸۰) تھی جبکہ دوسری طرف حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں نے آپ کے اساتذہ کی تعداد چار ہزار بیان کی ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علم کے ہر شعبہ اور ہر فن میں عبور حاصل کرنے کے لیے ہزاروں اہل علم سے استفادہ کیا۔ اساتذہ کی اس عظیم تعداد سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحصیل علم و فضل میں کس قدر وسیع حلقہ اساتذہ رکھتے تھے۔ آپ کے دوسرے فضائل اور کمالات کے علاوہ اساتذہ کی اس تعداد سے پتا چلتا ہے کہ آپ تحصیل علوم کے میدان میں بھی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے افضل تھے۔

ہم حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اساتذہ کی ایک فہرست پیش کر رہے ہیں تاکہ آپ کے احوال و مقامات پر قلم اٹھانے والوں کو ایک وسیع علمی میدان مل سکے۔

☆ من اسمہ محمد ☆

☆ ... حضرت محمد ابو جعفر بن علی ابن الحسین علی بن ابی طالب
رضی اللہ تعالیٰ عنہم

☆ ... ابوبكر محمد بن مسلم بن عبد الله بن شهاب بن زهرة الزهرى

☆ ... محمد بن قيس المرهبي

☆ ... ابو عبد الله بن المنكر من بنى تميم بن مرة

☆ ... ابو عون محمد بن عبد الله بن سعيد الثقفى كوفى

☆ ... ابوبكر محمد بن سوقة بباع البرز كوفى

☆ ... ابو الزبير محمد بن مسلم بن تدرس المكى

☆ ... محمد بن زبير التميمى حنظلى بصرى قيل قدم الكوفة

☆ ... ابوسلمة محمد بن عبد الله العرزمى كوفى

☆ ... محمد بن عبد الرحمن بن زرارة مدنى

☆ ... محمد بن عبد الرحمن بن ابى ليلى الكوفى

☆ ... محمد ابن مالك بن زبير الهمدانى

☆ ... محمد بن عمرو عن عبد الله بن عمر من حديث شعيب بن اسحاق

☆ ... الاف ... ☆

☆ ... ابراهيم بن محمد بن المُتشر بن الاجدع الهمدانى الكوفى و

المنتشر اخو مسروق بن الاجدع

☆ ... ابراهيم بن عبد الرحمن ابواسماعيل السكسكى كوفى

☆ ... ابراهيم بن مسلم ابواسحاق الهجرى كوفى

☆ ... ابراهيم بن ميسرة الطائفى قيل مكى

☆ ... اسمعيل بن ابى خالد مولى بجيلة

☆ ... ابو عبد الله اسمعيل بن امية بن عمرو بن سعيد بن العاص مدنى

مشهور

- ☆ ... اسمعیل بن عبد الملک بن ابی الصعیر
- ☆ ... آدم بن علی بکری من بنی شیبان
- ☆ ... ابوبکر ایوب بن ابی تمیمۃ السختیانی
- ☆ ... ایوب بن عائذ الطائی کوفی
- ☆ ... ابان بن ابی عیاش و اسم ابی عیاش فیروز لیس عندهم بالمرضی
- ☆ ... ابو عتبۃ العبسی حمصی
- ☆ ... ابو حکم مؤذن مسجد ابراهیم النخعی کوفی
- ☆ ... ابان بن لقیط کوفی
- ☆ ... ازاد بن خسرو البلخی
- ☆ ... ایوب بن عتبۃ الیمامی قاضی الیمامۃ
- ☆ ... اسمعیل بن مسلة المکی
- ☆ ... اسحاق بن ثابت بن ابراهیم بن المهاجر البجلی الکوفی

☆ ... الباء ... ☆

- ☆ ... بلال بن ابی بلال قال ابن سعید یقال له النصیبی و قیل انه بلال بن
- ☆ ... عن وهب بن کیسان وان کان بلال بن مرداس فقد
- حدث عن عکرمۃ و ابی بردۃ و شهر بن حوشب و زید بن وهب و غیرهم
- من غیر حدیث ابی حنیفة
- ☆ ... بکیر بن عطاء اللیثی
- ☆ ... بلال بن وهب بن کیسان
- ☆ ... زاد بن خسرو البلخی
- ☆ ... بهز بن حکیم بن معاویۃ بن حیلۃ القشیری
- ☆ ... بهلول بن عمر و الصیر فی يعرف بالمجنون

☆... الثاء...☆

- ☆... ابو حمزة ثابت بن دينار البهنی
- ☆... زادا بن خسرو
- ☆... ثابت البنانی

☆... الجیم...☆

- ☆... جامع بن شداد ابو صخرة
- ☆... جواب بن عبید الله كوفي تيمی
- ☆... جابر بن يزيد ابو عبد الله الجعفی وكان ابو حنیفة یحرره
- ☆... الجراح بن المنهال الجزری ابو العطوف
- ☆... جعفر بن محمد الصادق

☆... الحاء...☆

- ☆... الحکم بن عتیبة بو محمد مولى كندة
- ☆... حبیب بن ابی ثابت ابو یحیی الاسدی كوفی
- ☆... الحسن بن سعد مولى علی ابن ابی طالب
- ☆... الحسین بن الحر مولى بنی الصیدا وهم من بنی اسد بن خزیمة
- ☆... حمید بن الاعرج المکی
- ☆... الحارث بن عبد الرحمن الهمدانی ابو هند
- ☆... حصین بن عبد الرحمن ابو الهذیل السلمی كوفی له قدر و جلاله
- ☆... حماد بن ابی سلیمان الأشعری واسم ابی سلیمان مسلم
- ☆... الحارث بن یزید العکلی له قدر وهو كوفی

☆ ... حكيم بن صهيب الصيرفي

☆ ... حوط العبدى

☆ ... حسين بن الحارث ابوالقاسم الجدلى ان صحت روايته تابعى و

اختلف فيه فقل هو معبد بن خالد لجدلى

☆ ... حكيم ابن جبير مولى بنى امية ابو عبدالله قاله احمد بن حنبل و

قيل انه اسدى

☆ ... الحر بن الصباح كوفى روى حديثا شتهره

☆ ... حجاج بن ارطاة ابوارطاة كوفى ان صح

☆ ... الخاء ... ☆

☆ ... خالد بن علقمة ابو حية الهمداني كوفى ثقة

☆ ... خصيف بن عبدالرحمن ابو عون مولى بنى امية زاد ابن خسرو

☆ ... خالد بن عبدالا على

☆ ... الدال ... ☆

☆ ... داود بن عبدالرحمن بن زاذان وقيل انه يزاد كذا ذكره ابن سعيد

☆ ... داود بن نصير بن سليمان الطائي

☆ ... زادا بن خسرو البلخي

☆ ... الذال ... ☆

☆ ... ذر ابو عمر الهمداني

☆ ... الراء ... ☆

☆ ... ربيعة بن ابي عبدالرحمن ابو عثمان له قدر و جلاله رباح الكوفى

☆ الزاكنة ☆

- ☆ ابوالحسين زيد بن علي بن الحسين رضي الله عنهم
- ☆ زياد بن علاقة ابو مالك كوفي
- ☆ زييد بن الحارث بن عبدالكريم ابو عبدالله الهمداني له قدر
- ☆ زيد بن اسلم ابو اسامة مولى عمر بن الخطاب
- ☆ زياد بن كليب ابو معشر الكوفي
- ☆ زياد بن ميسرة الكوفي
- ☆ زكريا بن ابي زايدة ابو يحيى همداني
- ☆ زكريا بن الحارث الكوفي
- ☆ زيد السلمى كوفي
- ☆ زيد بن ابي انيسة ابو اسامة جليل القدر على صفر سنة
- ☆ زيد بن الوليد في حديث ابي يوسف وانما هو زيد بن ابي انيسة عن ابي الوليد

☆ السمين ☆

- ☆ سماك بن حرب ابو المغيرة البكري كوفي
- ☆ سليمان بن خاقان ابو اسحاق الشيباني
- ☆ سلمة بن كهيل ابو يحيى الحضرمي الكوفي جليل القدر
- ☆ سالم بن عجلان ابو عمر الافطس حراني
- ☆ سعيد بن مسروق الثوري كوفي
- ☆ سعيد بن المرزبان ابو سعد
- ☆ سليمان بن ابي المغيرة ابو عبدالله القرشي كوفي

- ☆ ... سعيد بن ابى عروبة البصرى واسم ابى عروبة مهران
- ☆ ... سفيان بن سعيد الثورى حكى عنه حكاية و يروى سفيان عن ابى

حنيفة ايضا

- ☆ ... زاد ابن خسرو البلخى
- ☆ ... سليمان بن مهران ابو محمد الاعمش الكوفى
- ☆ ... سلمة بن نبيط

☆ ... الشين ... ☆

- ☆ ... شيبان بن عبدالرحمن ابو معاوية التميمى كوفى اصله من البصرة
- ☆ ... شداد بن عبدالرحمن ابوروية البصرى
- ☆ ... شيبه بن مساور وقيل بن مسور بصرى ذكره ابن سعيد
- ☆ ... شعبة بن الحجاج بصرى روى عنه حكاية
- ☆ ... شبيب بن غرقلة ابو عقيل الكوفى زادا بن خسرو
- ☆ ... شرحبيل بن سعيد
- ☆ ... شرحبيل بن مسلم

☆ ... الصاد ... ☆

- ☆ ... الصلت بن بهرام الكوفى
- ☆ ... صالح بن صالح بن حى الهمداني

☆ ... الطاء ... ☆

- ☆ ... طلحة بن مصرف اليامى من همدان
- ☆ ... ابوسفيان طلحة بن نافع

☆ ... ابوسفیان طریف بن سفیان السعدی البصری
☆ ... طلق بن حبیب البصری

☆ ... العین ... ☆

☆ ... عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم
☆ ... عبداللہ بن ابی نجیح
☆ ... عبداللہ بن عثمان بن خثیم
☆ ... ابو عثمان المکی
☆ ... عبداللہ بن ابی حبیبہ
☆ ... عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی حسین المکی
☆ ... عبداللہ بن داود
☆ ... عبداللہ بن ابی المجالد الکوفی
☆ ... عبداللہ بن نافع مولى ابن عمر
☆ ... عبداللہ بن حمید بن عبیدالانصاری کوفی
☆ ... عبداللہ بن سعید المقبری لم یصححہ ابن سعید
☆ ... عبداللہ بن عمر العمری
☆ ... عبداللہ بن المبارک ابو عبدالرحمن المروزی روى عنه حکایة
عبدالرحمن بن عمرو و ابو عمرو و الاوزاعی
☆ ... عبیداللہ بن عمر بن حفص ابو عثمان العمری
☆ ... عبیداللہ بن ابی زیاد المکی
☆ ... عبدالرحمن بن عبداللہ المسعودی وهو ابن عتبہ بن عبداللہ ابن
مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم
☆ ... عبدالرحمن بن شروان ابوقیس الاودی

- ☆ ... عبد الملك بن عمير ابو عمير اللخمي الكوفي
- ☆ ... عبد الملك بن ميسرة الزراد الهلالي الكوفي
- ☆ ... عبد الملك بن ابي بكر بن حفص بن عمر سعد
- ☆ ... عبد الملك بن اياس الشيباني الاور الكوفي
- ☆ ... عبدالعزيز بن ربيع المكي اصله الكوفة
- ☆ ... عبد الاعلى الكوفي التيمي
- ☆ ... عبد الكريم بن ابي المخارق ابو امية
- ☆ ... عبدة بن معتب ابو عبد الكريم الضبي
- ☆ ... علي بن الاقمر ابو الحسن الوادعي الهمداني
- ☆ ... عطاء بن ابي رباح ابو محمد مولى اسلم
- ☆ ... عطاء بن السائب ابو يزيد الثقفي الكوفي
- ☆ ... عطاء بن عجلان العطار البصري
- ☆ ... عطية بن سعد بن جنادة الجدلي الكوفي ابو الحسن
- ☆ ... عطية بن الحارث ابو روق الهمداني الكوفي
- ☆ ... عمرو بن عبد الله بن علي بن اسحاق ابو اسحاق الهمداني السبيعي
- ☆ ... عمرو بن مرة ابو عبد الله المرادي الجملي
- ☆ ... عمرو بن دينار ابو محمد المكي
- ☆ ... عمرو ابن شعيب ابو ابراهيم السهمي من اهل الطائف
- ☆ ... عامر بن شراحيل ابو عمرو الشعبي من همدان
- ☆ ... عامر بن السبط التميمي الكوفي
- ☆ ... عامر بن عبد الله بن قيس ابو بردة بن ابي موسى
- ☆ ... عثمان بن عاصم ابو حصين الاسدي الكوفي
- ☆ ... عثمان بن عبد الله بن موهب القرشي الكوفي اصله المدينة

- ☆ ... عاصم بن ابی النجود ابو بکر الکوفی مولی بنی اسد
- ☆ ... عیسیٰ بن ابی لیلیٰ
- ☆ ... عثمان بن عبدالرحمن ذکرہ ابن سعد
- ☆ ... عاصم بن کلیب بن شہاب الجرمی الکوفی
- ☆ ... عاصم بن سلیمان ابو عبدالرحمن الاحول قاضی المدائن
- ☆ ... عدی بن ثابت بن دینار وقیل ابن عبید بن عازب الانصاری الکوفی
- ☆ ... عمر بن ذر بن عبداللہ ابو ذر الهمدانی الکوفی ان صحیح
- ☆ ... عمر بن بشیر الهمدانی الکوفی
- ☆ ... عمار بن عبداللہ بن سیار الجہنی الکوفی
- ☆ ... عون بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود
- ☆ ... عون بن ابی حمیفہ ابو حفص و هو وہم ممن روى عکرمہ ابو عبداللہ
مولی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
- ☆ ... عتبہ بن عبداللہ بن عتبہ ابو العباس المسعودی
- ☆ ... عثمان بن راشد السلمی
- ☆ ... علقمہ بن مرثد ابو الحارث الحضرمی
- ☆ ... عبدة بن ابی لبابة ابو القاسم مولی قریش وقیل اسدی
- ☆ ... العلاء بن زہیر الکوفی وقیل ابن عبداللہ بن زہیر
- ☆ ... عمیر بن سعید ابو یحییٰ الکوفی
- ☆ ... عیسیٰ بن علی ابو علی الصیقل زادا بن خسرو البلخی
- ☆ ... عمران بن عمیر
- ☆ ... علی بن بنیمة
- ☆ ... عبداللہ بن رباح
- ☆ ... عبدالرحمن بن حزم یروی عن انس رضی اللہ عنہ

☆ الفین ☆

- ☆ ... غالب بن ہذیل ابو الہذیل الکوفی زادا بن خسرو البلخی
☆ ... غیلان

☆ الفاء ☆

- ☆ ... فراس بن یحییٰ الہمدانی ابو یحییٰ الکوفی
☆ ... فرات بن عبدالرحمن القزازی ابو الحسن الکوفی

☆ القاف ☆

- ☆ ... القاسم بن عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسعود
☆ ... القاسم بن محمد ابو سہیل الکوفی
☆ ... قیس بن مسلم ابو عمرو الجدلی الکوفی
☆ ... قتادة دعامة ابو الخطاب البصرى السدوسى

☆ الكاف ☆

- ☆ ... کلام بن عبدالرحمن السلمی الکوفی
☆ ... کثیر بن الرماح الاصم الکوفی

☆ اللام ☆

- ☆ ... لیث بن ابی سلیمان ابو یکیر الکوفی

☆ المیم ☆

- ☆ ... موسیٰ بن طلحة بن عبید اللہ ابو عیسیٰ الکوفی

- ☆ ... موسى بن ابي كثير ابو الصباح الكوفي ان صح
- ☆ ... موسى بن مسلم الكوفي وهو موسى الصغير
- ☆ ... منهل بن عمرو الاسدي ابو يحيى
- ☆ ... منهل بن خليفة ابو قلعة الكوفي
- ☆ ... منهل بن الجراح هكذا قاله ابن سعد و قيل الجراح بن المنهل
- ابو العطوف الجزوي محارب بن دثار البكري الكوفي
- ☆ ... معن بن عبد الرحمن بن عبدالله بن مسعود الهذلي
- ☆ ... مسلم بن سالم ابو فروة وقيل ابو فروة الجهني الكوفي
- ☆ ... مسلم بن كيسان ابو عبدالله الملائي الكوفي الضبي
- ☆ ... منصور بن المعتمر ابو عتاب السلمي الكوفي
- ☆ ... منصور بن زاذان مولى عبد الرحمن بن ابي عقيل الثقفي واسطي
- ☆ ... منصور بن دينار ذكره ابن سعد
- ☆ ... مسعر بن كدام ابو سلمة الهذلي الكوفي
- ☆ ... ميمون ابو حمزة الاعور الكوفي ميمون بن مهران الجزري ذكره ابن سعد
- ☆ ... ميمون بن سياه البصري
- ☆ ... مجالد بن سعيد بن عمير ابو عمير الهمداني الكوفي
- ☆ ... مرزوق ابو بكر التيمي الكوفي
- ☆ ... مكحول ابو عبدالله الشامي مولى امرأة من هذيل
- ☆ ... مزاحم بن زفر التيمي الكوفي
- ☆ ... مخول بن راشد ابن مخراق الكوفي
- ☆ ... مالك بن انس ابو عبدالله المدني الاصبحي
- ☆ ... موسى بن ابي عائشة ابو الحسن الكوفي زادا بن خسرو البلخي

☆ ... معاویة بن اسحاق

☆ ... النون ... ☆

☆ ... نافع مولى عبدالله بن عمر

☆ ... نافع بن درهم ابوالهيثم العبدى الكوفى

☆ ... ناصح بن عجلان وقيل ابن عبدالله

☆ ... نعمان ذكره ابن سعد

☆ ... نصر بن طريف البصرى ذكره ابن سعد

☆ ... الهاء ... ☆

☆ ... هيثم بن حبيب الصراف الكوفى

☆ ... هشام بن عروة بن الزبير المنذر الاسدى الممنى

☆ ... هشام بن عائد بن نصيب الاسدى الكوفى ذكره ابن سعد

☆ ... الواو ... ☆

☆ ... واصل بن حبان الاسدى الكوفى

☆ ... واصل بن سليم التميمى الكوفى

☆ ... وقدان وقيل واقد ابوعقوب الكوفى

☆ ... الوليد بن سريع مولى عمرو بن حارث المخزومى

☆ ... الوليد بن عبدالله بن جميع الزهرى ذكره ابن سعد

☆ ... الياء ... ☆

☆ ... يحيى بن عبدالله الجابر ابوالحارث التميمى الكوفى

☆ ... يحيى بن سعيد الانصارى ابوسعيد الممنى

- ☆ ... يحيى بن ابي حية ابو حباب الكلبي الكوفي
- ☆ ... يحيى بن عابد الكوفي
- ☆ ... يحيى بن عبيدالله بن موهب التميمي القرشي سكن الكوفة
- ☆ ... يحيى بن عمرو بن سلمة الهمداني
- ☆ ... يحيى بن عبدالله ابو جحيفة الاجلح الكندي الكوفي
- ☆ ... يزيد بن صهيب ابو عثمان الفقير البصري
- ☆ ... يزيد بن عبدالرحمن بن زيد ابو خالد الكوفي
- ☆ ... يزيد بن عبدالرحمن عن انس
- ☆ ... يزيد بن ابي زياد ابو عبدالله الكوفي مولى بني هاشم
- ☆ ... يونس بن عبدالله بن ابي فروة المدني
- ☆ ... يونس بن زهران ذكره ابن سعد
- ☆ ... يعلى بن عطاء الطائفي
- ☆ ... ياسين بن معاذ ابو خلف الزيات الكوفي

☆ ... من يعرف بالكنية ... ☆

- ☆ ... ابوبكر بن عبدالله بن الجهم
- ☆ ... ابوالسوار
- ☆ ... ابو غسان عن الحسن البصري
- ☆ ... ابو عبدالله
- ☆ ... ابو عمر عن سعيد بن جبير
- ☆ ... ابو خالد
- ☆ ... ابوبكر عن الزهري
- ☆ ... ابو محمد

☆ من لم یسّم ☆

- ☆ ... رجل عن ابی بکر المکی اهل الحجاز
- ☆ ... رجل عن الشعبي
- ☆ ... رجل عن شریح
- ☆ ... رجل عن انس بن مالک
- ☆ ... رجل عن ابن الحنیفة
- ☆ ... رجل عطاء
- ☆ ... رجل عن الضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہم

حضرت امام حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذکورہ بالا اساتذہ کے علاوہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند بلند پایہ اور ممتاز اساتذہ کا تعارف ضروری سمجھتے ہیں۔ ان میں ایک بزرگ امام ابو اسماعیل حماد بن ابی سلیمان الاشعری ثم الکوفی ہیں۔ آپ نے علم کی تحصیل کے لیے بے پناہ التزام فرمایا تھا۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگوں نے پوچھا آپ کے اتنے جلیل القدر اور بے شمار اساتذہ ہیں مگر سب سے ممتاز اور بلند پایہ فقیہ کون ہے۔ آپ نے فرمایا عالم اسلام میں امام حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کوئی اور بڑا فقیہ نہیں دیکھا۔ ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا مارایت افقہ من جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ”میں نے حضرت امام جعفر سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔“ ان دونوں اقوال کی روشنی میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل بیت رسول ﷺ کے سلسلہ میں ممتاز فقیہ تھے۔ مگر حضرت امام حماد تمام عالم اسلام میں علی الاطلاق فقیہ اعظم ہیں۔

حضرت امام الصلت بن بطام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام حملو رضی اللہ تعالیٰ عنہ رمضان مبارک میں پچاس روزہ داروں کو روزانہ روزہ انظار کر لیا کرتے تھے اور عید الفطر کی رات کو ہر ایک کو نیا جوڑا سلا کر دیا کرتے تھے اور پھر ان روزہ داروں کو سو سو دینار دیا کرتے تھے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے میں امام حملو بن ابی سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دلی محبت کرتا ہوں۔ مجھے ان کی ایک بات یاد ہے، آپ ایک دن گدھے پر سوار کہیں جا رہے تھے کہ اچانک آپ کی قمیص کا بٹن ٹوٹ گیا۔ راستہ میں ایک درزی کو کام کرتے دیکھا، آپ نے چاہا کہ سواری سے نیچے اتر کر بٹن کو درست کرالیں۔ مگر درزی نے آپ دیکھ کر کہا حضور آپ سواری پر ہی تشریف رکھیں میں خود وہاں بیٹھے بیٹھے آپ کا بٹن درست کر دیتا ہوں۔ چنانچہ درزی نے کھڑے کھڑے بٹن درست کر دیا۔ امام حملو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جیب میں ہاتھ ڈالا سونے کے دیناروں کی بھری ہوئی ایک تھیلی نکل کر درزی کو دے دی اور فرمایا اگر میرے پاس اور دینار ہوتے تو تمہاری اس عزت افزائی پر مزید دے دیتا۔

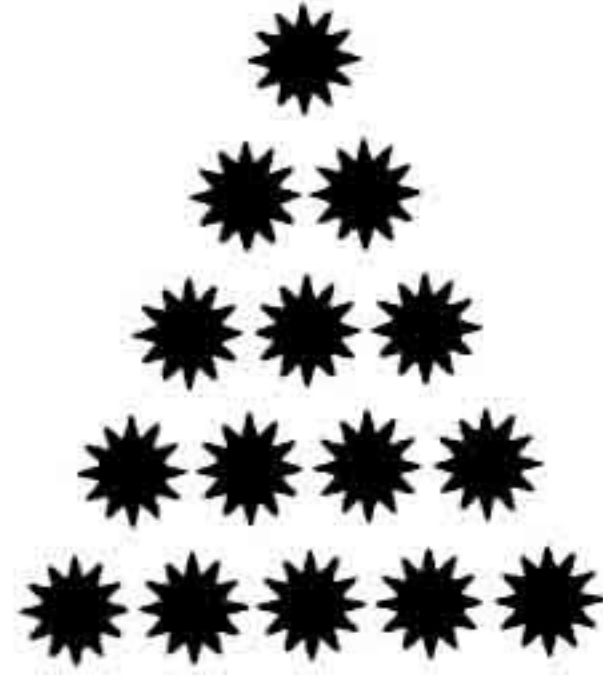
حضرت حملو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بے شمار مناقب ہیں انہیں بیان کرنے کے لیے ایک بڑی کتب لکھی جاسکتی ہے، اس لیے ہم مختصر کریں۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے شاگرد خاص تھے۔ یہ ان کے فضائل علیہ کی بہت بڑی دلیل ہے۔ میں نے اپنے دیوان میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کہا ہے۔

من الاخبار عن غرر الصحابه
لعلمک والعدی امسوا حبابہ
نیابتہم فاحسنت النیابۃ

کفی النعمان فخرا مارواہ
لمتبوع الانام غلوت بحرا
اصدر التابعین قبلت مہم

(ترجمہ) ”حضرت نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے ان کی روایات کا فخر ہی کافی ہے۔ وہ روایات جو انہوں نے صحابہ کرام اور اشراف زمانہ سے بیان کی ہیں۔ آپ تمام تابعین کے سر تاج ہیں۔ تمام تابعین نے آپ کی نیابت اور لامت قبول کی ہے اور یہ نیابت کتنی قتل فخر ہے۔ اے امام ابوحنیفہ!

اے زمانے کے مقتدا! آپ تو علم کے ایک ناپیدا کنار سمندر ہیں۔ دوسرے علماء کرام تو آپ کے سامنے یوں دکھائی دیتے ہیں جیسے پانی کا ایک بلبہ ہو۔“



باب چہارم

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہما کی فقہ پر ابتدائی نظر

حضرت امام زفر بن الہذیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ میں علم الکلام پر اتنی دقت نگاہ رکھتا تھا کہ لیل علم میری طرف اشارے کیا کرتے تھے۔ ہم لوگ ان دنوں حضرت حملو بن ابی سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلقہ درس کے قریب رہا کرتے تھے۔ ایک دن ایک عورت میرے پاس آئی اور پوچھنے لگی کہ ایک شخص کی بیوی کینز ہے وہ اسے سنت کے مطابق طلاق دینا چاہتا ہے اس کو کیا کرنا چاہیے؟ میں نے اسے اس عورت کو حضرت حملو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھیجا اور اسے کہا کہ حضرت حملو رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو جواب دیں مجھے بتا کر جائے۔ اس عورت نے حضرت حملو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وہی مسئلہ دریافت کیا تو حضرت حملو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا وہ اس کینز کو حیض و جماع سے فراغت کے بعد والے طہر میں ایک طلاق دے اور اس سے بالکل علیحدہ رہے یہاں تک کہ اس عورت کے دو حیض گذر جائیں۔ دوسرے حیض کے اختتام پر وہ کینز غسل کرے اور جس سے چاہے نکاح کرے۔ اس سائلہ عورت نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سارا مسئلہ بیان کیا تو حضرت امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اس دن کے بعد مجھے علم الفقہ کی ضرورت کا احساس ہوا۔ میں اسی وقت اٹھا جوتے پہن کر حضرت حملو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلقہ تدریس میں حاضر ہو گیا۔ ایک عرصہ تک آپ کی خدمت میں رہ کر دینی مسائل کو نہایت غور سے سنتا رہا۔ میں آپ کی گفتگو اکثر یاد کر لیا کرتا تھا۔ مجھے ان کے اسباق کھل طور پر حفظ ہو جاتے تھے۔ آپ کے تلامذہ (شاگرد) اپنی اپنی مجالس میں جب کوئی مسئلہ بیان کرتے تو میں ان کی غلطیوں کی نشاندہی کرتا۔ استاد گرامی حضرت حملو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میری محنت اور لگن کو دیکھ کر فرمایا کہ میرے حلقہ درس میں میرے سامنے صف اول میں ابو حنیفہ ضرور بیٹھا کرے۔ میں نے اس

طرح زندگی کا ایک حصہ صرف کیا اور صبح و شام اس دریائے علم سے سیراب ہوتا رہا۔

ہیشم بن عدی الطائی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ دنیا میں کئی علوم اور فنون موجود ہیں مگر آپ نے صرف علم فقہ کو ہی کیوں ترجیح دی اور اس میں کیوں کمال حاصل کیا اور آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ علم فقہ تمام دوسرے علوم سے اعلیٰ اور ضروری ہے۔ تو آپ نے جواب دیا کہ میری یہ تمام کوششیں قوت الہی سے ہیں اور میں اپنے اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ ابتداء میں میں نے تمام علوم کو اپنا نصب العین بنایا اور حتی الامکان ہر ایک پر عبور حاصل بھی کیا، پھر ہر شعبہ علوم کے انجام پر نگاہ ڈالی اور اس کے فوائد دیکھے۔ میں نے علم الکلام کو پڑھ کر اس کے نتائج پر غور کیا تو مجھے اس کا انجام اچھا دکھائی نہ دیا اور اس کی افادیت نہایت محدود تھی، جو شخص اس فن میں کمال حاصل کر لیتا ہے وہ پھر مناظرانہ موشگافیوں میں الجھا رہتا ہے اور علم فقہ اور دین کے اصل مطالب کی طرف توجہ نہیں دیتا اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ نفسانی خواہشات کا پابند ہو گیا ہے۔ میں علم الکلام کو چھوڑ کر ادب و نحو کی طرف متوجہ ہوا مگر مجھے اس کا انجام بھی درست نظر نہ آیا۔ بس صرف اتنی بات تھی کہ طالب علموں میں بیٹھ کر عربی حروف کی تراش ساخت پر گفتگو کرتا رہوں گا اور بس چنانچہ میں علم و ادب کو چھوڑ کر علم شعر کی طرف آیا اور اس پر کمال حاصل کر کے محسوس کیا کہ اس سے کسی کی مدح یا ہجو کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اس ہجو و تکذیب سے دین کے کلڑے کلڑے کی باتیں کرنے کے سوا کچھ فائدہ نہیں۔ ایک وقت آیا کہ میں نے علم القراءۃ کی طرف توجہ دی، میں نے دیکھا کہ اب نوجوانوں کا ایک حلقہ میرے ارد گرد جمع ہو کر خوش الحانی سے قرآن مجید پڑھنے لگا ہے اور میں صرف قرآن پاک کے الفاظ کو نہایت خوش الحانی سے لوا کرنے میں مصروف ہو گیا۔ قرآن مجید کے الفاظ فصاحت و بلاغت کی عمدہ مثال ہیں۔ پھر قرآن پاک کے معانی ایک بحر ناپیدا کنار ہیں۔ اب مجھے خیال آیا کہ مجھے علم حدیث پڑھنا چاہئے میں نے دیکھا احادیث کا ایک بے پناہ ذخیرہ موجود ہے۔ محدثین اسے یاد کرتے ہیں اور یہ ایک سمندر ہے جسے پیاب کرنا کسی کے بس کا کام نہیں اور اس کی کوئی حد نہیں ہے۔ علم حدیث کے حاصل کرنے والے بھی وہ نوجوان علماء ہوں گے کبھی مجھے ضعیف اور موضوع احادیث کا الزام لگائیں گے اور کبھی حافظہ کی کمزوری کا طعنہ دیں گے اور میری بیان کردہ احادیث اور روایات پر تاقیامت بحث و تمحیص کا سلسلہ

جاری رہے گا

آخر کار میرے دل نے کہا کہ علم فقہ سب سے بہترین علم ہے، میں اس کے حصول پر ڈٹ گیا اور ایسا ڈٹا کہ اس فن کی جلالت شان نے میرے دل پر اثر کیا جوں جوں اس کا تصور میرے سامنے آتا اس پر بحث و تمحیص کرتا، تفصیلاً گفتگو کرتا، علماء، مشائخ، فقہاء اور ارباب بصیرت کی مجالس میں نشست و برخاست کا موقع ملتا ہے تو مکارم اخلاق کے خزانے کھلتے جاتے ہیں۔ میں نے فقہ کے انجام پر غور کیا تو میں اس نتیجے پر پہنچا کہ فرائض کی لواٹلی، اقامت دین اور عبادت گزار کی حقیقت فقہ کی تعلیم کے بغیر ناممکن ہے۔ فقہ کی معرفت کے بغیر دین و دنیا کے تمام امور بیکار ہیں۔ چنانچہ میں نے فقہ کے حصول، اس کی اشاعت اور اس کی ترویج کے لیے زندگی وقف کر دی۔

حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مندرجہ بالا واقعہ کی تصدیق و تفصیل بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ ان علوم کی تحصیل کے علاوہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وقت کے بلند پایہ مشائخ، علماء اور فقہاء کی مجالس سے بڑا استفادہ کیا تھا۔ پھر اس زمانہ میں کسی گھر، کسی محلے یا کسی کے شہر میں کوئی دینی مسئلہ درپیش ہوتا تو ان حضرات کی وساطت سے آپ کو سننے، سمجھنے اور سوچنے کا موقع ملتا۔ اگر آپ کو مسئلہ کا جواب آتا تو بیان کرتے ورنہ ان حضرات سے مشورہ کرتے اور اگر اس طرح آپ کو اطمینان ہو جاتا تو مسئلہ کا جواب دیتے تھے۔ یہ مخلوق خدا کی علمی راہنمائی کے لیے ایک نہایت ہی عمدہ طریقہ تھا جس سے اللہ بھی راضی ہوتا ہے اور مخلوق بھی مطمئن ہوتی ہے۔ اس سے دین و دنیا کی راحت ملتی ہے اور اللہ کے فضل سے رفعت و شان میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ ان مسائل کو سمجھ لینے کے بعد ہر شخص علیحدگی میں جا کر بھی ممنون ہوتا کہ اسے دینی راہنمائی ملی۔

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے استاد مکرم حضرت امام حنبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت میں رہنے کا جتنا موقع ملا کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہوا تھا۔ میں ان سے بڑی کثرت سے سوالات کرتا اور وہ بھی نہایت شفقت سے مفصل جوابات سے نوازتے۔ کئی بار تو یوں ہوتا کہ وہ میری اس کوشش سے تنگ آجاتے اور فرماتے ابو حنیفہ تم اجازت دو تو چھ لے آرام کر لوں اب تو میرا سینہ تنگ ہونے لگا ہے۔

قبیصہ بن عقبہ فرماتے ہیں کہ ابتدائی دور میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علمائے ظاہر میں سے مسائل فقہ میں بڑی بحث کیا کرتے تھے یہاں تک کہ اس فن میں کمال حاصل کر لیا۔ لوگوں کے سامنے کوئی مسئلہ آتا تو ہر شخص آپ کی طرف اشارہ کرتا۔ پھر ایک وقت ایسا آیا کہ آپ نے بحث و تمحیص میں الجھنا چھوڑ دیا اور صرف حدیث و فقہ پر گفتگو فرماتے حتیٰ کہ وہ اس فن میں امام وقت ہو گئے۔

حضرت امام شعبی رضی اللہ عنہ سے ملاقات

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن مجھے اپنے زمانہ کے جید عالم دین امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کا موقع ملا، آپ نے پوچھا بیٹے کیا کام کرتے ہو؟ میں نے عرض کی حضور بازار میں کاروبار کرتا ہوں اور استاذ حضرت حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس میں حاضر ہو کر علمی مسائل سمجھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا میرا مشورہ ہے کہ آپ بازار کا کاروبار چھوڑ کر صرف علمی جستجو میں وقت دیں کیونکہ مجھے آپ کے اندر جستجو کا ایک سمندر موجزن دکھائی دیتا ہے اور بہترین سلیقہ نظر آتا ہے۔ امام شعبی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد نے مجھے بڑا متاثر کیا، میں نے بازار آنا جانا چھوڑ دیا اور کاروبار ترک کر کے علم کے حصول کے لیے وقت دینے لگا۔ مجھے علماء کرام کی مجالس نے بڑا فائدہ دیا۔

مناظرے اور مباحثے

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے علم کلام میں گفتگو کرنے کے بڑے مواقع ملے اور اس شغل میں مجھے کافی وقت صرف کرنے کا موقع ملا۔ میں اکثر اپنے مقلد کی تلاش میں رہتا اور مجھے اس سلسلہ میں کسی قسم کی گھبراہٹ نہیں ہوتی تھی، بلکہ مجھے ایسے مباحثے میں بڑی دلچسپی ہوتی اور کوئی موقع ملتا تو میں اسے ہاتھ سے نہ جانے دیتا۔ میں نے سنا کہ ایسے لال علم کا ایک طبقہ بصرہ میں موجود ہے جو دینی مسائل میں مباحثے کے لیے تیار ہے۔ مجھے مباحثوں میں شرکت کا شوق بصرہ لے گیا، وہاں ان دنوں خارجی لوگ اسلامی مسائل پر بحث کیا کرتے تھے اور عام مسلمانوں کو

ان مسائل میں الجھا کر پریشان کیا کرتے تھے۔ ان خارجیوں نے اباضیہ، صفریہ اور حشویہ جیسے طبقے قائم کر رکھے تھے۔ مجھے ان حلقوں میں مباحثہ کرنے کا بھرپور موقعہ ملا اور میں انہیں میدان میں شکست سے دوچار کر دیتا۔

لام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بصرہ کے علماء اور مختلف طبقوں سے مباحثہ کرنے پر روشنی ڈالتے ہوئے مزید بتایا کہ مجھے علم الکلام پر عبور حاصل تھا، میں اسے افضل العلوم تصور کرتا تھا اور میری زندگی کا ایک حصہ اسی میں گزرا تھا۔ میرے نزدیک فقہ کے بعد علم الکلام اصول دین کی ایک اہم شاخ تھی پھر مجھے خیال آیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین اور دوسرے متقدمین لیل علم و فضل حتیٰ کہ تابعین میں علم و فضل تھا۔ وہ دین کے ہر معاملے کو جانتے تھے وہ تمام علوم کی قوتوں کے مالک تھے۔ وہ حقائق کے عارف تھے، لیکن ہمیں علم و فضل انہوں نے مباحثہ اور مناظرے نہیں کیئے تھے۔ وہ نہ جھگڑے کرتے تھے، نہ علمی مویشگانوں سے دوسروں کو قائل کرتے تھے۔ وہ علم کلام سے اپنے مخالف کو دبانے کی کوشش نہیں کرتے تھے۔ وہ لوگوں کو صرف دین سکھاتے تھے، علم بانٹتے تھے، اللہ اور رسول ﷺ کی طرف دعوت دیتے تھے۔ اگر ان کا کوئی جھگڑا یا اختلاف ہوتا تو وہ اسے علم کے زور سے نہیں عمل اور تقویٰ کی روشنی سے حل کرتے تھے۔ ان کا جھگڑا بس تفہیم و تعلیم تک محدود ہوتا تھا۔ ان کا مناظرہ صرف دعوت حق تک محدود ہوتا، ان سے کوئی فتویٰ پوچھتا تو وہ صرف اور صرف دین اور علم دین تک بات کرتے تھے۔ حضور ﷺ کا زمانہ گزرا، صدر اول کا دور گزرا، صحابہ میں علم و فضل کے آفتاب و مہتاب تھے۔ کبھی مناظرہ اور مباحثہ نہیں کرتے تھے۔ تابعین کا دور آیا، بڑے بڑے ارباب علم موجود تھے مگر ان کا زمانہ صرف تفہیم اور دعوت کا زمانہ تھا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ مجھے بھی مناظرہ، مباحثہ اور مبالغہ چھوڑ کر ان اسلاف کے نقش قدم پر چلنا چاہیے اور علم فقہ پر غور و خوض کرنا چاہیے۔ علم کلام صرف علم دین کی تشریح اور وضاحت تک استعمال میں آنا چاہیے، صحابہ کرام اور تابعین نے دین کی اشاعت کے لیے زندگی وقف کر دیں مجھے بھی وہی کام کرنا چاہیے جو انہوں نے کیا۔ لیل معرفت کی مجالس میں حاضری دے کر دین کی باتیں جمع کرنا چاہئیں اور علم کی بات آئے تو علم دین تک رہنی چاہئیں۔

میں نے علم کلام کے ماہرین کو غور سے دیکھا، ان لوگوں کو گہرائی سے دیکھا تو مجھے ان میں وہ اوصاف نظر نہ آئے جو صحابہ کرام یا تابعین میں پائے جاتے تھے۔ میں دیکھتا ہوں کہ علم کلام کے ماہرین قلبی طور پر سخت سے سخت تر ہیں اور ذہنی طور پر اپنے مد مقابل کو زچ کرنے کے درپے رہتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں میں نے محسوس کیا کہ ان حضرات کے دل و دماغ کتاب و سنت اور طریقہ اسلاف سے ہمنوا نہیں ہیں۔ ان میں تقویٰ اور ورع کی کمی ہے۔ میں اس نتیجے پر پہنچا کہ اگر علم کلام میں کوئی بہتری یا بھلائی ہوتی تو اسے صدر اول کے صحابہ اور تابعین ضرور اپناتے۔ چنانچہ میں نے علم الکلام کا سہارا لینا چھوڑ دیا اور صرف اور صرف علم دین اور فقہ کو اپنا لیا۔

تین خواتین کا کردار

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری زندگی میں ایک خاتون نے مجھ سے دھوکا کیا، دوسری خاتون نے مجھے زہد و تقویٰ سکھایا، تیسری خاتون نے مجھے علم فقہ حاصل کرنے کی ترغیب دی۔ پہلی خاتون کا واقعہ یہ ہے کہ میں ایک دن کوفہ کے بازار سے گزر رہا تھا، میں نے ایک نوجوان شخص کو دیکھا جو زبان کی بجائے اشاروں سے باتیں کر رہا تھا۔ مجھے محسوس ہوا کہ وہ گونگا ہے، میں اس کے نزدیک گیا تو معلوم ہوا کہ وہ مرد نہیں بلکہ عورت ہے۔ اس نے مجھے اشارہ سے بتایا کہ اس کی کوئی چیز راستہ میں گر گئی ہے، وہ اس کی ہے اور میں اسے اٹھا کر لا دوں۔ میں گیا اور وہ چیز اٹھا لیا، وہ کہنے لگی اس چیز کو اپنے پاس رکھیں اس کا مالک آپ سے خود وصول کرے گا۔ اسے دینی اصطلاح میں ”لقطہ“ کہتے ہیں اور یہ چیز اب لقطہ تھی اور لقطہ کا ہی حکم ہے۔

جس خاتون نے مجھے زہد و تقویٰ کی ترغیب دی اس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک دن میں گلی سے گزر رہا تھا، بہت سی عورتیں کھڑی تھیں، ان میں سے ایک نے کہا کہ دیکھو ابوحنیفہ جارہے ہیں جو عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کرتے ہیں۔ ساری رات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزارتے ہیں، مجھے حیرت ہوئی مگر میں نے دوسرے روز سے ہی ان خواتین کے نیک گمان کو سچا ثابت کرنے کے لیے شب بھر عبادت میں گزارنی شروع کر دی اور عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کرنے لگا۔

تیسری خاتون جس نے مجھے فقہ کی تعلیم کی طرف راغب کیا وہ کوفہ کی ایک ایسی خاتون تھی

جس نے مجھ سے حیض کے متعلق دینی مسئلہ دریافت کیا۔ میں اس کا جواب نہ دے سکا، شرمسار ہوا، اس دن سے میں نے علم فقہ کی تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی۔

علم فقہ کی تعلیم و تدریس

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی میں اس قسم کا ایک اور واقعہ پیش آیا، ایک خاتون حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئی اور ایک مسئلہ دریافت کیا مگر نہ امام اور نہ آپ کے ساتھی اسے تسلی بخش جواب دے سکے۔ وہ خاتون حضرت حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور ان سے مسئلہ پوچھا آپ نے نہایت اعلیٰ جواب دیا اور خاتون مطمئن ہو کر بتا گئی کہ حضرت حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مسئلہ کا حل یوں فرمایا ہے۔ اسی دن حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر علم فقہ کی تعلیم کے لیے درخواست کی۔ حضرت حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مصروفیت کمی بناء پر فرمایا مجھے منظور ہے مگر روزانہ صرف تین مسائل لکھئے۔ آپ نے یہ سلسلہ شروع کر دیا اور ایک وقت آیا کہ آپ حضرت حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلقہ کے کامل فقیہ بن کر ابھرے۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے استاد کی نظر میں

امام حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو حنیفہ کی عادت تھی کہ محفل میں آتے تو نہایت خاموش بیٹھتے۔ بڑے وقار اور آداب محفل کو ملحوظ رکھتے ہوئے بیٹھتے۔ ہم ان کی نشست و برخاست کو بھی علمی تربیت کا ایک حصہ تصور کرتے تھے۔ وہ آہستہ آہستہ دقیق سوالات کرنے لگے۔ بعض اوقات مجھے ان کے حل کرنے میں دقت محسوس ہوتی اور مجھے خوف آنے لگا کہ اگر ان کے استفسارات کا تسلی بخش جواب نہ ملا تو وہ مایوس نہ ہو جائیں اور ایک وقت ایسا آیا کہ سارے کوفے کے لوگوں میں ان کی شناخت ایک فقیہ کی حیثیت سے ہونے لگی۔ وہ بڑے ذہین اور سریع الفہم طالب علم تھے۔ مجھے اندازہ تھا کہ عنقریب ایک وقت آنے والا ہے کہ عالم اسلام کے اہل علم و فضل ان کے دسترخوان علم سے استفادہ کرنے آئے لگیں گے اور مجھے محسوس ہوا کہ نعمان ایک ایسا آفتاب

ہے جو بطن گیتی کی تاریکیوں کو چیرتا ہوا کائنات کو روشن کرے گا۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ میں پیدا ہوئے اور اسی شہر میں علم کلام میں کمال حاصل کیا۔ آپ اسی علم میں گفتگو کرتے اور لوگوں کو لاجواب کر دیتے۔ ایک دن آپ کے سامنے ایلا کا مسئلہ پیش ہوا، آپ نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا ایلا کیا ہوتا ہے۔ آپ کے تمام رفقاء نے بھی لاعلمی کا اظہار کیا۔ آپ نے دل میں خیال کیا کہ افسوس جس علم کی ہمیں ضرورت ہے ہم اس سے کتنے بے خبر ہیں۔ ہم دوسرے علوم پر عبور حاصل کرنے میں مصروف ہیں جن کا کسی کو کوئی فائدہ نہیں۔ آپ اسی دن حضرت حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں شریک ہوئے اور ان کے زیر تربیت رہ کر فقہ میں کمال حاصل کیا۔

ایک دیہاتی نے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک مسئلہ دریافت کیا جس سے آپ نے معذرت کر دی، اس دن آپ کو اس قدر ندامت ہوئی کہ میں علم کلام میں مشاق ہونے کے باوجود ایک دیہاتی کو دین کا مسئلہ نہیں بتا سکا۔ آپ اس دن سے علم کلام کا حلقہ چھوڑ کر حضرت حملو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پہنچے اور تھوڑے ہی عرصہ میں فقہ میں واقفیت حاصل کر لی۔

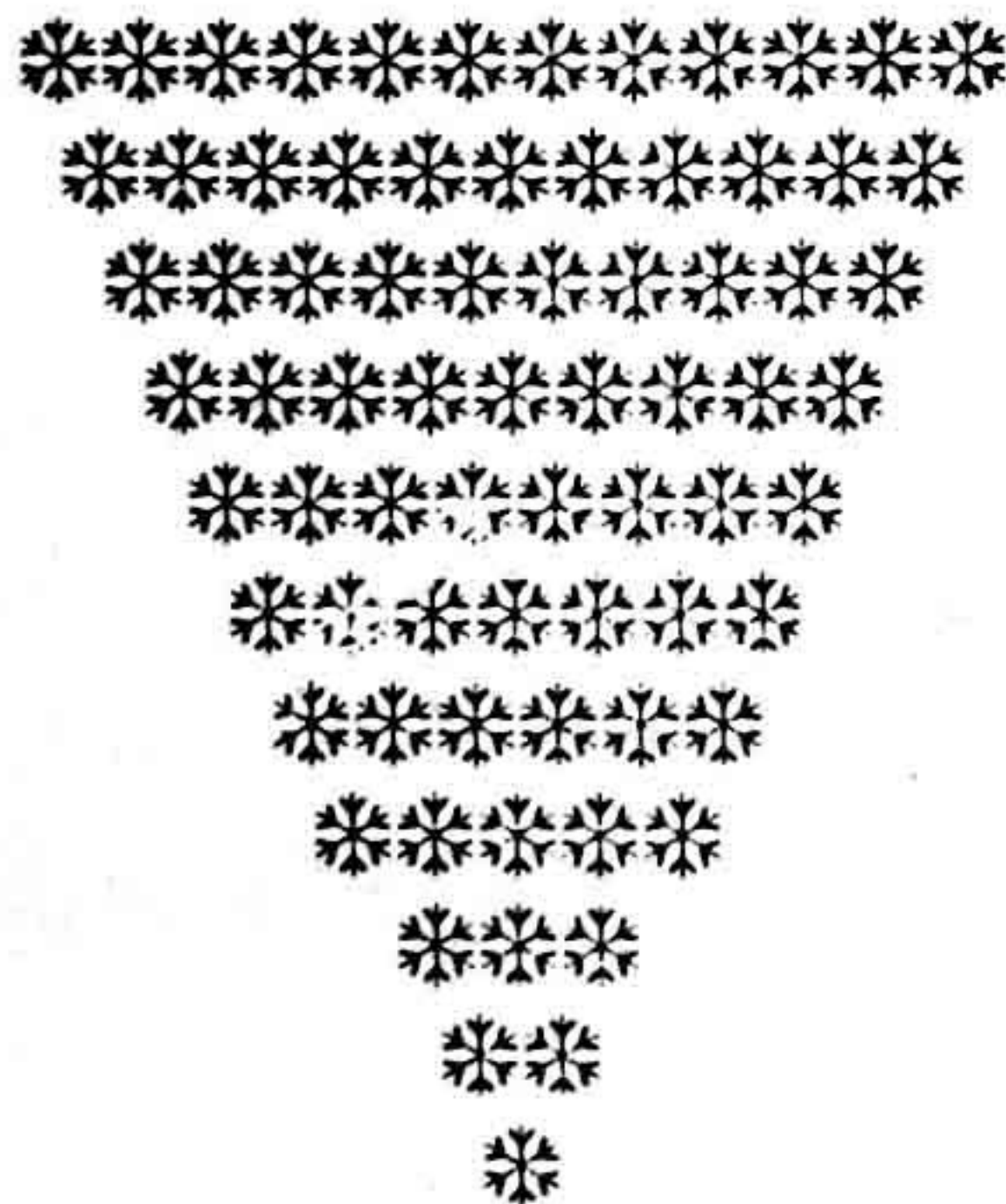
نعیم بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ میں حجلج بن یوسف جیسے ظالم حکمران کے زمانہ اقتدار میں نوجوان تھا اور کوفہ کے بازار میں کپڑے کا کاروبار کیا کرتا تھا۔ مگر جہاں موقعہ ملتا میں لوگوں سے دینی مسائل پر گفتگو کر لیتا۔ ایک دن میرے پاس ایک ایسا شخص آیا جس نے فرائض (وراثت) کا ایک مسئلہ پوچھا مگر مجھ سے اس کا جواب نہ بن پڑا۔ اس شخص نے مجھے خاموش دیکھ کر کہا کہ تم تو لوگوں سے مناظرہ کرتے ہو، مباحثہ کرتے ہو اور ہل کی کھل اتار لیتے ہو مگر ایک عام سے مسئلہ پر خاموشی اختیار کر رہے ہو۔ اس شخص کی بات سے مجھے سخت شرمندگی ہوئی، میں فقہ کی تحصیل کے لیے نکلا، مجھے کوفہ میں سب سے پہلے ایک عالم دین عامر الشعبی ملے، میں ان کی مجلس میں پہنچا مگر وہ اس وقت بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ سر اور واڑھی خضاب سے رنگین کر کے جوانی کے ایام کو آواز دینے کی ناکام کوشش کرتے تھے۔ سرخ رنگ کا ایک نفیس کبل اوڑھے ہوئے تھے اور چند دوستوں کے ساتھ شطرنج کھیل رہے تھے۔ میں نے آپ سے ایک مسئلہ دریافت کیا تو فرمانے لگے یہ مسئلہ بنو استہام یعنی حکم بن عتبیر یا حملو بن ابی سلیمان

بتا سکتے ہیں۔ میں خاموش رہا۔ پھر بولے بیٹا دیکھو معصیت کی کوئی نذر نہیں اور نہ اس کا کفارہ ہے۔ میں نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ تو اپنے کلام میں وانہم یقولون منکراً من القول وزورا (پارہ ۲۸ سورۃ المجادلہ ۲) ”وہ جھوٹ اور بری بات کرتے ہیں“ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے کفارہ مقرر کیا ہے۔ انہوں نے مجھے جھڑکا اور کہا کہ ”قیاس“ کرتا ہے اٹھ جا یہاں سے میں مصروف ہوں۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں اٹھ کر چلا آیا اور قنادہ کے پاس پہنچا وہ اس وقت تقدیر کے مسئلہ پر گفتگو فرما رہے تھے، مجھے ان کی باتوں میں لطف نہ آیا۔ وہاں سے اٹھ کر جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد سیدنا حضرت ابو الزبیر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے ان سے چند سوالات کیئے لیکن وہ مجھے مطمئن نہ کر سکے اور مجھے یوں محسوس ہوا کہ ان کی زبان ان کے قابو میں نہیں۔ میں وہاں سے بھی اٹھا اور سیدھا حماد بن سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ وقت کے شیخ ہیں، بے پناہ عقل و خرد کے مالک ہیں، حوصلے سے بات سنتے ہیں اور اس کا نہایت باوقار طریقے پر جواب دیتے ہیں۔ وہ افہام و تفہیم کے انداز کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔ ان کی محفل میں میرا دل لگ گیا اور کچھ ہی عرصہ میں مجھے جھنجھالی کی تشنگی تھی ان سے مل گیا۔ ایک دن فرمانے لگے ابوحنیفہ تو نے تو میرا تمام پانی پی لیا ہے۔

بعض تذکرہ نگاروں نے اس جملے کو سعید بن المسیب سے منسوب کیا ہے۔ انہوں نے اپنے شاگرد سے کہا تھا انزفتنی یا اعمی! ”اے اندھے تو نے تو میرا سارا پانی پی لیا ہے۔“ دراصل قنادہ نے حضرت سعید بن المسیب سے تمام علم حاصل کر لیا تھا اور ایک ایک بات حفظ کر لی تھی۔ مجھے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق چند اشعار پیش کرنے کی اجازت دیں۔



نعمان قد سبر العلوم باسرها
 ثم انشئ منها الى الفقه الذى
 وهناه لمالج فى طلب الهدى
 ثم انبرى من بعده يفتى الورى
 لقد ارتقى من فقهه فى قلة
 اعصار دولته مبدد كل من
 فعد آنداه مكرع الورد
 فرق الضلال عدوا اليه مطيهم
 حتى اعتلى منها ذرى الاطواد
 قد راح فى الاغوار و الانجاد
 محمود فطنته الى حماد
 حقا برغم معا طس الحساد
 هدت مصاعد هاقوى الصعاد
 فى عصره تبديد رجل جراد
 وسما فراه مرتع الرواد
 فهدهم و لكل قوم هاد



باب پنجم

فتویٰ نویسی اور تدریسی فرائض کا آغاز

ابو عاصم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت حماد بن ابی سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا تو آپ کے تلامذہ نے متفق ہو کر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے استاد محترم کی مسند پر بیٹھنے کی التجا کی۔ آپ نے فرمایا مجھے یہ کام اس شرط پر منظور ہے کہ اگر آپ میں سے کم از کم دس حضرات میرے ساتھ رہیں گے۔ ان شاگردوں نے آپ کی اس شرط کو قبول کر لیا تو آپ مسند فقہ پر تشریف فرما ہوئے۔ ان حضرات میں ابواسحاق شیبانی رضی اللہ عنہ نے آپ کا پورا پورا ساتھ دیا۔

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا ایک حیران کن خواب

آپ نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ وہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ اقدس کو کھود رہے ہیں اور آپ کے جسم پاک کی ہڈیاں علیحدہ علیحدہ کر کے اپنے سینے سے لگا رہے ہیں۔ حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ اس زمانہ میں سب سے بڑے معبر تھے۔ آپ نے فرمایا کہ صاحب خواب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث اور سنن کو عوام تک پہنچائے گا اور ان احادیث کو تحقیق و تجسس کے بعد مسلمانوں میں پھیلانے گا۔ اس خواب کی تعبیر کی صحت اس طرح عملی طور پر سامنے آئی کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سارے عالم اسلام کو احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معارف سے آگاہ فرمایا اور فقہ کے علوم سے دنیائے اسلام کو مالا مال کر دیا۔

اہل مرو کے امام یحییٰ بن نصر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں دن کا دو تہائی حصہ اپنے شاگردوں کی تعلیم و تربیت میں صرف کر دیا کرتا تھا اور میرا یہ معمول ایک لمبے عرصہ تک رہا۔ ایک دن مجھے خواب میں یوں محسوس

ہوا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کھود کر آپ کی ہڈیاں نکالی ہیں، پھر انہیں جوڑ جوڑ کر جمع کر رہا ہوں۔ میں اس خواب سے بہت گھبرایا۔ میرے لیے یہ بات نہایت گراں تھی۔ صبح اٹھا تو اسی پریشانی کے عالم میں میں نے تدریس و تعلیم کا سلسلہ بند کر دیا۔ میں نے ایک محرم راز دوست سے رات کے خواب کی بات کی، وہ اس وقت کے معبر حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا اور اس نے ساری صورت حال کو بیان کر کے خواب کی تعبیر کے لیے استدعا کی۔ انہوں نے خواب کی بہترین تعبیر بیان کی جس سے میرا حوصلہ بحال ہوا اور میں دوبارہ شاگردوں کو تعلیم و تدریس دینے لگا۔ تب میرے دل و دماغ سے بوجھ اتر گیا۔

یحییٰ بن نصر رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی کہ اس خواب کی تعبیر کون بتائے گا؟ آپ تو خود بے پناہ علوم کے واقف ہیں، خود تعبیر نکال لیں۔ آپ نے فرمایا اگرچہ میں خود تعبیر سمجھنے پر قادر تھا مگر مجھے خیال آیا کہ اگر کوئی صاحب علم اس کی تعبیر بیان کرے گا تو میرے دل کو زیادہ اطمینان نصیب ہوگا۔ الحمد للہ علامہ محمد ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی تعبیر نکالی کہ صاحب خواب صاحب علم و فضل ہیں اور وہ احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح و اشاعت میں اہم کردار ادا کریں گے۔

کتاب الصلوٰۃ کا آغاز

کتاب الصلوٰۃ جسے ارباب علم نے ”کتاب العروس“ کے نام سے بھی بیان کیا ہے، میں لکھا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درس و تدریس کا سلسلہ ختم کر دیا اور اپنے گھر میں گوشہ نشین ہو گئے۔ آپ کے احباب آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے آپ خود بڑے صاحب علم و فضل ہیں، اپنے خواب کی تعبیر اپنے منہ سے بیان کریں۔ مگر حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش رہے۔ ان احباب نے خود ہی بتایا ان دنوں حضرت محمد ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ خوابوں کی تعبیر بیان کرنے میں ماہر ہیں۔ آپ نے ایک دوست کو ان کے پاس بھیجا اور خواب کی تعبیر طلب کی۔ امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا خواب دیکھنے والا شخص سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زندہ کرے گا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے اور اس شخص کے ساتھ امام ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے تاکہ خواب کی تعبیر اپنے کانوں سے سنیں۔ حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو

بشارت دی، اظہار مسرت فرمایا اور خواب کی تعبیر تفصیل سے بیان کی۔ دوسرے دن امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تدریس و تعلیم میں دوبارہ مشغول ہو گئے۔

حضرت ابو مقاتل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فقہ میں سب سے پہلے ”کتاب الصلوٰۃ“ کا آغاز فرمایا تھا اور اس کا نام ”کتاب العروس“ رکھا۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد انہوں نے پڑھانا چھوڑ دیا، اس کی وجہ آپ کا وہ پریشان کن خواب تھا جس کی تعبیر دریافت کرنے کے بعد آپ نے دوبارہ تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ صاحب کتاب علامہ امام ابن الموفق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ عبدالعزیز نے بھی بیان کیا تھا۔ آپ ترمذ اور اصفہان کے امام تھے اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ یہ آپ کے نامور شاگرد تھے، آپ نے اپنے استاد امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کئی کتابیں لکھیں۔ ان کی حفاظت کی، ان کی اشاعت کی اور علوم فقہ کو خراسان میں پھیلایا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ آپ نے فرمایا ایک وقت تھا کہ میں درس و تدریس سے گھبراتا تھا حتیٰ کہ میں نے ایک دن خواب میں دیکھا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کھود رہا ہوں، ہڈیاں علیحدہ علیحدہ کر رہا ہوں، پھر انہیں جمع کر رہا ہوں۔ خواب سے اٹھا تو میں بہت گھبرایا ہوا تھا۔ اس گھبراہٹ اور پریشانی میں مجھے کچھ نہیں سوجھتا تھا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا یا اللہ یہ کیا واقعہ ہے ایک عام مسلمان کی قبر کھودنا بھی بڑی حیرت انگیز بات ہے چہ جائیکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک سے یہ سلوک، میں گوشہ نشین ہو گیا اور گھر میں قید ہو گیا۔ یہ خیال میرے دل پر چھا گیا حتیٰ کہ میرے چند احباب آئے اور مجھے کہنے لگے ظاہری حالت میں آپ تندرست دکھائی دیتے ہیں مگر یہ گوشہ نشینی اور یہ قطع تعلقات کی کیا وجہ ہے۔ میں نے اپنا خواب بیان کیا اور وہ حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے مگر علامہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا آپ کو ایسا خواب نہیں آسکتا جسے خواب آیا ہے اسے بلا کر میرے پاس لائیں۔ چنانچہ میں خود امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے تعبیر سے آگاہ کیا اور فرمایا اگر یہ خواب تمہارا ہے تو تم عنقریب سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس انداز سے زندہ کرو گے کہ آج تک کسی نے نہیں کیا اور تمہاری ان خدمات سے سارا عالم مستفیض ہوگا۔ مجھے اطمینان ہو گیا اور میں دوسرے دن اپنے شاگردوں کو پڑھانے لگا۔

استاد کی مسند کا حق ادا کر دیا

ابویزید آذربائیجانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوالولید سے سنا کہ جب حماد بن ابی سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا تو آپ کے سارے تلامذہ نے حضرت حماد کے بیٹے سے استدعا کی کہ آپ اپنے والد گرامی کی مسند پر تشریف لائیں مگر انہوں نے توجہ نہ دی۔ تلامذہ سے موسیٰ بن ابی کثیر کو مسند تدریس پر بٹھا دیا لیکن وہ بھی چند دنوں بعد دستبردار ہو گئے وہ فقہی مسائل کے حل کرنے میں کمزور تھے۔ ہاں وہ اپنے مشائخ اور اساتذہ سے ملاقات کرتے اور علمی استفادہ کرنے میں پیش پیش رہتے۔ اچانک وہ حج کے سفر پر روانہ ہوئے تو اس مسند پر حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیٹھنے کا موقع ملا۔ لوگوں کو جس قدر آپ کے انداز تعلیم سے اطمینان ملا اور تسلی و تشفی ہوئی وہ موسیٰ بن ابی کثیر سے نہیں ہوتی تھی۔ اس سے بڑھ کر علمائے کوفہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درس میں آنے لگے۔ آپ ہر موضوع پر بات کرتے اور ساتلین کو مطمئن کرتے۔ موسیٰ بن ابی کثیر حج سے واپس آئے مگر لوگوں کا عظیم اجتماع امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درس میں دیکھا۔ آپ کے حلقہ تدریس میں نہ صرف اہل کوفہ بلکہ عالم اسلام کے دوسرے شہروں سے بھی متلاشیان علم آنے لگے اور آپ مختصر سے عرصہ میں ”ائمہ فی العلم“ ثابت ہوئے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما کے ابتدائی تلامذہ

حماد بن مسلم فرماتے ہیں کہ ابراہیم بن نخعی کی وفات کے بعد کوفہ کے مفتیان اور ققیہان کو جس شخص پر اعتماد تھا وہ حماد بن سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ ان کی موجودگی میں لوگ مسائل شرعیہ کے متعلق بڑے مطمئن تھے۔ ان کی وفات ہوئی تو اہل علم و فضل متفکر تھے کہ اس مسند کو کون سنبھالے گا بلکہ آپ کے بعض تلامذہ کو تو یہ خدشہ ہونے لگا کہ کہیں یہ مسند ختم ہی نہ ہو جائے اور آپ کا نام لینے والا کوئی نہ ہو۔ حضرت حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک صاحبزادہ تھے وہ عالم و فاضل تھے لوگوں نے انہیں منتخب کیا۔ آپ کے پاس حضرت حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشہور شاگرد ابوبکر ہشلی، ابورہہ ضبی اور محمد بن جابر حنفی وغیرہ حاضر ہوئے اور والد گرامی کی مسند

سنبھالنے کے لیے اصرار کیا۔ ان پر علم نحو اور علم کلام العرب کا غلبہ تھا اس لیے انہیں والد کی مسند پر بیٹھنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ پھر ان کے شاگردوں کی نگاہیں ابو بکر نشلسی پر پڑیں مگر انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ پھر ابو بروہہ کو کہا انہوں نے بھی انکار کر دیا۔ اب امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں گذارش کی گئی آپ نے ہالی بھری اور فرمایا میں نہیں چاہتا کہ علم مٹ جائے اور ہم دیکھتے رہ جائیں۔ چنانچہ آپ اپنے استاد مکرم کی مسند پر بیٹھے، اہل علم کا ایک بڑا حلقہ جمع ہونے لگا۔ اپنے معاصرین کے علاوہ قاضی ابو یوسف، اسد بن عمرو، قاسم بن معن، زفر بن الہذیل اور ولید جیسے بے شمار اہل کوفہ نے امام اعظم سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے شاگردوں کے لیے علم و فضل کے دروازے کھول دیے، محبت و شفقت کے دامن پھیلا دیے، احسان و کرم کی مثالیں قائم کر دیں اور اپنے شاگردوں کو اس طرح زیور علم سے آراستہ کیا کہ یہ لوگ مستقبل میں آسمان علم و فضل کے آفتاب و مہتاب بن کر چمکتے رہے۔ اس زمانہ میں کوفہ کے علماء میں ایک ایسا طبقہ بھی موجود تھا جو حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخالف تھا جن میں ابن شبرمہ، شریک اور سفیان جیسے بااثر علماء تھے۔ یہ لوگ آپ کی مخالفت کرتے، آپ کے عیوب نکالتے، کمزوریوں کی تلاش میں رہتے۔ مگر آہستہ آہستہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محنت اور علمی استعداد نے سارے کوفہ کو متاثر کر لیا۔ اب نہ صرف علماء **کوفہ** بلکہ اس وقت کے امراء، رؤسا، امیر و غریب، محتاج و غنی سب حضرت کے مداح نظر آنے لگے۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی قابلیت کا شہرہ

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کوفہ میں حضرت حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ صف اول کے فقیہ اور عالم دین تھے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادہ اسماعیل کو آپ کی مسند پر بٹھایا گیا۔ وہ اس عظیم کام سے عمدہ برانہ ہو سکے۔ ان پر علم تاریخ، علم شعر اور قصص کا غلبہ تھا اور وہ اس مسند کا حق ادا نہ سکے۔ پھر آپ کے ایک دو قابل شاگردوں کو بھی اس مسند پر بٹھایا گیا مگر لوگ مطمئن نہ ہوئے۔ آخر کار ابو حصین، حبیب ابن ثابت اور حضرت حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوسرے اہم شاگردوں نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آمادہ کیا

کہ وہ اپنے استاد کے سلسلہ تعلیم و تدریس کو جاری رکھیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نوجوان تھے، علمی اعتبار سے بلند مرتبہ اور دولت مند بھی تھے۔ آپ کے کاروبار میں اتنی وسعت تھی کہ ہزاروں مساکین اور غرباء آپ سے امداد لیتے تھے۔ آپ کی سخاوت نے سارے کوفہ کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔ آپ احباب کے اصرار پر استاد کی مسند پر بیٹھے، تھوڑے ہی عرصہ میں آپ نے حق ادا کر دیا۔ لوگ دور دور سے حلقہ درس میں جمع ہونے لگے۔ حکام و امراء بھی آپ کے معترف ہو گئے اور ہر مسئلہ میں آپ کی خدمت میں آنے لگے۔ آپ کی علمی شہرت نے سارے عالم اسلام کو متاثر کر دیا۔

ایک وقت آیا کہ کوفہ اور بصرہ کے جید علمائے کرام بھی آپ کے حلقہ تدریس میں آنے لگے۔ قاصی ابو یوسف، اسد بن عمرو، قاسم بن معن، ابو بکر ہذلی اور ولید بن ابان جیسے اہل علم آپ کے شاگرد بنے۔ ان لوگوں نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علمی کمالات کو سارے عالم اسلام میں پھیلایا، اس کے باوجود کوفہ میں علماء کا ایک ایسا طبقہ بھی موجود تھا جو حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت کرتا، الزام تراشی کرتا، لوگوں میں غلط خیالات کا اظہار کرتا، ان میں ابن ابی لیلیٰ، ابن شبرمہ، امام سفیان ثوری اور قاضی شریک جیسے بڑے بڑے علماء بھی تھے، ان علماء کے علاوہ ان حضرات کے زیر اثر بے شمار لوگ آپ کی مخالفت پر تیار رہتے۔ بایں ہمہ آپ اپنے علمی اور دینی مقاصد کی تکمیل کے لیے سرگرم عمل رہتے۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد بڑھتی گئی، آپ کا علمی حلقہ سارے کوفہ میں زیادہ وسیع تھا، حتیٰ کہ علمائے بصرہ، مصر، بغداد اور تمام کے تمام آپ کے درس سے استفادہ کرنے آتے۔

آپ ہر سائل کو جواب نہایت حوصلے اور اعتماد سے دیتے اور وسیع النظری کا مظاہرہ فرماتے۔ بعض غریب علماء اور کمزور اہل علم آپ سے علمی مسائل کے ساتھ ساتھ مالی عطیات بھی پاتے۔ آپ اپنے ہم مسلک امراء اور رؤسا کو تحائف دیتے۔ اس طرح آپ کی علمی روشنیاں علماء کرام کے حلقے سے نکل کر امراء اور وزراء کے ایوانوں کو درخشاں کرنے لگیں۔ آپ کو سلوات سے بڑی محبت تھی اور ان خاندانوں کو مالی امداد بہم پہنچاتے۔ آپ ہر مشکل وقت میں نہایت ثابت قدمی سے کھڑے ہوتے۔ آپ کے ان ذاتی اوصاف کی وجہ سے ہر مجلس میں آپ کی تعریف اور توصیف ہوتی۔ آپ

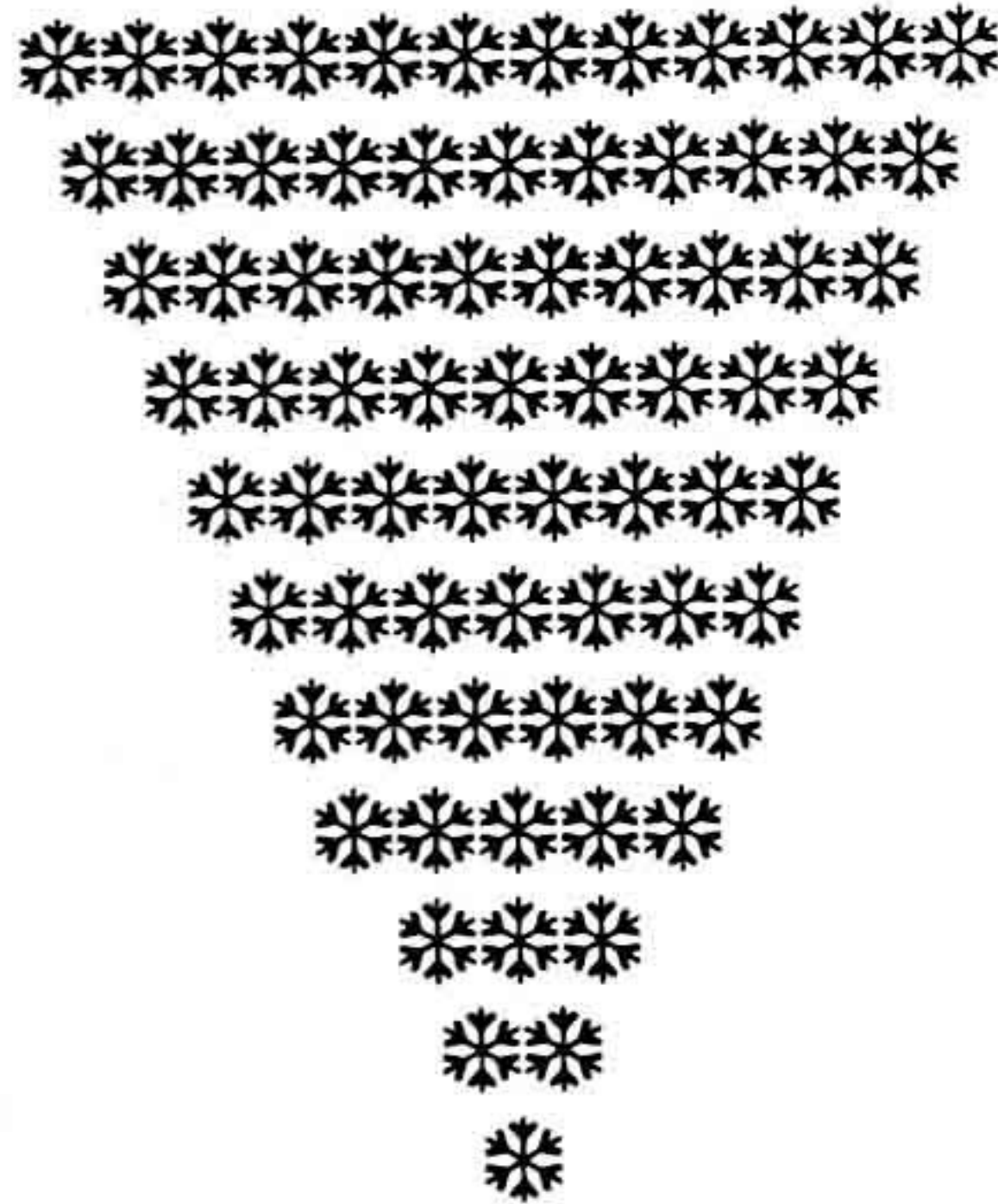
علم تقسیم فرماتے، کم علموں کو تھوڑے عرصہ میں ایسا آراستہ کرتے کہ انہیں اپنے آپ پر پورا اعتماد ہوتا اور وہ اپنے شہروں میں جا کر ان اسباق کو لوگوں کے سامنے دہراتے تو لوگ عیش عیش کر اٹھتے۔ مخالفت کے طوفانوں کے سامنے آپ کو غیبی امداد آتی اور آپ نہایت مطمئن ہو کر اپنا کام جاری رکھتے۔

امام الائمہ ابو بکر زرنجری رحمۃ اللہ علیہ ان حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلامذہ (شاگردوں) میں ولید، حسن بن زیاد، داؤد طائی، یوسف بن خالد سمعی، زکریا بن ابی زائدہ، یحییٰ بن زکریا، نوح بن ابی مریم، عبداللہ بن مبارک، مغیرہ بن حمزہ اور محمد ابن الحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم جیسے حضرات نے دنیائے علم میں روشنیاں پھیلا دیں۔ آپ کے شاگردوں میں چالیس علماء کرام ایسے تھے جو صاحب تصانیف ہوئے اور ان کی فقہی تالیفات نے ایک عالم کو متاثر کیا۔ میرا قصیدہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت اور شان میں ملاحظہ فرمائیں۔

والقضایا و حاتمی البنان
 صحب استاذہ قروم الزمان
 ماثناہ من العدی قط ثانی
 مالنعمان فی الخلیفۃ ثانی
 اتری الزج نال فضل السنان
 بقطوع الطلی الصقیل الیمانی
 لم تققع لعقلہ بالشان
 فاطعموا من خوان ہذی المعانی

ان نعمان حیدری الفتاوی
 اسنتہ الی وساد الفتاوی
 ثم ارخی عنانہ فی الفتاوی
 مثله قد طلبت جہلا فمہلا
 قد تمنی الثری علاء الثریا
 لاتشبہ عصاک ان کنت شہما
 صاد بالعقل معضلات الفتاوی
 قد جلا للوری خوان المعانی

نخلة الفقه قد ابرت اجتهادا
 اكلوا من مشان فقہك لكن
 ان سفيان قد اتاك عشاء
 ففتاواك قد حلت كالمشان
 سرقاً بالنهار كالور شان
 ساترا راسه بمسح الهوان
 قد علمنا وليمة الذئب عشيأ
 فضلة الليث من صبود سمان



حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کی مجلس میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

ایک شخص حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ رحمۃ اللہ علیہ کی محفل میں آیا وہ مروجہ علوم کا ماہر تھا۔ اس نے امام سفیان ثوری رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بدگوئی کیوں کرتے ہیں؟ آپ نے پوچھا وہ کیسے؟ اس نے کہا میں نے سنا ہے وہ ہر بات نہایت تحقیق صحت اور انصاف سے کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں ہر مسئلہ کتاب اللہ سے بیان کرتا ہوں۔ اس میں نہ ملے تو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیتا ہوں، اس میں نہ ہو تو صحابہ کرام کے اقوال و اعمال سے لیتا ہوں، اگر صحابہ کے اقوال و افعال میں اختلاف ہو تو کبھی کبھی بعض اقوال کو چھوڑ دیتا ہوں بعض کو قبول کر لیتا ہوں۔ جہاں جمہور صحابہ کی رائے ہو قبول کرتا ہوں، جہاں ایک صحابی کا قول ہو اسے چھوڑ بھی دیتا ہوں۔ میں صحابہ کے اعمال و اقوال پر کسی دوسرے کی رائے کو ترجیح نہیں دیتا مثلاً ابراہیم شعبی، حسن، ابن سیرین، سعید بن مسیب اور دوسرے جلیل القدر تابعی علماء کے اقوال کو صحابہ کے اقوال کے سامنے وزن نہیں دیتا۔ (کتاب میں کئی تابعین کے اسمائے گرامی لکھے گئے ہیں) ان بزرگوں نے اجتہاد کیا ہے، میں نے بھی ایسے مسائل میں اجتہاد کیا ہے اور یہ میرا حق ہے۔ یہ بات سن کر حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ تھوڑی دیر کے لیے خاموش رہے پھر فرمایا (آپ کے یہ کلمات حاضرین مجلس نے لکھ لیے ہیں) ہم حدیث کی شہادت سن کر خوفزدہ ہوتے ہیں اور لوگوں کی بد اعمالیوں پر سرزنش کرتے ہیں، زندوں کا محاسبہ کرتے ہیں، مرنے والوں کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں، ان کی باتیں سنتے ہیں، جو قابل قبول ہوں مان لیتے ہیں، جن امور پر ہم آگاہ نہیں ہوتے علماء کرام کے سپرد کر دیتے ہیں۔ ہم اپنی رائے کو متمم کر سکتے ہیں لیکن علماء اسلام کو متمم نہیں کر سکتے۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور تحقیق احادیث

حسن بن صالح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ احادیث کے نسخ و منسوخ کے متعلق بڑی تحقیق و جستجو اور جدوجہد فرمایا کرتے تھے۔ اس حدیث پر عمل فرماتے جو صحیح ہو، منسوخ ثابت نہ ہو اور صحیح سند سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہو۔ اس

کے اور صحابہ کی روایات کو بھی نہایت صحت اور سند سے قبول فرماتے تھے۔ آپ کو اہل کوفہ کے علماء کرام و علوم احادیث و فقہ کا علم تھا۔ آپ شہر کے فقیہ اور عالم حضرات کے عمل کی پیروی کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کلام اللہ میں ناسخ آیات بھی ہیں اور منسوخ بھی۔ ایسے ہی احادیث میں ناسخ بھی ہیں اور منسوخ بھی۔ آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے قریب زمانہ کی احادیث اور روایات کا بڑا علم تھا۔ آپ اپنی ہی روایات اور احادیث پر عمل کرتے تھے۔

عبدالرزاق (مؤلف ہند عبدالرزاق) فرماتے ہیں کہ میں معمر کے ہاں بیٹھا تھا، ان کے پاس ابن مبارک رضی اللہ عنہ تشریف لائے، انہوں نے فرمایا میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کوئی ایسا عالم دین نہیں دیکھا جو فقہ میں گفتگو کرتا ہو اور ان کے قیاس کے مقابلہ میں تمام علماء کے قیاس بے وزن ہیں۔ ابن مبارک رضی اللہ عنہ نے سن کر خاموشی اختیار کی اور اس بات سے انکار نہیں کیا۔

فقہی مسائل پر ایک بحث

محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قیاسات پر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوب بحث فرمایا کرتے تھے۔ اپنے شاگردوں کو قیاس کی وجوہات تفصیل سے بتاتے تھے۔ جو تلامذہ آپ کے قیاس کو پسند فرماتے، اس پر عمل کرتے۔ جن باتوں سے اختلاف کرتے آپ ان پر مزید تحقیق فرماتے حتیٰ کہ جب سب تلامذہ مطمئن ہو جاتے، اتفاق کر لیتے تو پھر اس بات پر عمل کی اجازت ہوتی۔ جس مسئلہ پر اتفاق نہ ہوتا اسے چھوڑ دیا جاتا۔ ایک ایک مسئلہ پر گھنٹوں گفتگو ہوتی۔ حضرت عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ ایک فقیہ کو کس وقت اجازت ہے کہ وہ فتویٰ دے یا فیصلہ صادر کرے؟ آپ نے فرمایا جب وہ احادیث کا عالم ہو، راویوں کی اسناد سے واقف ہو اور قیاس پر مکمل عبور حاصل ہو پھر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیقات اور اول کو جانتا ہو پھر فتویٰ دینے کا اہل ہے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی خراسان میں شہرت

حضرت ابن مبارک فرماتے رضی اللہ عنہ ہیں کہ جن دنوں محمد بن واسع رضی اللہ عنہ خراسان میں تشریف

لائے قبیصہ بن ذویب نے اعلان کیا کہ تمہارے شہر میں ایک صاحب دعوت تشریف لائے ہیں ان سے استفادہ کرو۔ اس اعلان پر بڑے لوگ جمع ہوئے، لوگوں نے آپ سے فقہ پر گفتگو کی، مسائل پوچھے، انہوں نے فرمایا۔ آج عالم اسلام میں فقہ میں ایک نوجوان ماہر ہے جس کا نام نعمان اور کنیت ابو حنیفہ ہے اور وہ کوفہ میں رہتا ہے۔ خراسان کے لوگوں کے سامنے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ پہلا تعارف تھا۔ لوگوں نے پوچھا کہ وہ فقہ میں ماہر ہے کیا وہ احادیث نبوی سے تلاوت فرماتا ہے، آپ نے فرمایا۔ تم کیا کہتے ہو؟ وہ تو علم حدیث میں کمال رکھتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا کیا وہ خشک کھجوروں کو تر کھجوروں (پرانی کھجور کے بدلے میں تازہ کھجور) کے عوض بیچنے کو جائز سمجھتا ہے۔ انہوں نے فرمایا ہاں! لوگوں نے کہا یہ تو سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کی روایت حدیث کے خلاف ہے۔ ابن مبارک رضی اللہ عنہ نے فرمایا حدیث سعید تو ”شاذ“ ہے زید ابی عیینہ رضی اللہ عنہ اس کے واحد راوی ہیں اور ان کی روایت تو متروک سمجھی جاتی ہے۔ اب فرمائیے جو شخص احادیث کی ان جزیات تک نظر رکھتا ہو وہ علم حدیث سے بے خبر ہو سکتا ہے۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی احادیث پر مہارت

اسد بن عمرو حمتمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ جب میں تمہیں ایسی بات کہوں جسے میں حدیث میں نہیں پاسکا تو اس کی تلاش کرو۔ انشاء اللہ وہ کسی حدیث میں ضرور ملے گی۔ ایک دن آپ نے فرمایا کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ میں تین ماہ تک اپنی بیوی سے جماع نہیں کروں گا یہ ”ایلا“ نہیں ہو گا جب تک وہ مکمل چار ماہ کی قسم نہ کھائے۔ یہ بات کرتے ہوئے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوئی حدیث بیان نہیں کی اس کے باوجود فرمایا اس قسم کی حدیث تلاش کرو۔ ایک عرصہ گذر گیا ایک دن سعید بن ابی عروبہ تشریف لائے اس زمانہ میں ان کی عادت تھی کہ ہر طرح کے علماء کرام سے ملتے جلتے رہتے تھے۔ انہیں علمائے کرام کے اختلافات کا علم تھا۔ انہوں نے ایک حدیث سنائی کہ مجھے عام احوال سے حدیث سنائی گئی ہے، انہیں عطاء کے ذریعہ یہ حدیث پہنچی تھی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جس نے قسم کھائی کہ وہ اپنی بیوی سے تین ماہ تک قربت نہیں کرے گا لیکن اس نے چار ماہ پورے نہ کیئے تو یہ ”

ایلا“ کرنے والا نہ ہو گا۔ آپ کی یہ بات سن کر ہم امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث سنائی، آپ بڑے خوش ہوئے۔ ہم نے پوچھا آپ نے اس روایت کے سننے سے پہلے اس مسئلہ کو کس طرح سمجھ لیا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ کتاب اللہ سے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ للذین یؤلون من نسائهم اربعة اشهر (سورۃ البقرہ ۲۳۶) ”جو قسم کھا بیٹھے ہیں کہ وہ اپنی عورتوں کے پاس چار ماہ نہیں جائیں گے۔“ میں نے گوارا نہ کیا کہ چار ماہ کی مہلت کے مقابلہ میں اپنی رائے سے تین ماہ کی قسم پر ”ایلا“ کا فیصلہ کر دوں۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی مماثلت

امام الائمہ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی بھر کوشش رہی کہ وہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقش قدم پر زندگی بسر کریں۔ آپ کے اقوال، افعال، خصائل پر حتی الامکان پابندی کرتے کیونکہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ افضل الصحابہ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قربت اس لیے تھی کہ وہ مزاج شناس عادات رسول اللہ ﷺ تھے۔ ان سے بڑھ کر تمام صحابہ کرام میں عالم، واقف، متقی، پرہیزگار، عبادت گزار، سخی، جواد اور ہائیکار کوئی نہ تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ میں دکانداری کرتے تھے۔ کپڑے کا کاروبار تھا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ میں ابتدائی زندگی میں کاروبار بھی کیا اور کپڑے کا کاروبار بھی کیا۔ اسی طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کا ایک لمحہ آپ نے اپنی زندگی میں شامل کر لیا۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا احادیث رسول اللہ ﷺ سے عشق

یحییٰ بن آدم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی طرح احادیث میں بھی ناسخ و منسوخ ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل بلعہ کی تمام احادیث کو جمع کر کے ان روایات پر عمل کرتے تھے جو آپ کی زندگی کے آخری ایام میں زیر عمل تھیں۔ آپ احادیث کے مقابلہ میں قیاس کو نہیں لاتے تھے۔ امام ابن الموفق رضی اللہ عنہ (مصنف کتاب) فرماتے ہیں کہ یہ حدیث پہلے حسن بن صالح سے

گذری ہے۔ میں نے اس کا اعادہ یحییٰ بن آدم رضی اللہ عنہ کی وجہ سے کیا ہے اس لیے کہ آپ کا شمار عراق میں اکابر فقہاء و محدثین میں ہوتا ہے۔ ابوبکر عیاش رضی اللہ عنہ کے بعد کوفہ میں آپ کو حدیث پاک کا سب سے بڑا عالم سمجھا جاتا ہے۔ اور پھر یہ بھی فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت کرنے والے اور طعن و تشنیع کرنے والوں کا یہ اعتراض غلط ہے کہ وہ قیاس کے مقابلہ میں احادیث ترک کر دیا تھے۔ یہ ان پر سراسر بہتان ہے اس لیے کہ آپ کی اور آپ کے تلامذہ کی تصانیف، ان کے مسائل اور فقہی نتائج اس پر شاید عادل ہیں کہ سینکڑوں ایسے فیصلے ہیں جب آپ نے احادیث کے سامنے قیاس کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ نماز میں قہقہہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، حدث کے بعد نماز کو از سر نو ادا کرنا، سہارا کر کے بیٹھ جانے سے وضو ٹوٹ جانا، روزہ میں بھول کر کھانے سے روزہ باقی رہنا، اس قسم کے سینکڑوں ایسے مسائل ہیں جہاں قیاس کی بجائے آپ نے احادیث پر عمل کیا۔ حضرت امام حدیث کی روایت پر پہنچنے سے پہلے قیاس پر ہاتھ کی دیت انگلیوں کے منافع پر منحصر ہے اس لیے آپ دوسری انگلیوں کی بجائے انگوٹھے اور خنصر انگلی کے کاٹنے کا حکم فرماتے، لیکن جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث پہنچی کہ الامہام والخنصر سواء انگوٹھے اور خنصر کا ایک ہی حکم ہے تو آپ نے قیاس ترک کر دیا اور حدیث کے احکام پر عمل کیا۔

اسی طرح امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتدا میں ایک فتویٰ دیا کہ ناک کی دیت بہ نسبت کانوں کے زیادہ ہے۔ قیاس کیا کہ کانوں کو عمامہ سے چھپایا جاسکتا ہے لیکن ناک کو نہیں چھپایا جاسکتا۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان سامنے آیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناک اور کان کی دیت کا ایک ہی حکم دیا ہے تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا قیاس ترک کر کے عمل بالحدیث کا فیصلہ کیا۔

علی بن عاصم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابتداء میں عطاء رضی اللہ عنہ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے کہ حیض کی مدت پندرہ دن ہے مگر جب آپ کے سامنے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت آئی کہ حیض کی مدت تین دن سے دس دن تک ہے باقی ایام میں اگر خون آئے تو استحاضہ ہے تو آپ نے سابقہ فتویٰ سے رجوع کر لیا اور اپنا قیاس ترک کر دیا۔

خلف الاحمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے معتمد علیہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں آپ

عید کے نوافل نہیں پڑھا کرتے تھے اور نہ بعد از عید نوافل ادا کرتے۔ میں نے ایک دن ارادہ کیا کہ پوچھوں آپ نوافل کیوں نہیں پڑھتے، میں نے عرض کیا مجھے آپ پر بے حد اعتماد ہے آپ نے عید کی نماز سے پہلے اور بعد میں کبھی نوافل ادا نہیں کیئے تھے لیکن آج آپ پڑھ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اب مجھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے صحیح روایت ملی ہے کہ آپ عید کی نماز کے بعد چار نوافل ادا کیا کرتے تھے۔

محمد بن شجاع رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف میں ستر ہزار سے کچھ اوپر احادیث نبویہ جمع کی تھیں، پھر وہ آثار بیان کیئے تھے جن پر صحابہ کرام عمل کیا کرتے تھے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے چالیس ہزار ایسی احادیث کا انتخاب کیا جن کی صحت پر آپ کو پوری تحقیق تھی۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کا استحسان

مخالفین عام طور پر حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتراض کرتے ہیں کہ آپ "استحسان" پر عمل کرتے تھے جس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں۔ ان لوگوں کو شاید علم نہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود "استحسان" فرمایا کرتے تھے اور یہ بات اللہ اور رسول سے ثابت ہے۔ ^{قرآن کریم میں ہے} الَّذِينَ يَسْتَمْعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ "وہ لوگ جو بات سن کر ان پر عمل کرتے ہیں وہ سب سے بہتر ہے۔"

حدیث شریف میں "استحسان" کی یوں اجازت ہوئی۔ آپ نے فرمایا مَا رَأَى الْمَسْلُومَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ حَسَنٌ وَمَا رَأَى الْمَسْلُومَ سَيِّئًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ سَيِّئٌ "جسے لہل اسلام اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک اچھا ہے۔ اور جسے مسلمان برا جائیں اللہ تعالیٰ بھی اسے پسند کرتا ہے۔" حضرت ایاس بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیاس کرو جہاں تم قیاس کے لائق سمجھو۔ اگر قیاس میں خرابی پیدا ہو جائے تو استحسان کرو یعنی جب قیاس فاسد ہو جائے تو دو نظروں میں دقیق تر نظر پر عمل کریں۔

حضرت ابن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن شبرمہ سے سنا تھا فرماتے

تھے کہ اگر کسی کے لیے جائز ہو کہ وہ دینی معاملات میں اپنی رائے سے کوئی بات کرے تو ان سب میں حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ان کی رائے استحسان ہے۔ تمام فقہا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے مقتدر حضرات اپنی کتابوں میں استحسان کی تلقین کرتے ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں متعہ کے لیے تیس درہم مستحسن سمجھتا ہوں (یہ متعہ جوڑا ہے جو مطلقہ عورتیں پہنتی ہیں۔)

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

امام یحییٰ بن نصر بن حاجب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ میرے پاس احادیث نبوی کے مجموعوں کے بے شمار صندوق بھرے پڑے ہیں ان میں سے چند صندوق ایسے ہیں جن کی روشنی میں مجھے علم فقہ کی ترتیب و تحصیل میں مدد ملی۔

امام حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چار ہزار احادیث سے روایت فرمایا کرتے تھے۔ ان چار ہزار احادیث میں سے دو ہزار احادیث اپنے استاد مکرم حماد بن سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل کیں اور دو ہزار دوسرے مشائخ احادیث سے لی تھیں۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے سامنے جب کوئی مسئلہ آتا تو ہم امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ پوچھتے کیا تمہارے پاس کچھ ایسی احادیث یا آثار ہیں جن سے یہ مسئلہ حل ہو سکے۔ جب ہم احادیث یا آثار روایت کرتے تو آپ غور سے ان احادیث کا جائزہ لیتے پھر جن جن احادیث کی تصدیق فرماتے ہم ان پر عمل کرتے۔ (یہ اس وقت کی بات ہے جب تک احادیث اور آثار پر ابھی جرح و تعدیل کا کام نہیں ہوا تھا اور جب تک ذخیرہ احادیث نکھر کر سامنے نہیں آیا تھا۔) ہمیں حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان آثار میں راہنمائی حاصل کرنا ہوتی تھی۔ اگر احادیث سے بات نہ بنتی تو قیاس فرماتے، ورنہ ”استحسان“ سے کام لیتے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دقیق بات کرنا ہوتی یا دقیق مسائل پر گفتگو کرنا ہوتی تو عوام سے ہٹ کر آپ ہمیں علیحدہ خلوت میں لے جاتے، مشورہ کے لیے اکثر مسعر اور عمر ذر کو بلا لیتے۔ ذر قرآن پاک خوبصورت لہجہ میں پڑھا

کرتے تھے۔ وہ قرآن مجید کی چند آیات پڑھتے اس کے بعد ہم دقیق مسائل پر بحث و تمحیص کرتے۔ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتنے مسائل پر گفتگو فرمائی تو آپ نے بتایا کہ مجھے یاد ہے کہ ساٹھ ہزار مسائل پر آپ نے گفتگو فرمائی۔ یہ تعداد حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے علم میں ہے، ورنہ ہمیں ثقہ بزرگوں نے بتایا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فقہ کے تراسی ہزار مسائل پر گفتگو فرمائی تھی۔ اٹھتیس ہزار اصل عبادات سے اور پینتالیس ہزار معاملات میں۔ اگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقہ کی یہ خدمت نہ کرتے تو ہم لوگ قیامت تک بھٹکتے رہتے۔

کتاب العلم والمتعلم

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سائل کے استفسار پر فرمایا کہ عمل علم کے تابع ہوتا ہے جس طرح انسانی جسم کے اعضاء آنکھ کی روشنی کے تابع ہوتے ہیں، علم کی روشنی میں عمل خواہ تھوڑا ہی ہو مگر وہ کثرت عمل جو جہالت کے اندھیروں میں کیا جائے نفع رسا نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر زاد سفر جنگل، ہدایت اور راہنمائی کے ساتھ ہو تو کثرت زاد راہ سے کہیں بہتر ہے۔ جو بھٹکتے ہوئے مسافروں کی دیر تک کفایت نہیں کر سکتی۔ اللہ تعالیٰ اس کی راہنمائی اس آیت کریم سے فرماتا ہے :

قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون انما يتذكر اولوالالباب ہ
(سورۃ الزمر - ۹) ”وہ نافرمانوں کی طرح ہو جائے گا“ آپ فرمادیں ”کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں، نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو جانتے ہیں۔“

ایک طالب علم نے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا۔ ایک شخص عدل کو تو جانتا ہے مگر ظالم اور ظلم کو نہیں جانتا اور اسے اس کی اہمیت حاصل ہے جس طرح ہم کہتے ہیں۔ فلاں عارف بالحق یا وہ اہل اللہ ہے حالانکہ وہ بے علم ہوتے ہیں۔ آپ ایسے لوگوں کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں؟ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ”جو شخص عدل کو جانتا ہے اسے اس کے اوصاف اور مقاصد بھی معلوم ہوتے ہیں مگر ظالم ظلم کو نہیں جانتا وہ تو عدل اور جور دونوں

سے جاہل ہے۔ اے برادر! میرے نزدیک ہر قسم کی جہالت ایک اندھیرا ہے۔“

میری گفتگو کی وضاحت اس مثال سے واضح ہو جائے گی کہ چار شخصوں کو ایک سفید کپڑا ملا، پھر وہ چاروں ایک دوسرے سے کپڑے کا رنگ پوچھنے لگے۔ ایک نے کہا یہ سرخ رنگ کا کپڑا ہے، ایک نے کہا نہیں یہ زرد ہے، تیسرے نے کہا کہ یہ سیاہ رنگ کا کپڑا ہے، چوتھا کہنے لگا یہ سفید رنگ کا ہے۔ ہم ان تینوں میں سے کس کو درست کہیں گے۔ اس کی مزید مثال فقہی دنیا میں دیکھیں۔ ایک طبقہ کہتا ہے کہ زانی کو ہم کافر نہیں کہتے حالانکہ ان کے سامنے یہ روایت موجود ہے کہ جب زانی زنا کرتا ہے تو اس کا ایمان اس کے جسم سے نکل جاتا ہے۔ ایسے ہی ایک شخص مر گیا۔ وہ مالدار تھا، اس پر حج فرض تھا، اس نے حج نہیں کیا۔ ہم حنفی تو اسے مومن کہیں گے اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھیں گے، دعائے مغفرت بھی کریں گے اور اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں گے اور اس کے وارثوں کو حج بدل کرنے کی نصیحت بھی کریں گے لیکن اس کی تکذیب نہیں کریں گے۔ مگر ایک طبقہ یہ کہتا ہے کہ ایسا آدمی یہودی کی موت مرا ہے، یہ نصرانی اور خوارج کا رویہ ہے۔ جس طرح ہم اپنی بات منوانے کے لیے خوارج کو دلائل دیتے ہیں ایسے ہی شیعہ عقائد رکھنے والے کئی لوگوں کی اصلاح کریں گے۔ اسی طرح مرجئہ کے کئی عقائد ایسے ہیں جن کی تردید ضروری کریں گے۔ ہر گروہ، ہر طبقہ جب کوئی بات کرتا ہے اپنی بساط کے مطابق بڑی تحقیق و ترمین کر کے پیش کرتا ہے۔ وہ اس کے ثبوت میں کئی روایات اور احادیث بھی پیش کرتا ہے۔ اسے گمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے کہنے کے مطابق فرمایا ہے۔ اس روش سے کئی جھگڑے اور فسادات برپا ہوتے ہیں اور ہوتے رہیں گے اس لیے اپنے دعوؤں کو سچا جان کر دوسروں سے لڑنا جھگڑنا اچھا نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں جس اسلام کی دعوت دی وہ تو امن اور سلامتی کا دین ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کو مجسم رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ آپ تو ہمیشہ الفت اور محبت کی دعوت دیتے تھے۔ آپ نے کبھی تفرقہ نہیں ڈالا، کبھی فرقہ بازوں کی طرز اختیار نہیں کی، مسلمان ایک دوسرے سے دست و گریبان ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات سے اعتدال والا مذہب دیا ہے۔

اختلافی روایات کی وجہ

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ان روایات میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ ان میں بعض ناسخ ہیں بعض منسوخ ہیں۔ ہم اس طرح روایت کریں گے جیسے ہم تک پہنچی ہیں لیکن ان لوگوں پر افسوس ہے کہ انہوں نے اپنا انجام سوچے بغیر ہی خود کو عوام کے سامنے بڑا بنا کر پیش کیا اور عمداً "منسوخ احادیث بیان کرتے جاتے ہیں حالانکہ منسوخ احادیث پر عمل کرنا گمراہی ہے مگر یہ لوگ اپنی جہالت کی وجہ سے ایسی احادیث سناتے جاتے ہیں جن کے احکامات منسوخ ہو چکے ہیں اور وہ لوگوں کو گمراہ کرتے جائیں گے (آج ہمارے دور کے غیر مقلدین بھی اسی طرح کر رہے ہیں) ہمارا تو ایمان ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک آیت کے کبھی دو معانی بیان نہیں فرمائے۔ جو آیت منسوخ ہوتی ہے اسے قرآن خود بھی منسوخ بتاتا ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسے ناسخ العمل بیان فرما کر قرآنی شہادت دیتے ہیں۔

ناسخ و منسوخ آیات کا ایک قاعدہ

بعض لوگوں کے خیال میں ناسخ و منسوخ کا اطلاق اجتہاد صفات میں نہیں ہوتا۔ ناسخ و منسوخ کا تعلق صرف اور صرف امر و نہی یا احکام خداوندی پر ہوتا ہے اور اس پر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مندرجہ بالا خیالات رکھنے والے حضرات کی ہم مذمت اور تکذیب اس لیے نہیں کرتے کہ وہ لاعلمی کے حجاب میں ہیں۔ اگر ہم ان روایات کی تکذیب کریں گے تو گویا (معاذ اللہ) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کی تکذیب کریں گے۔ ہم اگر ان کی بات سے اتفاق نہیں کرتے تو وہ بھی اس لیے کہ وہ اپنی کم علمی کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر افتراء باندھ رہے ہیں۔ ہم احادیث یا روایات کی تکذیب نہیں کرتے ہم تو ان لوگوں کے اس عمل کی تکذیب کرتے ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سابقہ احکام منسوخ کر کے بہتر انداز میں راہنمائی فرمائی ہے تو اس پر کیوں عمل نہ کریں۔

ایک شخص کہتا ہے میں مومن ہوں ان تمام امور پر ایمان لاتا ہوں جو حضور صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے بیان فرمائے، اب اس اعلان کے بعد وہی شخص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ایسی باتیں منسوب کر دے جو قرآن کے خلاف ہیں تو ہم ایسے شخص کی جہالت کو رد تو ضرور کریں گے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کا رد نہیں اس شخص کی لاعلمی کا رد ہے یا اس کی ہٹ دھرمی کا رد ہے جو اس نے اپنی جہالت کی وجہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی سے منسوب کر دیا ہے۔ حضور ﷺ کی وہ احادیث جو نکھر کر ہمارے سامنے آئی ہیں جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخر زمانہ میں صحابہ کرام کی معرفت لوگوں تک پہنچی ہیں جس پر صحابہ کرام نے عمل کیا ہے ایسی تمام روایات ہمارے ایمان کا حصہ ہیں۔ انہیں ہم بہ سرو چشم قبول کرتے ہیں اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حق فرمایا اور ساتھ ہی گواہی دیتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آج تک کوئی بھی ایسی بات (حدیث) نہیں کہی جو قرآن کے خلاف ہو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے از خود کوئی بات نہیں بنائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دعوت اسلام کا حکم دیا اور ایک ایک بات لوگوں تک پہنچانے کا حکم دیا۔ آپ کی زبان مبارک سے کوئی بات ایسی نہیں نکلتی تھی جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہو۔ آپ نے کبھی ازراہ تکلف بات نہیں کی۔ آپ کی صداقت اور امانت کی شہادت قرآن پاک نے ان الفاظ میں فرمائی من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ”جو شخص حضور ﷺ کی اطاعت کرے گا وہ اللہ کی اطاعت کرے گا۔“

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ”تعلیم المتعلم“ ایک بہت بڑی کتاب مرتب فرمائی ہے۔ ہم اس مختصر سی کتاب میں ان تمام امور کو بیان نہیں کر سکتے جو حضرات اس موضوع پر تفصیل سے پڑھنا چاہتے ہیں وہ امام اعظم کی تصانیف کی طرف رجوع فرمائیں۔

ان الامام اباحنیفة لم ینق
و علی کتاب اللہ منہبہ بنی
ثم اجتماع المسلمین فانہم
عینیہ قط لنادۃ الاغفاء
للہ ثم السنة الغراء
نظروا بنور الحق فی الظلماء

ثم القياس على الاصول فانه
 زهر نما فى الملة الزهراء
 ماذا جواب عداه ماذا ان يقل
 لهم اهنا صاحب الآراء
 راموا القياس على النصوص فما اهنوا
 وتخبطوا كتخبط العشواء

(ترجمہ) ”وہ امام ابوحنیفہ جن کی آنکھوں نے آج تک کبھی غفلت کی لذت نہیں چکھی۔ ☆ ان کا مذہب اللہ کی کتاب اور حضور ﷺ کی سنت کی پیروی ہے۔ ☆ پھر اجماع امت کے فیصلوں پر جنہوں نے اندھیروں میں اللہ کا نور دیکھا ہے۔ ☆ پھر قیاس جو مذکورہ اصولوں پر ایک ایسا پھول ہے جس سے ملت اسلامیہ کی رونقیں چمک اٹھیں۔ ☆ آج آپ کے دشمنوں کے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ وہ صاحب الرائے تھے۔ ☆ انہوں نے ہمیشہ قیاس کو نصوص کی بنیادوں پر پیش کیا۔ ☆ آپ کے دشمن آپ کے فیصلوں کو سن کر ایسے حیران ہوتے ہیں جیسے اندھی اونٹنی جنگل میں ماری ماری پھرتی ہو۔ ☆ ان لوگوں نے آپ کے صرف قیاس پر اعتراض کیئے انہیں معلوم نہیں کہ قیاس فقہاء کی ایک ایسی صنعت ہے جسے جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ ☆ ان کی جگہ ان کے سوداؤں پر لیٹ گئے، ان کی پسلیں بجل سے پھیل گئی ہیں۔ ☆ انہوں نے کامیابی کے معجون سے علاج کیا۔ کیا اس کے لیئے وہ سوداوی مزاج کو مفید ہوگا۔“



باب ششم

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کے مذہب کے بنیادی اصول

ابو عاصم نوح بن الملجم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہم نے دریافت کیا کہ اہلسنت والجماعت کون لوگ ہیں؟ فرمایا ”حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو افضل ماننے والے اور حضرت عثمان اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت رکھنے والے۔ یہ لوگ خیر و شر کی تقدیر پر ایمان رکھتے ہیں۔ دو موزوں پر مسح کرتے ہیں نبیذ الجسر کو حلال جانتے ہیں، کسی مومن کو گناہ کی وجہ سے کافر نہیں کہتے اور اللہ تعالیٰ کی شان کے بارے میں غلط گفتگو نہیں کرتے۔“

ہم نے یہ گفتگو ”مناقب البصری“ سے نقل کی ہے۔ آخر میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سات باتوں میں اہلسنت وجماعت کے نظریات کو جمع فرمایا ہے۔ کوئی شخص اگر اٹھواں جملہ یا کلمہ پڑھائے گا تو نہ پرہو سکے گا۔

فصل عیاض رضی اللہ عنہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کے فضائل بیان کرتے ہیں

حضرت فضیل عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے وقت کے فقیہ ہی نہیں تھے بلکہ ققیہان وقت کے امام تھے۔ تقویٰ اور ورع میں آپ بے مثل تھے۔ مال و دولت کے مالک ہونے کی وجہ سے غرباء و مساکین کے مددگار تھے۔ آپ کے پاس جو بھی مفلوک الحال آتا اسے خالی نہ جانے دیتے، آپ خصوصی طور پر طلباء اور اساتذہ پر بڑا خرچ کرتے تھے۔ رات دن محنت کرتے، شب بیداری میں مصروف رہتے، کم گو اور خاموش طبع تھے۔ حلال و حرام کے مسائل پر بڑی تفصیل سے گفتگو فرماتے اور اس سلسلے میں خاص خیال رکھتے تھے۔ آپ بادشاہ اور

امراء کے مال و دولت سے دور رہا کرتے تھے۔ ابن صباح رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے اخلاق و عادات پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ سے جب کوئی سوال کرتا تو اس کے جواب میں سب سے پہلے صحیح حدیث بیان فرماتے، پھر صحابہ کرام اور تابعین کے عمل سے دلائل دیتے، اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ قیاس کرتے اور قیاس کو بڑے خوبصورت انداز میں پیش کرتے۔

کفر کے فتویٰ سے احتراز

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کو قبیلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خارج نہیں کرتے تھے جب تک کوئی شخص خود نکلنے کے لیے اقدام نہ کرے، یعنی جب تک کوئی شخص ضروریات دین سے بیزاری کا اظہار نہ کرے یا انکار نہ کرے اس وقت تک اس کے خلاف فتویٰ صادر نہیں کرتے تھے۔ آپ نہایت امین تھے، شہنشاہ وقت نے آپ کو ایک بار اپنے خزانوں کی چابیاں عنایت کرنا چاہیں تو آپ نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں اس ذمہ داری کو نہیں نبھاسکتا۔ بادشاہ نے اسے اپنے کرم و عنایت کی توہین قرار دیتے ہوئے آپ کو کوڑوں کی سزا دی۔ آپ نے امانت میں خیانت کے ڈر کی بجائے کوڑوں کی سزا کو لبیک کہا۔

حضرت حسن بن زیادہ لولوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا، آپ نے فرمایا ہمارا قول ہماری ذاتی رائے پر مشتمل ہے ہاں اگر کوئی ہماری رائے سے بہتر قیاس فرمائے تو ہم اسے تسلیم کریں گے اور اسے جہنم تصور کریں گے۔ مگر کوئی ایسا قیاس سامنے تو لائے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا حدیث پاک پر عمل

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا کہ اگر کوئی بات حدیث پاک سے مل جاتی تو آپ کسی دوسری چیز کی طرف توجہ نہیں دیتے تھے۔ حدیث پاک سے راہنمائی نہ ملتی تو صحابہ کرام کے اقوال اور اعمال کو اختیار کیا جاتا، اگر وہاں سے بھی راہنمائی نہ ملتی تو تحقیقی انداز میں قیاس فرماتے، اگر تابعین میں سے کوئی اچھی بات کرتا تو اس سے بات چیت کر کے یقیناً قبول کرتے۔ (آپ

خود تابعی تھے اور تابعین کو قیاس کا حق دیتے تھے بشرطیکہ وہ قیاس قرآن و احادیث کی روشنی میں مستند ہوتا۔

یہی بات ہمیں ”مسند امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ“ میں بھی ملتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پاک میرے سر آنکھوں پر، ہم صرف اور صرف اسی پر عمل کریں گے، اس کے سوا باقی جو اقوال سامنے آئیں گے وہ اضافی اور اختیاری ہوں گے، ان کے علاوہ اجتہاد کا حق ہر ایک کو حاصل ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان حضرات کے الزامات کی بڑی زبردست تردید کی جو یہ کہتے ہیں کہ ہم قیاس اور رائے کو حدیث پر ترجیح دیتے ہیں، ہم اولین رائے حدیث پاک کی روشنی میں قائم کرتے ہیں اور حدیث مبارک پر ہی فتویٰ دیتے ہیں۔

عمر بن حماد بن ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک عرصہ تک آپ کی خدمت میں رہا، آپ سے علم حاصل کیا، جب میں نے علم میں تکمیل کر لی اور ضروری مسائل پر عبور حاصل کر لیا تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ الوداع کہنے کے لیے تیار ہوئے۔ میں نے عرض کی حضور مجھے اپنے دشمنوں خاص طور پر حاسدین سے خطرہ ہے کہ وہ لوگ آپ سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ایسی ایسی باتیں کہیں گے جو ان میں نہیں ہیں، میرا دل چاہتا ہے کہ میں ان کے متعلق وہ تمام باتیں بتا دوں جو مخالفین اپنے انداز میں بیان کرتے ہیں۔ اگر آپ کے ذہن میں ان کے بارے میں کوئی خدشات ہوں تو مجھے بتادیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بتاؤ میں نے کہا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی گناہ کی وجہ سے کسی کو کافر نہیں کہا کرتے تھے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ بات تو درست ہے۔ میں نے مزید بتایا کہ وہ اس مسلمان کو بھی کافر نہیں کہا کرتے تھے جو فواحش میں مبتلا ہو، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ بات بھی درست ہے، میں نے مزید کہا کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی مومن کسی مسلمان کو قتل بھی کر دے تب بھی اسے کافر نہیں کہتے تھے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ بھی صحیح ہے۔ میں نے عرض کی اگر کوئی شخص ان کے متعلق ایسی ایسی باتیں کہے تو آپ انہیں نظر انداز کر دیں۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ میں نے سنا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا ایمان جبرئیل علیہ السلام کے ایمان جیسا ہے، میں نے کہا حضور یہ بات آپ کو غلط طور پر کہی گئی ہے، حقیقت میں بات یوں ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا اور حکم فرمایا کہ آپ لوگوں کو ایمان کی دعوت دیں، یہ بات ایسے ہی تھی جیسے جبرئیل علیہ السلام سابقہ انبیاء کو ان کی امت کو ایمان کی دعوت کا پیغام دیا کرتے تھے یہ ایمان تو ایک ہی ایمان ہے، دو قسم کے ایمان تو نہیں تھے۔ ایمان دو یا تین نہیں ہو سکتے اور یہ بھی غلط ہے کہ ایک کا ایمان اور ہے دوسرے کا ایمان اور ہے۔ جس طرح قرآن پاک ہر ایک کے لیے ایک ہی ہے خواہ وہ عالم دین ہو یا جاہل مسلمان ہو۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے عمر بن حملو رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر سن کر تبسم فرمایا اور بڑی خوشی کا اظہار کیا مگر زبان سے کچھ نہ کہا۔

یاد رہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان میں شک کا انکار کرتے تھے بلکہ اسے خطا میں شمار کیا کرتے تھے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا شک کا کیا مطلب؟ عمر بن حملو نے عرض کیا ہمارے شہر کوفہ میں چند لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں، ہم مومن ہیں یا نہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے لوگوں کے متعلق دریافت کیا پھر ایسے لوگ کون لوگ ہیں؟

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ آپ ”نبیذ“ کو کیسے حلال کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں نے آپ کے والد (حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ارشاد گرامی سے ثابت کیا ہے۔ آپ نے تفصیل پوچھی تو فرمایا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب تمہیں اس میں شک ہو کہ یہ نشہ آور چیز ہے تو اس میں پانی ملا دو تاکہ یہ دھل جائے وہ نبیذ نہ رہے گا پانی بن جائے گا۔

کوفہ کے ایک قصہ خوان ابوطالب نے اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے بتایا کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ میں عام ~~محبوب~~ میں وعظ کرتا ہوں اور وعظ کے دوران بڑے دلچسپ قصے بیان کرتا ہوں، لوگ کہتے ہیں کہ قصے کہانیاں بیان کرنا یا سنانا مکروہ ہے، آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا وہ قصے کہانیاں مکروہ ہیں جو کتاب و سنت میں سے نہ ہوں یا ایسے قصے گھڑ لیے جائیں جن میں کوئی صداقت نہ ہو، یا واقعات تو درست ہوں مگر ان میں اپنی طرف سے جھوٹ موٹ ملا دیا جائے

تاکہ رنگین بیانی اور قصہ خوانی میں زور پیدا ہو جائے یا لوگوں کو تو واعظ سنایا جائے اور خود اس پر عمل نہ کیا جائے۔ لوگوں کو نصیحت کی جائے اور خود میاں نصیحت بن جائے، ایسے قصوں کے سنانے یا سننے سے دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ ہاں ایسے قصے جنہیں قرآن پاک نے بیان کیا ہے احادیث میں موجود ہیں۔

متقدمین کے سچے واقعات اور ایمان افروز کارنامے بیان کرنا مکروہ نہیں۔ یاد رہے کہ یہ قصہ گو ابوطالب یحییٰ بن یعقوب حضرت قاضی ابویوسف رحمہ اللہ کے ماموں تھے، آپ نے ابن عباس کے شاگرد حضرت مکرمہ اور دوسرے کئی تابعین کی زیارت کی تھی اسی طرح ان کا شمار تبع تابعین میں ہوتا ہے، وہ اپنے وقت کے زبردست واعظ تھے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما کھدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پابندی

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مجھے کتاب اللہ اور صلی اللہ علیہ وسلم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حکم ملتا ہے تو اس کی پابندی کرتا ہوں اور اس سے سرمو تجاوز نہیں کرتا، جس مسئلہ میں صحابہ کرام میں اختلاف دیکھتا ہوں تو اس میں اکثریت کے فیصلے کو اپنالیتا ہوں، اگر اس ذریعے سے مسئلہ کا حل نہ ملے تو اہل علم و فضل راسخوں فی العلم سے رجوع کرتا ہوں مگر دوسرے لوگوں کے اقوال قبول بھی کر لیتا ہوں اور انہیں نظر انداز بھی کر دیتا ہوں کیونکہ ہم رجال ہیں اور ہم ورجال و نحن رجال ” وہ بھی تابعی اور ہم بھی تابعی ہیں “ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر مسئلے کو قیاس کی رو سے حل نہیں کیا کرتے تھے، ہاں بوقت ضرورت جب قرآن و سنت سے راہنمائی نہ ملے تو قیاس کرتے تھے۔

زہیر بن معاویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں بیٹھا تھا کہ حضرت امام کے شاگرد ابیض بن الاغر حاضر ہوئے وہ بھی مسائل میں قیاس کو اپنایا کرتے تھے۔ وقت کے ائمہ اور اہل علم میں ان پر برہم تھے، ایک شخص مسجد کے ایک گوشے سے چیخ کر کہہ رہا تھا چھوڑو! قیاس ویاس کچھ نہیں، غالباً یہ شخص مدینہ منورہ کا رہنے والا تھا، قیاس کے خلاف تقریر کرنے لگا اور لوگوں کو کہہ رہا تھا کہ قیاس کی کوئی حقیقت نہیں، سب سے پہلے قیاس ابلیس سے کیا تھا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا تم نے ایک

صحیح بات کو غلط راہ پر لگا لیا ہے، ابلیس کب قیاس کیا کرتا تھا۔ اس نے تو اللہ کے صریح حکم کو ٹھکرایا تھا۔

جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اذقلنا للملائكة اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابليس كان من الجن ففسق عن امر ربه ☆ ”جب ہم نے فرشتوں کو فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، وہ قوم جن میں سے تھا، وہ اپنے رب کے حکم سے نکل گیا۔“ ہم لوگ قرآن و سنت میں بتائے ہوئے مسئلہ پر اس وقت قیاس کرتے ہیں جب ہمیں واضح احکام نہ ملیں، ہم مسئلہ کے حل کے لیے قرآن و سنت اور اجماع امت کی روشنی میں مسئلہ حل کرنے کی جدوجہد کرتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ ہمارا قیاس قرآن و سنت کے قریب تر ہو۔ ہماری اس کوشش اور جدوجہد کو تمہاری غلط بیانی تبدیل نہیں کر سکتی۔ وہ شخص اٹھا اور کہنے لگا ابوحنیفہ! میں اپنی غلط بیانی سے توبہ کرتا ہوں، غلط فہمی سے رجوع کرتا ہوں، آپ کا دل روشن ہے اور آپ نے میرے دل کو روشن کر دیا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوئی ایسی بات نہیں کرتے تھے جس کی دلیل قرآن و سنت سے نہ ملے۔

موزوں کے مسح کی حقیقت

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ موزوں پر مسح کرنے کی کیا حقیقت ہے؟ آپ نے فرمایا ہمارے پاس اس مسئلہ پر سورج سے زیادہ روشن دلائل موجود ہیں اور جب تک ہمیں یہ دلائل قرآن و سنت کی روشنی سے میسر نہیں آئے ہم نے ان پر عمل نہیں کیا۔

مرد اور عورت کی بلوغت کا آغاز

حضرت سہل بن مزاحم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ کے اردگرد تیس سے زیادہ شاگرد بیٹھے تھے۔ آپ نے ان شاگردوں سے سوال کیا کہ بتاؤ مرد کب بالغ ہوتا ہے؟ اکثر نے جواب دیا کہ اٹھارہ سال کی عمر میں،

بعض حضرات نے کہا انیس سال کی عمر میں، اس مجلس میں اگرچہ اکثریت کے فیصلہ کو تسلیم کر لیا گیا مگر حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ جب لڑکے میں بلوغت کے آثار نمایاں ہو جائیں وہ بالغ مانا جائے گا۔ مونچھوں یا داڑھی کے بال نمودار ہوں، اس کے جماع سے بچہ پیدا ہو جائے، اسے احتلام ہو جائے۔ یہ وہ آثار ہیں جو عمر کی قید کے باوجود ایک مرد کو بالغ قرار دینے کے لیے کافی ہیں۔

لڑکی کی بلوغت لڑکے کی عمر سے پہلے ہو جاتی ہے، وہ بارہ تیرہ سال کی عمر سے بالغ ہو جاتی ہے لیکن اس میں بھی بلوغت کے آثار کو ترجیح دی جائے گی اور ہم فتویٰ دیں گے کہ وہ لڑکی بالغ ہے۔ (یہ اجتہادی دور کی بحث ہے اب اجماع امت اور تواتر عمل سے ثابت ہے کہ لڑکی بارہ سال اور لڑکا پندرہ سال کی عمر میں بالغ ہو جاتے ہیں۔ مترجم)

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا اجتہادی انداز

سل بن مزاحم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ”لُفَّه“ بات کو اپناتے تھے اور قبیح بات کو نظر انداز کر دیتے تھے۔ آپ کی نگاہ لوگوں کے حالات پر ہوتی تھی اور آپ کوشش کرتے تھے کہ راہ حق پر راہنمائی کی جائے۔ آپ معاشرے کو جاوہ حق پر چلنے کی تلقین کرتے تھے اور ان لوگوں کے اندر نیکی پر گامزن رہنے کی صلاحیت ابھارتے تھے۔ آپ ان معاملات میں کتاب و سنت کی روشنی میں قیاس کرتے تھے اور قیاس سے مسئلہ حل نہ ہوتا تو ”استحسان“ سے کام لیتے، جو قائل ”وثوق“ ہو۔ سل بن مزاحم رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کے معاملات پر نہایت گہری نظر رکھتے تھے، آپ اپنی گفتگو کے دوران قرآن پاک کی یہ آیت پڑھا کرتے تھے فبشر عباده الذین یستمعون القول فیترعون احسنہ ☆ ”میرے بندوں کو بشارت دیں وہ کان لگا کر بات سنیں اور اسے قبول کر کے استحسان کی راہ پر چلیں۔“

صحابہ کرام کے متعلق امام اعظم رضی اللہ عنہ کا عقیدہ

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو تمام صحابہ

کرام سے افضل سمجھتے تھے۔ حضرت علی اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت کرتے تھے، تقدیر الہی پر ایمان رکھتے تھے، اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں کسی قسم کی ست گفتگو نہیں سنتے تھے، موزوں پر مسح فرمایا کرتے، وہ اپنے زمانہ میں نہایت بڑے فقیہ، عالم اور متقی انسان تھے۔

امام زفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگو! مخالفین کی باتیں نہ سنو، حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے تلامذہ معتدین قرآن و سنت سے ہٹ کر کوئی بات نہیں کرتے، پھر صحابہ کرام کے عمل کو مشعل راہ بناتے، اقوال صحابہ پر عمل کرتے، ہاں ان ذرائع سے مسئلہ حل نہ ہو تو قیاس کرتے۔

شیعہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کی کیوں مخالفت کرتے ہیں

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام امت، تمام صحابہ میں افضل ترین مانتے ہیں۔ ان کے بعد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو، پھر حضرت علی و حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو۔ ان کے نزدیک ان چاروں کے بعد وہ صحابہ افضل ہیں جو متقی اور جانثار ان رسول ﷺ تھے۔ ان حضرات کے بعد ان تمام صحابہ رسول ﷺ کو ساری امت سے افضل مانتے تھے اور ان کے متعلق ان کی رائے نہایت عمدہ اور خیر تھی۔ وہ فرمایا کرتے تھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی کا یہ حال ہے کہ اس کی زندگی کا اگر ایک لمحہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گزرا تو وہ ہماری ساری زندگی کے اعمال سے بہتر ہے۔ اگرچہ ہماری زندگیاں کتنی ہی طویل ہوں اور ہمارے اعمال کتنے ہی زیادہ ہوں یہ بات شیعہ حضرات کو ناپسند تھی۔

نماز عصر کا وقت

انہو بن کيسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے وصافی کے ساتھ جب بھی عصر کی نماز ادا کی آخر وقت میں ادا کی۔ ایک دن وہ مجھے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں لے گئے، وہاں یہ حال تھا کہ آپ نے ابھی تک عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی، میں نے پہلی بار آپ کی امامت میں نماز عصر ادا کی تو یہ عصر کا آخری وقت تھا، میں ڈر رہا تھا کہ آج عصر کی نماز فوت ہو جائے گی، اس کے بعد

مجھے حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کی مسجد میں لے گئے، انہوں نے تاحل نماز عصر ادا نہیں کی تھی، یہ بالکل ہی آخری وقت تھا، میں نے کہا اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحم فرمائے انہوں نے عصر بڑی دیر سے پڑھائی مگر یہاں مزید تاخیر ہو رہی ہے۔

مومن کی اقسام

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایمان، معرفت اور تصدیق اقرار اسلام کا نام ہے۔ پھر فرمایا تصدیق کی کئی قسمیں ہیں، اللہ تعالیٰ کو ماننا، ان امور کو ماننا ہے جو اس کی طرف نازل ہوئے، اپنے دل کی تصدیق کے ساتھ زبان سے اقرار کے ساتھ دل کی تصدیق کرتا ہے، دل سے ماننا ہے، مگر زبان سے انکار نہیں کرتا۔ زبان سے اقرار کرتا ہے مگر دل سے قبول نہیں کرتا۔ جو شخص زبان سے اقرار کرتا ہے وہ لوگوں کے نزدیک مومن ہے مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک کافر ہے کیونکہ لوگوں کو اس کے دل کے متعلق کچھ علم نہیں اور لوگوں کی یہ ذمہ داری بھی نہیں کہ وہ زبان سے اقرار کرنے والے کے دل کو ٹٹولے، وہ اسے مومن ہی شمار کریں گے۔ تیسری قسم یہ ہے کہ وہ دل سے تو تصدیق کرتا ہے مگر زبان سے انکار کرتا ہے یا اقرار ہی نہیں کرتا، ایسا شخص لوگوں کے نزدیک کافر ہے لیکن اللہ کے نزدیک مومن۔ بعض لوگ ابتلاء و آزمائش کی وجہ سے لوگوں کے سامنے اقرار نہیں کر سکتے تو جو لوگ اس کے قلبی حالات سے واقف نہیں وہ تو انہیں کافر کہیں گے مگر وہ اللہ کے نزدیک مومن ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان کے متعلق وضاحت فرماتے ہیں کہ اہل سماء و اہل ارض اول سے آخر تک ہمارا اور ان کا ایمان ایک ہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار، اس کے رسولوں کے ذریعہ آنے والے احکامات کی فرمانبرداری، اللہ تعالیٰ کی عبادت، اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، تمام اہل ایمان میں یکساں رہا ہے۔ اس بات کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں کہ اعمال کی دنیا میں مختلف لوگ ہوتے ہیں، اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک تمام کفار اپنے کفر میں یکساں ہیں۔ وہ وحدانیت خداوندی کے انکاری ہیں، شرک کے خوگر ہیں، وہ اعمال میں خواہ کتنے ہی مختلف ہوں وہ کفر میں یکساں کافر ہیں۔

انبیاء کرام کی شان و فضیلت

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا الحمد للہ اگرچہ ہم انہی امور پر ایمان رکھتے ہیں جن پر انبیاء کرام اور رسول ایمان رکھتے تھے مگر وہ عبادات میں تمام مخلوقات سے افضل ہیں کیونکہ وہ عبادت کے اعلیٰ مقامات پر فائز تھے اور ان کی عبادات بدرجہ اتم مکمل اور مقبول تھیں اور وہ تمام انسانوں پر ہی نہیں تمام مخلوقات پر فضیلت رکھتے ہیں۔ ان کا کلام، ان کی دعوت، ان کی عبادات، ان کی نمازیں، ان کے روزے بلکہ تمام امور اپنے امتیوں سے افضل ہیں۔ ان کی فضیلت کی بنا پر کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہم پر ظلم ہوا ہے اور ہماری عبادت کو فضیلت نہیں ملی۔ حقیقت یہ ہے کہ انبیاء کرام اللہ کی بلند شان منتخب مخلوق ہیں۔ انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ مدارج سے نوازے اور ہمیں جو کچھ ثواب، برکت یا کمالات حاصل ہیں انبیاء کرام کے طفیل حاصل ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان انبیاء کرام کی وجہ سے ہمیں اپنے فضل و کرم سے محروم نہیں رکھتا۔

نبوت کیا ہے؟

انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق پر بلاشک و شبہہ فضیلت حاصل ہے۔ وہ عوام کے قائد اور راہنما ہیں، ان کی برابری کوئی نہیں کر سکتا۔ نہ عبادت میں، نہ خوف الہی میں، نہ خضوع و خشوع میں، نہ احکام خداوندی کے پیغام رسائی میں، نہ ریاضت میں، نہ قوت برداشت میں، غرضیکہ انبیاء کرام ہر حالت میں مخلوق خدا سے بلند درجہ ہیں۔

اہل ایمان کو اگر کوئی فضیلت حاصل ہوتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے حاصل ہوتی ہے، پھر یہ فضل انبیاء کرام کے لیے دعاؤں اور راہنمائی سے حاصل ہوتا ہے، جو شخص بھی حقیقت ایمانی میں داخل ہو گا وہ انبیاء کرام کی اتباع سے داخل ہو گا، جو مسلمان گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے وہ ایمان سے محروم نہیں ہوتا۔ اس کے لیے توبہ اور استغفار کا دروازہ کھلا ہے۔ وہ توبہ کرے تو اسے معافی مل سکتی ہے۔ اسے اگر کوئی مسلمان نصیحت کرتا ہے تو اسے حق ہے، البتہ شرک کا مرتکب ایمان سے فارغ ہو جاتا ہے۔ جو شخص تمہارے حق میں غلطی کرتا ہے اسے معاف

کر دینا افضل ہے۔

جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل نہیں کیا مگر شرک بھی نہیں کیا وہ مومن ہی رہے گا، اس کے لیے رحم کی دعا کرنا چاہیے۔ اس کے لیے کلمہ شہادت کے احترام کے پیش نظر مغفرت طلب کرنی چاہیے۔ ایسے شخص کے لیے دعا کرنے کی بھی اجازت ہے۔ اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے گناہ سے توبہ کرنے کی توفیق مانگے۔ جن لوگوں کے متعلق یقین ہو کہ وہ اللہ کے مجرم ہیں اور وہ ضرور جہنم میں جائیں گے تو ان کے لیے مغفرت مانگنا حرام ہے۔ اہل شہادت ہو تو اس کے لیے دعا مانگنا افضل ہے، وہ بھی کلمہ شہادت کے احترام کے پیش نظر، اگرچہ گناہوں سے بھرا ہوا ہے مگر اسے بخشش کا مستحق جاننا چاہیے۔ کلمہ شہادت دراصل افضل الاعمال ہے، دنیا بھر کی عبادات کلمہ شہادت کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ یہ عبادات ایسی ہیں کہ جس طرح زمین و آسمان کی پہنائیوں کے مقابلہ میں ایک ذرہ رکھ دیا جائے۔ دوسرے لفظوں میں ہم یوں بیان کریں گے کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے اور بڑا جرم ہے۔ اس کے مقابلہ میں زمین و آسمان کے تمام گناہ کچھ حیثیت نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح کلمہ شہادت کو افضل الاعمال قرار دیا ہے اسی طرح شرک کو عظیم گناہ ”ظلم عظیم“ کہا ہے۔ ان الشکر لظلم عظیم ☆ ”بیشک شرک سب سے بڑا گناہ ہے“ فرمایا ومن یشکر باللہ فکان ماخر من السماء ☆ ”جس نے شرک کیا گویا وہ آسمانوں سے نیچے جاگرا۔“ نکاد السموات یتفطرن منه و تنشق الارض و تخر الجبال هذا ان دعوا للرحمن و لدا ☆ (سورۃ مریم) ”قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر جائیں اس بات پر کہ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی بھی اولاد ہے۔“

ابن ماجہ نے لکھا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اصل محکم کے سوا فتویٰ نہیں دیا کرتے تھے۔ ہم اس موضوع پر آگے چل کر تفصیلی گفتگو کریں گے۔ ابن جریج بن عبد الملک بن عبد العزیز جریج نے اس موضوع کی روایات کو بیان فرمایا ہے۔ آپ امام الحرمین تھے، آپ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کئی بار مناظرہ کیا مگر وہ کبھی تعصب کا شکار نہیں ہوئے۔ (آپ کے بعض مناظروں کی تفصیل آگے بیان کریں گے) اور نہ ہی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان

اختلافات کی بنا پر کسی سے دشمنی رکھی۔ حضرت امام نے اپنی مسند میں ابن جریج کی روایات کو بیان کیا ہے، ہاں کبھی کبھی وہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شکایت کرتے، گلہ و شکوہ بھی کرتے مگر یہ علمی شکایات تھیں۔

خلیفہ وقت کا قائم مقام

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر خلیفہ وقت فوت ہو جائے تو اس کا قائم مقام قاضی (چیف جسٹس) ہو گا جو خلیفہ کے احکامات کو جاری کرے گا۔ اسی طرح دوسرا سربراہ مملکت مقرر ہونے تک ولایت و حکومت کے سیاسی امور پر بھی احکامات قاضی ہی جاری کرے گا۔ خلیفہ کے آنے یا مقرر ہونے کے بعد قاضی کے احکامات کی حقیقت صرف فیصلہ کی ہوگی۔ امام سختیانی رحمۃ اللہ علیہ روم کے قاضی (چیف جسٹس) تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ سب سے اہم اور مشکل مسائل حد، 'حلف بالطلاق' قبل النکاح اور حقوق خنثی ہیں۔

عطاء بن الجراح رضی اللہ عنہ سے ملاقات

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عطاء بن الجراح کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے پوچھا کہاں سے تشریف لائے ہو؟ آپ نے بتایا عراق سے، پوچھا کیا عقائد رکھتے ہو؟ آپ نے فرمایا ان میں سے ہوں جو تقدیر کی تکذیب نہیں کرتے اور نہ کسی مومن کو گناہ کی وجہ سے کافر کہتے ہیں اور نہ سلف صالحین پر سب و شتم کرتے ہیں۔ حضرت عطاء بن الجراح رضی اللہ عنہ نے ہاتھ میں انگلیوں کو پکڑ کر کہا کہ اسلاف کے عقائد یہی تھے۔ ابن الجراح رضی اللہ عنہ مکہ کے امام تھے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ کے سامنے سب سے بڑا فقیہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا ابن ابی سلیمان رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر آج دنیائے اسلام میں کوئی فقیہ نہیں۔ اسی طرح مختلف علوم میں عطاء بن الجراح رضی اللہ عنہ سے بڑا جامع انسان کوئی نہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اکثر احادیث کی روایات آپ سے ہی لی ہیں۔

جاتی ہے۔“

اعمش امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما کے کمالات کا اعتراف کرتے ہیں

یہ تمام احادیث، روایات اور ان کی اسناد سننے کے بعد اعمش نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا بس بس میں نے جو احادیث سو دنوں میں بیان کی تھیں آپ نے ایک ہی نشست میں بیان کر دیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ ان تمام احادیث پر عمل بھی کریں گے۔ پھر انہوں نے کہا کہ اے فقہائے اسلام آپ لوگ عطار ہیں اور ہم دوا فروش ہیں مگر اے ابوحنیفہ! تم تو ”جامع الطرفین“ ہو۔

ایک شخص امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی مجھے جنابت ہوئی تو میں نے اپنی بیوی کو کہا کہ میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر میں نے غسل جنابت کیا تو تجھے تین طلاقیں ہوں گی، کیا آپ مجھے بچا سکتے ہیں؟ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس شخص کا ہاتھ پکڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور چل پڑے اور ایک نہر کے کنارے پر چلنے لگے، امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اچانک اس شخص کو دھکا دے کر نہر میں پھینک دیا۔ وہ پانی میں غوطے کھانے لگا، ڈوبنے لگا، آپ نے زور سے کہا ہمت کرو، نہر سے باہر نکلو، میرا ہاتھ تھام لو، وہ باہر نکل آیا تو آپ نے فرمایا اب تم بری ہو، جا کر اپنی بیوی سے صحبت کر سکتے ہو، تم پاک ہو گئے ہو اور قسم بھی نہیں ٹوٹی کیونکہ تم نے خود غسل نہیں کیا میرے دھکا دینے سے پانی میں گرے اور خود بخود نہا لیئے اور پاک ہو گئے ہو۔

ایک شخص نے تین قسمیں کھالیں اور ہر قسم پر اپنی بیوی کو تین طلاق دینے کا اعلان کیا۔ اس نے کہا کہ میں جنابت کے بعد سارا دن غسل نہیں کروں گا۔ اس کے باوجود میں دن میں پانچ نمازیں ترک نہیں کروں گا مگر آج ہی اپنی بیوی سے ضرور جماع کروں گا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مسئلہ کا حل یہ بتایا کہ وہ بعد از نماز عصر اپنی بیوی سے جماع کرے اور غسل نہ کرے حتیٰ کہ سورج ڈوب جائے۔ اس طرح وہ سارا دن جنبی رہا، جب سورج ڈوب جائے تو فوراً غسل کر لے اور مغرب کی نماز پڑھ لے، اس طرح اس نے ساری نمازیں ادا کر لیں۔ اس صورت میں اس نے پانچ نمازیں بھی ادا کر لیں، سارا دن جنبی بھی رہا اور عورت سے جماع بھی کر لیا۔

سیڑھی پر چڑھی بیوی کو تین طلاق

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں کوفہ میں ایک عورت سیڑھی پر چڑھی تو اس کے خاوند نے اسے کہا اگر تو سیڑھی پر مزید اوپر چڑھی تو تجھے طلاق، اگر تو سیڑھی سے نیچے اتری تو بھی تجھے تین طلاق۔ اس صورتحال سے بچنے کے لیے لوگ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اور فرمانے لگے کہ چند لوگ اس سیڑھی کو نیچے اتار لیں، نہ اس کی بیوی اوپر چڑھ سکے گی، نہ اسے نیچے اترنا پڑے گا۔ لوگوں نے کوئی اور تدبیر دریافت کی۔ فرمایا ہاں اگر چند عورتیں سیڑھی کے نیچے کھڑی ہو جائیں اور وہ عورت سیڑھی سے اترنے کی بجائے عورتوں کے کندھوں پر بیٹھ کر نیچے آجائے تو پھر بھی طلاق مشروطہ سے بچ سکتی ہے اور مرد پر قسم واقع نہیں ہوگی۔

ایک دن ایک شخص نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی کہ حضور میں نے اپنی بیوی کو نہایت خوبصورت کپڑے پہنے دیکھا تو میں نے کہا کہ اگر تم نے یہ کپڑے پہنے رکھے تو تمہیں تین طلاقیں اور اگر میں نے یہ کپڑے پہنے ہوئے تم سے جماع نہ کیا تو پھر بھی تمہیں تین طلاقیں۔ میں کوفہ کے تمام فقہاء سے اس مسئلہ کو دریافت کر آیا ہوں مگر کسی سے جواب نہیں بن پڑا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم اس کے کپڑے خود پہن لو اور اس سے جماع کرو تو قسم سے بری الذمہ ہو جاؤ گے۔

غلام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما

ایک عورت کے ہاں جڑواں بچے پیدا ہوئے، ایک کی پشت دوسرے کی پشت سے جڑی ہوئی تھی۔ ان میں سے ایک مردہ اور دوسرا زندہ تھا۔ علمائے کوفہ نے فتویٰ دیا کہ مردہ بچے کے ساتھ زندہ بچے کو بھی دفن کر دیا جائے۔ جب یہ مسئلہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے لایا گیا تو آپ نے زندہ بچے کو بلاوجہ دفن کرنے سے روک دیا اور یہ تدبیر نکالی کہ مردہ بچے کو مٹی میں دفن کر دیا جائے اور زندہ بچہ اوپر رہے اور اسے وہاں ہی خوراک بہم پہنچائی جائے حتیٰ کہ مٹی مردہ بچے کے بدن کو بے حس کر دے، اس طرح زندہ بچہ بچ جائے گا۔ (غالباً اس وقت اپریشن کی یہ

سولتیں نہیں تھیں جو آج میڈیکل سائنس نے مہیا کی ہیں۔) لوگوں نے ایسا ہی کیا کچھ عرصہ زندہ بچے کی پرورش ہوتی رہی اور مردہ بچے کی نعش کو زمین چٹ گئی۔ اب زندہ بچے کو علیحدہ کر لیا گیا اور کچھ عرصہ علاج ہوا تو وہ تندرست ہو گیا اور کافی عرصہ تک زندہ رہا۔ اس بچے کو لوگ غلام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے۔ یہ واقعہ ابو بکر محمد بن عبداللہ فقیہ نے اپنی یاداشتوں کے مجموعے میں لکھا ہے۔

ابن ابی لیلیٰ کو حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر علمی برتری حاصل تو نہ تھی مگر انہیں خلیفہ عباسی ابو جعفر کے دربار میں رسائی تھی۔ وہ اکثر خلیفہ کے دربار میں آیا جلیا کرتے، مگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی علت تھی کہ وہ دربار داری سے اجتناب فرماتے۔ ایک دن دونوں بزرگوں کو بیک وقت خلیفہ ابو جعفر کے دربار میں حاضر ہونے کا موقع ملا تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابو جعفر کے سامنے ہی ابن ابی لیلیٰ نے ایک مسئلہ پوچھا کہ ایک شخص نے کپڑا بیچ کر کہا کہ وہ اس کے ہر عیب سے بری الذمہ ہے اور خریدار نے قبول کر لیا۔ امام صاحب نے جواب دیا کہ واقعی وہ بری الذمہ ہو جائے گا۔ ابن ابی لیلیٰ کہنے لگے وہ بری الذمہ نہیں ہو گا جب تک وہ اس چیز کے عیب پر ہاتھ رکھ کر نہ کہے کہ یہ عیب ہے۔ یہ بات آئی گئی ہو گی، کچھ دنوں بعد دربار میں دونوں دوبارہ لکھے ہوئے تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلیفہ ابو جعفر کے سامنے ابن ابی لیلیٰ سے پوچھا کہ آل بنو ہاشم آل بنو عبدالمطلب کی ایک خاتون نے ایک غلام بیچا اور اس کے ہر عیب سے برات کا اظہار کیا۔ اگر اس غلام کے ذکر پر برص کا مرض ہو تو کیا وہ بی بی ذکر کے داغ پر ہاتھ رکھ کر کہے گی کہ اس میں یہ نقص ہے۔ ابن ابی لیلیٰ نے کہا ہاں! یہ بات سن کر ابو جعفر سخت ناراض ہوا اور کہا ابی لیلیٰ تم آل بنو ہاشم کی لہانت کرتے ہو اور اپنے اصول سے گستاخی کے مرتکب ہوئے ہو، جاؤ میرے دربار سے اٹھ جاؤ اور دفع ہو جاؤ۔ اس طرح امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسئلہ پوچھنے پر ابن ابی لیلیٰ کی ساری رعونت جاتی رہی۔

حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک مکالمہ

ایک دفعہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج پر گئے۔ آپ مدینہ منورہ میں حاضر

ہوئے تو آپ کو محمد بن علی بن الحسین بن علی رضی اللہ عنہم ملے اور کہا تم وہی ابوحنیفہ ہو جس نے ہمارے دادا کے مذہب اور احادیث کو قیاس میں بدل دیا ہے۔ آپ نے عرض کی معاذ اللہ میں کون ہوتا ہوں ایسی جرات کرنے والا۔ امام باقر (ابو جعفر) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تحقیق سے ثابت کرو کہ تم واقعی قیاس سے احادیث کو نہیں بدلتے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی حضور آپ اپنی مجلس میں اپنی شان بان کے ساتھ تشریف رکھیں میں حاضر ہو کر دو زانو بیٹھ کر وضاحت کرتا ہوں۔ میری نگاہ میں آپ نائب رسول ﷺ ہیں اور میں آپ کی مجلس میں ویسے ہی حاضری دینا چاہتا ہوں جس طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ایک غلام حاضر ہوتا ہے۔ سیدنا امام باقر (ابو جعفر) رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی پوری شان سے مسند پر تشریف فرما ہوئے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو زانو ہو کر سامنے بیٹھے اور عرض کی حضور میں تین گذارشات کرنا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے ارشاد فرمائیں۔ مرد کمزور ہے یا عورت؟ حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا عورت کمزور ہے۔ آپ نے پوچھا کہ وراثت میں عورت کا کتنا حصہ ہے؟ اور مرد کا کتنا حصہ ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی حضور پھر وراثت میں عورت کا کتنا حصہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا عورت کو ایک حصہ اور مرد کو دو حصہ ملیں گے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی حضور آپ کے دادا جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کی روشنی میں یہی فیصلہ ہے، اگر میں اس وراثت کا فیصلہ قیاسی یا عقلی کرتا تو کمزور کو دو حصے دیتا اور مضبوط کو ایک حصہ مگر میں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پر پابند ہوں۔

پھر عرض کی حضور مجھے یہ بتائیے کہ نماز افضل عبادت ہے یا روزہ؟ آپ نے فرمایا نماز افضل ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی اگر میں قیاس سے فیصلہ کرتا تو جو عورت حیض سے پاک ہوئی ہے اسے حکم دیتا کہ وہ قضا شدہ نمازیں لوٹائے اور روزے معاف کرادیتا۔ آپ نے تیسرا سوال کیا اور عرض کی حضور شریعت میں پیشاب زیادہ نجس اور پلید ہے یا منی؟ امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا پیشاب۔ عرض کی حضور اگر میں قیاس سے بات کرتا تو پیشاب کرنے والے کو غسل کرنے کا حکم دیتا اور محتلم یا جنبی کو صرف وضو کرنے کا کتا۔ یہ باتیں سن کر حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے، امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گلے لگایا (معانقہ فرمایا) اور نہایت لطف و

کرام سے پیش آئے۔

حضرت ابو بکر محمد بن عبد اللہ نے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں کوفہ میں ایک محلے کا نام ”لولیہ“ تھا، آپ وہاں ٹھہرے۔ اس محلے سے ایک نہایت خوبصورت اور حسین و جمیل عورت کا گزر ہوا اور جب وہ ایک حکمران رئیس کے گھر کے سامنے سے گزری تو امیر آدمی نے اس عورت کے حسن و جمال کی ایک جھلک دیکھ کر اسے گھر کے اندر گھسیٹ لیا اور وہ واپسی کا نام نہیں لیتا تھا۔ عورت کا خاوند بے حد پریشان تھا، کسی نے اسے کہا تم حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جاؤ شاید تمہارے مسئلہ کا حل نکل آئے۔ وہ دوڑا دوڑا گیا اور سارا ماجرا سنا دیا۔ آپ نے فرمایا یہ بڑی آسان بات ہے، تم بتاؤ تمہارا سامان کہاں ہے اور کہاں رہتے ہو؟ عرض کی ہم ایک جنگل جبانہ کے پاس اترے ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام ابی لیلیٰ دونوں اس کے ڈیرے پر گئے۔ ان کے ساتھ کوفہ کے علماء کرام کی ایک جماعت بھی تھی (یہ معاملہ اس لیے درپیش آیا کہ ابن ابی لیلیٰ کی عدالت میں سائل نے دعویٰ کیا تو امیر آدمی نے انکار کر دیا تھا کہ اس کے پاس اس شخص کی عورت ہے، وہ تو میری اپنی ہے۔) آپ نے فرمایا اس جنگل میں کوفہ کی دس نہایت حسین و جمیل عورتوں کو دعوت دی جائے اور حکم دیا کہ ہر عورت علیحدہ علیحدہ اس شخص کے سامان کے پاس جائے۔ جو عورت بھی سامان کی طرف بڑھتی اس پر کتے بھونکتے اور ہر عورت کتوں سے ڈر کر واپس بھاگ آتی لیکن جب اس مرد کی عورت جو ان دس میں سے ایک تھی سامان کی طرف بڑھی تو کتوں نے بھونکنے کی بجائے دم ہلانا شروع کر دیا۔ قاضی نے فیصلہ کیا یہ عورت اس مرد کی ہے اسے اس کے حوالے کیا جائے اور رئیس کو سزا دی۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما سے ایک رافضی کا مکالمہ

کوفہ میں ایک بوڑھا رافضی تھا جو ہر وقت ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دل آزاری اور طعن و تشنیع کرتا رہتا تھا۔ وہ ”شیطان اللاق“ کے نام سے مشہور تھا۔ بڑا باتونی اور بات سے بات نکلنے والا تھا۔ ایک دن حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حمام میں داخل ہوئے اور یہ رافضی وہاں پہنچ گیا اور کہنے لگا ابو حنیفہ! تمہارے استاد فوت ہو گئے ہیں، شکر ہے ہم نے اس شخص سے

نجات پائی۔ (حضرت حماد رضی اللہ عنہ کو فوت ہوئے ایک ماہ گزر چکا تھا) آپ نے فرمایا ہمارے استلو تو فوت ہوتے رہیں گے، رحلت کرتے رہیں گے مگر تمہارا استلو ہمیشہ زندہ ہے اور زندہ رہے گا کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ نے من المنظرین کہہ کر مہلت دی ہے، وہ قیامت تک نہیں مرے گا۔ وہ یہ بات سن کر جس غسل خانے میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نما رہے تھے بنگا ہو کر داخل ہو گیا۔ امام صاحب رضی اللہ عنہ نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس نے کہا ابوحنیفہ! تم کب سے اندھے ہوئے ہو؟ فرمایا جس دن سے اللہ نے تیری غیرت اور حیاء کو ختم کر دیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ امام صاحب رضی اللہ عنہ نے اس وقت لباس پہن لیا تھا مگر رافضی بنگا کھڑا تھا۔ آپ نے منہ پھیر لیا اور یہ شہر پڑھا۔

اقول وفی قولی بلاغ و حکمة
وما قلت قولاً جئت فیہ بمنکر
الا یا عباداللہ خافوا الہکم
فلا تدخلوا الحمام الا بمیزر

(ترجمہ) ”میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں اور میری نصیحت میں حکمت و دانائی ہے۔ میں اس میں ایسی کوئی بات نہیں کہوں گا جس میں بڑائی ہو۔ اے اللہ کے بندو! اپنے اللہ سے ڈرو، حمام میں ننگے نہ آجایا کرو بلکہ کپڑا باندھ کر آیا کرو۔“

جن دنوں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ میں قیام فرماتے تو وہاں کا گورنر عیسیٰ بن موسیٰ تھا، اسے ایک فیصلہ میں ایک شرط لکھوانے کی ضرورت آئی تو اس نے وقت کے دو بڑے فقیہ علماء ابن شبرمہ اور ابن ابی لیلیٰ کو طلب کیا، مگر ابن شبرمہ جو شرط لکھواتے اسے ابن ابی لیلیٰ رد کر دیتے اور جو شرط ابن ابی لیلیٰ پیش کرتے اسے ابن شبرمہ توڑ دیتے۔ اسی دوران امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف لے آئے، آپ کو گورنر عیسیٰ بن موسیٰ نے شرط لکھوانے کا کہا، آپ نے فرمایا کاتب کو بلائیے وہ میرے پاس بیٹھے میں اسے لکھوا دیتا ہوں۔ آپ نے کاتب کو جو تحریر لکھوائی اسے توڑنے کی کسی کو جرات نہ ہوئی۔ چنانچہ یہ تحریر ابن شبرمہ اور ابن ابی لیلیٰ کے سامنے پڑھی گئی تو دونوں انگشت بدنداں ہو کر رہ گئے۔ جب وہ گورنر کی محفل سے باہر نکلے تو ایک نے دوسرے کو کہا دیکھا اس جو لہے (کپڑا بیچنے والا) نے مسئلہ کو کیسے حل کر دیا۔ دوسرے نے کہا اس کی تعریف نہ کرو ایک جو لہے کو ایسی تحریر لکھوانے کی ہمت نہیں ہوتی وہ بہت بڑا فقیہ ہے، اس نے

سب علماء کو دنگ کرنے رکھ دیا ہے۔

نہیز کا مسئلہ

ایک دن ابن ابی لیلیٰ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ نہیز کو حلال قرار دیتے ہیں اور اس کی بیع و شرا کو جائز گردانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں! اس میں کوئی شک نہیں ابن ابی لیلیٰ نے کہا آپ پسند کریں گے کہ آپ کی ماں نہیز بیچا کرے، آپ نے اس کی بات کا برا نہ منایا مگر فرمایا کہ تمہارے ہاں غنا (سرو) حلال ہے اور اس کا سننا جائز ہے، ابن ابی لیلیٰ نے کہا ہاں! (حالانکہ علماء کرام کے نزدیک غنا و سرو کی ممانعت ہے) آپ نے فرمایا کیا آپ کی والدہ مغنیہ (گانے بجانے والی) بن جائے تو آپ برداشت کریں گے ابن ابی لیلیٰ چپ ہو گئے اور غصہ پی گئے۔

عدت کے دوران نکاح

حسن بن زیادہ لولوی فرماتے ہیں کہ میں نے خود امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے کہ بنو امیہ کے خلفاء کسی شرعی مسئلہ کی دریافت کے لیے موالی (غیر عرب غلام) عالم دین کو دربار میں نہیں بلاتے تھے، مگر فلان خلیفہ نے موالی علمائے دین کو بھی بلانا شروع کر دیا۔ اس خلیفہ نے مجھے بھی بلایا، میرے ساتھ دوسرے علماء کرام بھی تھے۔ میں گیا تو دربار میں ابن شبرمہ اور ابن ابی لیلیٰ دونوں پہلے سے موجود تھے۔ خلیفہ نے ایک سے پوچھا اس عورت کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جس نے عدت کے اندر ہی دوسرے شخص سے نکاح کر لیا؟ اس نے کہا ایسا نکاح حرام ہے۔ اس میاں بیوی کو فوراً علیحدہ کر دینا چاہئے اور انہیں سزا دی جائے اور مقررہ کردہ مہربیت المال میں جمع کرایا جائے اور اس کے بعد وہ ہمیشہ ہمیشہ جدا رہیں۔ خلیفہ نے دوسرے کو مخاطب کر کے پوچھا، اس نے بھی اسی طرح کا فتویٰ دیا۔ پھر خلیفہ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کر کے پوچھا تو آپ نے دل میں انا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر کہا اے خلیفہ وقت! میں سب سے پہلا شخص ہوں جسے موالی ہونے کے باوجود آپ نے اپنے پاس طلب فرمایا ہے، اس مسئلہ میں مجھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ایک فیصلہ بیان کرنے کا موقعہ دیا جائے اور اس قول پر بھروسا کرتے ہوئے میں اللہ کے دین کی بات عرض

کرتا ہوں، آپ خود فیصلہ کر لیں کہ میں غلط کہتا ہوں یا صحیح۔ میں اس قول کو بیان کرتا ہوں اور اس پر عمل بھی کرتا رہوں گا۔

آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلہ پر اس لیے زیادہ زور دیا کہ بنو امیہ کے خلفاء حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کو وقعت نہ دیا کرتے تھے۔ حضرت امام ؓ نے فرمایا۔ اے خلیفہ! اللہ تمہیں نیکی کی توفیق دے، اس مسئلہ پر دو بدری صحابہ کرام اختلاف کرتے ہیں۔ خلیفہ نے پوچھا انہوں نے کیا کہا؟ آپ نے فرمایا ان میں سے ایک نے تو یہی بات کہی جو ابن شبرمہ اور ابن ابی لیلیٰ نے بیان کی ہے، خلیفہ نے پوچھا کہ یہ کس کا قول ہے؟ آپ نے بتایا کہ یہ قول حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ خلیفہ نے فرمایا دوسرا قول کس کا ہے؟ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ فرمانے لگے کہ دوسرا قول یہ ہے کہ جن میاں بیوی نے عدت کے اندر نکاح کر لیا ہے انہیں عدت کی تکمیل تک علیحدہ علیحدہ کر دیا جائے وہ عورت عدت گزارے، یہ عدت گزارنے کے بعد وہ عورت نئی عدت گزارے، بشرطیکہ سابقہ عدت کے دوران مرد نے عورت سے جماع کیا ہو اس کے بعد دونوں کو علیحدہ کر دیا جائے۔ مرد سے مہر لے کر عورت کو دیا جائے، اسے بیت المال میں جمع کرانے کی ضرورت نہیں۔ اب عورت آزاد ہے، وہ اپنی مرضی سے جب چاہے نکاح کرے۔ اگر وہ اسی مرد سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو مہر مقرر کر کے اس سے بھی نکاح کر سکتی ہے۔ خلیفہ نے دریافت کیا ابوحنیفہ! یہ قول کس کا ہے؟ آپ نے فرمایا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کلہ خلیفہ نے کہا ابو تراب کا؟ آپ نے کہا ہاں، ابو تراب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کلہ۔ اب حضرت امام ؓ نے خلیفہ کو کہا آپ بتائیں کہ یہ قول کیسا ہے؟ خلیفہ نے سر جھکا دیا اور اتنی گہری سوچ میں چلا گیا کہ اس کے ہاتھ میں جو لکڑی تھی اس سے زمین کریدنے لگا۔ سر اٹھا کر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا یہ قول حدیث شریف کے زیادہ قریب ہے اور مجھے پسند ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ قول (حدیث) امام ابوالقاسم بن علی رازی نے نقل کیا ہے۔ رازی ہمدان میں آئے ہوئے تھے، انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی محمد بن مقاتل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث سنی تھی۔ اس میں صرف اتنا اضافہ ہے۔ ابن ہبیرہ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا تم کس قول کو قابل عمل رکھتے ہو۔ آپ نے فرمایا ہمارے نزدیک سیدنا عمر

فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول زیادہ معتبر ہے اور وہی افضل ہیں مگر آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ اس دور میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال کو چھپایا جا رہا ہے اور بنو امیہ کے حکام سے ڈر کر اگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام بھی لیا جاتا ہے تو ابو زینب کہہ کر بات کی جاتی ہے حتیٰ کہ خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے بلند پایا عالم دین بھی جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول پیش کرتے تو فرمایا کرتے اخبارنا ابو زینب ان دنوں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لینا جرم سمجھا جاتا تھا اور اسے سزا دی جاتی تھی خصوصاً مروان کا زمانہ تو بڑا ہی ظالمانہ دور تھا۔ وہ بات بات پر اہل بیت کی مخالفت کرتا تھا اور نہایت سختی سے پیش آتا۔ لوگ اس کے ڈر کے مارے اشاروں اور کنالوں سے بات کر جاتے، یہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تھے جنہوں نے اپنی علمی فراست سے خلیفہ بنو امیہ کے دربار میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کو پیش کر کے خلیفہ کی گردن جھکا دی، مسئلہ کی حقانیت بھی واضح فرمادی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قول کو بھی بیان فرما کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عظمت کا اعتراف کرایا۔

کوفہ کے گورنر کو انتباہ

حضرت ابن ابی ملیح کوفہ میں تشریف لائے، وہ جمعہ کا دن تھا، ان دنوں کوفہ کا امیر خالد بن عبداللہ القسری تھا۔ یہ بنو امیہ کا سخت ترین دور تھا۔ خالد خطبہ کے لیے منبر پر بیٹھا تو مسائل کو طوالت اور کتابوں سے حوالے دینے میں اتنا لگن ہو گیا کہ ظہر کا آخری وقت آگیا اور عصر کا وقت نہایت قریب ہو گیا۔ مجمع سے ایک شخص اٹھا اور زور دے کر نپکارا الصلوٰۃ! الصلوٰۃ! جمعہ کا وقت جا رہا ہے، عصر کا وقت ہونے والا ہے، خالد نے حکم دیا اسے گرفتار کر لیا جائے۔ ابن ابی ملیح نے پوچھا یہ کون شخص ہے؟ لوگوں نے کہا یہ ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

اس واقعہ کو دوسرے واقعہ نگاروں نے اس طرح بیان کیا ہے کہ جب نماز کا وقت جاتے دکھائی دیا تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلیفہ کی طرف کنکریاں پھینکتے ہوئے کہا الصلوٰۃ! الصلوٰۃ! نماز تو پڑھ لی گئی مگر اس گستاخی پر خلیفہ نے حکم دیا کہ اس شخص کو گرفتار کر کے ہمارے دربار میں پیش کیا جائے۔ خالد نے پوچھا آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا نماز کسی کا انتظار نہیں کرتی،

پھر فرمایا اللہ کی کتاب اور اس کے احکام پر عمل کرنے کے لیے آپ زیادہ حقدار ہیں۔ اگر آپ ہی اسے پامل کرتے رہے تو ساری امت کا کیا بنے گا۔ اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشهوات ☆ تا اہل لوگوں نے نمازیں ضائع کیں اور انسانی شہوات کو اپنایا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گرفتار کر کے لایا گیا تو خالد نے پوچھا کیا آپ کا ہماری طرف کنکریاں پھینکنا صرف نماز کے لیے ہی تھا یا کوئی اور غصہ یا احتجاج تھا۔ آپ نے فرمایا میں نے صرف نماز کو نظر انداز کرنے کے لیے کنکریاں پھینکی تھیں اس پر آپ کو بری کر دیا گیا۔

ایک نقطہ بدل کر مسئلہ حل کر دیا

ایک دن امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابوہبیرہ نے کسی کام کے لیے بلایا، وہ اکثر آپ کو کسی مشکل کام کے لیے بلایا کرتے تھے۔ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ ابوہبیرہ کے سامنے سونے کی ایک نہایت ہی خوبصورت انگشتری رکھی ہے اور اس کو دیکھ دیکھ کر نہایت مغموم ہیں۔ آپ نے پوچھا یہ پریشانی کیوں ہے؟ کہنے لگے میں اس انگشتری کو پہننا چاہتا ہوں مگر اس پر کسی اور کا نام منقش ہے، میں اسے پہن نہیں سکتا۔ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مجھے دکھائیے، امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا تو اس پر لکھا تھا ”عطاء بن عبد اللہ“ آپ نے فرمایا کہ نقاش کو کہیں کہ ”بن“ کو ”من“ بنا دے۔ عبد کی ب کا نقطہ اڑا دے، صرف ایک نقطہ اڑا کر ”م“ پڑ جائے تو یہ اس طرح پڑھا جائے گا۔ ”عطاء من عند اللہ“ وہ شخص نقاش کے پاس گیا تو مسئلہ حل ہو گیا اور ابوہبیرہ نے انگشتری پہن کر خوشی کا اظہار کیا اور آپ کی دانائی اور بصیرت کی داد دی کہ آپ نے ایک لمحہ میں ایک نقطے سے مسئلہ حل کر دیا۔ آپ گھر جانے کے لیے اٹھے تو ابوہبیرہ نے عرض کی حضرت آپ ہمارے بار میرے گھر آیا جلیا کریں تاکہ مجھے آپ کی ضروریات کا خیال رہے اور ان ضروریات کو پورا کرتا رہا کروں۔ آپ نے فرمایا میرا آپ کے ہاں بار بار آنا مجھے فتنے میں ڈال دے گا۔ اگر آپ مجھ سے فیصلے کرنے کی رائے لیں گے تو اس پر عمل نہیں کریں گے تو مجھے دکھ ہو گا اور اگر میں آپ کو خوف دلاؤں تو آپ ڈرتے رہا کریں گے۔

یاد رہے جب خلیفہ عباسی منصور نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دربار میں

آنے جانے کا کہا تو آپ نے یہی الفاظ اسے بھی کہے تھے، پھر ایک وقت آیا کہ آپ نے ایسے ہی الفاظ کہے کہ گورنر عیسیٰ بن موسیٰ کو کہے تھے۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ کے بہت بڑے فقیہ تھے

حسن بن زیاد لولوی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنے زمانے میں امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ فقیہ کسی کو نہیں دیکھا۔ جب انہیں ابو جعفر منصور خلیفہ عباسیہ کے دربار میں بلایا گیا تو آپ نے ایک آدمی بھیج کر مجھے بھی بلایا اور فرمایا کہ منصور لوگوں کو مصیبت میں ڈالنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ آپ چند سوالات ذہن میں رکھ لیں تاکہ اس کی سوچ کو بدل دیا جائے۔ آپ نے چالیس سوالات ذہن نشین کر لیے اس دوران منصور نے مجھے دربار میں طلب فرمایا، میں گیا تو دیکھا کہ حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ کے دائیں ہاتھ تشریف فرما ہیں اس وقت مجھے جعفر بن منصور سے کوئی ڈر نہیں تھا لیکن میں امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رعب سے مرعوب تھا۔ میں نے السلام علیکم کہا تو منصور نے مجھے اپنے پاس بیٹھنے کو کہا، منصور نے حضرت امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا کیا یہی ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، آپ نے کہا ہاں! پھر میری طرف مخاطب ہو کر کہا ابوحنیفہ امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کچھ سوالات کریں، آپ سوال کرتے تو امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جواب دیتے جاتے، بہت سے مسائل میں آپ فرماتے یہ اہل مدینہ کا نظریہ ہے، بعض اوقات فرماتے یہ کوفہ کے علماء کا نظریہ ہے، بعض اوقات فرماتے اس پر علمائے مدینہ اور علمائے کوفہ دونوں متفق ہیں، بہت سے مسائل میں آپ علمائے کوفہ کے نظریہ کو ترجیح دیتے اور بہت سے مسائل میں آپ علمائے مدینہ کے نظریہ کو قبول فرماتے۔ میں نے چالیس مسائل پوچھ لیے، باقی کوئی مسئلہ نہ رہا اور نہ ہی مزید بحث و استفسار کی ضرورت رہی۔ میں نے اعتراف کیا آج امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں۔ وہ دنیائے اسلام کے ائمہ کے اختلافات پر بھی نگاہ رکھتے ہیں، پھر ان کے صحیح فیصلوں کی تائید بھی کرتے ہیں۔

وراثت کا ایک مسئلہ

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگوں نے سوال کیا کہ ایک آدمی مر گیا اس کے بعد ایک بھائی اور ایک سالہ رہ گیا۔ اس کا سارا ترکہ (ورثہ) اس کے بھائی کو دے دیا گیا اور اس کا سالہ محروم کر دیا گیا، آپ اس پر روشنی ڈالیں۔ آپ نے کتنا خوبصورت جواب دیا، آپ نے فرمایا اس شخص نے ایسی عورت سے نکاح کیا تھا جس کی ماں نے اس کے بیٹے سے نکاح کر لیا تھا۔ اس بیٹے سے ایک بچہ پیدا ہوا، اس طرح یہ اس کی بیوی کا بھائی بنا۔ یعنی اس شخص کا سالہ دوسری طرف اس کا پوتا بنا، پھر اس شخص کا بیٹا فوت ہو گیا، بھروسہ خود بھی فوت ہو گیا، ورثہ میں صرف ایک بھائی اور پوتا باقی رہا جو اس کی بیوی کا بھائی ہے ظاہر ہے کہ پوتے کے ہوتے ہوئے خیا فی بھائی تو محروم وراثت ہی رہے گا۔

قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاص شاگرد تھے۔ ایک بار ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کا اپنی بیوی سے جھگڑا ہو گیا۔ بیوی نے ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ سے بول چال بند کر دی۔ ابویوسف نے کہا اے فلانی! اگر تم آج رات کو مجھ سے بات نہ کرو گی تو تمہیں تین طلاق۔ وہ بھی روٹھ کر اڑ گئی، ابویوسف نے رات بھر بڑی کوشش کی کہ اس سے بات کرے مگر وہ بضد رہی اور کوئی بات نہ کی۔ رات لمحہ بہ لمحہ گزرتی جا رہی تھی، اس صورتحال سے قاضی ابویوسف بڑے مغموم ہو کر حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ کا دروازہ کھٹکھٹایا، حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوچنے لگے اس گئی رات کو میرا دروازہ کھٹکھٹانے والا کون ہو سکتا ہے۔ ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی حضور میں ابویوسف حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے اندر بلایا، ساری صورتحال سنی، دونوں بزرگ اندھیرے میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تسلی دی اور کہا کہ یہ معمولی بات ہے۔ پھر آپ نے اندر سے دیا منگوا دیا اور کہا کہ میرا یہ نیا لباس پہن لو اور اس پر میری ایک قیمتی شال اوڑھ لو اور اسے خوشبو سے معطر کر لو، پھر فرمایا اب اپنے گھر جاؤ اندر جا کر کہو کہ اے فلانی! میرا حال دیکھ لو اب تمہارے سوا میرا اور کوئی نہیں، آپ اندر داخل ہوئے ہی تھے کہ خوشبو کی ایک مہک محسوس کر کے بیوی نے کہا اچھا اب تم فلاں بد کردار عورت کے

گھر سے لوٹ آئے ہو۔ آپ کی بیوی کو اس خوشبو سے یہی خیال ہوا کہ وہ ضرور کسی محبوبہ کے گھر سے آرہے ہیں۔ اس طرح ابو یوسف نے طلاق کی جو قسم کھائی تھی اس سے بچ گئے۔ آپ نے صبح اٹھ کر اپنے استاد محترم کو شکریہ ادا کیا اور آپ کی علمی و عقلی بصیرت کو داد تحسین دی۔

اہل کوفہ کو قتل عام سے بچالیا

ابو معاذ بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اہل کوفہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام ہیں۔ آپ نے انہیں ایک بار خلیفہ عباسیہ کے ظالمانہ حکم سے محفوظ کر دیا تھا۔ ضحاک بن قیس شیبانی حموری خارجیوں کا کمانڈر تھا۔ وہ عراق کے مختلف شہروں پر حملہ کرتا تو مسلمانوں کا قتل عام کر دیا کرتا تھا۔ وہ اپنے سپاہیوں کو لے کر کوفہ میں بھی آپہنچا اور جامع مسجد کوفہ میں بیٹھ گیا اور ایک فرمان جاری کیا کہ کوفہ کے تمام مردوں کو قتل کر دیا جائے، بچوں کو قید کر لیا جائے۔ اس وقت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صرف چادر اور قمیض پہنے مسجد میں تشریف لائے اور ضحاک سے کہا، میں آپ سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔ ضحاک نے پوچھا کیا بات ہے، آپ نے پوچھا تم کوفہ کے مردوں کو کیوں قتل کرنا چاہتے ہو اور بچوں کو قید کرنے کا حکم کیوں دے رہے ہو؟ اس نے کہا یہ سب مرتد ہیں ان کے ارتداد کی یہی سزا ہے۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ارتداد تو ایک دین سے دوسرے دین کے اختیار کرنے کا نام ہے۔ آپ پہلے بتائیے وہ پہلے کس دین پر تھے اور اب کس دین میں شامل ہوئے ہیں، کیا وہ اپنے پہلے دین میں نہیں رہے۔ ضحاک نے کہا کہ اپنے سوال کو پھر دہرائیے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ لوگ پہلے کس دین پر تھے جسے چھوڑ کر اب دوسرے دین کو اختیار کر رہے ہیں؟ ضحاک نے کہا واقعی یہ میری غلطی ہے۔ اس نے لشکر کو حکم دیا کہ تلواریں میانوں میں کر لو اور کسی کو قتل نہ کیا جائے۔ یہ تھی امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہیت جس سے سارا کوفہ قتل عام سے بچا لیا۔

ایک شخص کوفہ کے شہر میں فوت ہو گیا، اس نے مرنے سے پہلے ایک شخص کو ایک تھیلی دی، اس میں ایک ہزار دینار تھے اور اسے وصیت کی کہ اسے محفوظ رکھے میرا ایک چھوٹا بچہ نابالغ ہے

جب وہ بڑا ہو گا، سمجھ دار ہو جائے گا اسے یہ تھیلی دے دیتا۔ جب وہ لڑکا جوان ہوا تو اس شخص نے اسے تھیلی تو دے دی مگر دینار رکھ لیئے اور اس لڑکے کو کہا میں نے تمہارے باپ کی وصیت پر عمل کر دیا ہے۔ وہ لڑکا بڑا پریشان تھا اس نے علماء کوفہ سے مسئلہ دریافت کیا مگر سب نے کہا تھیلی تجھے مل گئی ہے، وصیت پر درست عمل تو ہو گیا۔ آخر وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچا اور ساری صورت حال بیان کی۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ ایک بہت عمدہ وصیت ہے، تمہارا باپ بڑا عقلمند تھا، اس نے بڑی دانائی سے وصیت کی ہے اس لیے گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ آپ نے اس شخص کو بلا کر پوچھا کیا مرنے والے نے یہی وصیت کی تھی کہ جو شے تجھے پسند ہو اس کے بیٹے کو دے دیتا۔ اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا اس وقت تو تمہیں دینار پسند ہیں جو تم نے اپنے پاس رکھ لیئے اور تھیلی تمہیں پسند نہیں تھی اس لیے تم نے اس کے بیٹے کے حوالہ کر دی۔ تھیلی تو نے اس کو پہلے دے دی اب دینار بھی دے دے۔ چنانچہ اس نے دینار لاکر اس نوجوان کے حوالے کر دیئے۔

ایک عورت کو طلاق سے بچالیا

ایک شخص کی بیوی پانی کا پیالہ اٹھائے آرہی تھی، اس شخص نے کہا کہ اگر تم نے اس پیالے سے پانی پیا تو تجھے تین طلاق، اگر اسے زمین پر گرایا تو تجھے تین طلاق، اگر تم نے پینے کے لیے کسی اور کو دیا تو تجھے تین طلاق۔ علماء نے اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی مگر کوئی جواب نہ بن پڑا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس پیالے میں کپڑا ڈال کر اسے بھگو لو، اس طرح خاوند کی شرط پوری ہو جائے گی اور عورت طلاق سے بچ جائے گی۔

وکیع بن جراح فرماتے ہیں کہ ہمارے ہاں ایک برگزیدہ بزرگ حافظ الحدیث تھے، انہیں اپنی بیوی سے بڑی محبت تھی۔ ایک دن کہہ بیٹھے کہ میری بیوی نے رات کو مجھ سے طلاق مانگی میں نے کہہ دیا اچھا اگر میں تمہیں طلاق نہ دوں تو تجھے تین طلاق، دوسری عورت نے کہا کہ اس کے تمام غلام آزاد اور مال صدقہ کر دیا جائے گا اگر میں نے آج رات طلاق نہ لی۔ دونوں میاں بیوی یہ بات تو کہہ بیٹھے مگر بعد میں نادم ہوئے کہ اب کس طرح بچا جائے۔ دونوں میرے پاس آئے مگر یہ مسئلہ

میرے لیے بھی مشکل تھا۔ میں نے انہیں مشورہ دیا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جائیں، وہ حافظ الحدیث گھبرایا، وہ اکثر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث دانی پر اعتراضات کیا کرتا تھا، یہ بات حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی معلوم تھی۔ وہ کہنے لگا مجھے ان کے سامنے جاتے ہوئے ندامت آتی ہے۔ میرے ساتھ چلو کسی اور عالم دین کے پاس چلتے ہیں۔ ہم دونوں سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر بات نہ بنی۔ پھر ابن ابی لیلیٰ کے پاس گئے مگر مسئلہ حل نہ ہوا۔ اس کے بعد میں میاں بیوی دونوں کو حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لے آیا۔ وہ میرے ساتھ بادل نخواستہ آئے تھے جب واقعہ سنایا گیا تو آپ نے مرد سے پوچھا تم نے جن الفاظ میں قسم کھائی تھی میرے سامنے دہراؤ۔ اسی طرح آپ نے اس عورت کو بھی کہا کہ تم نے کیا الفاظ بیان کیئے تھے، عورت نے تمام الفاظ دہرائے۔ اب آپ نے عورت کو اجازت دیدی اور اس عورت نے اپنے خاوند سے کہا تم مجھے طلاق دے دو۔ اب آپ نے مرد کو کہا تم کہو اے میری بیوی تجھے طلاق ہے۔ آپ نے عورت کو کہا اب تم کہو میں طلاق نہیں چاہتی، جب یہ معاملہ اور مکالمہ ہو گیا۔ تو آپ نے فیصلہ دیا جاؤ تم اپنی قسموں سے بری الذمہ ہو۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قانون میں تم سے کوئی مواخذہ نہیں۔ مرد کو کہا تم اپنے اس عمل سے توبہ کرو اور آئندہ اس طرح کی غیر ذمہ دارانہ باتیں زبان پر نہ لایا کرو۔ پھر عام طور پر تم دوسرے لوگوں کی مذمت کرتے رہتے ہو اس سے بھی زبان کو روک لو۔ ابو وکیع فرماتے ہیں کہ دونوں میاں بیوی نماز کے بعد امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے دعا مانگ رہے تھے۔

دہریوں کا ایک حملہ

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں جہاں خارجی، رافضی اور دوسرے بد عقیدہ لوگ موجود تھے وہاں بے دین دسریئے اور ملحد بھی موجود تھے۔ وہ ایک طرف حکومت کے بعض موثر عہدوں پر فائز تھے، دوسری طرف عوام کے بعض طبقوں پر اثر انداز تھے۔ وہ چاہتے تھے جب بھی موقع ملے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کر دیں۔ ایک دن حضرت امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں اکیلے تشریف فرما تھے۔ اچانک ایک جماعت اندر آئی اور آتے ہی آپ کے

سامنے تلواروں اور چھریوں کی نمائش کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا ٹھہر جاؤ پہلے میرے ایک سوال کا جواب دو پھر جو جی میں آئے کر لینا۔ آپ نے فرمایا مجھے بتاؤ اس شخص کے متعلق تم کیا کہو گے جو دریا میں سامان سے لدی ہوئی کشتی پر سوار ہے، اس کشتی کو طوفانی ہواؤں اور موجوں نے گھیر لیا مگر وہ اس کے باوجود اپنے راستہ پر چل رہی تھی، حالانکہ اس کا کوئی ملاح یا چلانے والا نہیں تھا۔ اس پر ایسا آدمی بھی کوئی نہ تھا جو کشتی کا رخ پھیر کر طوفانوں کی زد سے کسی دوسری طرف لے جائے۔ کیا تمہاری عقل تسلیم کرتی ہے کہ اس کے باوجود کشتی طوفانوں کے درمیان سیدھی منزل کی طرف چلتی جائے گی۔ ان سب نے کہا کہ عقل نہیں مانتی۔ آپ نے فرمایا جب تمہاری عقل یہ تسلیم نہیں کرتی کہ کشتی کسی چلانے والے یا ملاح کے بغیر طوفانوں سے اپنا راستہ خود نہیں بنا سکتی تو اتنی بڑی کائنات جس میں مختلف اقسام کے طوفان ہیں وہ کسی چلانے والے کے بغیر کس طرح قائم رہ سکتی ہے۔ آپ کی بات سن کر دہریے جو قتل کرنے آئے تھے سرنگوں ہو گئے اور اپنی اپنی تلواریں میانوں میں کر لیں، اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کے سامنے اپنے عقائد سے توبہ کر لی۔

خارجی میدان مناظرہ میں

ایک وقت آیا کہ خارجیوں نے کوفہ پر قبضہ کر لیا۔ ان کے ایک دستے نے سب سے پہلے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گرفتار کر لیا، ان کا مقصد یہ تھا کہ آپ کوفہ کے شیخ الائمہ ہیں اگر آپ ہمارے قابو آگئے تو کسی دوسرے کو جرات نہ ہوگی کہ ہمارے سامنے بات کر سکے۔ خارجیوں کا ایک عقیدہ یہ تھا کہ جو ان کے عقیدہ پر یقین نہیں رکھتا وہ مسلمان نہیں رہتا۔ آپ نے فرمایا میں ہر قسم کے کفر سے توبہ کرتا ہوں انہوں نے آپ کو چھوڑ دیا۔ بعد میں چند لوگوں نے کہا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو تمہیں جل دے کر چھوٹ گئے وہ تو تمہیں کافر سمجھتے ہیں اور تمہارے کفر سے توبہ کرتے رہے ہیں۔ خارجیوں نے آپ کو گھر سے پھر گرفتار کر لیا اور پوچھا شیخ آپ نے تو ان عقائد سے توبہ کی جن پر ہم ہیں۔ آپ نے ان سے پوچھا یہ بات تم نے لوگوں کے بھڑکانے پر گمان سے کہہ دی ہے یا ایمان اور یقین سے؟ انہوں نے کہا ہم گمان سے کہہ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تو ان بعض الظن اثم فرماتا ہے۔ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ تم نے تو گناہ کیا ہے

مجھ پر بدگمانی کی۔ تمہارا عقیدہ ہے کہ ہر گناہ کفر ہے پہلے تم اس کفر سے توبہ کرو۔ خارجیوں کے سردار نے کہا اے شیخ! آپ صحیح کہہ رہے ہیں میں کفر سے توبہ کرتا ہوں مگر آپ بھی کفر سے توبہ کریں۔ آپ نے اعلان کیا کہ میں ہر کفر سے توبہ کرتا ہوں۔ اس پر خوارج نے آپ کو پھر چھوڑ دیا۔

یاد رہے کہ خارجیوں نے آپ کے دوسری بار توبہ کرنے پر یہ جانا کہ آپ نے اپنے کفری عقیدہ سے توبہ کا اعلان کیا ہے حالانکہ آپ تو ان خارجیوں کے کافرانہ عقائد سے توبہ فرما رہے تھے۔

قرات خلف امام پر ایک مکالمہ

مدینہ پاک سے علماء کی ایک جماعت کوفہ میں صرف اس لیے آئی کہ وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فاتحہ خلف الامام پر مناظرہ کریں۔ ان کا خیال تھا کہ جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جواب نہیں دے سکیں گے اور اپنی شکست تسلیم کر لیں گے تو ہم انہیں سارے کوفہ میں رسوا کریں گے اور لوگ ہماری قدر کریں گے کہ مدینہ کے علماء کرام نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شکست دے دی ہے۔ آپ نے فرمایا میں اتنے آدمیوں سے تو بیک وقت بات نہیں کر سکتا۔ نہ ہی ہر ایک کی بات کا جواب دے سکتا ہوں۔ آپ ایسا کریں کہ سب کی طرف سے ایک سمجھ دار عالم مقرر کر لیں وہ اکیلا مجھ سے بات کرے۔ انہوں نے ایک بڑا عالم منتخب کیا جو آپ سے بات کرے گا۔ آپ نے سب کو فرمایا کیا یہ عالم دین جو بات کرے گا وہ آپ کی طرف سے ہوگی اور کیا اس کا فیصلہ آپ کا فیصلہ ہوگا اور کیا تم اس کی ہار جیت پر متفق ہو گے۔ ان سب نے کہا ہاں! ہم اس عالم دین کی بات پر متفق ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارا مسئلہ حل ہو گیا۔ تم نے میرے خیالات کی تائید کر دی ہے اور میرے موقف کو تسلیم کرتے ہوئے۔ حجت قائم کر دی ہے، وہ کہنے لگے وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا تم نے خود اپنی طرف سے ایک آدمی منتخب کیا اور فیصلہ کیا کہ اس کی ہر بات تمہاری بات ہوگی، اس کی ہار جیت تمہاری ہار جیت ہوگی، ہم نماز کے دوران اپنا امام منتخب کرتے ہیں۔ اس کی قرات ہماری قرات ہوتی ہے، وہ بارگاہ خداوندی میں ہم سب کی طرف سے نمائندہ ہے۔ مدینہ سے آنے والے وفد نے آپ کی بات کو تسلیم کیا اور اپنے موقف سے دستبردار ہو گئے۔



امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما کی حاضر جوابی کا اعتراف

حضرت عثمان بن زائدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کوئی شخص حاضر جواب نہیں دیکھا۔ خلیفہ ابو جعفر عباسی نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی خصوصی دعوت پر بلایا اور فرمایا میں نے آپ کو اس لیے بلایا ہے کہ آپ ملک کے قاضی القضاة (چیف جسٹس) کا عہدہ قبول فرمائیں۔ آپ نے انکار کر دیا۔ ابو جعفر نے فرمان شاہی سے سرتابی کی بنا پر آپ کو چند دنوں کے لیے جیل میں بھیج دیا۔ پھر بلا کر کہا ابوحنیفہ! آپ کو اتنا بڑا عہدہ قبول کرنے میں کیا عذر ہے؟ آپ اتنے بڑے فقیہ ہیں، عدل و انصاف کی فرمانروائی میں آپ کو ہمارا ہاتھ بٹانا چاہئے، مگر آپ ایک نہایت ہی اہم کام سے معذرت کرتے جاتے ہیں حالانکہ آپ کے اکثر ساتھی اہل علم و فضل نے ہماری سلطنت میں ایسے عہدے قبول کیئے ہیں۔ آپ نے جواباً فرمایا، اللہ تعالیٰ آپ کی اصلاح فرمائے، میں دراصل اس عہدے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ خلیفہ نے کہا آپ جھوٹ بول رہے ہیں، آپ نے فرمایا اللہ اکبر آپ نے خود ہی فیصلہ فرما دیا جھوٹا آدمی تو اس منصب کے لائق نہیں ہوتا، جھوٹا قاضی لوگوں کے فیصلے نہیں کر سکتا۔

دینی مسائل حل کرنے میں دلچسپی

ایک دن حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشاء کی نماز پڑھ کر مسجد سے باہر آ رہے تھے ابھی جوتا آپ کے ہاتھ میں ہی تھا کہ ابو زفر نے آپ سے ایک مسئلہ دریافت کیا، آپ نے جواب دیا تو ابو زفر نے اس پر قیاس قائم کر کے مزید وضاحت چاہی، آپ نے اس کا جواب دیا۔ اس طرح اس مسئلے پر گفتگو ہوتی رہی اور دونوں حضرات بحث و تمحیص کرتے رہے حتیٰ کہ صبح کی اذان ہو گئی۔ دونوں مسجد میں واپس آئے فجر کی نماز ادا کی اس کے بعد پھر اس مسئلے پر گفتگو ہونے لگی، بحث نے طول پکڑا آخر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جواب پر مسئلہ طے ہوا۔ (یہ واقعہ آپ کے مسائل دینیہ کے حل کرنے میں دلچسپی اور آپ کے شاگردوں کی تحقیق مسئلہ میں بے پناہ تربیت کی دلیل ہے۔)

امام زفر پر ایک شخص نے گفتگو کی آپ نے جواب دیا تو وہ مطمئن ہو گیا مگر اس نے کہا آپ کی بات سے مجھے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ واقعہ یاد آتا ہے جب آپ نے ان سے ایک مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے اس وقت تک منہ نہیں موڑا جب تک آپ مطمئن نہیں ہو گئے۔ آپ کا ایک قدم مکان میں اور ایک مکان کی دہلیز سے باہر تھا، آپ اسی طرح کھڑے رہے، اس واقعہ کا میں عینی شاہد ہوں۔ ابو مطیع نے جب یہ واقعہ سنا تو حیران رہ گئے کہ امام صاحب دینی مسائل حل کرنے اور امام زفر سے حاصل کرنے میں ساری رات اسی طرح کھڑے رہے۔

ابو مجاہد رضی اللہ عنہ ” مرو “ کے ایک عابد اور زاہد بزرگ تھے فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا تھا تو آپ کی محفل میں یہ سوال آیا کہ ایک شخص نے چند لوگوں پر سانپ پھینک دیا۔ جن جن لوگوں کو سانپ نے ڈسا تمام مر گئے آپ فرمائیے کہ وہ دیت کس کو ادا کرے گا؟ آپ نے فرمایا اس پر تمام لوگوں کے لیے علیحدہ علیحدہ دیت ہے جو اس سانپ کے ڈسنے سے مرے۔ ہاں اگر اس نے کسی کے گھر سانپ چھوڑا اور وہاں چند لوگ رہتے تھے سانپ نے انہیں ڈسا اور وہ مر گئے تو اس پر دیت نہیں ہے اس لیے کہ گھروں میں عام طوڑ سانپ گھس آتے ہیں۔ یہ گھر والوں کی ذمہ داری ہے کہ ان سے اپنی حفاظت کریں۔ ابو مجاہد نے بتایا کہ میں نے ہزاروں مسائل حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سیکھے اور یاد کیئے ہیں۔

ایک قدری کی اصلاح

اسحاق بن ابراہیم حنظلی سمرقند کے قاضی القضاة (چیف جسٹس) تھے۔ ہم سمرقند سے چند دوستوں کے ساتھ کوفہ آ گئے۔ ہمارے ساتھ ایک ” قدریہ “ عقیدہ کا آدمی بھی تھا، ہم نے کوفہ پہنچ کر اس سے پوچھا تمہاری گفتگو کس سے کرائی جائے؟ اس نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیا۔ ہم آپ کی مجلس میں پہنچے تو آپ سائلوں کے ایک انبوہ میں گھرے ہوئے تھے اور آپ اپنے شاگردان عزیز کو کچھ لکھوا بھی رہے تھے۔ ہم بھی آگے بڑھے اور عرض کی حضور ہم سمرقند سے آئے ہیں اور ہمارے ساتھ ایک ایسا ساتھی ہے جو قدریہ عقیدہ رکھتا ہے اگر آپ اس کو گفتگو کا موقعہ دیں تو شاید اس کی اصلاح ہو جائے۔ ہم نے دل میں کہا قدری لوگ بحث کو بڑا طویل لے جاتے ہیں، آپ

اسے اتنا وقت کس طرح دیں گے اور جو کام کر رہے ہیں اسے کس طرح چھوڑ دیں گے لیکن ہوا یہ کہ آپ نے قدری سے ایک سوال کیا، اس نے اس کا فوراً جواب دیا۔ آپ نے پھر سوال کیا مگر وہ تھوڑی دیر سوچنے لگا اور سوچ کر جواب دیا۔ آپ نے ایک اور سوال کیا وہ قدری سر کو تھام کر سوچنے لگا اور ماتھے پر آئے ہوئے پسینے کو پونچھنے لگا اور حیران تھا کہ کیا جواب دے آخر کہنے لگا میں اللہ سے بخشش کی استدعا کرتا ہوں اور اپنے عقائد سے توبہ کرتا ہوں۔ اے ابوحنیفہ! اللہ تعالیٰ آپ کو خزانہ خیر دے، آپ نے دو سوالوں میں میری دنیا بدل دی، میں تو جہنم کے کنارے پر کھڑا تھا آپ نے مجھے بچا لیا۔

ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ساری زندگی ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسائل میں بازی لے گیا ہو۔ ابوسعید صغانی فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں ختنوں کی تقاریب میں لوگ شکر بکھیرا (بانٹا) کرتے تھے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شکر بکھیرنے کو ناجائز نہیں کہتے تھے۔ آپ نے مزید بتایا ہم ایک بار ایک ایسے شخص کو آپ کے پاس لے آئے جو شکر بکھیرنے میں مشہور تھا، اس نے آپ کے سامنے بہت سی شکر پیش کی آپ نے مجھے حکم فرمایا یہ شکر لے لو۔

ابوسعید محمد بن المنتشر صغانی کے بہت بڑے فقیہ تھے۔ آپ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت میں رہتے تھے۔ اس طرح آپ کو بہت سے مسائل یاد ہو گئے تھے۔ آپ ان مسائل کو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے بیان فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے اپنی مسند میں حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہت سی روایات کو جمع کیا ہے۔ حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ آج روئے زمین پر ابوسعید صغانی سے زیادہ نایاب کوئی شخص نہیں ہوگا۔ یہی ابوسعید صغانی فرماتے ہیں ابو یوسف رضی اللہ عنہ کے اس قول کے باوجود حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے اپنے شاگردوں کی پہلی صف میں بٹھایا کرتے تھے، جس میں بڑے بڑے جلیل القدر تلامذہ موجود ہوتے تھے اور سب سے پہلے میرے ہی سوال کا جواب دیا کرتے تھے۔ میں نے حضرت امام رضی اللہ عنہ سے عرض کی حضور! آپ کی خصوصی توجہ کی وجہ سے حسن بن عمارہ میری بڑی عزت کرتے ہیں اور اپنے قریب بٹھا کر خوشی محسوس کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا حسن بن عمارہ نے میری محبت میں بڑی تکلیفیں

برداشت کی ہیں۔ اس پر علمائے وقت حسد کرتے ہیں تو صرف میری محبت کی وجہ سے۔ مسیب بن اسحاق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ابوسعید صغانی کی عادت تھی کہ کسی بھی مجلس میں جاتے تو ہر مسئلہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تذکرہ سے بیان فرمایا کرتے تھے اور دوسرے علماء کی بات کاٹ کر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کر دیا کرتے تھے۔

ابوسعید صغانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے محمد بن عجلان کی مجلس میں ایک مسئلہ پر گفتگو کی تو آپ بڑے محظوظ ہوئے اور کہنے لگے یہ نہایت ہی لطیف جواب ہے تم کس کی محفل میں بیٹھے ہو؟ میں نے کہا، امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ جو بھی ان کی صحبت میں رہا ہے اسے ایسی لطیف گفتگو کرنا آجاتی ہے۔

مرنے والی عورت کے پیٹ میں زندہ بچہ

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا میں کونے کے ایک گوشے میں رہتا ہوں۔ رات کے پہلے حصے میں میری بہن فوت ہو گئی ہے اور بچہ اس کے پیٹ میں ہے اور وہ پیٹ میں حرکت کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا فوراً جاؤ اور عورت کا پیٹ چاک کر کے بچہ باہر نکال لو۔ وہ شخص دوبارہ سات سال بعد امام اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کے ساتھ ایک سات سالہ بچہ بھی تھا، آپ سے پوچھنے لگا آپ اس بچے کو پہچانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں، اس نے بتایا یہ وہی بچہ ہے جو آپ کے فتویٰ سے ماں کے پیٹ سے نکالا گیا تھا۔ یہ ساری زندگی آپ کا خادم رہے گا۔ اس کا نام ہم نے ”نجاء“ رکھا ہے۔

عبدالعزیز خالد صغانی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے بہت سی کتابیں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پڑھی تھی۔ فارغ ہوا تو آپ سے عرض کی حضور میں آپ سے روایات بیان کیا کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں کر لیا کرو۔ میں نے پوچھا کیا میں یہ کہہ سکتا سمعت عن ابوحنیفہ ”میں نے امام ابوحنیفہ سے یوں سنا“ آپ نے فرمایا ہاں کوئی حرج نہیں۔ آپ نے مزید فرمایا آپ یوں بھی کہہ سکتے سمعت، حدثنی، اخبرنی، یہ تمام ایک ہی طرح کے جملے ہیں جو چاہو کہو۔ اس میں گنجائش ہے۔

عبدالعزیز خالد رحمۃ اللہ علیہ ترمذ اور صعقان کے امام اور فقیہ تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال سے سات دن پہلے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا جو حج ادا نہ کرنے کی قسم کھا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا وہ کفارہ ادا کرے اور اپنے خیال سے رجوع کرے۔

حضرت ابو مطیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جمعہ کے دن چادر اور قمیص پہنے دیکھا۔ میرے اندازہ میں ان دونوں کپڑوں کی قیمت چار سو درہم سے کم نہ ہوگی۔ آپ کا دامن زمین کو چھو رہا تھا، میں نے پوچھا حضور یہ مکروہ بات نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا صرف چادر یا تہبند کا ٹخنے کے نیچے تک جانا مکروہ ہے، کسی دوسرے کپڑے کا زمین سے مس کرنا مکروہ نہیں، آپ نے فرمایا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کردہ حدیث ہے کہ جس کی چادر (تہبند) ٹخنے سے نیچے زمین کو چھوئے گی اس کی نماز قبول نہیں کرے گا۔

چار ہزار سوالات کے جوابات

محمد بن ابی مطیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی سے سنا ہے کہ میں نے ہر فن کے چار ہزار مشکل مسائل جمع کیئے اور اسی طرح مشکل واقعات اکٹھے کیئے۔ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان مسائل پر گفتگو کرنے لگا۔ آپ نے مجھ سے دریافت کیا ابو مطیع! تمہارے پاس اس قسم کے کتنے سوالات ہیں؟ میں نے کہا چار ہزار۔ فرمایا اس وقت مجھ سے نہ پوچھو میں مشغول ہوں جب فارغ ہوں گا میرے پاس آجانا۔ آپ کو میں جو نہی فارغ پاتا اپنے سوالات کا جواب پاتا حتیٰ کہ ایک عرصے میں مجھے تمام سوالات کے تسلی بخش جوابات مل گئے۔ میں فارغ ہونے لگا تو آپ نے فرمایا ابو مطیع! مجھے آپ کے سوالات کا انداز اور حسن بیان بڑا پسند آیا ہے، ان سوالات کا جمع کرنا بڑے دل گردے کا کام ہے اور بڑے عالی دماغ کا کارنامہ ہے۔ آگے چل کر یہی ابو مطیع بلخی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے امام کہلائے۔ آپ عابد، زاہد اور فقیہ وقت تھے۔ ان کی عادات و خصائل ایسے عمدہ تھے کہ لوگ آپ پر فریفتہ تھے۔ مسیب بن اسحاق نے فرمایا میں نے اپنے زمانہ میں ابو مطیع رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر کسی کو فقیہ نہیں دیکھا۔ وہ کبھی کسی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے، یہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت کا اثر تھا۔

معمربن الحسن الروی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک دن امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور محمد بن اسحاق کے ساتھ عباسی خلیفہ منصور ابو جعفر کے دربار میں حاضر ہونے کا موقع ملا۔ ہمارے جانے سے پہلے اس نے کوفہ، بصرہ، مدینہ منورہ اور دوسرے شہروں کے علماء کو بھی بلا رکھا تھا۔ اس کے سامنے ایک خصوصی مہم تھی جسے علماء کرام کے مشورہ سے حل کرنا چاہتا تھا۔ اس نے اس مجمع میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خصوصی دعوت پر بلایا تھا۔ آپ کے لیے ایک خاص سواری کوفہ بھیجی تھی اور ایک شاندار وفد آپ کو لانے کے لیے گیا تھا۔ اسے جس پریشانی کا سامنا تھا اسے صرف اور صرف امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی دور کر سکتے تھے۔ امام رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے خلیفہ عباسی کی پریشانی تو دور ہو گئی مگر اس نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روک لیا اور اسلامی سلطنت کے عدل و انصاف کے معاملات پر گفتگو کرنے لگا۔ منصور نے اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ ملک کے مختلف علاقوں کے قاضی جو شرعی فیصلے کرتے ہیں آپ ان پر آخری فیصلہ دیا کریں تاکہ ملک میں عدل و انصاف کی صورتحال کو صحیح اسلامی فقہ کی روشنی میں درست رکھا جائے۔ خلیفہ نے محمد ابن اسحاق رضی اللہ عنہ کو بھی روک لیا اور انہیں کہا کہ آپ اس کے بیٹے کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات پر تعلیم دیا کریں۔

ایک دن یہ دونوں حضرات (امام ابوحنیفہ اور محمد بن اسحاق) دربار میں موجود تھے۔ محمد ابن اسحاق کے دل میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حسد کی آگ سلگ رہی تھی، اس نے دیکھا کہ خلیفہ نے آپ کو خصوصی سواری سے بڑے اعزاز و اکرام سے کوفہ بلایا، پھر آپ کی رائے کو بڑی اہمیت دی، آپ کے اعزاز پر خصوصی توجہ دی، پھر ملکی اور سیاسی معاملات پر آپ کے مشورہ کو ترجیح دی، حکومت کے معاملات پر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کو فوقیت دی۔ محمد ابن اسحاق کو دربار میں آپ کی بڑھتی ہوئی اہمیت اچھی نہ لگی انہوں نے تہیہ کر لیا کہ آپ کو خلیفہ منصور کی نظروں میں گرا دے۔ ایک دن خلیفہ کی موجودگی میں انہوں نے حضرت امام رضی اللہ عنہ پر ایک ایسا سوال کیا جو خلیفہ کی ناراضگی کا سبب بن سکتا تھا۔ محمد ابن اسحاق نے کہا ابوحنیفہ! آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو اس بات پر قسم کھائے کہ فلاں فلاں کام نہیں کرے گا یا فلاں فلاں کام ضرور کرے گا، لیکن فوراً انشاء اللہ نہیں کہا، بلکہ یمین سے فراغت کے بعد کسی دوسرے وقت میں انشاء

اللہ کہہ دیا یعنی قسم سے سکوت کے بعد کہا۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اسے سکوت کے بعد انشاء اللہ کہنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ قسم کے انقطاع کے بعد استثناء بیکار ہے۔ استثناء تو قسم کے ساتھ متصل ہی مفید ہے۔ محمد بن اسحاق نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے جب کہ امیر المومنین کے جد اکبر ابن عباس (ابو العباس عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نے فرمایا ہے کہ یمین کے بعد استثناء جائز ہے، خواہ ایک سال کے بعد ہی ہو اور انہوں نے اس استدلال کو قرآن پاک کی اس آیت سے لیا ہے۔ واذکر ربک اذا نسیت ☆ منصور نے محمد ابن اسحاق کو کہا واقعی ہمارے جد اکبر نے ایسا ہی فرمایا ہے۔ محمد اسحاق کہنے لگے ہاں انہوں نے ایسے ہی فرمایا ہے۔ یہ سنتے ہی خلیفہ منصور نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا اور غضبناک انداز میں کہا۔ کیا تم ہمارے جد اکبر کی رائے کی مخالفت کرتے ہو؟ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں ابو العباس (ابن عباس عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی مخالفت تو نہیں کرتا۔ ان کے ارشاد گرامی کو درست طریقے سے بیان کرتا ہوں۔ میں اس مسئلہ پر وضاحت کرتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث شریف کو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوں روایت کیا ہے کہ من حلف علی یمین و یستثنی فلا حنث علیہ ○ ”جس نے قسم کھائی اور استثناء کیا تو حنث نہیں ہوگا۔“ ہم نے اس حدیث پاک کو استثناء سے متصل پر محمول کیا ہے لیکن یہ لوگ آپ کی خلافت کے مخالف ہیں اور آپ کی خلافت کے منکر ہو کر سلطنت کے خلاف سازش کر رہے ہیں اور اس مخالفت میں حضرت ابو العباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کا غلط استعمال کرتے ہیں۔ منصور نے آپ سے وضاحت طلب کی تو آپ نے فرمایا، یہ کہنے میں کہ ہم خلیفہ منصور کی بیعت کرتے ہیں مگر یہ تقیہ کر جاتے ہیں کیونکہ اسی وقت استثناء کا صرف ارادہ کرتے ہیں پھر وہ جب چاہیں آپ کی بیعت کا قلاوہ گلے سے اتار پھینکیں، اس استثناء سے آپ کی بیعت کا طوق ان کے گلے سے اتر سکتا ہے، اگر یہ قسم کے ساتھ متصل کر دیں تو بیعت نہیں توڑ سکتے۔ مگر یہ لوگ تو ایک عرصہ تک استثناء کے زیر سایہ قسم کو معلق رکھتے ہیں۔ منصور کی سمجھ میں یہ بات آگئی، اس نے حکم دیا کہ ایسے تقیہ بازوں اور منافقوں کو گرفتار کر لیا جائے۔ محمد ابن اسحاق کو عباسی دربار سے ہی گرفتار کر لیا گیا۔ اس کی چادر اس کے گلے میں ڈال کر

زندانی خانہ تک لایا گیا اور کچھ عرصہ تک جیل میں پھینک دیا گیا۔

الفضل السجزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن ابی لیلیٰ، سفیان ثوری اور امام شریک ایک دن امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، کسی نے مسئلہ پوچھا کہ ان لوگوں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جو ایک مجلس میں اکٹھے بیٹھے ہوئے ہوں، ایک شخص پر سانپ چڑھ گیا اور اس نے اپنے آپ کو بچانے کے لیے اس سانپ کو دوسرے پر پھینک دیا، اس نے تیسرے پر پھینکا اب اس سانپ نے تیسرے آدمی کو ڈس لیا اور وہ مر گیا تو اس کی دیت کسے ادا کرنا ہوگی۔ بعض لوگوں نے کہا کہ پہلے شخص کو دیت دینا چاہئے، بعض کہنے لگے تمام دیت دیں گے۔ غرضیکہ مختلف علماء اپنی مختلف آراء سے گفتگو کرتے رہے مگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش بیٹھے رہے۔ جب وہ کسی نتیجہ پر نہ پہنچے تو لوگوں نے آپ کی طرف رجوع کرتے ہوئے مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا پہلے شخص نے سانپ کو اپنی جان بچانے کے لیے پھینک دیا۔ اسی طرح ہر ایک پھینکتا چلا گیا، اگر کسی شخص نے دیدہ دانستہ سانپ دوسرے پر پھینکا تھا تو اسے دیت دینا واجب ہوگی ورنہ کسی کو نہیں۔ لوگ آپ کے جواب سے مطمئن ہو گئے۔

استحاضہ پر گفتگو

صفیہ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ جب ایک عورت ایام حیض سے فارغ ہو کر غسل کر کے پاک و صاف ہو چکی ہو اور اسے اب حیض کی کوئی نشانی نظر نہیں آتی تو کیا ایسی عورت بھی رحم میں روئی رکھنے کی ضرورت کو پورا کرے گی؟ آپ نے فرمایا ہاں یہ احتیاط صرف استحاضہ کے لیے ہوتی ہے یا ایسی عورت جسے کمزوری یا کسی بیماری کی وجہ سے رطوبت کا اخراج ہوتا ہو۔

حضرت قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا تھا کہ جب قاضی عہد دیدہ دانستہ ظلم کرے اور انصاف سے دستبردار ہو جائے تو اس کی قضا منسوخ ہو جاتی ہے اور اسے معزول کر دینا چاہئے۔ شرعی طور پر اس کی قضاء تو خود بخود منسوخ ہو جاتی ہے۔

مسئلہ دور کا صحیح جواب

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حج کے لیے حرمین شریفین کو چلے گئے تو کوفہ میں ایک مسئلہ ”دور“ سامنے آیا۔ ابن شبرمہ، ابن ابی لیلیٰ اور امام سفیان ثوری رضی اللہ عنہم جیسے جید علماء اور کوفہ کے دوسرے مقتدر علمائے کرام سے یہ مسئلہ حل نہ ہو سکا۔ ان دنوں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کئی قابل شاگرد بھی کوفہ میں موجود تھے مگر وہ بھی اس مسئلہ کا جواب نہ دے سکے۔ تمام نے فیصلہ کیا کہ اس مسئلہ کو حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی واپسی تک معلق رکھا جائے۔ حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت کی واپسی کا انتظار کرنے لگے مگر ہمارے دل میں یہ خدشہ تھا کہ شاید امام رضی اللہ عنہ بھی اس کا کوئی جواب نہ دے سکیں گے تو اس طرح ہماری سبکی ہوگی اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عزت میں کمی آئے گی۔ ہم اس طرح خوفزدہ تھے اور بعض شاگرد تو چاہتے تھے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ میں واپس ہی نہ آئیں۔

امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آپ واپس آئے تو میں نے کوفہ سے کئی میل باہر جا کر آپ کا استقبال کیا اور ساتھ ہی اس مشکل مسئلہ سے آگاہ کیا۔ میرا خیال تھا کہ آپ کوفہ پہنچتے پہنچتے یا لوگوں کے استفسار سے پہلے ہی اس مسئلہ پر غور فرمائیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ عین موقعہ پر آپ کے لیے بعض دشواریاں ہوں۔ میں نے سلام کیا تو آپ نے مجھے اپنی سواری پر اپنے ساتھ بٹھالیا، دوسرے لوگ بھی آپ کے استقبال کے لیے اپنی سواریوں پر سوار تھے۔ بڑا زبردست استقبال تھا۔ سڑکیں اور راستے تنگ ہو گئے۔ آپ نے گھر آتے ہی دو نفل ادا کیئے۔ لوگوں کا ایک ہجوم آپ کی طرف بڑھا اور ملنے لگا۔ اب علماء کرام کے ایک وفد نے آپ کے اردگرد مندیں جمالیں اور وہی مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے سوال سن کر سر جھکا لیا، چند لمحوں بعد سر اٹھایا، میں نے اندازہ لگا لیا کہ آپ اب جواب عنایت فرمائیں گے۔ واقعی آپ نے گفتگو کا آغاز کیا اور اس مسئلہ کا مکمل حل پیش کیا اور جب تک علماء کرام مطمئن نہ ہو گئے آپ وضاحت فرماتے گئے۔ آپ کا جواب سن کر لوگ خوش ہو گئے۔ اب ہم لوگ جو حضرت کے حلقہ تلامذہ میں تھے انتہائی مسرت میں جھوم اٹھے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوت ہو گئے تو ایک دن خلیفہ کے سامنے ایک شخص

گزرا، لوگوں نے بتایا کہ یہ شخص حساب دان ہے، ریاضی کا ماہر ہے، خلیفہ کے آدمی اسے اندر لے آئے اور دینی مسائل پر گفتگو کرنے لگے اور بڑی تعظیم و تکریم سے بٹھایا۔ میں نے ایک مسئلہ کے بارے میں سوال کیا یہ مسئلہ حساب دانی کا تھا، میں خود حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں اس سوال کے جواب کے لیے مضطرب تھا مگر آپ سے دریافت نہ کر سکا تھا۔ اس نے کہا بتائیے وہ کیا مسئلہ ہے۔ میں نے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا یہ فلاں کتاب، فلاں باب میں موجود ہے نکالیے اور پڑھئے۔ لیکن اس کے باوجود وہ مسئلہ حل نہ ہوا۔ اب انہوں نے فرمایا اب فلاں کتاب کا فلاں باب نکالیے مگر میں پھر اس مسئلہ کا حل نہ پاسکا۔ اس طرح انہوں نے مجھے کئی ابواب کی نشاندہی فرمائی مگر مسئلہ جوں کا توں ہی رہا۔ اب صرف ایک باب رہ گیا تھا، فرمانے لگے اگر اب بھی حل نہ ہوا تو یہ مسئلہ ہمیشہ حل طلب ہی رہے گا۔ اب انہوں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک قول بیان کیا تو میں نے دیکھا کہ وہ مسئلہ کا صحیح جواب تھا۔ میں مطمئن ہو گیا کہ مسئلہ حل ہو گیا مگر میں نے اپنی آن رکھنے کے لیے کہا ابھی تک یہ مسئلہ حل نہیں ہوا۔ اب میں ان سے علیحدگی میں اس طریقہ سے مسائل حل کرتا رہا۔ ایک دن انہوں نے مجھے پوچھا ابو یوسف ابھی تک وہ مسئلہ حل نہیں ہوا مگر میں ہر بار انہیں ٹال جاتا، حالانکہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول نے میرا مسئلہ حل کر دیا تھا۔

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ بیان فرمایا ہے کہ جب خلیفہ عباسیہ ابوالعباس کوفہ میں آئے تو انہوں نے کوفہ کے تمام علمائے کرام کو اپنے پاس بلایا اور اعلان کیا کہ آج امور سلطنت آپ کے نبی کی اولاد کے سپرد ہوئے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے، وہی حاکم ہے۔ اب وہ اولاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے حق کو قائم کرے گا۔ اب آپ حضرات علمائے کرام پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ آپ لوگوں کو حق کی اعانت کرنے پر آمادہ کریں۔ آپ لوگوں کو حکومت انعام و اکرام بھی دے گی اور آپ کو بلند مناصب پر بھی فائز کیا جائے گا اور اب آپ لوگوں کے مشورے سے کام ہوں گے۔ چنانچہ آپ حضرات خلیفہ وقت کی بیعت کر لیں تاکہ یہ کام نہایت سلیقہ سے سرانجام پائیں اور قانونی حجت قائم ہو جائے۔ ہم دین، دنیا اور آخرت میں سرخرو ہوں گے۔ قیامت کے دن بھی آپ حضرات ایک امام کے ساتھ ہوں گے۔ ایسے لوگ جن کا کوئی امام نہیں ہوتا وہ منتشر رہتے ہیں، اس لیے آپ حضرات مجھے امیر المؤمنین تسلیم کر لیں۔ اب تمام علمائے کرام خاموش تھے۔ سب کی نگاہیں امام

ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر لگی ہوئی تھیں کہ آپ کیا جواب دیتے ہیں۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ نے علمائے کرام کو پوچھا کیا آپ مجھے اجازت دیں گے اپنی طرف سے اور آپ کی طرف سے جواب دوں؟ سب نے اتفاق کیا کہ آپ ہی جواب دیں۔

آپ اٹھے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنائیں کی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام پیش کیا اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربت کی وجہ سے ہمیں حق ملا ہے اور ظالموں کے ظلم سے نجات ملی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں حق بیان کرنے کی توفیق دی ہے۔ اے ابوالعباس! ہم اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کی بیعت کرتے ہیں اور آپ کے ساتھ وفاداری کا عہد کرتے ہیں اور قیامت تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد اور قربت والوں سے محبت کرتے رہیں گے۔

خلیفہ ابوالعباس آپ کے اس جواب سے بڑا خوش ہوا اور فرمایا آپ جیسا خطیب آج دنیائے اسلام میں کوئی نہیں ہے۔ میں آپ کی قدر کرتا ہوں، میں ان علمائے کرام کی بھی تعریف کرتا ہوں جنہوں نے اپنی علمی بصیرت کا ثبوت دیتے ہوئے آپ کو منتخب کیا ہے۔ جب تمام لوگ دربار سے چلے آئے تو حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھنے لگے کہ قیامت تک سے آپ کی کیا مراد ہے؟ کیا آپ کو یقین تھا کہ یہ لوگ قیامت تک رہیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ آپ لوگوں نے مجھے ایک اہم کام دیا تھا میں نے آپ لوگوں کی جان چھڑادی اور خود مصائب میں پھنس گیا ہوں۔ میں نے تو آپ کی خلاصی کے لیے کہا تھا۔ بس علماء کرام نے آپ کی اس کوشش کی تعریف کی۔

حضرت شریک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک جنازہ میں حاضر تھے، ہمارے ساتھ سفیان ثوری، ابن شرمہ، ابن ابی لیلیٰ، امام ابو حنیفہ، ابوالاحوص، مندل اور حبان بھی تھے۔ جنازہ بنو ہاشم کے سرداروں کے ایک بیٹے کا تھا جس میں کوفہ کے بے شمار لوگوں کے علاوہ اہل علم کی ایک بہت بڑی تعداد موجود تھی۔ ہم جنازہ اٹھائے چلتے چلتے ایک جگہ رک گئے، پوچھا گیا تو لوگوں نے بتایا کہ مرنے والے نوجوان کی باں صدمہ سے پریشان ہو کر پہنچی ہے اور اپنے سر سے دوپٹہ اتار کر جنازے پر ڈال دیا ہے چونکہ وہ ہاشمیہ اور سیدہ خاتون تھیں لوگ اس حرکت سے بڑے پریشان ہوئے اور شرم و حیاء کرتے ہوئے جنازہ کو رکھ کر علیحدہ ہو گئے ہیں۔ اس مرے ہوئے نوجوان کے والد نے اس سید زادی کو پکار کر کہا کہ یہاں سے چلی جاؤ۔ مگر اس خاتون نے جانے سے انکار کر دیا تو خاوند نے غصہ میں آکر کہا اگر تم نہ

جاؤ گی تو میری طرف سے تمہیں طلاق ہے۔ اس خاتون نے بھی کہا کہ اگر میں یہاں سے چلی گئی تو میرے تمام غلام آزاد ہوں گے اور میں اس وقت تک یہاں سے نہیں جاؤں گی جب تک اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔ یہ صورت حال بڑی پریشان کن تھی۔ تمام لوگ سخت پریشان تھے، علماء کرام ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ جس شخص کا بیٹا فوت ہو گیا تھا اس نے طلاق کی قسم کھائی تھی، اس نے مجمع میں پکارا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہاں ہیں؟ برائے کرم وہ آگے بڑھ کر ہمارا مسئلہ حل کریں۔ آپ آگے بڑھے اور تمام واقعہ کو اس شخص کی زبانی سنا، آپ نے فرمایا جنازہ یہاں ہی رکھو اور باپ کو فرمایا کہ اب یہاں ہی نماز جنازہ پڑھائیں، اس نے نماز جنازہ پڑھائی اور تمام لوگوں نے اس کی اقتدا میں نماز جنازہ ادا کی۔ نماز جنازہ کے بعد آپ نے فرمایا اب جنازہ اٹھا کر مردہ کو دفن کر دیا جائے۔ جب مردہ کو دفن کر دیا گیا تو آپ نے اس خاتون کو فرمایا اب تم چلی جاؤ تم پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ اسی طرح اس کے خاوند کو بھی فرمایا آپ بھی جائیں آپ پر کسمی قسم کوئی کفارہ نہیں۔ ابن شرمہ نے فرمایا ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑی خوش نصیب ماں کا بیٹا ہے۔ آپ نے ایک مشکل مسئلہ حل کر دیا ہے اور ہر مسئلہ کو بلا تکلف حل کرنے کی اہلیت رکھتا ہے۔

ایک شخص نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا کہ میں ہمسائے کے گھر کی طرف دریچہ اور روشندان کھولنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا دریچہ اور روشن دان کھول دو، مگر یاد رکھو کہ ہمسائے کو خبر نہ ہو۔ دریچہ کھل گیا تو اس کا ہمسایہ اسے قاضی ابن ابی لیلیٰ کے پاس لے آیا، آپ نے اسے فرمایا کہ تم دریچہ بند کر دو، تمہیں کوئی حق نہیں پہنچتا۔ وہ شخص حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور صورتحال سے آگاہ کیا۔ آپ نے فرمایا فکر نہ کرو۔ اب جس دیوار پر دریچہ اور روشندان ہے اسے توڑ دو، اس کی قیمت میں ادا کر دوں گا۔ اس نے دیوار توڑی دی وہ دیوار اس کی تھی۔ اسے حق پہنچتا تھا کہ اپنی دیوار توڑ دے اور کوئی دوسرا اسے روک نہیں سکتا تھا۔ اب اس کا مخالف ہمسایہ دوڑا دوڑا ابن ابی لیلیٰ کے پاس آیا اور واقعہ سنایا۔ ابن ابی لیلیٰ نے کہا دیوار تو اس کی ہے اور اپنی دیوار توڑنے یا مرمت کرنے کا اسے حق ہے، کوئی اسے روک نہیں سکتا۔ اس شخص نے کہا آپ نے دریچہ کھولنے سے روکا تھا جو ایک معمولی بات تھی، مگر پوری دیوار توڑنے پر آپ اسے جائز قرار دے رہے ہیں۔ ابن ابی لیلیٰ نے کہا یہ شخص اس شخص کے پاس جاتا ہے جو میرے مسائل کو غلط

ثابت کرنے میں کمال رکھتا ہے۔ ابن ابی لیلیٰ نہ صرف امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی علمی برتری کا اعتراف کر رہے ہیں بلکہ اپنی غلطی کا اعتراف بھی کر رہے ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک شاگرد (ابن مبارک رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ میں نے اپنے استاد ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص کے پاس کسی کا ایک درہم تھا اور ایک دوسرے شخص کے دو درہم تھے ان تین درہموں میں سے دو درہم گم ہو گئے۔ اب اس ایک درہم کا کیا کیا جائے، آیا پہلے شخص کو دیا جائے یا دونوں کو مساوی دیئے جائیں؟ آپ نے فرمایا اس کے تین حصے کر دیئے جائیں دو تہائی دو درہم والے کو دیئے جائیں اور ایک تہائی ایک درہم والے کو۔ اس فیصلے کے بعد ابن مبارک، ابن شبرمہ کے پاس گئے اور یہی سوال ان کے سامنے پیش کیا۔ انہوں نے فرمایا تم پہلے بھی یہ سوال کر چکے ہو، ابن مبارک نے کہا میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا تھا، انہوں نے ایک درہم کو تین حصوں میں تقسیم کر کے دونوں میں ان کے حصے کی تناسب سے تقسیم کرنے کا فیصلہ دیا ہے۔ ابن شبرمہ فرمانے لگے ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غلط رائے دی ہے اس تقسیم کی صورت یہ ہے کہ دو درہم ضائع ہونے کے بعد باقی ماندہ درہم کو نصف نصف دونوں کو تقسیم کر دیا جائے۔ مجھے ابن شبرمہ کی تجویز اچھی لگی، میں دوبارہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا، میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی علمی بصیرت کو داد تحسین دیئے بغیر نہیں رہ سکا۔ میرے خیال میں اگر دنیا بھر کے دانشوروں کی علمی بصیرت کو یکجا کر دیا جائے تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی علمی اور عقلی بصیرت نصف سے زیادہ ہوگی۔ آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم درہم والا مسئلہ لے کر ابن شبرمہ کے پاس گئے ہو گے اور اس نے اسے نصف نصف تقسیم کر کے دونوں کو دینے کا کہا ہوگا۔ میں نے تسلیم کیا تو آپ نے فرمایا کہ تین درہم جب یکجا کر دیئے گئے تو دونوں افراد کی شرکت ہو گئی اس طرح ہر ایک کو اپنے اپنے حصہ کے تناسب سے ایک درہم سے حصہ ملے گا۔ ضائع ہونے والے درہم دونوں کے ہیں اس طرح ایک کا دو تہائی درہم ضائع ہوا اور دوسرے کا ایک تہائی اس طرح باقی درہم میں حصہ ہوگا۔

زیادہ مہر کے مطالبہ سے نجات

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں ایک نوجوان کا آنا جانا تھا۔ وہ اکثر آپ

سے مسائل سنتا۔ ایک دن اس نے عرض کی حضور میں فلاں قبیلے کی فلاں عورت سے شادی کرنا چاہتا ہوں، وہ کوفہ کی رہنے والی ہے، میں نے اس کے والدین کو پیغام بھیجا مگر انہوں نے حق مہراتنا زیادہ طلب کیا ہے کہ میری استطاعت نہیں، مگر میرا دل اسی عورت سے نکاح کرنے پر مجبور ہے۔ آپ نے فرمایا پہلے تم استخارہ کرو، پھر اس عورت کے والدین کو جس قدر مرہمکتے ہیں اس پر رضامندی کا اظہار کرو، جب وہ عورت تمہاری محبت کو محسوس کرے گی تو تمہیں مرہمکتف کر دے گی۔ نکاح ہوا تو لٹل خاند نے مہر فوری نقد طلب کیا وہ شخص دوڑا دوڑا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آگیا اور صورت حال سے آگاہ کیا۔ آپ نے فرمایا قرض لے کر مرہمکتف کر دو اور اپنی منکوحہ کو گھر لے آؤ، امید ہے تمہارے لیئے یہ بات درست ہوگی اور اس طرح تم اپنی بیوی اور اس کے والدین کے تشدد اور ضد سے محفوظ ہو جاؤ گے۔

وہ نوجوان قرض لے کر اپنی بیوی کو گھر لے آیا، لوہر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی گھر سے اس کا قرض لوا کر دیا۔ پھر اس شخص کو کہا کہ اب تم شہر میں اعلان کر دو اور اپنی بیوی کے والدین کو یہ بات پہنچا دو کہ تم کوفہ سے کہیں جانے کا ارادہ رکھتے ہو اور اپنی بیوی کو بھی ساتھ لے جاؤ گے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورے سے وہ دو لونٹ کر لیا پر لے آیا اور اپنے گھر کے سامنے بیٹھا کر سلمان لانے کی تیاری کرنے لگا اور مشہور کر دیا کہ وہ خراسان جا کر تجارت کرے گا اور اپنی بیوی کو بھی تیاری پر لگا دیا۔ عورت کے قبیلے کے لوگ اور والدین آئے انہیں اس کا جانا خصوصاً اپنی بیٹی کا اتنی دور جانا ناگوار گزرا، وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے، صورت حال پر تشویش کا اظہار کیا اور ان سے مدد لو چاہی۔ حضرت نے فرمایا کہ خاند کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنی بیوی کو جہاں چاہے لے جائے۔ اخلاق اور شرعی لحاظ سے اسے روکا نہیں جاسکتا۔ انہوں نے کہا یہ بات تو ہمارے لیئے مشکل ہے، آپ اس مشکل کا کوئی حل نکالیں آپ نے فرمایا اس کا تمام مہر لے لیں اور کہ لے لے اس کے ارادہ سے باز رکھا جاسکے انہوں نے ایسا ہی کیا، آپ نے بھی اس شخص کو مہر واپس لینے پر آمادہ کرتے ہوئے کہا کہ اب تم خراسان جانے کا ارادہ ترک کر دو۔ اس نے کہا اب تو میں مہر واپس لینے کے ساتھ ان سے ایک مکان کا بھی مطالبہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا نہیں

یوں نہ کرو اس طرح معاملہ مزید بگڑ جائے گا چنانچہ اس نے مہر لے کر خراسان جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور مہر واپس لے کر کوفہ میں رہنے لگا۔

ورثہ کی تقسیم پر ایک فیصلہ

ایک عورت حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ میرا بھائی فوت ہو گیا ہے اور چھ سو دینار ترکہ چھوڑ گیا ہے، اس کی جائیداد سے مجھے صرف ایک دینار ملا ہے۔ آپ نے پوچھا اس کے ورثے کی تقسیم کس نے کی تھی؟ اس نے بتایا حضرت داود طائی نے تقسیم کی تھی۔ آپ نے فرمایا یہی تمہارا حق بنتا تھا اور تمہیں اسی پر اکتفا کرنا چاہئے۔ اس لیے کہ تیرے بھائی نے دو بیٹیاں، ایک بیوی، بارہ بھائی، والدہ اور ایک بہن (یعنی تو) چھوڑے تھے، اس نے کہاں ہاں! صرف یہی وارث تھے۔ آپ نے فرمایا بیوی کے حصے دو تہائیاں اور وہ چھ سو دینار سے چار سو دینار لے گئی۔ ماں کو چھٹا حصہ ملا وہ ایک سو دینار لے گئی۔ بیوی کو آٹھواں حصہ ملا وہ پچھتر دینار لے گئی باقی پچیس دینار رہ گئے ان میں سے چوبیس دینار بھائیوں کو ملے اور ایک دینار تمہارے حصے آئے گا۔ (یہی فیصلہ حضرت داود طائی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا۔)

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ دارالقضاۃ میں

ابن ابی لیلیٰ سلطنت عباسیہ کے قاضی تھے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے شاگرد امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کو لے کر کسی کام کے لیے قاضی کے دربار میں گئے۔ قاضی ابن ابی لیلیٰ نے دربان کو حکم دیا کہ جو لوگ فیصلے کے لیے آئے ہیں انہیں اندر بھیجتا جائے تاکہ آج میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موجودگی میں فیصلے کروں اور آپ میرے فیصلوں کو سن کر داد دیں۔

سب سے پہلے دو مرد اندر آئے، ایک نے کہا اس شخص نے میری ماں پر زنا کی تہمت لگائی ہے اور مجھے زانیہ کا بیٹے کہہ کر گالی دی ہے۔ آپ مجھے میری اس توہین اور میری والدہ پر تہمت لگانے کا حق دلائیں۔ قاضی ابن ابی لیلیٰ نے مدعا علیہ کو کہا تم کیا کہتے ہو؟ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مدعا علیہ سے دعویٰ کا سوال کیسا؟ یہ مدعی تو نہیں ہے اور نہ ہی اس نے دعویٰ

کیا ہے۔ اس کی ماں پر زنا کی تہمت لگائی گئی ہے آپ کے پاس اس کی ماں کا وکالت نامہ تو نہیں ہے کہ آپ اس پر سوال کریں۔ آپ تو یہ کر سکتے ہیں کہ مدعی سے پوچھیں کہ اس کی ماں زندہ ہے یا مر گئی ہے، اگر زندہ ہے تو اس کے بیٹے کو دعویٰ کا کوئی حق نہیں۔ جب تک اس کی والدہ اس کو وکالت نامہ نہ دے یا اپنے مقدمہ کا مختار نہ بنائے۔ اگر وہ مر گئی ہے تو دوسری بات ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نوکنے پر ابویلیٰ نے مدعی سے دریافت کیا کیا تمہاری ماں زندہ ہے یا مر گئی ہے؟ اس نے بتایا کہ مر گئی ہے۔ قاضی ابویلیٰ نے حکم دیا کہ اس پر گواہ پیش کریں کہ وہ مر گئی ہے۔ مدعی نے گواہ پیش کر دیئے کہ واقعی اس کی ماں مر گئی ہے۔ اب قاضی ابویلیٰ نے مدعا علیہ کو فرمایا اب تم بتاؤ تمہارا کیا جواب ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر نوکا کہ آپ مدعا علیہ کی بجائے مدعی سے دریافت کریں کہ کیا مرحومہ والدہ کے اور وارث بھی ہیں یا صرف یہی ایک بیٹا ہے۔ اس نے بتایا کہ حضرت وہی اس کا وارث ہے۔ قاضی نے مدعی کو گواہ پیش کرنے کا کہا، اس نے گواہ پیش کیئے کہ وہی مرنے والی کا وارث ہے۔ اب قاضی ابویلیٰ نے مدعا علیہ کو مخاطب کیا مگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر نوکا کہ آپ اب بھی مدعا علیہ سے سوال نہ کیجئے۔ آپ مدعی سے پوچھئے کہ اس کی والدہ آزاد عورت تھی یا غلام (کینز) تھی۔ قاضی ابویلیٰ نے یہ سوال مدعی سے کیا تو اس نے بتایا کہ وہ ایک آزاد خاتون تھی۔ قاضی ابویلیٰ نے پھر مدعا علیہ کو مخاطب کیا تو حضرت امام ابو حنیفہ نے فرمایا مدعی سے دریافت فرمائیں کہ اس کی ماں مسلمان تھی یا معاہدہ والی تھی؟ ابن لیلیٰ نے مدعی سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ میری ماں مسلمان خاتون تھی اور آزاد تھی۔ کوفہ کے فلاں سردار قبیلہ کی بیٹی تھی۔ فرمایا گواہ پیش کریں، گواہ پیش ہوئے انہوں نے تصدیق کی کہ وہ مسلمان تھی، آزاد تھی اور فلاں قبیلے سے تعلق رکھتی تھی۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قاضی ابن ابی لیلیٰ کو فرمایا اب تم جانو اور تمہارا کام اب آپ مدعی یا مدعا علیہ سے سوال کر کے فیصلہ کریں۔ اب آپ نے مدعی سے سارا مقدمہ سننے کے بعد مدعا علیہ سے پوچھا تو اس نے گلی دینے یا تہمت لگانے سے انکار کر دیا۔ ابن ابی لیلیٰ نے اس کو گواہ پیش کرنے کو کہا وہ جو گواہ لایا وہ ایک بڑے قبیلے کے سردار تھے اور کوفہ میں بڑی اہمیت رکھتے تھے ان کی گواہی کے تمام الفاظ خود نے اب امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجازت چاہی اور اٹھ کر عدالت سے باہر آگئے تاکہ قاضی آسانی سے فیصلہ سنا سکیں۔ اس طرح امام

ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قاضی کا عدالتی غرور اور شریعت سے شناسائی کا غرور توڑ کر رکھ دیا۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ

ایک شخص نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بتایا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں اپنی بیوی سے اس وقت تک بات نہیں کروں گا جب تک وہ پہلے مجھ سے بات نہ کرے گی۔ ادھر میری بیوی نے بھی قسم اٹھالی ہے کہ اپنے شوہر سے اس وقت تک بات نہیں کرے گی جب تک وہ خود مجھ سے بات نہ کرے گا اور نہ ہی شوہر کے کسی سوال کا جواب دے گی۔ اگر میں اپنی قسم توڑوں تو اس کی ساری جائیداد صدقہ میں چلی جائے گی۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص سے پوچھا یہاں آنے سے پہلے تم نے یہ مسئلہ کسی اور سے پوچھا تھا؟ اس نے بتایا حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فیصلہ دیا کہ ان میں سے جو بھی بات کرے گا حانث ہو جائے گا۔ اس شخص نے کہا کہ پہلے میں نے اس عورت سے گفتگو کی ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ان میں سے کوئی بھی حانث نہیں ہوا۔ وہ شخص حضرت ابو سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا اور بتایا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو یوں فتویٰ دیا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی حانث نہیں ہوا۔ یہ شخص سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا رشتہ دار تھا۔ اس پر سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سخت ناراض ہوئے اور کہا تم تو خروج کو مباح کرتے ہو۔ (یعنی حنث واقع ہو گیا ہے) انہوں نے پھر فرمایا اچھا یہی مسئلہ دوبارہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر پوچھو۔ انہوں نے دوسری بار سوال کیا تو آپ نے وہی پہلا جواب دہرا دیا۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا آپ نے اس مسئلہ کا یہ جواب کیسے دیا؟ آپ نے فرمایا عورت نے جب مرد سے پہلی بار حلفاً کہا کہ میں تم سے بات نہیں کروں گی اگر بات کی تو میری ساری جائیداد صدقہ میں دے دی جائے۔ اب عورت نے بات تو کر دی، مرد پر قسم واقع نہیں ہو سکتی۔ اس کی قسم تو ساقط ہو گئی۔ اس طرح مرد بھی حانث نہیں ہوا۔ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم پر وہ علوم منکشف ہوئے ہیں کہ ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔

ابراہیم صائغ فرماتے ہیں کہ میں عطاء بن ابن رباح کے پاس بیٹھا تھا۔ امام ابو حنیفہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے و آئیناہ اہلہ و مثلہم معہم ☆ پر گفتگو ہونے لگی۔ عطاء بن ابو ربیع نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو ان کے اہل و عیال اور ان کی متصل دیگر اہل و اولاد عنایت فرمائی۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کیا اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو ایسی اولاد عطا کرتا ہے جو اس کی پشت سے نہ ہو؟ اللہ تعالیٰ آپ کو عنایت بخشے میں نے تو ایسا کہیں سے نہیں سنا۔ میرے نزدیک تو اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ ”اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو ان کے اہل و عیال اور اولاد جو ان کی صلیبی اولاد ہے عطا فرمائی۔“ اور ساتھ ہی ان کی اولاد جیسا اجر و ثواب عطا فرمایا حضرت عطاء نے فرمایا یہ بہترین تفسیر ہے۔

اڑتا پرندہ پکتی ہوئی ہانڈی میں گر گیا

علی بن مسعر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ کے خاص شاگرد عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور عرض کی حضور ایک شخص ہانڈی پکا رہا تھا۔ اڑتا ہوا ایک پرندہ اس پکتی ہوئی ہانڈی میں آگرا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مجلس میں بیٹھے ہوئے شاگردوں کو فرمایا آپ لوگ ان کا جواب دیں۔ انہوں نے عرض کی حضور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت ہے کہ شوربا گرا دیا جائے مگر گوشت پانی سے دھو کر کھالیا جائے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہمارا بھی یہی خیال ہے لیکن اس میں ایک شرط ہے کہ اگر پرندہ ہانڈی کے جوش مارتے وقت گرا ہے تو گوشت بھی پھینک دیا جائے گا اور شوربہ بھی پھینک دیا جائے، اگر ہانڈی بے جوش میں گرا تو پھر شوربا پھینک دیا جائے گا اور گوشت دھو کر استعمال کیا جائے گا۔ ابن مبارک نے عرض کی حضور آپ نے یہ فرق کیسے معلوم کیا کہ ہانڈی کے جوش کے وقت مردار جانور کے اثرات اس طرح سرایت کرتے ہیں جیسے سرکہ اور سبزی میں سرایت کرتے ہیں مگر حالت سکون میں ایسا نہیں ہوتا اس لیے گوشت دھو کر کھایا جاسکتا ہے۔ ابن مبارک رضی اللہ عنہ نے کہا یہ جواب خالص سونا ہے۔ (زرین جواب ہے۔)

اعمش ایک قسم کھا کر پھنس گئے

حضرت ابو جعفر ہندوانی نے فرمایا کہ اعمش حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

مسائل یا فیصلوں سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے تھے اور نہ ہی آپ سے حسن معاشرت رکھتے تھے۔ اخلاقی طور پر بھی اس کا رویہ اچھا نہ تھا۔ ایک بار وہ ایک مصیبت میں گرفتار ہو گیا وہ اپنی عورت سے طلاق کی قسم کھا بیٹھا اور کہا اگر تم نے مجھے یہ خبر دی کہ آٹا ختم ہو گیا تو تمہیں طلاق ہو گئی۔ اعمش نے اس بیان پر زور دیتے ہوئے مزید کہا کہ اگر آٹے کے ختم ہونے کے متعلق کچھ لکھا، اشارہ کیا یا پیغام دیا تو ان تمام صورتوں میں تجھے طلاق ہو گئی۔ اعمش کی بیوی خاوند کی اس قسم سے حیران رہ گئی کہ اس نے کیا کہا ہے۔ وہ سوچنے لگی کہ اب کیا کیا جائے اسے کسی نے مشورہ دیا کہ اس مشکل سے صرف امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نکال سکتے ہیں تم ان کے پاس جا کر سارا واقعہ سناؤ۔ اعمش کی بیوی آپ کے پاس آگئی اور تمام واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا اس میں کیا مشکل ہے اس کا حل تو نہایت ہی آسان ہے۔ تم رات کے وقت اعمش کے ازار بند کے ساتھ آٹے کا خالی تھیلا بندھ دینا وہ خود محسوس کرے گا کہ گھر میں آٹا نہیں ہے۔ صبح کے اندھیرے میں اعمش اٹھا شلوار پہننے لگا تو اسے ازار بند کے ساتھ کچھ لپٹی ہوئی چیز محسوس ہوئی غور سے دیکھا کہ آٹے کا خالی تھیلا بندھا ہوا ہے اسے معلوم ہو گیا کہ گھر میں آٹا نہیں ہے۔ یہ کیفیت دیکھ کر کہنے لگا بخدا یہ ترکیب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بغیر کسی کو نہیں سوجھ سکتی، یہ ترکیب انہوں نے ہی بتائی ہو گی جب تک وہ کوفہ میں زندہ ہے وہ ہمیں شرمندہ کرتا رہے گا۔ اب عام مسائل کے علاوہ ہمیں عورتوں کے ذریعہ بھی رسوا کراتا رہتا ہے۔ اب وہ ہر مسئلہ میں ہمیں جاہل تصور کرنے لگیں گی اور ہر مشکل میں ان سے مشورے لیا کریں گی۔

ایک ہزار مسائل کا فوری جواب

ابو حمزہ سکری فرماتے ہیں کہ مجھے ابراہیم صائغ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ہزار مسائل لکھ کر دیئے تاکہ میں ان کا جواب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کروں۔ میں حاضر ہوا، ایک ایک مسئلہ بیان کرتا گیا، آپ جواب دیتے گئے۔ میں حیران رہ گیا کہ مسائل فقہ کا یہ بحر بیکراں کس انداز سے مسائل کو حل کرتا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ ابو حمزہ سکری اور ابراہیم صائغ مرو کے تمام ائمہ کے استاذ اور دنیائے اسلام کے اکابر علماء مانے جاتے تھے۔

ایک کینہ باز کا انجام

ابو جعفر منصور عباسی خلیفہ کا ایک خادم حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض اور کینہ رکھتا تھا اور جہاں بیٹھتا آپ کے خلاف گفتگو کرتا، آپ کے عیوب بیان کرتا رہتا۔ امیرالمومنین منصور نے اسے کئی بار روکا تو کامرودہ اپنی اس حرکت سے باز نہ آیا۔ ایک دن اس نے منصور سے کہا کہ میں آپ کے سامنے ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تین سوالات کرنا چاہتا ہوں اگر انہوں نے صحیح جواب دے دیئے تو آئندہ برائی نہیں کروں گا۔ منصور نے کہا کہ اگر انہوں نے صحیح جواب دے دیئے تو تمہاری گردن اڑا دوں گا، اس نے کہا ٹھیک ہے۔ منصور نے امام صاحب کو بلایا اور خادم کو کہا کہ سوال کرو۔

پہلا سوال یہ تھا کہ دنیا کا درمیان (محور) کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا: جگہ یہی ہے جہاں تو بیٹھا ہوا ہے۔ اس نے دوسرا سوال کیا کہ دنیا میں سروں والی مخلوق زیادہ ہے یا پاؤں والی، آپ نے فرمایا سروں والی مخلوق زیادہ ہے۔ تیسرا سوال یہ ہے کہ اس کائنات پر مرد زیادہ ہیں یا عورتیں آپ نے فرمایا دونوں زیادہ ہیں مگر تم بتاؤ تم مرد یا عورت اور کس جنس سے تعلق رکھتے ہو؟ کیونکہ خصی (نامرد) بہت تھوڑے ہوتے ہیں یہ سن کر وہ خادم مبہوت ہو کر رہ گیا۔ امیرالمومنین نے جلاد کو بلا کر اس کا سر قلم کرا دیا۔

ایک قسم کا حل

کوفہ میں ایک شخص نے قسم کھائی کہ وہ رمضان کے مہینے میں اپنی بیوی سے دن کے وقت جماع کرے گا ورنہ اسے طلاق ہو جائے گی۔ علمائے کوفہ اس مسئلہ کے حل سے عاجز تھے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔ یہ شخص اپنی بیوی کو سفر پر لے جائے اور وہاں دن کے وقت جماع کرے تو کوئی حرج نہیں سارے علماء حیران رہ گئے۔

جھوٹے مدعی نبوت سے معجزہ طلب کرنا بھی کفر ہے

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور

کہا کہ میں چند روز بعد معجزات بیان کروں گا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعلان کیا کہ مدعی نبوت سے معجزات طلب کرنا یا دلائل مانگنا کفر ہے کیونکہ یہ نص شرعی کے خلاف دلائل مانگتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا عقد ثانی

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حملہ کی والدہ کے علاوہ ایک اور عورت سے بھی نکاح کر لیا تھا۔ جب حملہ کی والدہ کو خبر ہوئی تو انہوں نے غصہ میں آکر آپ سے علیحدگی اختیار کر لی اور حضرت کو مجبور کیا کہ نئی بیوی کو طلاق دے دیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی نئی بیوی سے کہا تم اور میں ایک دروازے سے داخل ہوں گے اور جہاں میری پہلی بیوی بیٹھی ہوگی تم سوال کرنا کیا بیوی کے لیے جائز ہے کہ اپنے خلود سے بات کرنا چھوڑ دے اور صرف اس بات پر بات نہ کرے کہ اس کے خلود نے دوسری شادی کر لی ہے؟

جب دونوں گھر میں داخل ہوئے تو گھر میں حملہ کی والدہ (یعنی آپ کی پہلی بیوی) بیٹھی تھیں۔ نئی دلہن نے حضرت سے وہ مسئلہ پوچھا تو حملہ کی والدہ نے اپنی قسم دوبارہ دہرائی کی جب تک نئی بیوی کو طلاق نہ دیں گے میں آپ سے علیحدہ رہوں گی۔ آپ نے فرمایا میری جو بیوی میرے اس گھر سے باہر ہے میں اسے تین طلاقیں دیتا ہوں۔ حملہ کی والدہ آپ کے اس اعلان پر بہت خوش ہوئی اور اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے آپ سے علیحدگی ختم کر دی۔ یہ امام صاحب رضی اللہ عنہ کی حسن تدبیر تھی کہ سابقہ بیوی نے بھی قسم توڑ دی اور نئی بیوی کو بھی طلاق نہ ہوئی۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سختی پر ایک مکالمہ

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فہ میں تشریف فرما تھے کہ ایک رافضی مسجد میں آیا، وہ کوفے میں شیطان طلاق (باتونی شیطان) کے نام سے مشہور تھا۔ آتے ہی پوچھا ابوحنیفہ! تمام لوگوں سے سخت ترین انسان کون ہے؟ آپ نے فرمایا ہمارے عقیدہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تمہارے عقیدہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ رافضی نے کہا یہ تو آپ نے

الٹی بات کہہ دی، آپ نے فرمایا الٹی بات تو نہیں کہی سچی بات کہی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس لیے سخت کہتا ہوں کہ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اعلانِ خلافت کے بعد انہیں حقدارِ خلافت تسلیم کر کے ان سے بیعت کر لی۔ تم شیعہ کہتے ہو کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر تھے اور ساتھ ہی یہ کہتے ہو کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا حق چھین لیا تھا لیکن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اتنی طاقت نہ تھی کہ وہ اپنا حق لیتے۔ اس طرح حضرت ابوبکر صدیق سخت تھے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر غالب رہے۔ رافضی آپ کا جواب سن کر ہکا بکا رہ گیا اور مسجد سے کھسک گیا۔

عمدہ قضاہ سے انکار

خلیفہ وقت منصور نے قاضی القضاة (چیف جسٹس) کا منصب عطا کرنے کے لیے کوفہ کے جید علمائے کرام کو طلب کیا۔ ان میں امام ابوحنیفہ، حضرت سفیان ثوری، حضرت شریک بن عبداللہ اور حضرت مسعر تھے۔ ان سب حضرات نے منصب قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت سفیان ثوری صلیحہ تو راستے سے ہی علیحدہ ہو گئے۔ مسعر بن کدام پاگل بن کر دوڑنے لگے، دربار میں پہنچتے ہی خلیفہ وقت منصور سے پوچھنے لگے آپ کے گھوڑوں کا کیا حل ہے؟ دوسرے جانور کہاں ہیں؟ آپ کے غلام کتنے ہیں؟ خلیفہ نے حکم دیا کہ یہ پاگل ہیں انہیں دربار سے باہر نکال دو۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ میرا باپ ہمدانی تھا، کوفہ کے اشراف ایک باروچی کے بیٹے کو قاضی تسلیم نہیں کریں گے۔ (ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ کوفہ کے لوگ کہیں گے کہ ایک مزدور کا بیٹا قاضی کیسے بن سکتا ہے۔) خلیفہ نے جب امام صاحب صلیحہ کی یہ بات سنی تو آپ کو مجبور نہ کیا اور رخصت کر دیا۔ شریک نے کہا مجھے نسیان (بھول جانا) کی بیماری ہے، خلیفہ نے کہا میں آپ کا علاج کراؤں گا جس سے نسیان دفع ہو جائے گا۔ شریک نے کہا مجھے ایک اور بیماری بھی ہے، میں نہایت کمزور ہوں، خلیفہ نے کہا میں آپ کے لیے بلواموں والا حلہ تیار کر کے ہر روز پیش کیا کروں گا۔ جس سے آپ کی کمزوری دور ہو جائے گی۔ اب شریک نے کہا کہ اگر مجھے قاضی کا عہدہ دیا تو میں کسی کا لحاظ نہیں کروں گا خواہ یہ میرا قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو یا اپنا بیٹا بھی ہو، خلیفہ نے کہا مجھے یہ

بھی منظور ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ آپ کا فیصلہ میرے خلاف یا میری اولاد کے خلاف ہو تو مجھے یہ بھی منظور ہے۔ اس شرط پر شریک نے عمدہ قضا قبول کر لیا۔

ایک دن شریک مسند قضا پر تشریف فرما تھے تو خلیفہ کی ایک خاص کنیز اور ایک مدعی دربار میں حاضر ہوئے، جب یہ لوگ عدالت میں آئے تو خلیفہ کی کنیز ان کے آگے بیٹھنے لگی۔ (اس انداز سے کہ وہ خلیفہ کی خاص کنیز ہے) قاضی شریک نے اسے جھڑک کر پیچھے بٹھا دیا۔ کنیز نے قاضی شریک کو کہا کہ تو بوڑھا احمق ہے، قاضی شریک نے کہا میں نے تیرے مالک کو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ عدالت کے معاملہ میں کسی کی رعایت نہیں کروں گا، یہ معاملہ اتنا بڑھا کہ خلیفہ نے اس کنیز کے کہنے پر آپ کو معزول کر دیا۔ اس واقعہ سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انکار کی وجہ اور ان کی سیاسی اور دینی بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور کہنے لگا میرا بیٹا پاگل ہے اور اس کی عمر بھی کافی ہے، اگر میں اس کی شادی نہیں کرتا تو مجھے خدشہ ہے کہ وہ کہیں زنا کا ارتکاب نہ کر بیٹھے۔ اگر نکاح کرتا ہوں تو مجھے ڈر ہے کہ وہ اپنے جنون میں طلاق نہ دے دے۔ اس طرح میرا خرچ کردہ مال ضائع ہو جائے گا۔ میں نے اس کا حل یہ نکالا کہ اس کے لیے ایک کنیز خرید لی۔ مگر اس نے چند دنوں بعد اسے آزاد کر دیا۔ کنیز پر خرچ شدہ مال ضائع ہو گیا۔ آپ مجھے اس مسئلہ کا کوئی حل بتائیے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک لونڈی اپنے لیے خریدو اس سے بیٹے کا نکاح کر دو اگر وہ اسے طلاق دے گا تو تیرا مال بچ جائے گا۔ اگر وہ آزاد کرنا چاہے گا تو وہ ایسا کرنے کا مجاز نہیں ہوگا۔

امام العصر لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کی بڑی خواہش تھی۔ ایک دن لوگوں کے ایک مجمع میں ایسے شخص کو دیکھا کہ لوگ اسے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہہ کر پکارتے ہیں اور اس سے اپنے مسائل پوچھ رہے ہیں۔ ایک شخص نے ایک نہایت ہی مشکل مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے بڑا خوبصورت جواب دیا جس سے میں بیحد خوش ہوا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لیث بن سعد رضی اللہ عنہ کی وفات کے غم کی تلخی ابھی تک میرے حلق میں محسوس ہو رہی ہے مجھے آپ جیسا شخص زمانہ بھر میں نہیں ملا۔

کے لیے سخت دشوار ہے۔ یہ پروپیگنڈہ اس لیے کیا گیا کہ وہ اس دن کی ایک بات کو پوشیدہ رکھنا چاہتے تھے، مگر ان کا یہ راز فاش ہو گیا اور لوگوں پر ان کی منافقت آشکارا ہو گئی۔“

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اعمش تم نے مجھے ایک حدیث بیان کی ہے جو حکم سے روایت ہے، انہوں نے یہ روایت ابی مجلز سے، انہوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”اللہ سے ”ایڈا پز“ زیادہ صبر کرنے والا کوئی نہیں، وہ دیکھتا ہے کہ لوگ اس کے مقابلہ میں شریک لاتے ہیں۔ بعض کفار اللہ کی ذات پر اولاد کی تہمت لگاتے ہیں، اس کے باوجود اس کا حوصلہ ہے کہ انہیں برداشت کرتا ہے۔ عافیت بہم پہنچاتا ہے، پھر اگر توبہ کر لیں تو بخشتا ہے، ان سے بلائیں دور فرماتا ہے، انہیں رزق دیتا ہے۔“

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعمش سے کہا آپ نے مجھے ابوصلح سے حدیث بیان کی ہے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، انہوں نے بتایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”کوئی بندہ ایسا نہیں جس کا شہرہ آسمانوں اور زمینوں پر یکساں ہو، جب اس کی نیکی کی شہرت آسمانوں پر ہوتی ہے تو اسے زمین میں پھیلایا جاتا ہے، اگر اس کی برائی کی شہرت زمین پر ہوتی ہے تو اسے زمین پر ہی رکھا جاتا ہے۔“ (یعنی زمین پر اسی طرح کی شہرت ہو جاتی ہے۔)

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اعمش تم نے مجھے ایک حدیث ابوہریرہ کی روایت سے بیان کی ہے، ابوہریرہ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، انہوں نے بتایا کہ ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اپنی تنگدستی اور رزق کی تنگی کی شکایت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”تم لوگ اکیلے اکیلے کھاتے ہو، اکٹھے مل کر کھلایا کرو۔ اس میں برکت ہوتی ہے۔“

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے اعمش! تم نے مجھے ایک حدیث سنائی جسے آپ نے یزید رقاشی سے روایت کیا، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنی تھی، انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی آپ نے فرمایا ”حسد تقدیر پر غالب آجاتا ہے اور فقر کفر کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ انسان گناہ کرتا ہے تو اس کی نحوست سے رزق میں کمی کر دی

باب ہفتم

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کے برجستہ جوابات

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگرچہ دین کے مسائل کے حل میں علمائے وقت میں سربر آوروں تھے مگر بعض نکات، بعض مشکل سوالات کا فوری اور فی البدیہہ جواب دے کر انہوں نے ذہانت کے جھنڈا گاڑ دیئے۔ آپ مناظروں میں اپنے مد مقابل پر چھا جاتے اور انہیں لاجواب کر دیتے تھے۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا، ایک شخص کہتا ہے کہ مجھے جنت کی کوئی امید نہیں، میں اللہ سے نہیں ڈرتا، دوزخ کی کوئی پروا نہیں، مردار کھاتا ہوں، نماز میں رکوع و سجود نہیں کرتا۔ میں اس چیز کی گواہی دیتا ہوں جسے میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ میں حق سے نفرت کرتا ہوں اور فتنے سے محبت کرتا ہوں۔ آپ نے اپنے شاگردوں کی طرف دیکھا اور متوجہ ہو کر فرمایا کہ اس شخص کی ان باتوں کا کیا جواب ہے؟ بعض شاگردوں نے کہا یہ تو کافر ہو گیا، بعض خاموش رہے۔

آپ نے اس گفتگو کو اس انداز میں سلجھایا اور فرمایا یہ شخص جنت کی امید نہیں رکھتا صرف اللہ کی ذات کی امید رکھتا ہے۔ جنت سے اللہ کی محبت اور امید بڑھ کر ہے۔ وہ مردار کھاتا ہے یعنی وہ پھلی ذبح کیے بغیر کھاتا ہے اور بغیر رکوع و سجود کے نماز ادا کرتا ہے یعنی نماز جنازہ۔ وہ بلا دیکھے گواہی دیتا ہے، اس نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا مگر اس کی ذات کی گواہی دیتا ہے۔ یہ اس قیامت کی بھی گواہی دیتا ہے جسے اس نے دیکھا نہیں۔ وہ حق سے نفرت کرتا ہے، موت حق ہے وہ اس سے نفرت کرتا ہے۔ وہ فتنے سے محبت کرتا ہے، یعنی اسے اپنی اولاد سے محبت ہے جو ایک فتنہ ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باتیں سن کر وہ شخص اٹھا اور آپ کے سر کو چوما اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک آپ علم کے سمندر ہیں، ذہانت کے دریا ہیں، میں آپ کے متعلق جو خیالات رکھتا تھا اس سے استغفار کرتا ہوں۔

قنادہ رضی اللہ عنہ کوفہ میں آئے تو لوگوں کو جمع کیا، ایک محفل جمائی، حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ بھی وہاں تشریف لے آئے۔ قنادہ رضی اللہ عنہ نے کہا مجھ سے فقہ کا کوئی سوال پوچھیں، حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو گئے اور فرمایا، اے ابوالخطاب! مفقود الخبر کی بیوی کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا میں وہی کہتا ہوں جو سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ وہ عورت چار سال تک انتظار کرے اور اس کا شوہر واپس آجائے تو بہتر ورنہ وہ عدت گزار کر کسی دوسرے مرد سے نکاح کر لے۔ آپ نے پوچھا کہ اگر اس کا خاوند چار سال کے بعد آجائے اور اپنی بیوی کو کہے اے زانیہ تو نے کیوں نکاح کر لیا جب کہ میں ابھی زندہ ہوں، پھر اس کا دوسرا شوہر کھڑا ہو کر کہے اے زانیہ تو نے مجھ سے کیوں نکاح کیا جب کہ تیرا شوہر سامنے کھڑا ہے۔ بتائیے یہ عورت کیا کرے اور وہ کس کی منکوحہ ٹھہرے گی اور اس کے ساتھ کون لعان کرے گا؟

آپ کی بات سن کر قنادہ رضی اللہ عنہ ناراض ہو گئے اور فرمایا اس کا میرے پاس کوئی جواب نہیں، مجھ سے قرآن مجید کی کسی آیت کریمہ کی تشریح یا تفسیر کے متعلق سوال کرو۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے پھر کھڑے ہوئے اور کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قال الذی عنده علم من الكتاب انا آتیک به قبل ان یرتد الیک طرفک اس آیت میں کون شخص مراد ہے؟ قنادہ رضی اللہ عنہ نے کہا آصف بن برخیا! امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا حضرت سلیمان علیہ السلام نبی کے دربار میں ایک امتی آپ سے بڑھ کر کتاب کا علم رکھتا تھا۔ یہ بات سن کر قنادہ رضی اللہ عنہ ناراض ہو گئے اور کہا کہ مجھ سے علم الکلام کے بارے میں سوال کریں۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا ابوالخطاب! اس شخص کے حق میں آپ کیا کہیں گے جو اپنے ایمان کی صرف امید رکھتا ہے (جبکہ ایمان یقین کا نام ہے) مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا والذی اطمع ان یغفر لی خطیئتی یوم الدین اے ابوالخطاب! آپ وضاحت فرمائیں جب ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”کیا آپ اس پر ایمان نہیں رکھتے۔ تو آپ نے کہا میں تو اطمینان قلب کے لیے یہ بات پوچھتا ہوں۔“ قنادہ اس بات پر ناراض ہو گئے اور کہا میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔

قنادہ رضی اللہ عنہ دوسری بار کوفہ میں آئے۔ پہلے سوال و جواب کا وقت تھا، مختلف لوگ سوالات

کرتے رہے، آپ جواب دیتے رہے۔ جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے تو آپ نے پوچھا حضور بلقیس کا تخت لانے والا کون تھا؟ انہوں نے جواب دیا آصف بن برخیا جو حضرت سلیمان علیہ السلام کا کاتب تھا۔ ولا اسم اعظم جاننا تھا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب قتادہ رضی اللہ عنہ سے دوبارہ لعان کا مسئلہ پوچھا تو فرمایا (آپ نے اپنے دوستوں کو تیار رکھا تھا کہ اگر قتادہ اپنی رائے سے جواب دیں گے تو درست نہیں ہو گا اگر حدیث کی رو سے جواب دیا تو جھوٹ بولیں گے۔) قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا یہ مسئلہ واقعی کبھی پیش آیا ہے؟ اور فرمایا مجھ سے وہ مسئلہ نہ پوچھو جس کا کہیں وجود ہی نہیں ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا علماء کرام آزمائش کے لیے تیار رہتے ہیں اور اس کے نزول سے بے خبر رہتے ہیں جب بلا نازل ہو جاتی ہے تو پھر وہ اسے پہچانتے ہیں۔ لیکن وہ اس میں داخل ہونا اور اس سے بچنا بھی جانتے ہیں۔ قتادہ رضی اللہ عنہ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر سنی تو ناراض ہو کر مجلس چھوڑ کر اپنے گھر چلے گئے اور کہا آئندہ کے لیے اس شخص کے سوالات میرے سامنے نہیں آنے چاہیں اور میں ان سے بات نہیں کروں گا۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قتادہ رضی اللہ عنہ ایک بار پھر کوفہ میں آئے، پہلی گفتگو کو چند سال گذر گئے تھے مگر اب وہ نابینا ہو چکے تھے۔ میں نے انہیں پکار کر کہا۔ ابو الخطاب! میں آپ سے قرآن پاک کی ایک آیت کی تفسیر و تشریح پوچھتا ہوں اور آیت کریمہ پڑھی وَلَمَشْهَدُ عَذَابَهَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ○ قتادہ نے میری آواز پہچان لی اور لوگوں نے بھی مجھے کنیت سے پکارا تو انہوں نے اس مجلس سے نکل جانا ہی بہتر جانا۔

حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ربیعہ بن عبدالرحمن کوفہ میں آئے۔ میں نے ان سے پوچھنے کے لیے ایک ایسا سوال تیار کیا جو امام ابوحنیفہ اور ابن ابی لیلیٰ کے درمیان وجہ اختلاف تھا۔ میں نے سوچا کہ اگر وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے حق میں فیصلہ دیں تو اس پر ابن ابی لیلیٰ کا سوال کر دوں گا، اگر ان کا جواب ابن ابی لیلیٰ کے مطابق ہوا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کا نظریہ پیش کر دوں گا۔ میں یہ چاہتا تھا کہ یہ گفتگو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موجودگی میں ہو۔ میں وقت کی تلاش میں رہا، ایک دن اتفاق سے دونوں حضرات ایک مجلس میں موجود تھے، میں نے اٹھ کر کہا کہ ربیعہ آپ اس غلام کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو دو شخصوں کا مشترک ہو۔ ایک دولت مند جس نے اپنا آدھا

حصہ معاف کر دیا اور اسے اپنی طرف سے آزاد کر دیا۔ ربیعہ نے کہا اس طرح اس کا کوئی حصہ آزاد نہیں ہو گا۔ ربیعہ نے نہ تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مطابق جواب دیا نہ ابن ابی لیلیٰ کے مطابق۔ اس جواب سے میرا مقصد پورا نہ ہوا جس کی میں تیاری کر کے آیا تھا۔ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا پھر ربیعہ سے پوچھا اس غلام کا کچھ بھی آزاد نہیں ہوا۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ ربیعہ نے کہا، اس لیے کہ مفلس ساتھی کا نقصان ہو گا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ضرر اور ضرار دونوں اسلام میں نہیں۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر آپ کی تشریح تسلیم کر لی جائے تو ضرر معتق (آزاد کرنے والا) کا ہے۔ نہ کہ مفلس شریک کا، کیونکہ کہ معتق کا شریک معتق کی طرف رجوع کرے گا۔ اس بدلہ کے لیے جو اس کی ملک سے نکلا ہے یعنی آزادی کا حصہ۔ اب معتق نہ تو شریک کے حصہ کو آزاد کرنے اور نہ اس کے ملک میں تصرف کرنے کا۔ اس اعتبار سے معتق کو زیادہ ضرر پہنچا بہ نسبت اس کے شریک کے۔ وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر کا جواب نہ دے سکے بلکہ مجلس سے اٹھ کر چلے گئے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ایسے شہر سے گزرے جہاں شیعوں کا بہت زور تھا۔ اس شہر کا حاکم ایک عالی شیعہ (حسین بن زید) تھا۔ اس نے حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق سنا تو اپنے ایک حبشی غلام کو کہا کہ تم ابوحنیفہ کے پیچھے جاؤ، ان کی سواری روک کر پوچھو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل کونسا شخص ہے؟ اگر وہ ابو بکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا نام لیں تو ان کی ناک توڑ دو۔ وہ غلام آپ کی طرف آیا، لگام پکڑ کر آپ کو روک لیا اور سوال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون ہے؟ آپ نے فرمایا عباس بن عبدالمطلب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

علی بن عاصم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت ایک حجام آپ کی حجامت بنا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا سفید بال چن لے۔ حجام نے کہا کہ آپ ایسا نہ کریں کیونکہ جہاں سے سفید بال چنے جاتے ہیں وہاں کئی اور سفید بال آگے آتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا پھر سیاہ بال چن دے تاکہ سیاہ بالوں کا غلبہ ہو جائے اور سفید ختم ہو جائیں۔ یہ بات اگرچہ ایک مزاحیہ تھی مگر جب امام شریک کو یہ لطیفہ سنایا گیا تو آپ نے ہنس کر فرمایا، اگر امام

ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قیاس ترک کرتے تو حجام سے ترک کرتے، آپ نے حجام کو بھی اپنے قیاسی لطیفہ سے لاجواب کر دیا۔

ایک شخص مر گیا اس نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق وصیت کی، آپ اس وقت وہاں موجود نہ تھے۔ جب آپ تشریف لائے تو آپ نے اپنا دعویٰ ابن شبرمہ کو پیش کیا اور دعویٰ فرمایا کہ فلاں شخص نے مرنے سے پہلے میرے لیے وصیت فرمائی ہے اس پر گواہ بھی پیش کر دیئے۔ ابن شبرمہ نے کہا آپ قسم کھائیں واقعی آپ کے گواہ صحیح گواہی دے رہے ہیں، آپ نے فرمایا مجھ پر یہ قسم لازم نہیں آتی اس لیے کہ میں تو وہاں موجود نہیں تھا۔ ابن شبرمہ نے کہا پھر تو آپ کی چلیاں گم ہو گئیں یعنی دعویٰ خارج ہو گیا۔

آپ نے فرمایا میری چلیاں گم ہوں یا نہ ہوں آپ تو فیصلہ غلط نہ فرمائیں۔ اب مجھے بتائیں کہ اگر کوئی شخص ایک بیٹا شخص کو زخمی کر دے تو اس کے لیے دو گواہ پیش ہوں گے کہ نہیں اور اگر یہ گواہ سچی گواہی دے رہے ہوں تو کیا آپ بیٹے کو کہیں گے کہ تم قسم کھاؤ کہ یہ گواہ سچی گواہی دے رہے ہیں اور یہ وہاں موجود تھے؟ حالانکہ بیٹا تو نہ زخمی کرنے والے کو دیکھ رہا تھا نہ گواہوں کو۔

امام مالک رضی اللہ عنہ کے تاثرات

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کیا آپ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا ہے؟ فرمایا ہاں دیکھا ہے۔ وہ ایسے ذہین شخص تھے کہ اگر وہ سامنے والے ستون کو کہہ دیں کہ یہ سونے کا بنا ہوا ہے تو وہ اپنے دلائل سے ثابت کر دیں گے کہ واقعی یہ سونے کا ہے۔

ابو غسان فرماتے ہیں کہ میں نے اسرائیل کو فرماتے سنا کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہترین انسان تھے۔ وہ ہر اس حدیث کے محافظ تھے جس میں فقہ ہو۔ وہ ایسی تمام احادیث پر بے پناہ تحقیق کرتے، بحث و تمحیص کرتے، اس لیے ان کی علمی اور تحقیقی قابلیت کو وقت کے علماء، امراء اور رؤسا نے بھی تسلیم کیا۔ اور وہ اپنے وقت کے مکرم امام الفقہاء تھے۔ جب بھی آپ سے

کوئی مناظرہ کرتا تو سخت شرمندہ ہو کر آتا۔ میں نے ”مناقب صمیری“ میں یہ مضمون دیکھا تو اس کی تفصیل سے بڑا مسرور ہوا۔ آپ نے فرمایا وہ احادیث پر بحث و تمحیص کرنے والے اور مسائل فقہ کو بیان کرنے میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ آپ نے حضرت حماد ابن سلیمان رضی اللہ عنہ سے علم حاصل کیا اور اسے خوب ذہن نشین کیا۔ آپ کے علاوہ باقی شاگرد بھی اپنی اپنی جگہ بہت مقام رکھتے تھے مگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک درخشندہ آفتاب تھے۔

ایک بار امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہو گئے۔ آپ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہترین شاگردوں میں سے تھے۔ وقت کے قاضی (چیف جسٹس) تھے۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ آپ کی عیادت کے لیے آپ کے گھر تشریف لے گئے۔ باہر نکلے تو فرمانے لگے اگر یہ نوجوان (ابو یوسف) فوت ہو گیا تو روئے زمین پر اس جیسا بڑا عالم اور فقیہ کوئی نہیں ہو گا۔ جب حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ تندرست ہوئے، دوبارہ زندگی کی مصروفیات میں مشغول ہوئے، سرکاری درباری جاہ و جلال میں آئے تو کچھ مغرور ہو گئے اور مسجد میں درس دینے لگے۔ لوگ جمع ہونے لگے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو آپ کے پاس بھیجا کہ آپ سے جا کر مسئلہ پوچھو کہ ایک شخص نے دھوبی کو اپنے کپڑے دھونے کے لیے دیئے، دوسرے دن کپڑے لینے گیا تو دھوبی نے انکار کر دیا، وہ بیچارہ خاموشی سے واپس آگیا، کچھ عرصہ کے بعد وہ دھوبی کپڑے لے کر اس کے گھر آگیا اور کپڑے مالک کے حوالے کر دیئے۔ اب سوال یہ کرنا ہے کہ کیا دھوبی اپنی مزدوری کا حقدار ہے یا نہیں۔ اگر وہ کہیں کہ ہاں، تو تم کہنا غلط ہے، اگر وہ کہیں کہ نہیں، پھر بھی کہنا غلط ہے۔

وہ شخص امام ابو یوسف کے درس میں جا پہنچا اور اپنا سوال پیش کیا۔ امام ابو یوسف نے کہا مزدوری اس پر واجب ہے۔ اس نے کہا غلط ہے، امام ابو یوسف نے فرمایا تو سچ کہتا ہے دوبارہ سوال کیا گیا، تو امام ابو یوسف نے کہا کہ یہ مزدوری واجب نہیں، اس شخص نے کہا یہ بھی غلط ہے۔ قاضی ابو یوسف اسی وقت مسجد سے اٹھے اور جو تا بغل میں دبائے دوڑے دوڑے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا دھوبی کا مسئلہ لے کر آئے ہو۔ (یہ بات صرف اپنے شاگرد کاغور توڑنے کے لیے تھی۔)

اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کچھ عرصہ کے بعد

میں نے اس مسئلہ پر گفتگو کی تو مجھے بتایا گیا کہ دھوبی نے پہلے کپڑے دھونے سے انکار کر دیا تھا وہ مزدوری کا حقدار نہیں رہا تھا۔ اگر وہ کپڑے دھونے کے بعد انکار کرتا تو حقدار تھا۔ ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ اس کی علت (وجہ) بیان فرماتے ہیں کہ دھونے سے پہلے کپڑا لے کر انکار کر دیا، وہ غاصب ہو گیا، ایک غاصب غصب شدہ چیز کی مزدوری کا حقدار نہیں۔ اگر اس نے پہلے دھویا پھر انکار کیا تو وہ مزدوری کا حقدار ہے۔ دھونے کے بعد اس نے انکار کیا وہ کپڑے کا غاصب تو ہے مگر جب اس نے کپڑا لوٹا دیا تو غصب کیا ہوا مال واپس آ گیا تو اب وہ غاصب نہیں رہا۔ وہ مزدوری کا حقدار ہو گا۔

حضرت امام یوسف کے واقعہ کے اول اور آخر میں فضل بن غانم نے اضافہ کیا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ امام ابو یوسف بیمار ہوئے، حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لے گئے، پھر تشریف لے گئے تو بیماری کی وجہ سے نڈھال تھے۔ آپ نے اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر فرمایا میں تو اپنے بعد تمہیں اپنا نائب بنانا چاہتا تھا اگر تم میری زندگی میں ہی فوت ہو گئے تو لوگوں کے لیے بڑی مصیبت آئے گی اور تمہارے ساتھ ہی علم کے چشمے خشک ہو جائیں گے۔ جب امام ابو یوسف صحت یاب ہو گئے، کاروبار زندگی میں مصروف ہو گئے، کچھ غرور آ گیا تو امام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد کو ایک سطح پر رکھنے کے لیے ایک سوال اٹھایا۔ آپ کو معلوم تھا کہ ابو یوسف اب پریشان ہو کر میرے پاس آئیں گے، وہ آئے دیکھتے ہی فرمایا دھوبی والا مسئلہ لے آئے ہو۔ اب ابو یوسف کا غرور ٹوٹ چکا تھا۔

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزید فرمایا یہ وہ شخص ہے جو بے پناہ علوم پر عبور رکھتا ہے۔ لوگوں میں بیٹھ کر دینی مسائل پر گفتگو کرتا ہے، فتویٰ جاری کرتا ہے مگر حال یہ ہے کہ اسے ”اجارہ“ کے مسائل میں سے ایک مسئلہ کا جواب نہیں آتا۔ حضرت امام ابو یوسف نے اپنے استاد مکرم حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا حضور آپ مجھے دھوبی کے مسئلہ کا صحیح جواب عنایت فرمائیے۔ آپ نے وضاحت کی دھوبی نے اگر کپڑا لینے کے بعد وہی کپڑا دھویا تو وہ مزدوری کا حقدار نہیں، اس لیے کہ یہ کپڑا غصب کر چکا تھا، اپنا بنا لیا تھا اور اسے اپنے لیے دھویا تھا۔ اگر اس نے انکار سے پہلے وہ کپڑا دھویا تھا تو وہ مزدوری کا حقدار تھا۔ آپ نے اپنے شاگرد ابو یوسف کو مخاطب کر کے فرمایا جو شخص اس گمان میں مبتلا ہے کہ اب وہ بڑا عالم بن گیا ہے اسے مزید علم سیکھنے کی

ضرورت نہیں اس پر رونا چاہئے۔ وہ غرور عجب اور غلط فہمی کا شکار ہے۔

کوفہ کے ایک رئیس رافضی کو نصیحت

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہر کوفہ میں ایک رافضی بڑا رئیس تھا۔ بڑا مال و دولت رکھتا تھا، مگر وہ اپنی مجالس میں برملا کہتا تھا کہ حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہودی تھے (معاذ اللہ) آپ اس کے ہاں تشریف لے گئے، وہ امام صاحب کے علمی اور معاشرتی مقام کو جانتا تھا، باتوں باتوں میں آپ نے اس رافضی کو کہا آج میں تمہاری بیٹی کے لیے ایک رشتہ لایا ہوں، وہ سید زادہ ہے اور بڑا دولت مند ہے۔ کتاب اللہ کا حافظ ہے اور رات کو اکثر حصہ بیدار رہ کر نوافل ادا کرتا ہے۔ وہ شب بھر میں سارا قرآن ختم کر لیتا ہے، اللہ تعالیٰ کے خوف سے ڈرتا ہے، رافضی نے عرض کی حضور ایسا رشتہ تو مشکل سے ملتا ہے آپ جلدی کیجئے، اس میں رکاوٹ کونسی ہے، مجھے ایسے داماد کی بے حد ضرورت ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اس کی ایک ایسی خصلت ہے جسے غالباً آپ پسند نہیں کریں گے، اس نے پوچھا وہ کونسی خصلت ہے؟ فرمایا وہ مذہباً یہودی ہے۔ رافضی نے کہا امام صاحب آپ ایسے عالم ہو کر مجھے یہ مشورہ دینے آئے ہیں کہ میں ایک یہودی سے اپنی بیٹی بیاہ دوں۔ آپ نے فرمایا جب تم ایک امیر اور شریف یہودی سے اپنی بیٹی بیاہنا پسند نہیں کرتے تو کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے شخص سے اپنی دو بیٹیاں بیاہ سکتے تھے جو یہودی تھا۔ اس نے آپ کی تقریر سن کر استغفار پڑھی اور توبہ کر کے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق اپنے اعتقاد سے رجوع کر لیا۔

ایک دن خلیفہ منصور عباسی نے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دربار میں بلایا، منصور کا پرسنل سیکرٹری (حاجب) ربیع حضرت کا ولی مخالف تھا، وہ چاہتا تھا کہ منصور کے دربار میں آپ کو سزا ملے۔ اس نے منصور سے کہا کہ یہی ابوحنیفہ ہے جو آپ کے دادا (عبداللہ بن عباس) کے خلاف باتیں کرتا ہے۔ آپ کے دادا یہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی قسم کھا کر استننا کرے خواہ وہ ایک دن کے بعد یا دو دن بعد ہو تو وہ استننا جائز ہے۔ مگر ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ استننا منصلاً ہو تو جائز ہے، ورنہ ناجائز ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اے امیرالمومنین ربیع کا یہ خیال ہے کہ آپ

کے نرم لٹکر کی رحمت آپ کے ساتھ صحیح نہیں۔ اس نے کہا: کیسے؟ آپ نے فرمایا: آپ کے ہاں رحمت کی قسم تو کھٹے ہیں مگر عود میں گھوٹوں میں جا کر استرا کر لیتے ہیں۔ اس طرح ان کی نسیم باہل بورد پہنچا کر ہو گئی۔ یہ سن کر خلیفہ منصور بن ہاشم بورد ریح سے جھلب ہو کر کئے گا ریح تم لام بوضیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیچا پھوڑا ہو۔ جب دونوں باہر آئے تو ریح کئے گا نعمان آج میرا پدم گرم تھا کہ آپ کی گرمی لڑا لڑا ہی جئے مگر تم سچ گئے حضرت بیٹے نے فرمایا میرا بھی دل چاہتا تھا کہ آج تیری گرمی لڑ جاتی مگر مجھے ترس گیا بورد میں نے صرف اتنی بات کی وہ نہ ایک بورد بات کرنا تو آج تیرا شکر ہو جائے۔ (یہ واقعہ محمد بن اسحاق نے اپنے فتوح میں بھی تفصیل سے بیان کیا ہے۔)

یہ عربی طوسی لام بوضیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جانشین میں سے تھا لام بھی جنتے تھے کہ اس کے خیالات کیا ہیں۔ ایک دن حضرت لام بوضیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ جعفر (عربی خلیفہ) کے دیدار میں بیٹھے تھے بورد بھی بے شمار لوگ موجود تھے۔ طوسی نے کہا آج میں بوضیفہ کو قتل کرنا ہوا گا کہ دیدار میں لام بوضیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جھلب ہوا میرا لومین! ہم میں سے کسی کو حکم فرمائے گا کہ وہ کسی کو قتل کرے۔ جہلوم وہ کہیں ہو گا کیا بادشاہ کے لئے جائز ہے کہ وہ اسے قتل کرے۔ لام بوضیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ابھی اللہ بادشاہ حق کا حکم کرنے کے باہل حکم کریں گے اس نے کہا حق کہ آپ نے فرمایا پھر یہ کیسی؟ جس کے حقیقی نام نے سوال کیا ہے جو قریب ہو اس کی گرمی لڑا لڑا ہی جئے۔ طوسی تو میرے بندھے کا لڑا کر رہا تھا مگر خود ہی جہل میں پھنس گیا۔

اس روایت کو ایک بورد لڑا لڑا میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت لام بوضیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت حلو بن سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں گیا کرتے تھے ابھی یہ نہ ہوا کہ کوئی نہ کوئی تیا مسئلہ نہ سیکھ جائیں۔ ایک دن حاضر ہوئے تو کوئی خبر دیت نہ لیں کسی طرف آپ نے لڑا تھلا کہ جب تمہارے سامنے کوئی ایسا سوال آجئے جس کا تمہارے پاس جواب نہ ہو تو سائل کو ایک لڑا سوال کر دیا کہ وہ اس سوال کے جواب میں لڑا کر رہا جئے۔ میرے دل میں خیال آیا یہ تو کوئی ایسی بات نہیں جس سے مجھے قانعہ نیچے۔ ایک عرصہ گزرا تو میں ایک دن منصور (

عباسی خلیفہ) کے دربار میں موجود تھا تو میرے امتحان کے لیے ”ربیع“ (پرسنل سیکرٹری خلیفہ) آگے آیا اور کہنے لگا امیرالمومنین کے بارے میں مجھے فتویٰ دیجئے میں نے اسے استثناء کے جواب میں الجھا کر رکھ دیا۔

ائمۃ العلم

خالد بن یزید عمری کہتے ہیں کہ کوفہ میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام ابو یوسف، زفر اور حماد بن ابی حنیفہ گفتگو میں تمام لوگوں سے زیادہ بصیرت رکھتے تھے۔ وہ جب کبھی مناظرہ یا مباحثہ کرتے تو ہمیشہ اپنے مد مقابل کو شکست دے دیتے۔ یہ حضرات اپنے زمانہ میں ائمۃ العلم تھے۔

علامہ واقدی نے لکھا ہے کہ میں نے امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ ان دنوں اہل عراق میں جو حضرات آپ کے پاس حاضر ہوتے ہیں ان میں سب سے بڑا فقیہ کون ہے؟ آپ نے دریافت فرمایا اہل عراق سے کون کون لوگ میرے پاس آتے ہیں؟ میں نے کہا کہ ابن ابی لیلیٰ، ابن شبرمہ، سفیان ثوری، ابو حنیفہ۔ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا تم نے امام ابو حنیفہ کا نام آخر میں کیوں لیا، میں نے ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو دیکھا ہے کہ اگر ہمارے فقہا میں سے ایک فقیہ گفتگو کرتا ہے تو وہ اسے تین بار اپنی رائے سے کھینچ لیتے ہیں۔ پھر بھی فرماتے ہیں کہ یہ بات مبنی برخطا ہے۔ وہ اپنی بات منوانے کے مختلف طریقے جانتے ہیں۔

اسماعیل بن یحییٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے، جو فقیہ بھی آپ سے بات کرتا اس کی بات کٹ کر رکھ دیتے اور اسے لاجواب کر دیتے، لیکن امام مالک رحمہ اللہ سے گفتگو ہوتی تو ادبا ”نرم لہجہ ہوتا اور بات سے بات نہ نکالتے تھے۔“

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار ہم حماد بن زید سالم افطسی کو الوازع کہنے کے لیے نجف اشرف تک چلتے گئے۔ کسی نے حماد سے پوچھا کہ میں تیز سواری پر سوار ہوں، سورج غروب ہونے کو ہے مجھے وضو کی ضرورت ہے تو مجھے شام کی نماز کا کیا کرنا چاہئے۔ انہوں نے کہا تیمم کر کے نماز ادا کر لو۔ اس نے یہی مسئلہ مجھ سے پوچھا تو میں نے کہا چلتے رہو جب شفق غائب ہونے لگے اور خطرہ ہو کہ نماز فوت ہو جائے گی پھر تیمم کرنا، ورنہ موجودہ حالت میں تیمم کا جواز

نہیں۔ وہ شخص چل پڑا حتیٰ کہ شفق غائب ہونے سے پہلے (مغرب کے آخرت وقت پر) ایسے مقام پر پہنچ گیا جہاں پانی موجود تھا، اس نے وضو کیا نماز پڑھ لی، حمد نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔

حماد بن سلیمان رضی اللہ عنہ (حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاد محترم) فرماتے ہیں کہ میں نے کئی بار ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی رائے کو اپنی رائے کے خلاف پایا لیکن بالآخر میں اس نتیجے پر پہنچا کہ جو حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے صحیح ہے۔ محمد بن جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ، حماد بن ابی سلیمان رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھتے ہیں جب استاد اور شاگرد کی باہمی گفتگو ہوتی ہے تو حماد حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نظریہ کے خلاف بات کرتے ہیں تو آہستہ آہستہ گفتگو کا دائرہ تنگ ہونے لگتا ہے، آپ کو استاد ہونے کے باوجود حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی گفتگو کے سامنے رکنا پڑتا ہے۔ کئی بار حضرت حماد رضی اللہ عنہ اپنی بات کو منوانے کے لیے اسے حدیث سے منطبق کر دیتے تو حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش ہو جاتے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن ابی لیلیٰ ایک جگہ بیٹھے تھے، امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مسئلہ میں ایسی گفتگو شروع کی کہ ابن ابی لیلیٰ کو مزید بات کرنے کی گنجائش نہ ملی، مگر اپنے علم کی گرمی میں کہتے ہیں اپنے نظریے سے رجوع نہیں کروں گا، امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس میں اگر خطا یا غلطی بھی سامنے آئے تو بھی رجوع نہیں کرو گے۔ ابن ابی لیلیٰ کہتے یہ تو میں نہیں کہتا۔ پھر امام صاحب فرماتے کہ آپ غلطی تسلیم کریں یا نہ کریں مگر میں نے آپ کی غلطی واضح کر دی ہے۔ ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ مجھے پھر سوچنے دو، آپ نے فرمایا حق و جواب کو معلوم کر لینے کے بعد سوچنے کی گنجائش نہیں رہتی۔

نکاح بالشرط طلاق

حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ مسائل میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اکثر مرعوب ہو جایا کرتے تھے۔ ایک دن میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ابن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ امام صاحب سے مسئلہ طلاق پر گفتگو کر

رہے تھے۔ ابن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ کہہ رہے تھے کہ ایک شخص نے کہا میں جب کسی عورت سے نکاح کروں گا تو اسی وقت اس پر طلاق نافذ ہو جائے گی۔ ابن ابی لیلیٰ کا خیال تھا کہ وہ عورت اس شرط پر مطلقہ نہیں ہوگی جب تک وہ نہ کہدے کہ فلاں قبیلے کی عورت یا فلاں نام کی عورت یا فلاں شہر کی عورت۔ امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ نے کہا یہ بات سن کر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلسلہ گفتگو کا آغاز کیا تو ابن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ حیرت زدہ ہو کر رہ گئے اور خاموش ہو گئے۔

حضرت امام محمد بن الحسن ایک مسجد کے امام تھے۔ ایک پاگل عورت تھی اس کا لقب تھا ”آ“ اسے اس لقب سے سببایا جاتا تو ایک بھرپور گالی دیتی۔ ایک امیر رئیس نے اسے اسی لقب سے بلایا تو اس نے اسے ماں باپ کی نہایت ہی گندی گالی دی۔ اس آدمی کے ماں باپ اس محلہ میں رہتے تھے اس شخص نے پاگل عورت کے خلاف ابن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں دعویٰ کر دیا۔ ابن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ نے اس پاگل عورت کے لیے مسجد میں کھڑا کر کے دو حدیں قائم کیں اور اسے مسجد میں پٹوایا۔ یہ بات امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچی تو آپ نے کہا ابن ابی لیلیٰ نے اپنے فتویٰ میں کئی غلطیاں کی ہیں۔ اس شخص کے ماں باپ کو گالیوں پر دو حدیں مقرر کیں حالانکہ گالیوں کا مدعی وہ شخص نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کے وہاں موجود والدین مدعی ہونے چاہئیں تھے مگر یہاں مدعیوں کے بیٹے کے کہنے پر دو حدیں نافذ کی گئیں۔ حالانکہ دو حدیں ایک مقام پر نافذ نہیں ہو سکتیں۔ ایک قاضی کے دعویٰ پر صرف ایک حد نافذ ہو سکتی ہے دو حدیں نافذ نہیں ہو سکتیں۔ عورت کو کھڑا کر کے حد قائم کی حالانکہ عورت کو کھڑا کر کے حد نافذ نہیں کی جاسکتی۔ پاگل عورت پر حد قائم نہیں کی جاسکتی کیونکہ وہ مرفوع العقل اور مرفوع العلم ہوتی ہے۔ عورت کو لٹا کر پٹوایا گیا حالانکہ عورت کو لٹا کر نہیں پٹا جاتا، مسجد میں حد قائم کی حالانکہ مسجد میں حد قائم نہیں کی جاسکتی۔ علی بن غصی کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قصی بصیرت سے ہم حیران رہ گئے۔

ایک دن امیر المومنین ابو جعفر خلیفہ عباسی نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے دربار میں طلب کیا، جب آپ دربار میں تشریف لے گئے تو ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمہ بھی وہاں موجود تھے۔ ان دنوں ابن ابی لیلیٰ کوفہ کے قاضی تھے اور ابن شبرمہ بغداد کے قاضی تھے۔ خلیفہ عباسی ابو جعفر نے امام صاحب رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا آپ کا ان خوارج کے متعلق کیا خیال ہے جو

مسلمانوں کا خون بہاتے پھرتے ہیں اور مال لوٹتے رہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا آپ کے سامنے دو قاضی صاحبان بیٹھے ہیں ان سے پوچھئے۔ خلیفہ نے کہا ان سے تو پوچھ لیا، ایک کہتا ہے کہ خوارج سے قتل و غارت اور لوٹ مار کا بدلہ لیا جائے۔ دوسرے نے کہا ہے کہ ان سے کچھ معاوضہ نہیں لینا چاہئے، امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ دونوں بزرگ غلط کہتے ہیں۔ خلیفہ نے کہا اسی لیے تو آپ کو بلایا گیا ہے، آپ فرمائیں۔

آپ نے فرمایا اس میں شک نہیں کہ خوارج نے جو کچھ کیا ہے وہ ظلم و ستم ہے۔ مگر میں دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا ان خوارج پر دوسرے مسلمانوں کے احکام نافذ نہیں ہوتے؟ اگر یہی احکام نافذ ہوتے ہیں تو ان سے کسی قسم کا بدلہ نہیں لیا جائے گا۔ کیونکہ وہ باغی ہیں اور کافر ہیں۔ باغیوں اور کافروں سے بدلہ نہیں لیا جاتا بلکہ ان سے جنگ کی جاتی ہے۔ اگر ان پر مسلمانوں کے احکام کا اجرا ہوتا ہے تو پھر ان سے صرف مواخذہ ضروری ہے یہ اس صورت میں جب ائمہ اسلام ان خوارج کو مسلمان سمجھتے ہوں۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس فیصلے سے جعفر مطمئن ہو گیا اور مجلس میں جتنے ائمہ اور اہل علم بیٹھے تھے وہاں کراٹھے۔

عمر بن ذر رحمۃ اللہ علیہ ایک دن امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کی کہ میرا ایک ہمسایہ شیعہ (رافضی) ہے۔ اس نے ایک مسئلہ کھڑا کیا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا اسے کسی طرح میرے پاس لے آؤ۔ عمر بن ذر رحمۃ اللہ علیہ اسے لے کر آگئے۔ اس نے کہا میں نے اپنی بیوی سے کہا ہے کہ انت علی حرام ”تم مجھ پر حرام سے“ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے بتایا تمہارے امام حضرت علی کرم اللہ وجہہ کافوتی ہے کہ یہ تین طلاقیں ہو گئیں۔ اس شیعہ نے کہا مجھے ان کافوتی نہ سنائیے اپنا فتویٰ بتائیے۔ آپ نے فرمایا تم نے انت علی حرام کہا ہے۔ آپ نے پوچھا اس بات کے کہتے وقت تمہاری کیا نیت تھی؟ اس نے بتایا میری کوئی نیت نہیں تھی۔ آپ نے پوچھا طلاق کی نیت تھی؟ اس نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا جاؤ تمہاری بیوی کو طلاق نہیں ہوئی۔ اس شخص نے کہا جزاک اللہ خیرا ”آپ کو اللہ تعالیٰ جنت عطا فرمائے۔“ (اگرچہ عقیدتا مجھے اس بات سے کراہت ہے۔)

حضرت حماد بن ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے مالک بن مغول سے سنا وہ اکثر

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے، فرماتے ہیں میں نے ایک دن دیکھا کہ آپ کے سامنے ایک مسئلہ آیا۔ آپ نے اپنے قابل شاگردوں کی طرف دیکھا اور کہا کہ اس مسئلہ پر غور کر کے جواب دو۔ تمام شاگردوں کے سر جھک گئے اور غور کرنے لگے۔ وہ سوچتے سوچتے تھک گئے مگر ان سے کوئی جواب نہ بن سکا۔ اب حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سر اٹھایا، آسمان کی طرف دیکھا، آپ کی آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے، فرمایا۔ اے اللہ تو جانتا ہے میں تو تمام مسائل صرف تیری رضا کے لیے بیان فرماتا ہوں۔

ابراہیم بن الزبر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں مسعر کے پاس بیٹھا تھا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے گزرے، آپ ہماری طرف آئے، سلام کیا اور تھوڑی دیر رک گئے، پھر چل پڑے کسی نے کہا ”مسعر! امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ تو آپ کے مخالف نہیں، کیا آپ بھی ان کی مخالفت کرتے ہیں؟ مسعر اپنی جگہ سے فوراً اٹھا اور بات کہنے والے سے کہا، یہاں سے دفع ہو جاؤ، تمہیں پتہ نہیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ایک ایسا مرد مجاہد ہے جس پر کوئی مخالف غالب نہیں آسکتا۔

ابو حباب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عاصم بن النجود کو دیکھا کہ وہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فتویٰ پوچھنے آیا۔ آپ نے اس کا صحیح جواب دیا۔ عاصم بہت خوش ہوا اور کہنے لگا ابوحنیفہ! آپ پر اللہ خوش ہو، آپ بڑی بڑی مشکلات حل کر دیتے ہیں۔ شبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے مسعر، عمر بن ذر، امام ابوحنیفہ اور حضرت عاصم بن النجود کی خدمت میں آئے۔ عاصم نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر اپنے پہلو میں بٹھایا، آپ سے حدیث یلتہ القدر اور حدیث صفوان بن عسال انہی کی روایت سے دریافت کی۔ یاد رہے عاصم بن ابی النجود رضی اللہ عنہ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرآن مجید پڑھایا تھا۔ آپ بصرہ کے ”الشیخ المقری“ تھے۔ انہوں نے یاد دلایا، ابوحنیفہ جب آپ بچے تھے تو ہمارے پاس قرآن مجید پڑھنے آیا کرتے تھے۔ اب ہم بوڑھے ہو گئے ہیں آج ہم آپ سے مسائل فقہ کی تحقیق کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔

کلبی نے اپنے دوستوں میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر کہا لوگو! اس شخص کو دیکھ لو، مجھے جس مسئلہ کی تحقیق کی ضرورت پڑی میں نے ان سے ہی پوچھا حالانکہ ایسے مسائل

میرے لیے پہاڑ کی طرح بھاری تھے۔

عبید اللہ وصافی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک دن عطاء بن ابی رباح کے پاس بیٹھے تھے اور ہمارے ساتھ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف فرما تھے۔ ایک شخص نے ایمان کے بارے میں گفتگو کا آغاز کیا۔ حضرت امام نے پوچھا کیا تو مومن ہے؟ اس نے کہا مجھے امید ہے کہ میں مومن ہوں۔ آپ نے فرمایا، اگر قبر میں منکر نکیر نے تمہارے ایمان کے متعلق سوال کیا تو کیا وہاں بھی یہی کہو گے۔ وہ شخص حیران ہو گیا کہ امام رضی اللہ عنہ نے کس انداز سے مسئلہ کا حل کر دیا ہے۔ اس واقعہ کو عبدالعزیز بن ابی رواد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب وہ شخص رو پڑا تو آپ نے فرمایا تم نے اپنا ایمان ثابت کر دیا، اس موقع پر حضرت عطاء خاموش بیٹھے رہے۔

ایک شخص رات کے وقت اپنی بیوی سے لڑ پڑا۔ اس مرد نے غصے میں آکر کہہ دیا تم میری ماں کی پشت کی طرح ہو گی۔ اگر میں آج رات ہر صورت میں تم سے جماع نہ کروں۔ عورت بھی سخت تھی۔ دوبارہ جھگڑا ہوا تو اس مرد نے وہی الفاظ دہرائے، مگر اب اسے خیال آیا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے، ساری رات پریشان رہا مگر عورت نہ مانی۔ صبح اٹھا کوفے کے تمام علماء کے پاس گیا، مسئلہ پوچھا مگر کسی نے تسلی بخش جواب نہ دیا۔ آخر وہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا سارا ماجرا سنایا۔ آپ نے پوچھا کیا اس کا جواب تمہیں ابھی چاہئے؟ کہنے لگا خدا گواہ ہے میں نہایت ذہنی اضطراب میں مبتلا ہوں اور بتایا کہ وہ کوفہ کے تمام فقہاء سے مل کر آیا ہے۔ آپ نے فرمایا تم پر افسوس ہے تم سیدھے ادھر کیوں نہیں آگئے۔ اب بتاؤ تمہارے غلام ہیں؟ اس نے کہا ہاں غلام ہیں۔ آپ نے فرمایا ان میں سے ایک کو آزاد کر دو تیری قسم کا کفارہ ادا ہو گیا۔

مطلب بن زیاد رضی اللہ عنہ نے فرمایا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جس نے بھی مسئلہ دریافت کیا یا کسی عالم کوفہ نے مباحثہ کیا آخر اسے گھٹنے ٹیکنے پڑے اور اپنے عجز و شکست کا اعتراف کرنا پڑا۔ عبید بن سعید القرشی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آج ایسا کوئی فقیہ نہیں جو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا ہو تو اس نے علمی فوقیت کا دعویٰ کیا ہو۔ عمار بن محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے دیکھا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کعبتہ اللہ میں بیٹھے ہیں۔ آپ کے ارد گرد لوگوں کا ہجوم ہے۔ ہر ملک، ہر مقام کے علماء موجود ہیں۔ آپ ہر ایک کے سوال کا جواب دیتے جاتے ہیں، ایسا

معلوم ہوتا تھا کہ تمام جوابات آپ کی جیب میں تیار رکھے ہوئے ہیں اور آپ نکال نکال کر سب کو بانٹتے چلے جا رہے ہیں۔

حزب بن یزید بن لطفان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کسی مسئلہ کا جواب دیتے تو ایک لمبا سانس کھینچ کر کہتے یا اللہ مجھے معاف کرنا، میں نے تیری رضا کے لیے لب کشائی کی ہے۔ امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو بے حد مغموم پایا، میں گھبرا گیا کہ آج آپ سے کس طرح سوال کروں۔ آپ نے گردن اٹھا کر فرمایا، ابو یوسف تم بتا سکتے ہو کہ ان اجتہادات کے متعلق اللہ تعالیٰ ہمیں کس انداز سے سوال کرے گا۔ میں نے عرض کی حضور! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، مجتہد کے لیے تو صرف اجتہاد کرنا ہے، آپ اٹھے اور فرمایا، اے اللہ ہمارا مواخذہ نہ کرنا۔

عبداللہ بن الایح رضی اللہ عنہ نے فرمایا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحر علوم کے غواص (غوطہ خور) تھے۔ موتی نکال نکال کر ہمارے سامنے ڈھیر کرتے جاتے تھے۔ امام زفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گفتگو فرماتے تو یوں محسوس ہوتا کہ جیسے آپ کے سر پر کوئی فرشتہ کھڑا آپ کو جوابات سناتا جاتا ہے اور آپ بولتے جاتے ہیں۔

چوروں کی گرفتاری کیلئے ایک عجیب و غریب طریق کار

قیس بن الربیع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص نہایت مغموم اور محزون ہو کر حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ حضرت رات میرے گھر چور داخل ہوئے، ان سے جس قدر مل اٹھایا جاسکا اٹھا کر لے گئے۔ چوروں میں سے میں نے ایک کو پہچان لیا۔ وہ میرے ہی محلے کا ایک رہائشی تھا۔ اس کا مصلیٰ میری مسجد میں ہے اور وہ اس مصلے پر کھڑے ہو کر باقاعدہ نماز ادا کرتا ہے۔ اس چور کو بھی معلوم ہو گیا کہ میں نے بھی اسے پہچان لیا ہے، وہ آگے بڑھا اور مجھے رسیوں سے جکڑ لیا۔ اور مجھ سے قسم لی کہ اگر تم نے میرا نام افشاء کیا تو تیری بیوی کو تین طلاقیں ہوں گی۔ پھر اس بات پر بھی حلف لیا کہ اگر تم نے میرا نام افشاء کیا تو میرے گھر کا تمام مال اور سامان غریبے شہر کو تقسیم کرنا ہو گا، پھر اس نے بتایا کہ میں اس کا نام بھی

زبان سے نہ نکالوں، نہ اشارہ کروں، نہ صراحت کروں۔ مجھے ڈر ہے کہ اس قسم اور حلف کے بعد میں نے اگر اس کا نام کسی پر بھی افشاء کیا تو میری بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔ میں اس واقعہ کو اللہ کو گواہ بنا کر سچ کہہ رہا ہوں۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اب تم چلے جاؤ اور میرے پاس ایک ایسے شخص کو بھیجو جس پر تمہیں پورا پورا اعتماد اور وثوق ہو۔ اس نے جا کر اپنے بھائی کو بھیجا۔ امام صاحب نے اس کے بھائی کو فرمایا کہ تم حاکم وقت کے پاس جاؤ اور یہ سارا قصہ بیان کرو اور اس جرم کی تفصیلات بیان کرو اور اپنے بھائی کی پریشانی اور مجبوری کا بھی ذکر کرو اور کہو کہ پولیس بھیج کر ان تمام لوگوں کو گرفتار کرائے جن کے محلے اس کی مسجد میں قائم ہیں۔ ان میں سے ایک کو بھی نظر انداز نہ کیا جائے۔ پولیس حکم دے کہ مسجد کے دروازے سے تمام نمازی ایک ایک کر کے باہر نکلیں، اپنے بھائی کو دروازے پر کھڑا کرو، ہر ایک آدمی گزرتا جائے اور پولیس بھائی کو پوچھتی جائے کیا یہ تمہارا چور ہے؟ تمہارا بھائی نہیں کرتا جائے، جب اصل چور گزرے تو تمہارا بھائی بالکل خاموش رہے۔ کوئی بات نہ کرے، کوئی اشارہ بھی نہ کرے، اس شخص کو پولیس گرفتار کرے اور بادشاہ کے حضور پیش کرے۔

جس وقت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بتائی ہوئی تدبیر پر عمل کیا گیا تو اصل چور گرفتار کر لیا گیا اور جس کا مال چوری ہوا تھا اس نے اس کا نام تک بھی کسی کو نہ بتایا، اب اس گرفتار چور سے دوسرے چوروں کا بھی پتہ مل گیا اور سب کو گرفتار کر لیا گیا۔ ان سے چوری کا مال بھی برآمد کر لیا گیا اور چوروں کو سزا بھی ہو گئی۔

علی بن ہاشم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم کا ایک بہت بڑا خزانہ تھے، جو مسائل کہیں سے حل نہ ہو سکتے وہ آپ نہایت آسانی سے حل فرما دیا کرتے تھے۔ آپ اکثر ابن ابی لیلیٰ کے فتاویٰ اور فیصلوں کو ہدف تنقید بناتے تھے اور انہیں غلط قرار دیا کرتے تھے۔ ابن ابی لیلیٰ اس قدر بدنام ہوئے کہ انہیں منصب قضا سے معزول کر دیا گیا۔

ابو معاویہ الضریر نابینا تھے مگر کوفہ کے جلیل القدر علماء میں سے تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کوئی عالم دین نہیں دیکھا۔ وہ نہ کسی مخالف کی باتوں سے خائف ہوتے اور نہ کسی مباحثہ کے وقت گھبراتے۔ میں نے مناظرہ کے وقت ان

سے بڑھ کر کوئی باحوصلہ مناظر نہیں دیکھا۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس میں حاضری دی ان کی گفتگو سنی مجھے ان سے نشست و برخاست کا شرف حاصل ہوا، میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں اس شہر میں نہیں رہوں گا جہاں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں ہوں گے۔ ایک بار مجھے کوفہ سے باہر کسی شہر میں جانا پڑا، میرے پاس ایک شخص آیا اور پوچھنے لگا ابو یوسف! مجھے اس شخص کے بارے میں بتاؤ جو نہر فرات کے کنارے بیٹھا وضو کر رہا ہے، وہاں پر شراب کا گھڑا ٹوٹ گیا اور وہ شخص اس طرف بیٹھا وضو کر رہا ہو جس طرف پانی بہتا ہے۔ اب وہ کیا کرے؟ امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ نے لگے بخدا میرے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا، میں نے اپنے نوکر سے کہا چلو اس شہر سے نکل چلیں جہاں مسئلہ کا جواب نہ آئے اور کوئی راہنمائی کرنے والا بھی نہ ہو۔

جب میں کوفہ میں واپس آیا، حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضری دی تو آپ نے پوچھا کہاں گئے تھے؟ میں نے اپنا سارا حال سنا دیا تو آپ ہنس پڑے اور کہا اس سوال کا جواب نہایت آسان ہے، اس بہتے ہوئے پانی سے شراب کی بو آرہی تھی یا ذائقہ بدلا ہوا تھا تو وضو نہ کیا جائے، ورنہ جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔

ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث کی وضاحت چاہی اذنا کان الماء قلتین لم یحمل خبثاً ☆ ”جب پانی دو قلعے ہو تو وہ پلیدی کا حامل نہیں ہو سکتا۔“ کیا مطلب ہے۔ میں چند تاویلیں کرتا رہا مگر مجھے یقین تھا کہ آپ اسے قبول نہ فرمائیں گے۔ میں نے عرض کی اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت فرمائے آپ ہی بتائیں۔ آپ نے فرمایا اس وقت کا حکم ہے جب پانی جاری ہو۔ میں نے اٹھ کر آپ کے سر کو بوسہ دیا اور آپ کی ذہانت اور بصیرت کو ہدیہ تحسین پیش کیا۔

خارجیوں سے ایک مکالمہ

حماد بن ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد گرامی امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علمی ادراک کی خبر جب خوارج کو پہنچی اور انہیں یہ معلوم ہوا کہ آپ فسق کی وجہ سے اہل

قبلہ پر کفر کا فتویٰ نہیں دیتے ان کے ستر آدمی ایک وفد کی صورت میں آپ کے پاس آئے، اس وقت آپ کے پاس لوگوں کا بہت بڑا ہجوم تھا اور حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھنے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ انہوں نے چلا کر کہا حضرت ہم ایک ملت پر ہیں، آپ اپنے لوگوں کو کہیں کہ وہ ہمیں ملاقات کے لیے قریب آنے کا موقعہ دیں۔ جب یہ لوگ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کے قریب پہنچے تو سب نے میانوں سے تلواریں نکال لیں اور کہا تم اس امت کے دشمن ہو، تم اس امت کے شیطان ہو۔ ہمارے نزدیک ستر آدمیوں کے قتل کرنے سے آپ جیسے تنہا شخص کو قتل کر دینا بہتر ہے۔ لیکن ہم قتل کرتے وقت ظلم نہیں کریں گے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم مجھے انصاف دینا چاہتے ہو اگر یہ بات درست ہے تو پہلے اپنی تلواریں میانوں میں کر لو، کیونکہ مجھے ان کی چمک سے خوف آتا ہے۔ وہ کہنے لگے ہم انہیں میانوں میں کیسے کر لیں، ہم تو انہیں آپ کے خون سے رنگین کرنے آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا چلو تم اپنا سوال کرو۔ وہ کہنے لگے مسجد کے دروازے پر دو جنازے آئے ہیں، ایک ایسا شخص ہے جس نے شراب کے نشے میں دھت ہو کر جان دی ہے، دوسری ایک عورت کی لاش ہے جس نے زنا کروایا اور اس کے پیٹ میں حرام کی اولاد ہے اس نے شرمساری سے بچنے کے لیے خودکشی کر لی ہے، کیا آپ ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔ آپ نے پوچھا کیا وہ دونوں مرنے والے یہودی تھے؟ کہا نہیں، فرمایا کیا وہ نصرانی تھے؟ کہا نہیں، کیا وہ مجوسی تھے؟ کہا نہیں، فرمایا تو وہ کس دین اور کس مذہب پر تھے؟ کہنے لگے اس دین پر جس کی تم گواہی دیتے ہو، کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندہ اور رسول ہیں۔ حضرت امام نے فرمایا تو تم خود گواہی دے رہے ہو کہ وہ ملت اسلام پر تھے، لیکن بتاؤ کہ ان کا ایمان تہائی تھا یا چوتھائی یا پانچواں حصہ تھا؟ وہ کہنے لگے کہ ایمان تہائی چوتھائی نہیں ہو سکتا۔ آپ نے فرمایا وہ ایمان کی کتنی مقدار لے کر مرے؟ انہوں نے کہا ایمان کی کوئی مقدار نہیں ہوتی۔ آپ نے فرمایا عجیب سوال ہے اب تم کس گمان میں ہو جب خود ہی اقراری ہو کہ وہ مومن تھے، پھر پوچھتے ہو ان کی نماز پڑھی جائے یا نہیں۔ انہوں نے کہا ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا وہ جنتی ہیں یا دوزخی؟ آپ نے فرمایا جب تم مومن ہونے کے اقرار کے بعد بھی سوالات کرنے سے باز نہیں آتے تو سنو، ان کے بارے میں وہی کہوں گا جو ابراہیم علیہ السلام نے اس قوم کے بارے میں کہا جو جرم میں ان سے بڑھ کر تھی۔

فرمایا فمن تبعی فانه منی ومن عصانی فانک غفور الرحیم ☆ ” جو میری اتباع کرے گا وہ میرا ہے جو مجھے سے بغاوت کرے گا اللہ بخشے والا ہے۔“ پھر ان کے بارے میں مجھے یہی کہنا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس قوم کے متعلق کہا تھا جو ان سے جرم میں بڑھ کر تھے ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفرلہم فانک انت العزیز الحکیم ☆ ” اگر اللہ ان پر عذاب نازل کرے تو وہ لوگ اس کے بندے ہیں اور اگر انہیں بخش دے تو وہ مہربان اور حکیم ہے۔“ میں حضرت نوح علیہ السلام کے فرمان کے مطابق سلوک کروں گا۔ آپ نے فرمایا اذ قالوا انومن لک واتبعک الارذلون قال فما علمی بما کانوا یعملون ان حسابہم الا علی ربی لو تشعرون ☆ پھر میں ان لوگوں کے بارے میں وہی بات کیوں کہوں گا جو نوح علیہ السلام نے فرمایا قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب الی قوله انی اذا لمن الظالمین ☆

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان زبردست دلائل کے سامنے خوارج نے ہتھیار ڈال دیئے اور اس مجلس میں اعلان کیا کہ آج ہم ان تمام مذاہب باطلہ اور خیالات فاسدہ سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں جس پر آج تک ہم عمل پیرا تھے اور ہم آپ کے نظریات کی روشنی میں دین اسلام کو ہی اختیار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دینی علوم سے نوازا ہے۔ راوی نے بتایا کہ جب خوارج کا یہ وفد یہاں سے روانہ ہوا تو اپنے خیالات سے توبہ کر کے روانہ ہوا اور آئندہ کے لیے اہلسنت و جماعت کے عقائد پر آگئے۔

حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں نے قنابہ سے اس شخص کے متعلق سوال کیا جس نے معصیت کی منت مانی۔ اس نے جواب دیا اس کا کفارہ یہی ہے کہ وہ معصیت کا آئندہ ارتکاب نہ کرے۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے الذین یظاہرون من نساکھم ثم یعودون لما قالوا فتحریر رقبة ☆ اس معصیت پر اللہ تعالیٰ نے تو کفارہ ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ قنابہ غصے میں آگئے اور کہنے لگے، اے بدعتی! جب تک تم کوفہ میں موجود ہو میں کبھی فتویٰ نہیں دوں گا۔ میں نے کہا یہ کیا انصاف ہے کہ میں تمہیں ایک غلطی سے قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں آگاہ کر رہا ہوں اور تم ناراض ہو رہے ہو۔ یاد رکھو اب میں بھی تم سے کوئی سوال نہیں کروں گا جب تک تم کوفہ میں ہو۔

بشر بن المفضل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، آپ نے مجھے ایک بات سنائی کہ ہماری ایک کاریگر ہمسائی تھی۔ اس کا ایک نوکر تھا، ایک رات وہ اپنے کام سے واپس آیا تو اس کی مالکہ نے جو ابھی تک غیر شادی شدہ تھی اس سے صرف لطف اندوز ہونے کے لیے مباشرت کی۔ مگر یہ کوشش کی کہ اس کا مادہ منویہ اس کی فرج میں داخل نہ ہونے پائے۔ مگر کسی طرح اس نوکر کا مادہ منویہ اس کے رحم میں چلا گیا اور وہ نطفہ ہیئت میں ٹھہر گیا۔ اس کے رشتہ دار میرے پاس آئے اور کہا آپ اس مسئلہ کا کوئی حل بتائیں، اگر بچہ پیدا ہو گیا تو ہمیں بڑی رسوائی اٹھانی پڑے گی۔ میں نے انہیں کہا کوئی ایسی عورت ہے جس سے میں کھل کر سوال و جواب کر سکوں اور وہ اس لڑکی سے آگے بات کر سکے۔ انہوں نے بتایا اس کی ایک پھوپھی ہے، آپ نے فرمایا اگر یہ عورت اپنا وہ غلام اپنی پھوپھی کو ہبہ کر دے جس نے اس کے ساتھ شب باشی کی ہے، پھر اس سے نکاح کر لے۔ جب وہ غلام اپنی پہلی مالکہ سے جماع کرے پھر اس کی پھوپھی بھی غلام کو اس کے حوالے کر دے اس طرح وہ مالکہ اس کے نکاح سے بھی آزاد ہو جائے گی اور نطفہ ٹھہرنے کی شرمساری سے بھی بچ جائے گی۔

یوسف بن خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک حمام میں غسل کرنے گئے۔ ہم نے دیکھا کہ شیطان ”الطاق“ حمام میں ننگا بیٹھا تھا۔ نہ اس پر چادر، نہ کوئی اور کپڑا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو آنکھیں بند کر لیں۔ مگر وہ شیطان الطاق کہنے لگا ابوحنیفہ! اللہ نے تمہیں کب سے اندھا کر دیا ہے؟ آپ نے فرمایا جب سے اس نے تجھے ذلیل و خوار کیا ہے۔ ہلال بن یحییٰ الرائی رضی اللہ عنہ نے بتایا یہ اس وقت کی بات ہے جب یوسف بن خالد بصرہ میں رہتے تھے اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ میں۔

اس واقعہ کو ایک دوسرے انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک دن ہم کوفہ کے باہر سیر و تفریح کو جانکلے، شام تک سیر کرتے رہے، واپس آرہے تھے تو راستہ میں ابن ابی لیلیٰ ملے، وہ اپنے خچر پر سوار تھے، ہمیں دیکھ کر السلام علیکم کہا اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ چلا گئے۔ جب ہم تینوں ایک باغ میں پہنچے تو وہاں چند دوسرے لوگ بھی سیر کر رہے تھے۔ ان کے ساتھ کچھ ایسی گانے بجانے والی عورتیں تھیں جو کوفہ میں بدنام سمجھی جاتی تھیں۔ ان عورتوں نے ہمیں دیکھا تو

ہماری طرف متوجہ ہوئیں اور ہمارے پاس آکھڑی ہوئیں مگر ہمیں دیکھ کر خاموش ہو گئیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا احسنتن ”تم نے خوش کر دیا“ جب ہم آگے بڑھے اور اب ہم نے ایک دوسرے سے جدا ہونا چاہا تو ابن ابی لیلیٰ نے امام صاحب کے یہ الفاظ یاد رکھے تاکہ کسی مجلس میں انہیں شرمسار کرنے کے لیے بیان کر دوں گا۔ ایک دن اس نے ایک عدالت میں کسی گواہی کے لیے بلا کر آپ سے تحریری دستخط کرنے کو کہا، حضرت نے گواہی تحریر کر دی مگر ابن ابی لیلیٰ نے آپ کی گواہی اس لیے مسترد کر دی کہ آپ نے گانے بجانے والی عورتوں کو احسنتن کہا تھا اور ان فاحشہ عورتوں کو داد دی تھی۔ آپ نے دریافت کیا میں نے انہیں کب احسنتن کہا جب گار رہی تھیں یا جب وہ خاموش ہو گئی تھیں۔ ابن ابی لیلیٰ نے کہا جب وہ خاموش ہو گئیں۔ آپ نے فرمایا ”اللہ اکبر“ میں تو انہیں احسنتن ان کے سکوت اور گانا بند کرنے پر کہا تھا نہ کہ ان کے گانے بجانے پر۔ یہ سنتے ہی ابن ابی لیلیٰ نے آپ کی گواہی خاموشی سے قبول کر لی۔

امام ابوحنیفہ نے کہا ولا یحییق المکرالیسیٰ الا باہلہ اس دن کے بعد ابن ابی لیلیٰ آپ سے خوف زدہ رہنے لگے۔ جب ان کے پاس سخت ترین مسائل آتے تو وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھیج دیتے۔ آپ اس کی چال کو سمجھ گئے اور یہ شعر کہا۔

واذا تکون عظیمۃ ادعی لہا
واذا یحسّاس الحیس یدعی جندب

(ترجمہ) ”جب بہت سخت کام ہو تو مجھے بلایا جاتا ہے اور جب حلوہ پکایا جائے تو جندب کو بلا لیتے ہو۔“

بیویاں تبدیل ہو گئیں

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک واقعہ بیان کیا کہ کوفہ میں دو سگے بھائی تھے، دونوں کا دو سگی بہنوں سے بیک وقت نکاح ہوا۔ یہ کھاتا پیتا گھرانہ تھا۔ بڑی دعوتیں اڑائی گئیں، جشن کیے گئے اور عوام و خواص دور دور سے اس شادی پر آئے۔ رات کے وقت عورتوں نے غلطی سے ایک بھائی

کی منکوحہ کو دوسرے کے پاس اور دوسرے کی منکوحہ ایک بھائی کے پاس بھیج دیا۔ دونوں نے رات شب باشی کی اور ہر بھائی نے دوسرے بھائی کی منکوحہ سے جماع کیا۔ صبح ہوئی تو یہ راز فاش ہوا اور ہر ایک کو سخت پریشانی ہوئی۔ دونوں گھرانے امیر تھے اس راز کے افشاء ہونے سے انہیں شہر میں بدنامی کا خدشہ تھا۔ میرے پاس آئے اور حقیقت حال بیان کی اور پریشانی میں کہا کہ کوئی ایسی ترکیب بتائیں کہ ہم لوگ بدنامی سے بچ جائیں۔ میں نے ان دونوں بھائیوں کو جن کا نکاح ہوا تھا علیحدہ علیحدہ بلایا اور ایک سے پوچھا کہ رات فلاں نام کی لڑکی کے ساتھ تم نے شب باشی کی وہ کون تھی؟ اس نے بتایا کہ اس نے تو اسے دیکھا تک نہیں۔ آپ نے اسے فرمایا تم اسے ایک طلاق دے دو۔ اس نے طلاق دے دی۔ میں نے اسے کہا اب تیری منکوحہ کو طلاق بائن ہو گئی ہے۔ تمہارے لیے عدت کی ضرورت نہیں، ہاں تمہیں اسے نصف مہر ادا کرنا ہوگا۔ اسی طرح دوسرے بھائی کو بلایا اور اسے بھی یہی مشورہ دیا اور اسے بھی طلاق بائن دلوا کر نصف مہر کی ادائیگی کا کہا (نصف مہر اس لیے ادا کرنا تھا کہ وہ غیر مدخولہ تھیں) پھر میں نے ایک بھائی اور منکوحہ لڑکیوں کے وکیل اور گواہوں کو طلب کیا اور ان کے سامنے اس لڑکے کو کہا کہ میں وکیل اور گواہوں کی موجودگی میں تمہارا فلاں لڑکی سے نکاح کرتا ہوں تمہیں اس کا نصف حق مہر ادا کرنا ہوگا۔ وکیل کی تصدیق اور گواہوں کی شہادت لے کر لڑکے سے کہا تم کہو قبلت ”میں نے قبول کی۔“ اس نکاح سے فارغ ہو کر آپ نے دوسرے لڑکے کو طلب کیا اور اس طرح اس کا نکاح کر دیا اب حاضرین کو مبارک کہی گئی اور انہیں کہا اب جاؤ دعوت ولیمہ میں عوام و خواص کو شریک کرو، تمام برادری نے میرا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ آپ نے ہماری مشکل آسان کر دی اللہ تعالیٰ آپ کی مشکلات کو بھی آسان فرمائے۔ علی بن عاصم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کوئی فطین و فہیم نہیں دیکھا۔

احمد بن یونس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے وسیع کی زبان سے سنا وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری، مسعر، مالک بن مغول، جعفر بن زیاد الاحمر اور حسن بن صالح کو دیکھا کہ سب کوفہ میں ایک دعوت ولیمہ پر موجود تھے۔ اس دعوت پر امیر و غریب، اعلیٰ و ادنیٰ، غلام اور آزاد ہر قسم کے لوگ آئے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے اپنی دو لڑکیاں کسی دوسرے شخص کے دو لڑکوں سے بیاہی تھیں مگر ولی نے آکر کہا ہم تو بہت بڑی مصیبت میں پھنس گئے ہیں۔ گواہوں نے

پوچھا وہ کیا مصیبت ہے؟ انہوں نے کہا ہم اس مصیبت کو کسی کے سامنے بیان بھی نہیں کر سکتے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ بتاؤ تو سہی کیا بات ہے؟ ممکن ہے کہ کوئی حل نکل آئے۔ انہوں نے کہا کہ ایک کی منکوہ غلطی سے رات دوسرے کے پاس چلی گئی اور دوسرے کی پہلے کی پاس۔ اس طرح چاروں نے شب باشی بھی کر لی۔ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ نے کہا کوئی بات نہیں ایسا واقعہ ایک بار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ میں بھی رونما ہوا تھا۔ جب یہ بات حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنی تو آپ نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے پاس ایک آدمی کو بھیجا، جب وہ آیا تو آپ نے کہا تمہیں معاویہ نے بھیجا ہے چنانچہ آپ نے ایسے ہی فیصلہ فرمایا جس طرح میں نے کہا ہے۔

لوگوں نے حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو بہت خوش ہوئے، مگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش بیٹھے رہے۔ مسعر نے امام کی طرف متوجہ ہو کر کہا آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے سامنے میری کیا مجال ہے کہ ان کے خلاف رائے دوں۔ مگر آپ نے فرمایا، ان دونوں لڑکوں کو میرے پاس لاؤ جن کا نکاح ہوا تھا۔ جب وہ آگئے تو آپ نے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ پوچھا کہ جو لڑکی شادی کی پہلی رات تمہارے پاس آئی تھی تمہیں پسند ہے۔ ہر ایک نے جواب دیا کہ ہاں! آپ نے ایک کو پوچھا جو لڑکی تمہارے بھائی کے پاس رات رہی تھی اس کا کیا نام ہے؟ اس نے نام بتایا اور اس کے باپ کا نام بھی بتایا۔ آپ نے اس لڑکے کو کہا تم کہو کہ میں نے اسے طلاق دی۔ اسی طرح دوسرے سے بھی کہلوایا پھر ان دونوں کا دوبارہ نکاح پڑھایا۔ اور دعوت ولیمہ کی اجازت دی۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تجویز اور تقریر سے بہت لوگوں کو بڑا تعجب ہوا۔ مسعر اٹھے اور امام کا منہ چوم لیا۔ لوگو! مجھے اس شخص کی محبت میں ملامت کرتے ہو مگر آج اس شخص نے مجھے اور سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کو بھی مطمئن کر دیا، اللہ اسے خوش رکھے۔

رفع یدین کی ممانعت

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اوزاعی عطریوں کے گھر جمع ہوئے، امام اوزاعی نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ رکوع اور رکوع

سے اٹھتے ہوئے ”رفع یدین“ کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق کوئی صحیح روایت نہیں ملتی۔ اوزاعی نے کہا میرے پاس صحیح حدیث کی سند موجود ہے۔ مجھے زہری نے حدیث بیان کی ہے، انہوں نے سالم سے اور سالم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں ہاتھ اٹھاتے تھے۔ جب نماز شروع کرتے پھر رکوع کے وقت پھر رکوع سے اٹھتے وقت۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے حدیث بیان کی تھی میرے استاد حماد نے، انہوں نے حضرت ابراہیم سے، انہوں نے علقمہ سے اور انہوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف آغاز نماز کے وقت رکوع فرمایا کرتے تھے اس کے بعد ساری نماز میں کبھی ہاتھ نہ اٹھاتے تھے یعنی ساری نماز میں کبھی ”رفع یدین“ نہیں کیا کرتے تھے۔

اوزاعی نے کہا میں تمہیں زہری سے اور زہری سالم سے اور وہ اپنے باپ سے روایت بیان کر رہا ہوں اور آپ حماد اور ابراہیم اور علقمہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کر رہے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا حماد بن سلیمان زہری سے بڑے فقیہ ہیں اور ابراہیم سالم سے فقیہ تر ہیں اور علقمہ عبداللہ بن عمر سے بڑے فقیہ ہیں اگرچہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو صحبت حاصل ہے اور صحبت کی فضیلت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا لیکن اسود بہت بڑی فضیلت کے مالک ہیں۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو عبداللہ بن مسعود ہیں ان کے علم و فضل کا جواب نہیں (جنہیں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر بھی فوقیت حاصل ہے) یہ بات سن کر اوزاعی خاموش ہو گئے۔ اس روایت کو امام ابوالحسن مرغینانی نے مرسل کہا ہے مگر انہوں نے اس میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بجائے حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اس روایت کو حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت کیا ہے مگر اس کا دارودار حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

ایک مرتبہ اعمش اور اس کی بیوی کا آدھی رات کے وقت جھگڑا ہو گیا تھا، اعمش نے اپنی بیوی کو مارا اور گالیاں دیں مگر عورت خاموش رہی۔ جب مارنے اور گالیاں دینے سے باز آگیا تو اس

عورت نے اس سے بات کرنا چھوڑ دی۔ وہ گفتگو کرتا تو چپ رہتی۔ کوئی جواب نہ دیتی اور نہ بولتی۔ اعمش کو پھر غصہ آیا اور کڑک کر کہا کیا وجہ ہے! تو میری کسی بات کا جواب نہیں دیتی۔ صبح ہوئی تو عورت کا رویہ وہی رہا، اس کی بیٹی نے کہا جب رات کو کسی بات کا جواب نہیں دیتی تو اب دن کو آپ کس طرح بات کرائیں گے۔ اعمش نے کہا اگر آج رات تک اس نے مجھ سے بات نہ کی تو اسے میری طرف سے طلاق ہے۔ وہ بھی بڑی ضدی تھی سارا دن بات نہ کی، رات ہوئی تو اس کی لڑکی نے کہا اعمش سے کوئی بات کرو تاکہ یہ مصیبت ٹل جائے مگر اس نے پھر بھی بات کرنا پسند نہ کی اور خاموش رہی۔ اب اعمش کو اپنی غلطی کا احساس بھی ہوا اور مغموم بھی، اب اسے بیوی ہاتھ سے جاتی دکھائی دی تو اس کی پریشانی بڑھی۔ عورت تو دن چڑھے مطلقہ ہو جائے گی وہ اسی فکر میں گھر سے نکلا اور اسے خیال آیا کیوں نہ اپنی اس غلطی اور پریشانی کا حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ذکر کرے۔ وہ حضرت کے گھر پہنچ گیا، دیکھا دروازہ بند ہے۔ دروازے پر دستک دی تو اندر سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے بیٹے حماد بن ابی حنیفہ کی آواز آرہی تھی۔ حماد نے پوچھا کون ہے؟ تو اس نے کہا سلیمان۔ آپ نے فرمایا کون سلیمان؟ اس نے کہا سلیمان اعمش۔ حضرت حماد رضی اللہ عنہ نے اپنے والد مکرم کو اطلاع دی۔ آپ باہر آئے اعمش کو اندر لے گئے، نہایت عزت و تکریم سے بٹھایا اور خود اس کے سامنے بیٹھ گئے۔ اس نے کہا حضرت میں ایک مصیبت میں پھنس گیا ہوں اسی لیے آپ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا ہوں۔ وہ اصل مسئلہ بیان کرنے کی بجائے نہایت معذرت سے گفتگو کرتا گیا امام صاحب نے فرمایا آپ سیدھی بات کریں تکلف کو چھوڑیں، اس نے سارا واقعہ سنایا۔ اگر وہ صبح تک میرے ساتھ نہ بولی تو وہ مطلقہ ہو جائے گی۔ وہ اس طریقہ سے مجھے چھوڑ دینا چاہتی ہے۔ پھر اس سے مجھے یہ خطرہ ہے کہ طلاق کے نفاذ کے بعد مجھے نقصان بھی پہنچائے گی کیونکہ وہ ایک امیر گھرانے کی عورت ہے۔ ہم ایک طویل عرصہ اکٹھے زندگی گزار چکے ہیں۔ صاحب اولاد ہیں، آپ ایسا حل بتائیں جس سے معاملہ درست ہو جائے۔ آپ نے فرمایا تسلی رکھیں تمہارا مسئلہ حل ہو جائے گا اور تم مشکل سے نکل آؤ گے۔ اللہ تعالیٰ آسانی پیدا فرمائے گا۔ آپ نے ایک آدمی کو بلایا اور اسے کہا کہ تم آج اعمش کے گھر والی مسجد میں طلوع سحر سے پہلے اذان دے آنا۔ اس کے بعد اعمش گھر چلا گیا اور موزن نے قبل از وقت اذان دے دی۔ عورت نے اذان سن

کر کہا شکر ہے، اس بد خلق بوڑھے اعمش سے جان چھوٹی۔ اعمش نے کہا واقعی تم اب مجھ سے علیحدہ ہو گئی ہو اس نے کہا ہاں، میں اب خوش ہوں اور آزاد ہوں۔ اعمش نے کہا ابھی صبح ہونے کو کافی وقت ہے یہ تو ایک حیلہ تھا جس سے تم بات کرنے پر رضامند ہو گئی اب میری قسم اپنی جگہ اور تم میری بیوی ہی رہو گی۔

اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے ابو عبد اللہ بن ابی حفص الکبیر رضی اللہ عنہ نے اعمش کا نام تو نہیں لیا مگر یہ بتایا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود اٹھ کر صبح اعمش کی بیوی کو بتایا کہ یہ حیلہ میں نے ہی اعمش کو بتایا تھا۔ اذان بھی میں نے ہی دلائی تاکہ تیرا خاوند اپنی قسم میں حانث نہ ہو جائے۔

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں

حضرت ابو عبد اللہ سیدنا امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا ابو حنیفہ ہم سے کچھ پوچھئے۔ حضرت نے فرمایا حضور ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم میں نعیم سے کیا مراد ہے؟ کیونکہ قیامت کے دن اس کے متعلق سوال ہوگا۔ آپ نے فرمایا ابو حنیفہ تم بیان کرو نعیم سے کیا مطلب ہے۔ میرے خیال میں نعیم سے مراد ہنسنے والی چیزیں ہیں۔ صحت بدن، جسمانی قوت کے متعلق دریافت کیا جائے گا مگر اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان ہونے کی توفیق دے آپ اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں۔ حضرت ابو عبد اللہ امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام خور و نوش کے سامان اور صحت و تندرستی کے متعلق سوال کرے گا تو یہ سلسلہ بہت طویل ہوتا جائے گا۔ النعیم سے مراد ہم اہل بیت ہیں جن کے متعلق ہر ایک سے سوال کیا جائے گا کیونکہ ہماری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو گمراہیوں سے محفوظ رکھا ہے۔ اندھوں کو بینائی بخشی ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی حضور یہی حکمت محکمہ ہے اور یہی قول مقبول ہے۔

امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کچھ اور پوچھئے، امام صاحب رضی اللہ عنہ عرض پر داز ہوئے کہ کیا وجہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے تمام پرندوں میں سے صرف ہدہد کو گم پا کر اس کے لیے فکر مندی کا اظہار فرمایا۔ حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمانے لگے اصل بات یہ تھی کہ ہدہد

کی نگاہیں زمین کی تہ تک چلی جاتی ہیں۔ وہ پانی کو زمین کے اندر سے ایسے دیکھ لیتا ہے جس طرح ہم ایک شیشے کے برتن سے تیل دیکھ لیتے ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ نے عرض کی اللہ تعالیٰ مجھے آپ کی ذات پر فدا کرے ہدہ پانی کو تو زمین کی تہوں میں دیکھ لیتا ہے مگر زمین کی سطح پر بچھا ہوا جال اسے نظر نہیں آتا اور اس میں پھنس جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا ابوحنیفہ! جب تقدیر اپنا کام کرتی ہے تو آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں۔ اب تم پر سلام ہو، وقت کافی ہو گیا ہے اب تمہیں اجازت ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے شاگردوں کو لے کر چلے آئے تو حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضرین مجلس کو بتایا۔ ابوحنیفہ کے پاس ظاہری علوم کے خزانے ہیں۔ ہمارے پاس باطنی اور روحانی علوم کے ذخائر ہیں۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا گیا کہ ”عزیمی“ کہتا ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا محرم کے بغیر سفر کر لیا کرتی تھیں آپ نے پوچھا اس حدیث کا کیا جواب ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تمام اہل ایمان کی ماں ہیں کیا اس حدیث کی روشنی میں تمام مسلمان آپ کے بیٹے اور محرم نہیں ہیں۔

عثمان بن زائدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں بیٹھا تھا۔ ایک شخص نے دریافت کیا کہ آپ اس شخص کے متعلق کیا فرمائیں گے جو ایسے پیالے سے پانی پیتا ہے جس کے کنارے سونے کے بنے ہوئے ہیں اور چاندی سے مزین ہے۔ آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔ عثمان بن زائدہ کہتے ہیں کہ وہ شخص مجلس سے چلا گیا تو ہم نے عرض کی حضور اس مسئلہ پر کوئی مثال قائم کر سکتے ہیں۔ آپ نے کہا ہاں، ہم نے عرض کی فرمائیں، تو آپ نے فرمایا کوئی شخص نہر کے کنارے سے گذر رہا ہو اسے پیاس لگی ہوئی ہو اس کے پاس کوئی چیز نہیں کہ وہ نہر سے پانی نکال کر اپنی پیاس دور کر سکے وہ صرف جھک کر چلو سے پانی نکال سکتا ہے۔ اس نے اسی طرح پانی پینا شروع کیا اور اس کے ہاتھ میں چاندی کی انگوٹھی ہے، اب آپ بتائیں کہ کیا اس کے لیے پانی پینا جائز ہے۔ ہم نے کہا کوئی حرج نہیں۔ آپ نے فرمایا ہمارا مسئلہ بھی اسی مثال کی روشنی میں حل کریں۔

باب ہشتم

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہی بصیرت اور دانائی

ابراہیم بن حماد بن ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے بعد جو شخص اپنی کنیت میری کنیت پر رکھے گا وہ دیوانہ اور پاگل ہو جائے گا۔ میں نے اتنی زندگی میں بہت سے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو اپنے علم و فضل کی نمائش کے لیے امام ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت اختیار کرتے مگر وہ عقلی طور پر مفلوج اور ذہنی طور پر پاگل ہو جاتے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ کسی ماں نے ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر دانشمند بیٹا نہیں جنا۔ علی بن عاصم نے فرمایا کہ اگر تمام کائنات پر بسنے والے انسانوں کی نصف عقل سے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موازنہ کیا جائے تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عقل و بصیرت ان سے بڑھ کر ہوگی۔

ابراہیم بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے زمانے کے زبردست فقیہ ابو جعفر سے سنا تھا کہ اگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے کوئی مشکل مسئلہ آتا اور وہ اسے حل کرنے میں نائل فرماتے تو فرمایا کرتے مجھ سے کوئی ایسا گناہ سرزد ہوا ہے جس کی شامت سے یہ مسئلہ حل نہیں ہو رہا۔ آپ استغفار فرماتے، بعض اوقات تازہ وضو فرما کر دو گانہ پڑھتے پھر استغفار کرتے تو مسئلہ حل ہو جاتا۔ پھر آپ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے، اظہار مسرت فرماتے اور کہتے اللہ تعالیٰ نے میری توبہ قبول فرمائی ہے۔ آپ کے اس طرز عمل کو فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے سنا تو بے پناہ روئے اور فرمانے لگے اللہ تعالیٰ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحم فرمائے کہ وہ پاکباز اور متقی ہونے کے باوجود یہ کام کرتے ہیں۔ پھر اس کا کیا ہو گا جس کے بے شمار گناہ ہوں گے۔

خارجہ بن مصعب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں زندگی میں چار ہزار علماء کرام کو ملا ہوں اور دنیائے

اسلام میں میں چار یا پانچ کو بصیرت و دانشمندی میں یگانہ روزگار پایا۔ ان میں ایک امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ آپ فرماتے ہیں جو شخص موزوں پر مسح کا قائل نہ ہو یا اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذمت کرتا ہو وہ یہ سمجھ لے کہ وہ عقل سے عاری ہے۔

حسن فراست کی ایک مثال

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابتدائے زمانہ میں چند شخصیات کے بارے میں بعض ایسی باتیں کہیں جو واقعی حرف بحرف درست ثابت ہوئیں۔ آپ نے حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرمایا آپ عبادت کے لیے خلوت اختیار کریں گے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ جو ابھی زیر تعلیم تھے، فرمایا آپ دنیا کے لیے اپنی دینی علمیت کو استعمال کریں گے۔ اپنے ایک اور شاگرد حضرت زفر رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا تم علم کلام میں ماہر بنو گے۔ ان تمام حضرات کے متعلق آپ نے جس فراست سے فرمایا تھا ویسے ہی ہوا۔

حضرت نافع بن نعیم مقری مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ مکہ مکرمہ گئے، راستہ میں ایک منزل پر قیام کیا، حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہمارے ساتھ تھے۔ خوش قسمتی سے مجھے حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کے نہایت قریب رہنے کا موقع ملا، میں نے دیکھا کہ ہمارا میزبان صاحب خانہ حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے پناہ عزت کرتا ہے اس نے آخری دن تک آپ کے اعزاز و اکرام کی بجا آوری میں کوتاہی نہ کی۔ مگر حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے یہ صاحب خانہ میزبان بڑا بخیل اور لیئم ہے۔ لوگوں نے کہا حضور اتنی خدمت اور فیاضی کے باوجود، آپ اسے ان الفاظ میں یاد فرما رہے ہیں، وہ بیچارہ ہماری عزت کر رہا ہے، خدمت کے لیے مارا مارا پھرتا ہے، ہر قسم کی ضروریات پوری کر رہا ہے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کی باتیں سن کر فرمایا مجھے یہ شخص یوں ہی محسوس ہوتا ہے۔

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب ہمارا قافلہ روانہ ہونے لگا تو میں نے اس شخص کو دیکھا کہ ترازو لیے بیٹھا ہے اور کہنے لگا۔ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ! پہلے میرا حساب چکاو پھر چلے جانا۔ آپ نے فرمایا تمام مہمان اسے پائی پائی کا حساب دے دیں اور کوئی شخص کمی یا رعایت نہ مانگے۔ ہم

نے اس کا حساب چکا دیا۔ ہم نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا آپ نے اس کی کس عادت سے بخیل اور لتیم کہا تھا؟ آپ نے فرمایا میں نے اس کی گدی میں ایک ایسی نشانی دیکھی تھی جس سے مجھے یقین ہو گیا کہ یہ نہایت ہی بخیل اور لتیم ہے۔ حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہمیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فراست پر داد دینا پڑی۔

حجر بن عبد الجبار حضری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں سے بڑے حسن سلوک سے پیش آتے، اپنے اصحاب و احباب سے ملتے جلتے اور اپنے قریبی دوستوں کی ضروریات کا خیال رکھنے یہ آپ کی زندگی کا معمول تھا۔ میں نے آپ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا کہ اپنے ارد گرد رہنے والوں کا اتنا خیال رکھتے ہوں۔ وہ مزید فرماتے ہیں کہ شرافت اور شائستگی میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مثال آپ تھے۔ وہ اپنی عقل و فراست سے ہر ایک کو اپنا ہمنوا بنا لیتے۔ پھر ہر ایک پر احسانات کی بارش کرتے۔

ایک لالچی سے امانت برآمد کرالی

حضرت بکر بن خنیس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر سارے زمانے کی عقلیں جمع کر لی جائیں تو امام صاحب رضی اللہ عنہ کی عقل کے سامنے ہچ دکھائی دیں گی۔ ایک شخص نے اپنے ایک دوست کے پاس دس ہزار درہم بطور امانت رکھے۔ چند دنوں کے بعد اس نے مطالبہ کیا تو اس نے انکار کر دیا۔ وہ بڑا حیران ہوا کہ اس شخص نے کیا کیا۔ کوئی گواہ نہ تھا، وہ اپنی پریشانی لے کر حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچا اور سارا قصہ سنایا۔ آپ نے فرمایا تم کسی دوسرے سے بات نہ کرنا، صرف مجھے اس کا نام و پتہ بتا دیں۔ اس نے بتا دیا۔ اب حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص کی طرف ایک آدمی بھیجا اور کہلا بھیجا کہ مجھے امیر المومنین خلیفہ نے بھیجا ہے، وہ چاہتے ہیں کہ بیت المال کسی ایسے شخص کی نگرانی اور تحویل میں دے دیا جائے جو یتیموں کے مال کی حفاظت ایمانداری سے کر سکتا ہو۔ انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ ایسا دیانتدار آدمی منتخب کریں تاکہ جب ہمیں رقم کی ضرورت پڑے تو فوراً مہیا کر دے۔ میں نے اپنے حلقہ احباب میں دریافت کیا تو میرے تمام دوستوں نے آپ کا نام لیا اور آپ کی دیانتداری کی تعریف کی ہے۔ اگر آپ اس ذمہ داری کو

قبول کریں تو میں امیرالمومنین کو آپ کا نام دے دوں۔ وہ شخص یہ بات سن کر پھولانہ سلایا کہ آج امیرالمومنین بھی امام ابوحنیفہ کی سفارش سے مجھے دیانتدار منتخب فرما رہے ہیں۔ وہ گھر گھر جا کر اپنے اس منصب اور انتخاب کا تذکرہ کرتا۔ اب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص کو بلا کر کہا تم فوراً جا کر اس شخص سے اپنی امانت کے لوٹانے کا مطالبہ کرو اور باتوں باتوں میں اسے بتا دینا کہ تم میرے قریبی احباب میں سے ہو۔ وہ شخص اس کے پاس پہنچا اور حضرت امام رضی اللہ عنہ کا بتلایا ہوا جملہ بھی کہہ دیا۔ اس نے کہا فکر نہ کرو تمہارا مال میرے پاس محفوظ پڑا ہوا ہے، چنانچہ اس کی تھیلی نکال کر اس کے حوالے کر دی۔ اپنی امانت پا کر وہ شخص دوڑا دوڑا حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، شکریہ ادا کیا کہ آپ کی سفارش اور فراست سے میرا مال مجھے مل گیا۔ وہ خوش خوش گھر آیا۔ چند دنوں بعد وہ شخص جو امانت کو ضبط کر چکا تھا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا۔ اس کا خیال تھا کہ امام صاحب رضی اللہ عنہ مجھے بڑے اعزاز و اکرام سے نوازیں گے۔ مگر امام صاحب رضی اللہ عنہ نے اس سے بے رخی اختیار کر لی۔ وہ بڑا حیران تھا، کبیدہ خاطر اور مایوس ہو کر آنے لگا تو آپ نے فرمایا ہم نے ایک غریب کی ضبط شدہ امانت واپس دلا دی ہے۔ اپنا مقصد پورا ہو گیا ہے اب تم یہاں نہ آیا کرو۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک شاگرد ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ ہم ایک مرتبہ مکہ مکرمہ جا رہے تھے، راستہ میں قیام کیا تو ایک موٹا تازہ بکرا ذبح کر کے پکایا۔ سب نے فیصلہ کیا کہ آج گوشت میں سرکہ ملا کر کھلایا جائے۔ لیکن سفر میں ہمارے پاس ایسا برتن نہیں تھا جس میں یہ گوشت اور سرکہ ملایا جاسکے۔ سب فکر مند تھے کہ کیا کریں، میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا فکر نہ کرو۔ آپ نے ریت میں ایک گڑھا کھودا، اس کے ارد گرد ایک موٹا سا کپڑا بچھا دیا جس میں سے سرکہ باہر نہ نکلے۔ اب سرکہ ڈالا اور گوشت اس میں ڈال کر بھگو لیا۔ ہم سب نے اس گوشت کو پکایا اور کھلایا اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تدبیر پر عیش عیش کراٹھے کہ اس ویرانے میں سفر کی حالت میں آپ کی فراست نے کمال کر دیا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، تمہاری خواہش کے مطابق اللہ تعالیٰ نے میرے دماغ میں ایسی تدبیر ڈال دی کہ آپ لوگوں کا مسئلہ حل ہو گیا ورنہ میں کون ہوتا ہوں یہ سب اس کا

فضل ہے۔

ایک شخص نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی حضور میں نے ایک قیمتی چیز گھر میں رکھی تھی مگر بھول گیا ہوں اس کے لیے بڑا پریشان ہوں، آپ کوئی تدبیر کریں۔ آپ نے فرمایا یہ کوئی شرعی مسئلہ تو نہیں، میں کیا کروں۔ وہ شخص آپ کی بات سن کر رونے لگا اور عرض کی حضور کوئی تدبیر نکالیں۔ میری بڑی قیمتی چیز تھی۔ آپ نے حاضرین کو کہا چلو بھائی اس کے گھر چلیں اور وہاں ہی کوئی تدبیر نکالیں۔ تمام رفقاء آپ کے ساتھ اس شخص کے گھر گئے۔ آپ نے فرمایا تم لوگ بھی اپنی قیمتی چیزیں چھپا کر رکھتے ہو۔ بتاؤ اگر یہ گھر تمہارا ہو تو کس حصہ میں چیز چھپاؤ گئے۔ کسی نے کوئی جگہ بتائی، کسی نے کوئی جگہ بتائی، کسی نے ایک جگہ نشان بنایا۔ کسی نے ایک نشان لگایا۔ آپ نے بھی ایک جگہ نشان لگایا اور اسے کھودنے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہاں سے ہی اس شخص کی قیمتی چیز برآمد ہو گئی۔

اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت حسن بن زیاد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ کوفہ میں ایک شخص اپنا مال زمین میں دفن کر کے بھول گیا کہ کس جگہ دفن کیا ہے۔ اسے یاد نہ رہا اور وہ ایک عرصہ تک تلاش کرتا رہا مگر اسے وہ جگہ یاد نہ آئی جہاں اس نے مال دفن کیا تھا۔ بالآخر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا واقعہ سنایا۔ آپ نے فرمایا یہ کوئی فقہی مسئلہ تو نہیں ہے کہ میں اس پر اپنی رائے دوں، البتہ میرا ایک مشورہ ہے کہ تم آج ساری رات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صبح صادق تک نوافل پڑھتے رہنا۔ وہ رات کے وقت نوافل پڑھ رہا تھا کہ اسے وہ جگہ یاد آگئی جہاں اس نے اپنا مال دفن کیا تھا۔ نوافل چھوڑ کر حضرت امام رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ حضور مجھے اپنا مال مل گیا اور وہ جگہ یاد آگئی جہاں میں دفن کیا تھا۔ امام صاحب رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے یہ خیال تھا کہ شیطان تجھے ساری رات عبادت نہیں کرنے دے گا۔ لیکن اچھا ہوتا کہ یاد آنے کے باوجود بھی تم شکرانہ کے طور پر ساری رات عبادت کرتے۔

ابن معین رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتنے صاحب بصیرت تھے کہ آپ کے سامنے کوئی شخص جھوٹ نہیں بول سکتا تھا۔ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی دانائی اور عقلمندی کی بے پناہ تعریف کی ہے اور اپنی تحریروں میں بڑی مثالیں بیان کی ہیں۔ امام

ابو یوسف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے ہزاروں اہل علم کی صحبت میں بیٹھنے کا موقع ملا مگر میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا صاحب بصیرت کسی کو نہ پایا۔ آپ نے ایک چھوٹا سا مشاہدہ بیان کیا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب گھر سے باہر نکلتے تو اپنے جوتوں کے تسمے دیکھ کر درست فرمایا کرتے، آپ اکثر موزے پہنا کرتے تھے۔ مگر مجال ہے کہ کوئی تسمہ ڈھیلا ہو یا ٹوٹا ہوا ہو۔ حضرت عبداللہ بن مبارک نے اپنے مشاہدے سے بہت سی چھوٹی چھوٹی باتیں بھی نقل کی ہیں جس سے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بصیرت اور عقلمندی ظاہر ہوتی ہے۔

ابو بدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کوفہ میں ایک بخیل شخص تھا اس نے ایک ہزار درہم جمع کر کے صندوق میں رکھے اور اسے باہر ایک جنگل میں دفن کر آیا۔ چند دنوں بعد کسی نے اس کا دفن شدہ صندوق نکالا اور لے گیا۔ اسے جب علم ہوا تو وہ اس غم سے نڈھال ہو گیا اور کئی دنوں بھوکا پڑا رہا۔ اس کے ہمسائے نے اسے کہا کہ تم امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چلے جاؤ آپ ضرور کوئی راستہ بتائیں گے۔ شاید تجھے اپنا کھویا ہوا مال مل جائے۔ وہ حضرت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا میں اللہ تعالیٰ سے مدد چاہتا ہوں مگر اس سلسلہ میں آپ کی راہنمائی کی ضرورت ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے ساتھ اس جنگل میں گئے جہاں اس نے مال دفن کیا تھا، وہاں چند مزدور کھیت سے کھنسیاں نکالنے میں مصروف تھے۔ آپ نے ان سے پوچھا تمہارے ساتھ کوئی اور مزدور بھی کام کرتا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں فلاں آدمی ہمارا ساتھی ہے، مگر وہ کھنسیاں نکال کر چلا گیا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ اس کا نام ”زر زر“ ہے اور وہ فلاں محلے کے ایک حمام میں رہتا ہے۔ امام صاحب اس بخیل آدمی کو لے کر اس حمام میں گئے، حمام کے مالک کو پوچھا کیا آپ اس شخص کو جانتے ہیں جس کا نام زر زر ہے؟ اس نے بتایا وہ فلاں جگہ رہتا ہے۔ آپ وہاں گئے تو اسے وہاں بیٹھا پایا آپ نے اسے علیحدہ لے جا کر کہا کہ تم وہ صندوق نکال دو جو تم نے فلاں جگہ سے نکالا تھا۔ تمہیں نکالتے ہوئے اور گھر تک لاتے ہوئے جس نے دیکھا ہے وہ شخص بھی ہمارے پاس موجود ہے۔ آپ کی بات سن کر اس شخص کا رنگ فک ہو گیا اور ہلکی ہلکی باتیں کرنے لگا اور اقرار کیا حضور وہ صندوق میرے پاس ہے۔ میرے اس پر پچاس ساٹھ درہم خرچ ہو گئے ہیں آپ نے فرمایا اچھا تم اسے مالک کو واپس کر دو وہ پچاس ساٹھ درہم کا مطالبہ نہیں کرے گا۔ چنانچہ وہ اٹھا

راکھ کے ڈھیر میں سے وہ صندوق نکال لایا اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دے دیا۔ آپ نے مالک کے حوالے کر دیا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ایک پیشین گوئی

کسی نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا آپ کو مدینہ منورہ کے بچے کیسے لگے؟ آپ نے فرمایا ان میں ایک بچہ اشقر ازرق ہے۔ میں اسے ”ابوالحسن“ کہتا ہوں۔ (وہ بڑے ہو کر مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے مشہور ہوئے۔) حقیقت یہ ہے کہ یہ بچہ جسے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ”ابوالحسن“ کہا تھا بڑا ہو کر عالم اسلام میں علم و فضل کا آفتاب بن کر چمکا۔ اہل مدینہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اپنے معاصرین سے بازی لے گئے۔

ہم یہاں علامہ دارقطنی کی فراست کا ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ آپ نے مصر کی گلیوں میں بچوں کو کھیلتے دیکھا تو فرمایا ان بچوں میں مجھے ابن سعید ازدی ابھرتا ہوا نوجوان دکھائی دیتا ہے۔ یہ وہی ابن سعید تھے جو آگے چل کر حافظ عبدالغنی کے نام سے مشہور ہوئے تھے اور حدیث کے متعلق کمال حاصل کیا اور حفظ الانساب والخرائب میں نام پایا۔

احتمق کی ایک علامت

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جو شخص فوراً ہر بات حفظ کر لیتا ہے وہ احتمق ہے اور عام طور پر لمبے قد کا آدمی احتمق ہوتا ہے، مگر اگر کوئی لمبا آدمی عقلمند ہو تو بڑا ہی عقلمند ہو گا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بار ابن ہبیرہ کے ہاں تشریف لے گئے ابن ہبیرہ امیر کوفہ تھے، اس وقت ان کے پاس ایک ایسا آدمی بیٹھا ہوا تھا جس پر لوگوں نے بہت بڑے معاملے کی تمہت لگائی تھی، اسے ابن ہبیرہ قتل کی دھمکیاں دے رہے تھے۔ اس نے دیکھا کہ ابن ہبیرہ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بڑی عزت کی ہے تو کہنے لگا یہ شیخ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں۔ ابن ہبیرہ نے پوچھا حضرت آپ اس شخص کو جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ تو وہی ہے جو اذان دیتے ہوئے زور سے کہتا ہے لا الہ الا اللہ، اس نے کہا ہاں! وہی شخص ہے۔ آپ نے فرمایا

اچھا اذان سناؤ تاکہ میں تمہاری آواز پہچان لوں۔ اس نے پوری اذان سنائی تو حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یہ اچھا آدمی ہے اسے کچھ نہ کہو۔ اس پر ابن ہبیرہ نے اسے چھوڑ دیا اور مقدمہ سے بری کر دیا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان اس لیے سنی کہ وہ اللہ اور رسول کی شہادت دے اور یہی شہادت اس کی رہائی کا ذریعہ بن گئی۔

قاضی بننے سے انکار

عبدالجبار بن عبداللہ خلیفہ وقت کا مصاحب تھا وہ حضرت سفیان ثوری، حضرت مسعر، حضرت شریک بن عبداللہ نخعی اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لے کر دربار میں حاضر ہوا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ان ساتھیوں کو کہا کہ میں اپنی جان چھڑانے کے لیے کوئی تدبیر نکالوں گا۔ تم لوگ بھی کوئی نہ کوئی حیلہ ذہن نشین کر لو۔ سفیان ثوری رضی اللہ عنہ تو راستے سے ہی بھاگ نکلے۔ مسعر نے خلیفہ منصور کے سامنے اپنی بزدلی کا اظہار کر کے خلاصی حاصل کر لی۔ البتہ شریک بن نخعی پھنس گئے۔ مسعر نے جاتے ہی خلیفہ منصور سے مصافحہ کیا اور اسے پوچھنے لگے آپ کا کیا حال ہے، آپ کی لونڈیوں اور کنیزوں کا کیا حال ہے، آپ کے جانوروں، گھوڑے اونٹ کس حال میں ہیں، مجھے آپ منصب قضاہ ضرور عنایت فرمادیتے ہیں آپ کے تمام جانوروں کو سیدھا کر دوں گا۔ خلیفہ نے یہ سنا تو کہا پاگل آدمی ہے پرے دار کو حکم دیا کہ اسے باہر نکال دو۔

منصور نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا آپ کے سامنے منصب قضا پیش کیا تو آپ نے فرمایا اے خلیفہ! میرا نام نعمان بن ثابت ہے، میرا باپ کوفہ کے کوچہ و بازار میں کوڑیاں بیچتا تھا اور غلام تھا۔ اہل کوفہ کو یہ بات گوارا نہیں ہوگی ایک مفلوک الحال موالی کے بیٹے کو قضا کی مسند پر بیٹھے دیکھیں گے اور اس کے فیصلے کیسے قبول کریں گے۔ خلیفہ نے کہا یہ بات تو درست ہے۔ آخر میں شریک آگے بڑھے اور خلیفہ سے گفتگو کرنے لگے تو خلیفہ نے کہا چپ رہو اب آپ کے علاوہ کوئی ایسا عالم دین نہیں ہے جسے میں اس عہدے پر فائز کر سکوں۔ شریک نے کہا حضور! مجھے نسیان کا مرض ہے میں بات کر کے بھول جاتا ہوں۔ خلیفہ نے کہا نسیان کا علاج لوبان ہے اسے استعمال کیا کرو۔ انہوں نے پھر کہا حضور میں کمزور اور ست آدمی ہوں، خلیفہ نے کہا آپ کے

لیئے حلوہ تیار کیا جائے گا جسے کھا کر تندرست چاک و چوند ہو جاؤ گے۔ مسند قضاء پر بیٹھنے سے پہلے کھا لیا کرو، کوئی سستی نزدیک نہیں آئے گی۔ شریک نے کہا میں ہر آنے جانے والے پر اپنا فیصلہ مسلط کر دیتا ہوں خواہ وہ میرا کتنا قریبی ہی کیوں نہ ہو۔ خواہ میرا بیٹا ہی ہو، میں اپنی ذات سے بھی یہ فیصلہ نہیں روکتا۔ اس طرح آپ کی حشمت اور مقام مجروح ہوگا۔ خلیفہ نے کہا مجھے منظور ہے تم اپنے فیصلوں میں کلی طور پر آزاد ہو ہم دخل نہیں دیں گے۔

مسند قضاء پر بیٹھتے ہی شریک کے سامنے جو مقدمہ سب سے پہلے پیش ہوا۔ وہ شاہی گھرانے کی ایک خوبصورت کنیز کا تھا۔ دوسرا فریق بھی عدالت میں موجود تھا، وہ کنیز چونکہ شاہی ماحول کی تھی وہ آگے بڑھ کر قاضی شریک کے پہلو میں جا بیٹھی۔ قاضی شریک نے کہا اے بدبودار عورت! یہاں سے اٹھ کر دور ہو جاؤ اور اپنے قبیلہ کے لوگوں کے ساتھ جا کر کھڑی ہو جاؤ۔ کنیز نے کہا یہ بوڑھا قاضی تو بڑا احمق ہے۔ قاضی شریک نے کہا میں نے تو پہلے ہی خلیفہ سے کہہ دیا تھا کہ میں کسی کا لحاظ نہیں کروں گا۔ یہ کنیز خلیفہ وقت کی خاص کنیز تھی۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی قیافہ کی باتیں

محمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں چند احباب بیٹھے ہوئے تھے، وہاں سے ایک شخص گزرا، آپ نے اس پر ایک نگاہ غلط انداز ڈالی تو آپ نے اپنے احباب کو فرمایا۔ یہ شخص ”مسافر“ ہے۔ پھر فرمایا، اس کی جیب میں ”مٹھائی“ ہے۔ پھر فرمایا، یہ بچوں کا ”استاد“ ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ ساری باتیں سن کر آپ کے شاگردوں نے عرض کی حضور! کیا آپ اس شخص کو جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا، نہیں، میں تو صرف قیافے سے یہ بات کہہ رہا ہوں۔ ایک شخص اٹھا اس نے اس جانے والے کا پیچھا کیا اور اسے جالیا۔ اور پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا میں ایک مسافر ہوں۔ اس نے کہا تمہاری جیب میں کیا ہے؟ اس نے کہا، مٹھا کشمش ہے۔ پھر اس نے پوچھا تم کیا کرتے ہو؟ اس نے بتایا کہ میں ایک کتب میں استاد

ہوں۔ وہ شاگرد حضرت کی مجلس میں واپس آیا اور عرض کی حضور آپ کی ایک ایک بات درست نکلی، مگر حیرت ہے کہ آپ اسے جانتے تک نہیں مگر اس کے متعلق یہ ساری معلومات کس طرح بیان کر دیں؟

آپ نے فرمایا، جب میں نے اسے یہاں سے گزرتے دیکھا تو وہ دائیں بائیں دیکھ رہا تھا۔ مجھے خیال آیا یہ مقامی آدمی نہیں یہ مسافر ہے جو ادھر ادھر نظریں دوڑائے چلا جا رہا ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ اس کے ارد گرد کھیاں منڈلا رہی ہیں تو مجھے محسوس ہوا ضرور اس کے پاس کوئی میٹھی چیز ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہ گلی میں کھلتے ہوئے چھوٹے بچوں کو بڑی دلچسپی سے گھور گھور کر دیکھ رہا ہے، میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ یہ بچوں کا استاد ہے۔

علم کا صلہ ملتا ہے

کوفہ میں ایک دن یہ افواہ اڑائی گئی کہ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فوت ہو گئے ہیں۔ یہ بات حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا۔ ابو یوسف فوت نہیں ہوئے یہ بات غلط ہے۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ یہ بات کیوں نہیں مانتے؟ آپ نے فرمایا کہ امام ابو یوسف نے علم کی بے پناہ خدمت کی ہے۔ مگر اسے ابھی تک اس کا پھل نہیں ملا، ان کی علمی کوششوں کا انہیں صلہ نہیں ملا۔ اللہ تعالیٰ کسی کے علم کو بے ثمر نہیں کرتا۔ وہ جب تک اپنے علم کا پھل حاصل نہیں کر لیں گے فوت نہیں ہو سکتے۔ واقعی یہ خبر غلط نکلی۔ اور حضرت قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے علم کی خدمات سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت بڑا صلہ دیا کہ وہ دنیا میں خوش اور خوشحال ہو گئے۔ وہ جوانی میں سلطنت عباسیہ کے قاضی القضاة (چیف جسٹس) مقرر ہوئے۔ آپ نے بڑے بڑے اہم فیصلے کیئے جو آج تک دینی لحاظ سے مشعل راہ ہیں۔ جب وہ فوت ہوئے تو ان کے پاس سات سو رکاب سونا ورثہ میں موجود تھا اور اپنے منصب کے اعتبار سے سارے عالم اسلام میں مسلم فقیہ کی حیثیت سے زندہ رہے۔

ستو اور پانی کا مشکیزہ

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایک سفر میں جنگل اور

خشک بیابان سے گزرنا پڑا۔ مجھے پیاس لگی تو کہیں سے پانی نہ ملا۔ ایک اعرابی (جنگلی) کے پاس پانی کا مشکیزہ تھا۔ میں نے اس سے ایک پیالہ پانی مانگا مگر اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ قیمت ادا کرو چنانچہ اس نے سارا مشکیزہ پانچ درہم میں میرے ہاتھ فروخت کر دیا۔ میں نے رعایت کے لیے بار بار کہا مگر اس نے کوئی رعایت نہ کی۔ آخر میں نے اس سے پانی کا مشکیزہ خرید کر رقم اس کے حوالے کر دی۔ تھوڑی دور جا کر میں نے اسے کہا بھائی میرے پاس ستو ہیں تم کھاؤ گے۔ اس نے کہا کیوں نہیں، میں نے اپنے شاگردوں کو کہا شکر ملا کر اسے ستو کا ایک پیالہ دے دو۔ اس نے ستو لیے اور بڑی بھوک سے کھانے لگا، چند لمحوں بعد اسے پیاس لگی اور کہنے لگا مجھے سخت پیاس لگی ہے مجھے پانی دو۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میں تو یہ پانی فروخت کروں گا تم نے خریدنا ہے تو ایک پیالے کے لیے پانچ درہم نکالو۔ وہ بہت اصرار کرتا رہا آپ نے کہا نہیں، ایک پانی کا پیالہ پانچ درہم میں ملے گا وہ منت سماجت کرتا رہا کہ کوئی رعایت کریں مگر آپ نے کہا، نہیں پانچ درہم ہی لوں گا۔ اب وہ نہایت تنگ آ گیا۔ میرے پاس بار بار آتا اور رعایت کے لیے کہتا۔ میں نے اسے کہا نہیں کوئی رعایت نہیں کروں گا۔ اس نے مجبور ہو کر پانچ درہم دیئے اور پانی کا ایک پیالہ خریدا۔ اب پانچ درہم بھی میرے پاس واپس آگئے اور پانی کا مشکیزہ بھی۔

میرے یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

مثل الحصا جلت عن الاحصاء
او عاف کل شریعة کدراء
ظہر السماک و غارب الجوزاء
بزلاء کل شرودة عنراء

لا بی حنیفة ذی الفخار مناقب
صفی الشریعة باجتہاد صائب
اعلته ہمة علمہ حتی اعنلی
وجلوه معتذر ابلمحة فکرة

ہبت رباح علومہ فتبد دوا
مثل الجراد بہمة النکباء

(ترجمہ) ”حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب ریت کے ذروں کی طرح بے

شمار ہیں۔ وہ شریعت کی روشنی میں صاف ستھرا اجتہاد کیا کرتے تھے حالانکہ اس وقت شریعت کے مسائل بیان کرنے میں لوگوں کو بڑی مشکلات کا سامنا تھا۔ آپ اپنے علم و فضل کی بلندیوں پر جو زا کے ہم پایہ تھے اور تحقیق کی گہرائیوں میں تحت الثریٰ تک نگاہ رکھتے تھے۔ جب آپ کے علوم کی ہوائیں چلیں تو ساری دنیا سرسبز و شاداب ہو گئی۔“



باب نہم

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کا تقویٰ

حضرت عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ ہم نے کبھی امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنے مخالفین کا گلہ یا غیبت نہیں سنی۔ آپ نے فرمایا یہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دانشمندی اور علمی بلندی ہے۔ انہیں یہ پسند نہیں کہ ان کی نیکیاں ان کے مخالفین کے نامہ اعمال میں درج ہوں۔ حدیث پاک میں ہے کہ جس کا گلہ کیا جائے اس کے نامہ اعمال میں گلہ کرنے والے کی نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔

کسی نے یزید بن ہارون رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ انسان کب فتویٰ دینے کے قابل ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا، جب امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام کو پہنچ جائے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے یہ بات سن کر کہا، ابو خالد! آپ بھی ایسا کہتے ہیں؟ (یزید بن ہارون ظاہری طور پر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم کے قائل نہیں تھے) انہوں نے فرمایا، اس سے بڑھ کر میرے پاس الفاظ نہیں ورنہ میں اس سے بھی بڑھ کر بات کرتا۔ آج دنیائے اسلام میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا کوئی فقیہ نہیں ہے اور نہ ہی آپ جیسا پاک باز عالم دین نظر آتا ہے۔ میں نے آپ کو ایک دن تیز دھوپ میں ایک شخص کے مکان کے پاس کھڑے دیکھا۔ میں نے عرض کی آپ اس دیوار کے سایہ میں آجائیں۔ آپ نے فرمایا میں نے اس شخص سے قرض لینا ہے، یہ میرا مقروض ہے، میں اس کی دیوار کے سایہ میں کھڑے ہو کر سود کا جواز پیدا نہیں کر سکتا۔ حضرت یوسف بن ہارون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر احتیاط اور تقویٰ کیا ہو سکتا ہے۔

یحییٰ بن ابی زائدہ رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کا ایک ایسا ہی واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک دن حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی کہ میں آپ سے اس خدائے قدیر کی

قسم دے کر دریافت کرتا ہوں کہ آپ نے شدید گرمی اور دھوپ میں اس شخص کے مکان کی دیوار کے سایہ میں کھڑے ہونے سے کیوں اجتناب کیا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے اس گھر والے سے قرضہ لینا تھا۔ میں اس کی دیوار کے سایہ میں کھڑے ہو کر فائدہ اٹھاؤں تو یہ ایک قسم کا سود ہے، یہ میرا اپنا فیصلہ ہے اور میری اپنی ذات کے لیے ہے، عوام کے لیے یہ فتویٰ نہیں ہے۔

یحییٰ بن القطان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک دن حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کی باتیں سن رہے تھے۔ میں آپ کے چہرے پر نظر ڈالتا تو تکبر یا خودنمائی کی بجائے مجھے آپ کے چہرے پر اللہ تعالیٰ کا خوف اور ڈر محسوس ہوتا۔ اسی طرح یحییٰ بن معین رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صرف ثقہ فی الحدیث ہی نہیں تھے بلکہ ثقہ فی فقہ بھی تھے۔ خدا کی قسم وہ بہت بڑے متقی تھے۔ وہ از روئے قدر و منزلت بہت بلند پایہ تھے۔ انہی سے جب امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔ وہ ”صدوق“ بہت سچے بزرگ ہیں۔

حضرت قاسم بن معن بن عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسعود رحمۃ اللہ علیہم سے لوگوں نے دریافت کیا، کیا آپ باہن علم و فضل امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام بننا پسند کریں گے؟ آپ نے فرمایا، حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کوئی علمی شخصیت نہیں ہے۔ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تم میرے ساتھ ایک بار حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس میں چلو تو ساری زندگی ان کے غلام بے دام بن کر رہو گے۔ واقعی ایسا ہی ہوا، آپ نے ساری عمر آپ کے ساتھ گزاری، آپ جیسا بلند پایہ فقیہ کہیں میسر نہیں آیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حلیم بھی ہیں، متقی بھی ہیں اور سخی بھی ہیں۔

حضرت ابو عوانہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک دن حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا، آپ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور عرض کی کہ کوفہ کے گورنر نے ایک شخص کے بارے میں مسئلہ پوچھا ہے کہ جس شخص نے کھجور کا شیرہ چوری کیا ہو تو اس کی کیا سزا ہے؟ آپ نے گورنر کو لکھا کہ ایسے شخص کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ میں نے کہا سبحان اللہ! کیا آپ نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث نہیں سنی کہ پھل کی چوری میں قطع ید نہیں ہے

اور اسی طرح کھجور کی چوری میں بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ آپ نے حدیث سن کر اپنا فیصلہ واپس لے لیا اور خط میں لکھا کہ اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

عالم اسلام کا سب سے بڑا فقیہ

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کوفہ میں پہلی بار آئے تو آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ اس شہر میں سب سے بڑا عالم دین اور فقیہ کون ہے؟ لوگوں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیا۔ یہی روایت دوسرے الفاظ میں بھی آئی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا اس شہر میں سب سے بڑا فقیہ اور متقی کون ہے؟ لوگوں نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیا۔ اس وقت کے ایک بہت بڑے فقیہ مکی بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ میں کئی سال کوفہ میں رہا مجھے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کوئی فقیہ اور متقی نہیں ملا۔

کاروباری دیانت داری کی ایک مثال

حفص بن عبدالرحمن حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کاروبار میں شریک اور حصہ دار تھے۔ آپ نے انہیں کپڑا بیچنے کے لیے کسی دوسرے شہر میں بھیجا اور ساتھ ہی بتا دیا کہ اس کپڑے میں ”فلاں فلاں“ نقص ہے۔ کپڑا بیچنے سے پہلے تم نے گاہوں کو بتانا ہے کہ اس کپڑے میں یہ عیب ہے۔ حفص بن عبدالرحمن نے کپڑا تو بیچ دیا مگر گاہوں کو کپڑے میں نقص سے آگاہ نہ کیا۔ جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس غلطی کا علم ہوا تو آپ نے اس کپڑے کی ساری قیمت غریبوں میں صدقہ کر دی۔

حفص بن غیاث فرماتے ہیں جو سامان غلطی سے بکا اس کی قیمت تیس ہزار درہم تھی۔ اتنی بڑی رقم حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صدقہ کر دی اور دنیاوی نقصان کی پروا نہ کی اور اس کے بعد انہیں اپنے کاروبار سے علیحدہ کر دیا۔

یاد رہے اس واقعہ میں حفص کا نام آتا ہے یہ دونوں حفص علیحدہ علیحدہ شخصیت تھیں۔ ایک حفص بن عبدالرحمن آپ کے حصہ دار اور شریک کاروبار تھے اور دوسرے حفص بن غیاث

ﷺ آپ کے علوم فقہ میں معاون تھے اور یہ اپنے وقت کے بہت بڑے فقیہ اور باکمال عالم دین تھے۔ وہ خلافت عباسیہ میں امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ سے پہلے چیف جسٹس (قاضی القضاة) کے عہدے پر نامزد تھے۔ ان کی معزولی کے بعد امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کو قاضی القضاة مقرر کیا گیا تھا۔

کاروبار میں کوتاہی کے اس واقعہ میں حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ امام حارثی نے اپنی کتاب ”الکشف“ میں تفصیل کے ساتھ اس واقعہ پر روشنی ڈالی ہے اور بتایا ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے شریک کاروبار کو صرف اس بے احتیاطی کی وجہ سے علیحدہ کر دیا تھا اور کاروبار کے تیس ہزار درہم خیرات کر دیئے تھے۔

امین شہر

خلیفہ عباسی جعفر منصور نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو دربار میں بلا کر تیس ہزار درہم دیئے اور کہا اس امانت کو اپنے گھر میں رکھ دیں۔ آپ نے فرمایا میں بغداد میں ایک مسافر کی حیثیت سے قیام پذیر ہوں، میں اس امانت کی حفاظت نہیں کر سکوں گا۔ آپ اسے بیت المال میں رکھ دیجئے۔ خلیفہ نے آپ کی بات مان لی مگر جب امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو آپ کے گھر سے کئی غریب لوگوں کی امانتیں ملیں، تو خلیفہ نے کہا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں دھوکے میں رکھا۔ وہ تو بہت بڑے ”امین“ تھے۔

قیس بن الربیع کہتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ بہت بڑے فقیہ اور متقی تھے۔ آپ سے بہت علماء حسد کیا کرتے تھے، اگرچہ آپ کے پاس جو ضرورت مند آتا اسے احسان و مروت کے ساتھ لوٹاتے تھے۔ اہل علم اور طلباء کو انعام و اکرام سے نوازتے تھے۔ آپ اپنے زمانے کے ذہین ترین اور عقل مند انسان تھے۔

یزید بن ہارون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے زندگی بھر امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر عقل مند انسان نہیں دیکھا۔ وہ اعمال میں افضل اور کردار میں متقی تھے۔ میں نے ہزاروں علمائے کرام سے علم حاصل کیا، لیکن میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر معلم کہیں نہیں پایا۔ انہیں اپنی زبان پر اتنا قابو تھا کہ ایک لفظ بھی فائدے سے خالی نہ نکلتا تھا۔ ابن عیینہ

فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں آپ سے بڑھ کر افضل انسان کوئی نہ تھا اور نہ ہی ہم نے آپ سے بڑھ کر کسی انسان کو متقی اور فقیہ دیکھا۔

علی بن خشرم کی روایت ہے کہ ابن عیینہ نے فرمایا کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کسی کو زیادہ متقی نہیں دیکھا۔ اسی طرح ابراہیم بن عکرمہ مخزومی فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ سے بڑا پرہیزگار سارے عالم اسلام میں دوسرا نہیں دیکھا۔ عمر بن ذر فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عدل و انصاف کی مثال تھے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ عن ذر کی بات کو بڑھاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس مجلس علماء میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود ہوتے تو وہ اپنے علم، ورع اور بصیرت کی وجہ سے سب پر حاوی رہتے۔

حسن بن عمارہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخالف تھے اور جہاں جاتے آپ کے خلاف گفتگو کرتے۔ ایک بار خلیفہ وقت نے کوفہ کے تمام علماء کرام کو اپنے دربار میں طلب کیا اور ان کے سامنے ایک مسئلہ رکھا۔ تمام علماء کرام نے اس مسئلہ پر اپنی رائے دی مگر خلیفہ نے اسے غلط قرار دیا۔ صرف حسن بن عمارہ نے اس مسئلہ کو اس حسن و خوبی اور صحت سے پیش کیا کہ تمام علمائے تسلیم کیا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اس میں کوئی شک نہیں کہ حسن بن عمارہ نے مسئلہ صحیح بتایا مگر ان سے ایک غلطی ہو گئی ہے۔ حسن بن عمارہ کہنے لگے یہ ایک مجلس مناظرہ تھی اور خلیفہ عباسی کا دربار تھا اگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھ کر میری غلطی اور خطا پر گرفت کرتے تو مجھے کہیں کا نہ چھوڑتے مگر انہوں نے خاموش رہ کر میری عزت بچالی۔ وہ ایک پرہیزگار انسان ہیں اس لیے وہ اپنے مخالفین کو بھی شرمندگی سے محفوظ رکھتے ہیں۔ اس واقعہ کے بعد وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راضی ہو گئے اور جہاں جاتے آپ کی تعریف کیا کرتے اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم و فضل کی قدر کرتے۔ محمد بن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس وجہ سے وہ اہلحدیث جو حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخالف ہیں حسن بن عمارہ کو ”ضعیف الحدیث“ کہتے ہیں۔ وہ آپ کو صرف اس لیے ”ضعیف الحدیث“ کہتے ہیں کہ وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مداح تھے۔

اسی واقعہ کو سہل بن مزاحم رضی اللہ عنہ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ خلیفہ کے دربار میں اس مسئلہ پر

علمائے کرام نے زبردست بحث کی۔ آخر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے سب کے لیے قابل تسلیم تھی۔ حسن بن عمارہ آپ کی رائے سے متفق بھی ہوئے اور خوش بھی ہوئے اور باقی زندگی میں آپ کی رائے کا احترام کرتے رہے اور مداح بھی ہو گئے۔

عبدالرحمن نخعی فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کوئی پرہیزگار نہیں پایا۔ احمد الشافعی فرماتے ہیں کہ ہم عیسیٰ بن یونس کے گھر میں بیٹھے تھے، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک حدیث بیان کی ہے۔ مجلس میں ایک شخص اٹھا اور کہنے لگا، ابھی تک آپ لوگوں نے امام ابوحنیفہ سے توبہ کرنے کا مطالبہ نہیں کیا؟ امام ابوحنیفہ تو حدیث بیان کرنے میں جھوٹے ہیں۔ عیسیٰ بن یونس نے اس چلانے والے شخص کو مخاطب کر کے فرمایا خدا تجھے اس جھوٹ اور گستاخی کی جلدی ہی سزا دے گا۔ ہم تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے متقی اور عالم دین سے روایت لیتے ہیں۔ تم کفار سے روایتیں بیان کیا کرو گے۔ آج امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر سچا اور متقی کون ہے؟

علی بن خشرم فرماتے رضی اللہ عنہ ہیں کہ کسی نے عیسیٰ بن یونس کے سامنے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شکوہ کیا تو انہوں نے اسے سخت الفاظ میں ڈانٹا اور فرمایا، آج امام ابوحنیفہ جیسا متقی اور پرہیزگار کوئی آدمی نہیں ہے۔

سلیمان بن شاذکونی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے عیسیٰ بن یونس نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ کے خلاف کبھی کوئی بات نہ کرنا اور نہ ہی ان کے سامنے میری کسی روایت کو ترجیح دینا۔ خدا کی قسم میں نے ان سے بڑھ کر کوئی متقی اور بزرگ نہیں پایا۔ عیسیٰ بن یونس کا معمول تھا کہ آپ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات کو بڑے وثوق سے بیان فرمایا کرتے تھے اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کو تمام علمائے کوفہ پر ترجیح دیا کرتے تھے۔

محمد بن داود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے ہاں عیسیٰ بن یونس تشریف لائے اور اپنی بغل سے ایک کتاب نکالی اور اسے پڑھ کر سنانے لگے، کسی نے کہا حضرت آپ ہمارے سامنے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات بیان فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں نے تو زندگی بھر ان سے بڑا فقیہ اور سچا انسان نہیں دیکھا۔ میں انہیں اپنی زندگی میں پسند کرتا ہوں اور مرنے کے بعد بھی۔

یوسف صفار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے وکیع کو فرماتے سنا کہ میں نے حدیث بیان کرنے میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا تقویٰ اختیار کرنے والا محدث نہیں دیکھا۔ یحییٰ بن معین رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت وکیع امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں بہت اچھی رائے رکھتے تھے اور آپ کے تقویٰ اور ورع کو ہمیشہ اچھے الفاظ میں بیان فرمایا کرتے۔

حضرت عبثر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دن کو اکثر روزہ رکھتے اور زیادہ وقت عبادت خداوندی میں گزارتے، وہ متقی اور فقیہ تھے۔ ابو داؤد حنفی فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان حلال امور میں بھی تقویٰ کرتے جن میں کسی کو کوئی شک و شبہ نہیں ہوتا تھا۔ اندازہ فرمائیں جو شخص حلال امور میں اتنی احتیاط کرتا ہے وہ حرام امور میں کس قدر محتاط ہوگا۔

کاروبار میں احتیاط

حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے استاد حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ریشمی کپڑے کا کاروبار کرتے تھے۔ ایک دن آپ سے کسی نے کپڑا خریدنا چاہا، آپ نے اپنے بیٹے حماد کو کہا کہ انہیں کپڑا دکھائیے۔ حماد رضی اللہ عنہ نے تھان کھولتے وقت زبان سے پڑھا ”صلی اللہ علی محمد“ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیٹے کو فرمایا اب اس شخص کو کپڑا نہ دینا۔ تم نے درود شریف پڑھ کر کپڑے کی تحسین کر دی ہے۔ وہ شخص چلا گیا۔ سارا بازار گھوما مگر اسے اس جیسا کپڑا کہیں نہ ملا۔ وہ دوبارہ آیا مگر حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے کپڑے دینے سے انکار کر دیا۔

حضرت منصور رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے میرے والد گرامی نے بتایا تھا کہ میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس میں نو سال تک حاضر ہوتا رہا۔ میں نے سارے کوفہ میں آپ جیسا متقی، پرہیزگار، صلوة و سلام کا پابند، صدقہ اور خیرات کا عادی کسی کو نہیں دیکھا اور آپ ہمیشہ ان امور پر قائم رہے۔

فیض بن محمد الرقی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بغداد میں ملا۔

میں نے ارادہ کیا تھا کہ کوفہ جاؤں، آپ نے مجھے بلا کر کہا کوفہ جاؤ تو میرے بیٹے حماد کو کہنا کہ میرا تو ایک ماہ کا خرچہ صرف دو درہم ہے تم نے وہ بھی روک دیئے، جلدی بھیجو۔ یہ وہ زمانہ تھا جب آپ خلیفہ عباسی کے قید خانہ میں بغداد میں قیام فرماتے تھے۔ یہ تقویٰ تھا کہ زندان خانہ میں بھی آپ سرکاری کھانا نہیں کھایا کرتے تھے۔ منصور نے اپنے خاص مہمان خانہ سے کھانا بھیجا تو آپ نے انکار کر دیا۔ آپ دو درہم کے ستو کوفہ سے منگوا کر گزر اوقات فرمایا کرتے تھے۔

سفیان بن زیاد بغدادی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے پناہ پرہیزگار تھے۔ آپ کا ریشمی کپڑے کا کاروبار بڑا وسیع تھا۔ آپ اس کاروبار میں بڑے تدبیر اور غور و حوض فرمایا کرتے اور مال کے لینے اور دینے میں سخت چھان بین کیا کرتے تھے۔ ایک مدنی تاجر کوفہ میں آیا۔ اسے اپنی بیٹی کے جہیز کے لیے قیمتی ریشمی کپڑا درکار تھا۔ وہ کپڑا صرف امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ہی تھا۔ لوگوں نے اسے بتایا کہ جب تم آپ کے گودام میں جاؤ اور تمہاری خواہش کے مطابق تمہارے سامنے کپڑا رکھیں تو بلا کم و کاست کپڑا خرید لینا اور بھاؤ طے کرتے جھگڑانہ کرنا کیونکہ ابوحنیفہ تو خود ہی مناسب قیمت بتاتے ہیں۔

وہ شخص آپ کی دکان پر پہنچا تو حضرت کے ایک شاگرد سے ملاقات ہوئی۔ اس نے خیال کیا شاید وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اس نے کپڑا مانگا، اس نے کپڑا سامنے لا رکھا۔ اس نے قیمت پوچھی تو دکاندار نے ایک ہزار درہم بتائی۔ اس شخص نے بلا سوچے سمجھے ایک ہزار درہم دے دیئے اور سامان لے کر مدینہ آگیا۔ ایک عرصہ کے بعد حضرت امام ابوحنیفہ نے وہی کپڑا طلب فرمایا شاگرد نے بتایا میں نے تو اسے ایک ہزار درہم میں فروخت کر دیا تھا۔ آپ نے شاگرد کو فرمایا تم لوگوں کو دھوکا دیتے ہو اور زیادہ رقم لیتے ہو۔ آپ نے اسی دن سے اسے دکان سے نکال دیا اور خود اس شخص کی تلاش میں مدینہ منورہ پہنچے اور ہزار درہم ساتھ لے گئے۔ مدینہ منورہ پہنچے تو اس شخص کو اس کپڑے کی چادر اوڑھے نماز پڑھتے دیکھا۔ آپ نے بھی اسی مسجد میں نوافل پڑھنے شروع کر دیئے وہ نماز سے فارغ ہوا تو آپ نے فرمایا۔ یہ کپڑا جو تم نے اوڑھ رکھا ہے وہ میرا ہے، اس نے کہا میں تو اسے امام ابوحنیفہ کی دکان سے کوفہ سے خرید کر لایا ہوں۔ آپ نے پوچھا تم ابوحنیفہ کو پہچان لو گے اس نے بتایا کیوں نہیں، آپ نے فرمایا، ابوحنیفہ میں ہوں، کیا تم نے مجھ سے کپڑا خریدا تھا اس نے کہا

نہیں۔ آپ نے فرمایا تو تم میرا یہ کپڑا مجھے دے دو اور ایک ہزار درہم اس کے سامنے رکھ دیئے۔ اس نے کہا۔ میں اس کپڑے کو ایک عرصہ تک استعمال کرتا رہا ہوں مجھے یہ جائز نہیں کہ استعمال شدہ کپڑا واپس دوں اور ایک ہزار درہم لوں، ہاں آپ کچھ رقم دے سکتے ہیں۔ آپ نے اسے فرمایا۔ اس وقت کپڑے کی قیمت چار سو درہم تھی۔ اگر تم کپڑا رکھنا چاہتے ہو تو چھ سو درہم واپس لے لو اور اب یہ کپڑا بطور تحفہ رکھ لو۔ مگر اس مدنی شخص نے انکار کر دیا۔ اب آپ نے فرمایا۔ اچھا اگر تم ایسا نہیں کر سکتے تو میرا کپڑا مجھے دے دو اور اپنا ایک ہزار درہم واپس لے لو اور جو تم نے استعمال کیا میں تمہیں معاف کرتا ہوں، اس کے باوجود وہ کپڑا واپس دینے پر راضی نہ ہوا۔ اور نہ آپ سے ایک ہزار درہم لیا۔ اور کہا کہ میں نے اسے خریدا تھا اور سوچ سمجھ کر خریدا تھا۔ اب حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے چھ سو درہم بھی واپس کر دیئے اور اسے کپڑا رکھنے پر بھی مجبور کیا اور اس سے معذرت بھی کی اور واپس کوفہ آ گئے۔

عطاء بن جبلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کوفہ کے علماء کرام بلا اختلاف اس بات پر متفق تھے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زبردست فقیہ اور متقی عالم دین تھے۔ آپ سے بڑھ کر کوئی بھی فقیہ اور متقی نہ تھا۔ وہ پرہیزگار، روزہ دار اور شب بیدار تھے۔

بکیر بن معروف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ ایک بار امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھتے تو پہچان لیتے۔ آپ فقہ میں بے مثال صاحب بصیرت تھے۔ آپ کی معرفت کا سبب کم لوگوں کو ادراک تھا۔ اور آپ کی عبادت تمام علماء کرام سے بڑھ کر تھی۔ آپ کو جو بھی کوئی دیکھتا تو بلا سوچے آپ کی پرہیزگاری اور نقاہت کا قائل ہو جاتا۔ آپ فرمایا کرتے تھے میں نے ایک دن امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی حضور میں نے آپ جیسا کوئی دوسرا انسان نہیں دیکھا۔ آپ کے مخالفین آپ کا گلہ کرتے ہیں، غیبت کرتے ہیں مگر آپ جب بھی کسی کا ذکر کرتے ہیں تو اس کی خوبیاں ہی بیان کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں نے کبھی کسی کے عیب تلاش نہیں کیئے اور کبھی برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیا۔

حفص بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن ابن عون کو ملا تو اس نے پوچھا، ابوحنیفہ کس حال میں تھے؟ میں نے کہا میں نے ان کے متعلق سنا ہے کہ ان کے شاگرد کہتے ہیں کہ

آج حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو کچھ کہا ہے کل اس سے رجوع کر لیں گے مگر تم اس کے کمالات کے گیت گاتے ہو۔ کیا وہ شخص قابل اعتماد ہو سکتا ہے کہ جو اپنی بات پر قائم نہ رہ سکے۔ انہوں نے کہا، یہی تو حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کمال ہے کہ وہ اپنی کسی بات پر اصرار نہیں کرتے اور اپنی بات پر اڑتے نہیں۔ حفص بن عبدالرحمن نے مزید کہا کہ میں نے آپ جیسا شخص تمام علماء، فقہاء، زاہدوں اور عابدوں میں نہیں دیکھا اور تقویٰ کے سب سے اول و اعلیٰ ہیں۔ حفص بن عبدالرحمن وہی ہیں جو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کاروبار میں شریک تھے اور بیس سال تک شریک تجارت رہے۔ وہ نیشاپور کے رہنے والے تھے، وہ عالم بھی تھے، حدیث و فقہ میں روایت بھی کرتے تھے اور نہایت نیک سیرت انسان تھے۔

حفص بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے زندگی کا ایک طویل عرصہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رفاقت میں گزارا۔ بیس سال تک کاروبار میں شریک رہا۔ آپ نے کبھی کوئی بات پوشیدہ رکھ کر ظاہری طور پر کوئی اور بات نہیں کی۔ آپ کا ظاہر اور باطن ایک تھا۔ وہ کسی مشکوک اور شبہ والے کام کو اختیار نہیں کرتے تھے۔ اگر کبھی دل میں شک گزرتا تو اسے دل سے نکال دیتے اور صاف دلی سے معاملات کو طے کرتے خواہ انہیں دنیاوی طور پر کتنا ہی نقصان اٹھانا پڑتا۔

سہل بن مزاحم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نصر بن محمد کے پاس بیٹھا تھا کہ کسی نے کہا کہ ابو غسان امام ابوحنیفہ کے متعلق ایسی ایسی باتیں کرتا ہے۔ نصر بن محمد سخت ناراض ہوئے، فرمانے لگے مجھے ان ناپختہ بچوں کی باتوں سے کوئی سروکار نہیں کہ وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کیا کیا کہتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ آج کل امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا متقی، فقیہ اور صاحب بصیرت آدمی کوئی نہیں۔ وہ بات پختہ کہتے ہیں اور اگر کوئی غلطی ہو جائے تو اس پر اصرار نہیں کرتے، نہ ضد کر کے اس پر قائم رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔

یاد رہے کہ نصر بن محمد رضی اللہ عنہ مرو کے ائمہ میں سے ایک صاحب بصیرت امام ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس سے مستفیض ہوتے رہے ہیں، آپ کے مصاحب ہیں اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات سے فقہ اور حدیث کی روایت کیا کرتے تھے۔ وہ خود حج

کے سفر پر گئے تو اپنی ایک کینر حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں خدمت کے لیے صرف اس لیے چھوڑ گئے کہ وہ امام صاحب کے اندرون خانہ معمولات پر نظر رکھے اور انہیں آکر سنائے۔ پھر آپ کی عبادت اور خصائل کی تفصیل بیان کرے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نصر بن محمد رضی اللہ عنہ کو فتویٰ دینے سے روک دیا تھا اور وہ رک گئے۔ حضرت امام کے بیٹے حماد ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے فتویٰ پوچھا تو وہ خاموش رہے۔ آپ نے انہیں اعتماد میں لیتے ہوئے کہا آپ خفیہ طور پر فتویٰ دے دیں میں کسی کو فتویٰ نہیں بتاؤں گا۔ آپ نے فرمایا مجھے اگر بادشاہ بھی کہے تو میں فتویٰ نہیں دوں گا۔ یہ بات حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احترام میں تھی۔ یہ روایت آپ کے بیٹے ابواسحاق زاہد نے بھی بیان کی ہے کہ میں نے اپنے والد کو کہا آپ اور میں اکیلے ہیں، دوسرا کوئی نہیں، فتویٰ دیں۔ آپ نے انکار کرتے ہوئے فرمایا، تمہیں معلوم نہیں کہ اگرچہ یہاں ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں ہیں مگر اللہ تو دیکھ رہا ہے۔ میں اس حکم سے کیوں بغاوت کروں، میں قیامت کے دن اس باز پرس سے بچنا چاہتا ہوں۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ اس شخص کے متعلق کیا فرماتے ہیں جو دین کے معاملات پر عبور رکھتا ہو، لوگ اس سے مسائل دریافت کریں مگر وہ فتویٰ نہ دے اور لوگوں کے مسائل حل نہ ہوں اور اسے یہ بھی معلوم ہو کہ اگر وہ مسائل کا جواب نہ دیں گے تو دوسرے علماء کرام بھی ان مسائل کے صحیح جواب نہیں دے سکیں گے۔ اس روایت کو بیان کرنے والے مرو کے مشہور امام ابو حاتم ہیں۔ آپ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رفقا علم و فضل میں سے تھے۔ آپ نے عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا تھا۔ آپ عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کے استاد ہیں۔ انہوں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے۔

حضرت مبارک ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کسی شخص کو متقی نہیں پایا۔ آپ صرف اعمال و خصائل میں ہی تقویٰ نہیں کرتے تھے بلکہ آپ اپنے کاروبار میں بھی متقی تھے اور کاروباری اموال میں بھی تقویٰ کا مظاہرہ کرتے تھے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے، وہ بے پناہ پرہیزگار تھے۔ انہیں فرض (منصب قضاء)

قبول نہ کرنے پر حکمرانوں نے اکیس کوڑے لگائے مگر وہ فرض قبول کرنے سے انکار کرتے رہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے زبان پر قابو پانے والا شخص امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کسی کو نہیں پایا۔ میں نے دیکھا کہ ایک یہودی قصاب آپ کو اکثر گالیاں دیتا مگر آپ اس کو جواب میں گالی کی بجائے اس کے لیے کلمہ خیر ہی کہتے۔

کاروبار میں رزق حلال کے حصول کا معیار

عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک غلام آپ کے کاروبار میں آپ کے تجارتی امور میں مشغول رہتا تھا۔ آپ اپنا بہت سا مال اس کے حوالے کر دیا کرتے تھے تاکہ وہ آزادانہ اپنے طور پر بھی کاروبار کر سکے۔ ایک بار اسے تیس ہزار درہم نفع ہوا تو اس نے نفع امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اس سے کاروبار کی تفصیلات دریافت فرمائیں۔ وہ تمام وجوہات بیان کرنا گیا۔ مگر باتوں باتوں میں اس نے ایک ایسی وجہ بیان کی کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وجہ کی سچائی سے انکار کر دیا۔ آپ کے دل میں اس غلام کی کارکردگی پر شک پیدا ہو گیا، آپ نے اس پر ناراضگی کا اظہار کیا اور اسے جھڑک کر کہا کہ تم نے مشتبہ مال کو پاک اور ستھرے مال میں کیوں ملا دیا تھا، اب یہ تمام نفع میرے لیے حرام ہے۔ آپ نے اسے حکم دیا کہ جاؤ غریب و مساکین کو بلا لاؤ۔ آپ نے وہ سارا مال غریبوں میں صدقہ کر دیا۔

اس طرح کا ایک اور واقعہ امام ابو بکر الزرنجری نے بھی بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں، ایک دفعہ آپ کے کاروباری کارندوں نے آپ کے کاروبار میں ستر ہزار درہم نفع کمایا۔ آپ نے ان سے تجارت اور اس کثیر منافع کی تفصیل پوچھی تو انہوں نے غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے حضرت کو مطمئن کرنے کی کوشش کی۔ مگر جب آپ نے دوسرے ذرائع سے تحقیق کی تو پتا چلا کہ اس تجارت میں ان غلاموں نے اسلامی اصولوں سے ہٹ کر کام کیا ہے۔ آپ نے کوفہ سے سات علماء کرام اور زہاد کو بلایا اور سارا مال انہیں دے کر فرمایا، یہ مال لے جاؤ اور سارے کا سارا فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دو۔ ملازمین کو بلا کر کہا کہ اس تجارت میں آپ لوگوں نے بہت بڑا نقصان اٹھایا ہے۔

ایک دفعہ آپ کے حصہ دار حفص بن عبدالرحمن کی وجہ سے بھی ایسا ہی بے احتیاطی کا

واقعہ گزرا، جسے ہم پہلے تفصیل سے بیان کر آئے ہیں۔ ان تینوں واقعات میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دیانت داری، تجارت میں تقویٰ اور کاروبار میں اسلامی اصولوں کی پیروی کا اندازہ ہوتا ہے۔

منصور بن عبد الحمید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قرآن پاک کی ایک آیت کی تفسیر پوچھی تو آپ نے مجھے جھڑک دیا اور فرمایا، تمہیں ایسا کرنے کی جرات کیسے ہوئی؟ میں ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر و تشریح کے بعد بھی مجھے تفسیر بیان کرنے کا کہیں۔ ”مناقب صمیری“ میں اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، تم نے مجھے کبھی تفسیر قرآن بیان کرتے دیکھا ہے۔ یہ بات آپ نے اس لیے کہی کہ آپ تفسیر کی بجائے فقہی مسائل میں طاق تھے اور اسی پر گفتگو فرمایا کرتے تھے۔

اسمعیل بن بشر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے مکی بن ابراہیم (استاد امام بخاری) سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے قول اور فعل کو یکساں رکھتے تھے۔ یہ مکی بن ابراہیم رضی اللہ عنہ بلخ کے امام تھے اور کوفہ میں ایک سو چالیس ہجری میں آئے اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس میں حاضر ہوتے رہے۔ آپ نے حدیث بھی سنی اور آپ سے روایت کرنے کی اجازت بھی لی۔ آپ کی ان مجالس میں آپ تقریباً دس بارہ سال استفادہ کرتے رہے۔ آپ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخلص احباب میں شمار ہوتے تھے اور اپنے مذہب میں بڑے سختی اور شدت سے کار بند تھے۔

اسمعیل بن بشر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک دن مکی بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں بیٹھے تھے۔ آپ نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث روایت کی، یہ سن کر ایک شخص چلا اٹھا آپ ہمیں ابن جریج کی حدیث بیان فرمائیں۔ ہمیں امام ابوحنیفہ کی حدیث کی ضرورت نہیں۔ حضرت مکی بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، ہم ایسے بیوقوفوں کو حدیث نہیں سنا تے جنہیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام معلوم نہ ہو۔ اگر تم میری بیان کردہ حدیث کو لکھنا گوارا نہیں کرتے تو میری مجلس سے اٹھ کر چلے جاؤ۔ آپ نے اس وقت تک کوئی حدیث نہ

سنائی جب تک وہ شخص مجلس سے اٹھ کر چلا نہیں گیا۔ آپ نے اس حدیث کو دوبارہ مجلس میں بیان کرنا شروع کیا۔

نیز اسی طرح کی ایک اور روایت ابوسعیم بن ابی بکر مرابطی کی ہے کہ آپ اس شخص پر سخت غضبناک ہوئے اور آپ کا غصہ آپ کے چہرے پر نمایاں تھا۔ اس شخص نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور اپنی اس گستاخی سے توبہ کی۔ بایں ہمہ آپ نے ایسے لوگوں کی موجودگی میں حدیث بیان کرنا پسند نہ فرمائی جو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علمی مقام سے بے خبر تھے۔ شداد بن حکیم فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کوئی بھی پرہیزگار نہیں تھا۔

ابو علی خوارزمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر تھا، میرے پاس نہایت ہی نفیس ریشتی کپڑا تھا۔ میں اٹھنے لگا تو آپ نے مجھے اپنے پاس بلا کر فرمایا۔ ابو علی! یہ ریشتی کپڑا مجھے دے دو۔ میں نے پیش کیا تو آپ نے اسے اٹھا کر فرمایا، کتنا نفیس اور عمدہ کپڑا ہے، آپ نے یہ کپڑا خریدنے کی خواہش کی تو میں نے اپنی رضا کا اظہار کر دیا۔ آپ نے فرمایا اس کی کیا قیمت ہے؟ میں نے کہا، حضور آپ قیمت دریافت فرماتے ہیں میں اسے آپ کے لیے ہدیہ کرتا ہوں اور یہ نذرانہ میری طرف سے یادگار رہے گا۔ میں اسے بیچ کر اس کی قیمت کم کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا۔ یہ کپڑا مجھے بے حد پسند ہے مگر جب تک تم اس کی قیمت نہ لو گے میں اسے نہیں لوں گا۔ میں ایسی چیزوں کا نذرانہ نہیں لیا کرتا۔ میری خوشی اسی میں ہے کہ تم اس کی قیمت لے لو۔ میں نے پھر عرض کی میں اسے بیچ تو نہیں سکتا، مگر آپ کے اصرار پر اسے ہبہ کرتا ہوں۔ آپ نے خوشی کا اظہار کیا مگر مجلس میں بیٹھے اپنے بیٹے حماد کو کہا انہیں اس کپڑے کی قیمت ادا کی جائے۔ (یہ بات آپ کے تقویٰ کی بہترین مثال ہے)

حضرت سوار فرماتے ہیں کہ میں نے حسن بن عمارہ کو خیزران کے مقام پر حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر روتے ہوئے دیکھا وہ کہہ رہے تھے اے امام ابوحنیفہ! اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت کی بارش برسائے۔ آپ ہمارے لیے اسلاف کی نشانی تھے، آپ دنیا سے رخصت ہوئے مگر اپنے جیسا عالم یادگار نہ چھوڑ سکے، اگرچہ آپ نے ہزاروں شاگرد پیدا کیے مگر وہ آپ کا جواب نہ بن سکے اور نہ آپ کے علم اور تقویٰ کی مثال بن سکے۔

محمد بن الحسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یکتائے زمانہ تھے۔ اگر آپ کی قبر شق ہو تو وہاں سے علم و کرم و مواسات و ورع کا دریا بہتا نظر آئے گا۔ جو فقہ اور علمی بصیرت کی اپنی مثال ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں کسی کو حضرت امام رضی اللہ عنہ کا گلہ یا غیبت کرتے دیکھتا تو میرا دل چاہتا کہ یہ شخص مجھے نظر نہ آئے اور اس سے سلام و کلام کا بھی روادار نہ رہوں، مگر مجھے یہ ڈر ہوتا کہ کہیں اس شخص پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نہ ٹوٹ پڑے اور میں بھی اس کی لپیٹ میں نہ آجاؤں۔ خدا کی قسم! حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی برائی کرنا یا ان کے متعلق بدزبانی کرنا اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینا ہے۔ ان کا ذکر تو ہمیشہ خیر و برکت کا باعث ہے۔ وہ بہت بڑے متقی تھے۔ زبان کی حفاظت کرتے تھے اور علم و عرفان کی میٹھی زبان استعمال کرتے تھے۔ وہ نہایت ہی وسیع القلب اور کثیر العلم تھے۔

حسن بن صالح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخت پرہیزگار تھے۔ حرام اور مشکوک چیز سے دور رہتے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ بہت سی حلال چیزوں سے صرف اپنی پرہیزگاری سے دستبردار ہو جاتے۔ آپ محض معمولی سے شہسکی بنا پر اس سے دور ہو جاتے۔ میں نے ایسا کوئی فقیہ نہیں دیکھا جو آپ کی طرح متقی اور علم میں یکتا ہو۔

عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک کینز خریدنے کا ارادہ کیا۔ دس سال تک ارادہ کرتے رہے کہ کون سے قیدی قافلہ سے کینز خریدیں۔ مگر آپ کے شرعی معیار پر ایسی کوئی کینز نہ اتری اور آپ نے نہ خریدی۔

ایک دفعہ کوفہ کی جانوروں کی مارکیٹ میں کچھ لوٹ مار کی بکریاں لاکر بیچی جانے لگیں اور یہ معلوم نہ رہا کہ اصل بکریاں کون سی ہیں اور چوری و لوٹ مار کی کون سی۔ آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ ایک بکری زیادہ سے زیادہ کتنے سال زندہ رہتی ہے؟ کہا گیا کہ سات سال۔ آپ نے احتیاطاً سات سال تک کوفہ سے بکری کا گوشت نہ کھایا۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اخلاق و عادات

ابراہیم بن سعید جو ہری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن امیرالمومنین ہارون الرشید کے پاس بیٹھا تھا کہ امام ابو یوسف (قاضی سلطنت عباسیہ) تشریف لائے۔ خلیفہ ہارون الرشید نے امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کو فرمایا مجھے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علمی اور معنوی اوصاف سے آگاہ کیا جائے۔ امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ما یلفظ من قول الا لیدیہ رقیب عتید ☆ (سورہ ق - پارہ ۲۶ رکوع ۲) اللہ تعالیٰ ہر بولنے والے کی زبان کے قریب ہے۔ میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یہ جانتا ہوں کہ وہ ہر حرام چیز سے دور رہا کرتے تھے اور اللہ کے دین میں تقویٰ اور پرہیزگاری میں ان کی مثال نہیں ملتی۔ وہ دین کے متعلق کبھی گفتگو نہ کرتے تھے جب تک انہیں اس پر پورا یقین نہ ہو۔ آپ اللہ سے محبت کرتے اس کی اطاعت میں سرگرم رہتے تھے۔ اس کے نافرمانی سے بچے رہتے تھے، زر پرست دنیا داروں سے دور رہتے تھے اور خاموشی سے وقت گزارتے تھے۔ واسع العلم تھے اور دائم الفکر تھے۔ اگر کسی بات کا علم ہوتا تو اس پر گفتگو کرتے ورنہ خاموش رہتے۔ آپ سے اگر کوئی دینی مسئلہ پوچھا جاتا تو وہ اس علم کی روشنی میں اسے حل کرتے جو انہیں اپنے اساتذہ سے قرآن و احادیث کی روشنی میں ملی تھی۔ اگر اساتذہ سے بات نہ سنی ہوتی تو قرآن و احادیث کی روشنی میں قیاس فرمایا کرتے تھے۔ وہ اپنے علم اور مال کی وجہ سے کسی کے محتاج نہیں تھے۔ طمع اور لالچ سے دور رہتے۔ غیبت اور گلہ سے کوسوں دور رہتے۔ جس کا ذکر کرتے اچھے الفاظ میں کرتے۔

امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کی یہ باتیں سن کر خلیفہ عباسیہ ہارون الرشید نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے صالحین کے ایسے ہی اخلاق ہوتے ہیں۔ پھر اپنے کاتب کو بلا کر فرمایا یہ باتیں لکھ لو اور میرے بیٹوں کو سمجھاؤ۔ پھر اپنے بیٹے کو بلا کر کہا۔ ان باتوں کو یاد کر لو اور ان پر عمل کرو۔ میں زندگی میں تمہیں ان باتوں پر عمل پیرا دیکھنا چاہتا ہوں۔

امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حلال اور حرام کا ذکر کرتے تو حضرت سفیان ثوری

اپنے نفس کی طرف خیال کرتے۔ شاید کوئی میرے اندر خامی ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر دانا اور صاحب بصیرت کون ہو سکتا ہے۔ آپ پرہیزگار، غیبت سے دور اور گلہ طرازی سے اجتناب کرتے تھے۔ آپ کے اس اخلاق کی مثال نہیں دی جاسکتی۔ آپ باحوصلہ تھے اور صبر و تحمل سے زندگی بسر کرتے تھے۔

ابن عیینہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں نے حضرت ابن جریج رضی اللہ عنہ سے سنا کہ حضرت نعمان کوفہ کے فقیہ ہیں۔ تقویٰ اور پرہیزگاری میں اپنی مثال نہیں رکھتے۔ اپنے دین اور علم کی مکمل حفاظت کرتے ہیں۔ آخرت کا خیال رکھنے والوں کو اہل دنیا پر ترجیح دیا کرتے تھے اور اپنے علم و تقویٰ میں عظیم الشان انسان تھے۔ ابن جریج عطاء بن رباح کے بعد مکہ مکرمہ کے زبردست فقیہ تھے انہوں نے اکابر تابعین کی زیارت کی اور ان سے اکثر احادیث روایت کیں۔

عبدالوہاب بن ہمام عبدالرزاق بن ہمام کے بھائی تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عدن کے ان لوگوں کو جو کوفہ میں علم حاصل کرنے کے لیے آتے تھے سنا کہ ہم نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں کوفہ میں آپ سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا اور نہ ہی ان سے بڑھ کر کوئی پرہیزگار دیکھا ہے۔

نضر بن محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کوئی متقی نہیں دیکھا وہ یا وہ گوئی سے دور رہتے تھے اور نہ ہی اپنی گفتگو میں مذاق اور استہزا فرماتے اور کبھی زور سے تہقیر نہ لگایا کرتے تھے۔ ضرورت پڑتی تھی تو تبسم فرماتے۔

امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر اللہ کی طرف سے یہ حکم نہ ہوتا کہ علم کو ضائع نہ کیا جائے تو میں کبھی فتویٰ نہ دیتا اور میں ان کے معاملات میں دخل نہ دیا کرتا خواہ انہیں خوش گواری معلوم ہوتی یا ناگواری۔ وکیع بن الجراح رضی اللہ عنہ نے ایک روایت میں بیان کیا ہے کہ اگر لوگ اپنے معاملات میں درست رہتے تو میں کسی کو فتویٰ نہ دیتا، مجھے اس سے بڑھ کر کوئی خوف نہیں کہ میں اپنے کسی فتویٰ کی وجہ سے دوزخ میں جاؤں گا۔ اس لیے میں فتویٰ دینے سے پہلے ہزار بار سوچتا ہوں اور اللہ کے خوف سے ڈرتا ہوں۔

حضرت حماد بن ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم کلام

حاصل کرنے کا حکم فرمایا کرتے تھے بلکہ اس پر اصرار فرمایا کرتے تھے۔ آپ فرماتے اے میرے بیٹے! علم کلام حاصل کرو، اس میں ہی علم فقہ ہے، بلکہ یہی فقہ اکبر ہے۔ چنانچہ میں علم کلام حاصل کرنے لگا یہاں تک کہ مجھے اس میدان میں قدرے کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ پھر میں نے اسے مزید آگے بڑھایا اور اس پر عبور حاصل کیا۔ ایک دن میرے والد گرامی میرے اس علمی حلقے میں تشریف لائے جہاں میں لوگوں کو پڑھا رہا تھا اور میرے اردگرد بہت سے ایسے حضرات تشریف فرما تھے جو علم کلام کے مشافق تھے۔ ہم کسی ایک مسئلہ پر بحث کر رہے تھے، کبھی کبھی ہماری آوازیں بلند ہو جایا کرتیں۔ مجھے محسوس ہوا کہ آج میری اس مجلس میں میرے والد گرامی بھی تشریف فرما ہیں۔ آپ نے پوچھا، حماد تمہارے حلقہ میں کون لوگ بیٹھے ہیں۔ میں نے عرض کیا، حضور! فلاں فلاں اور فلاں فلاں حضرات موجود ہیں۔ پھر آپ نے پوچھا تم کن مسائل پر گفتگو کر رہے ہو؟ میں نے عرض کی کہ علم کلام کے فلاں مسئلہ پر۔ آپ نے فرمایا۔ حماد تم علم کلام چھوڑ دو۔ میرے والد گرامی کی عادت تھی کہ آپ جس کام کا ایک بار حکم دیتے اس سے روکتے نہیں تھے۔ مگر آج مجھے حیرت ہوئی۔ میں نے عرض کی، حضور! آپ نے ہی تو مجھے علم کلام حاصل کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ آپ نے فرمایا، ہاں! میں نے ہی تمہیں یہ علم حاصل کرنے کا کہا تھا۔ مگر اب کسی وجہ سے روک رہا ہوں۔ میں نے وضاحت کے لیے عرض کی۔ آپ نے فرمایا بیٹا! جن لوگوں سے علم کلام میں تم مناظرہ اور مباحثہ کر رہے ہو وہ سابقہ ادوار میں یکجا تھے۔ ایک ہی دین پر تھے، ایک ہی قول پر تھے، پھر ان پر شیطانی اغراض نے اثر ڈالا۔ وہ آپس میں صرف اپنی فوقیت جتانے کے لیے اختلاف کرنے لگے اور بات بات پر جھگڑنے لگے۔ ایک دوسرے کے دشمن بن گئے، ہر ایک کی راہ جدا جدا ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ معمولی اختلاف پر ایک دوسرے کو کافر کہنے لگے۔

مجلس میں بیٹھے ہوئے ائمہ اور مشائخ کو آپ کی یہ بات ناگوار گزری مگر آپ نے فرمایا، کہ حضرات! تمہارا اللہ ایک، تمہارا دین ایک، تمہارا امام ایک، تمہاری کتاب ایک، تمہاری شریعت ایک، پھر جب تم اختلاف کرتے ہو تو اس قدر شدت کیوں کرتے ہو؟ تمہارے اس اختلاف کی وجہ سے شیطان کو لڑانے کا موقع مل جاتا ہے اور تمہارا نام لے لے کر امت میں امتیاز پھیلاتا رہتا ہے۔ حق کی حقانیت پر تو کسی کو اختلاف نہیں ہے پھر اس حق کی بات پر اتفاق کر لیں۔ مناظرہ بے شک کریں،

بحث و تمحیص کریں تاکہ مسئلہ صاف ہو کر سامنے آئے اور حجت واضح ہو کر صواب و خطا کا امتیاز ہو۔ مگر اختلاف کرتے کرتے اپنے ہی خیال کو سب سے اعلیٰ نہ جانو، الفت اور محبت سے جو بات قرین شریعت ہو اس پر اتفاق کر لو اور ایک معاملہ پر متفق ہو کر لوگوں کی راہنمائی کرو۔ ہم کئی باتوں پر اختلاف کیا کرتے تھے۔ مگر کوئی ایسا شخص بھی اٹھتا جو بولتا اور ہم اس کی رائے سے اتفاق کر لیا کرتے تھے۔ مگر آج ساری مجلس میں ایک ایسا آدمی بات کرتا ہے جس سے اختلاف برہتا ہے اور شیطان اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ وہ روتا ہے تو ہمارا اختلاف برہتا ہے، ہم مجلس سے اٹھ کر ایسی جگہ جا بیچے ہیں جہاں علم فقہ نہیں، علم کلام نہیں، بس صرف اختلاف ہی اختلاف ہے۔ ہم لوگ ایسی علمی مجلس سے اٹھ کر دوسری جگہ جاتے تھے۔ تو لوگ ہماری بات سنتے تھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ ان کی سروں پر پرندے نشیمن بنائے ہوئے ہیں۔ وہ نہایت غور سے بات سنتے تھے، اہل مجلس یوں خوفزدہ ہوتے تھے کہ انہیں محسوس ہوتا تھا کہ جہنم کے کنارے پر کھڑے ہیں۔ اگر انہوں نے اختلاف کیا تو ان کی بخشش نہیں ہوگی۔ مگر آج میں دیکھتا ہوں کہ مجلس میں بیٹھے لوگ ہنستے ہیں۔ کروٹیں بدلتے ہیں اور آپ لوگوں کی باتوں سے دلچسپی نہیں رکھتے اور علم کلام کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ہر ایک دوسرے پر غالب آنے کے لیے کوشاں ہوتا ہے۔ اور اپنے قبائل پر چھا جانے کی کوشش کرتا ہے۔ ان حالات میں علم کلام کو چھوڑ دینا ہی بہتر ہے۔

ائمہ کا اختلاف اور اتفاق

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خلیفہ عباسیہ نے اپنے دربار میں ایک مسئلہ دریافت کیا، جہاں میں، ابن ابی لیلیٰ اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود تھے۔ ابن ابی لیلیٰ اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مسئلہ پر متفق تھے۔ مگر میں ان سے اختلاف کرتا رہا۔ خلیفہ نے ان دونوں کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے مقدمہ کا فیصلہ فرما دیا اور میری رائے کو نظر انداز کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوچ بچار کی اور اٹھ کر فرمایا، اے امیر! میری رائے میں فلاں فلاں غلطی تھی، حسن کی بات صحیح ہے۔ امیر نے ابن ابی لیلیٰ سے پوچھا آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے فرمایا، میری رائے درست ہے۔ میں اس سے رجوع نہیں کر سکتا۔ وہ مناظرہ

کرنے لگے مگر آخر میں کہنے لگے کہ علم تو اللہ کی رضا کا نام ہے، اس پر مناظرہ اور مجادلہ کیا معنی رکھتا ہے، یہ کہتے ہوئے انہوں نے بھی دونوں بزرگوں کی رائے سے اتفاق کر لیا۔

ہم اپنی کتاب میں بہت سی ایسی روایات بیان کر آئے ہیں جو امام محمد الحارثی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی تھیں۔ انہوں نے حسن بن عمارہ رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان فرمائی تھیں۔ مذکورہ واقعہ میں بھی ایسی روایت ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں ایک ایسا شخص آیا کرتا تھا جو ہر مسئلہ میں اختلاف کیا کرتا تھا۔ آپ نے اسے فرمایا، تم ہر روز مجھ سے پانچ درہم لے لیا کرو مگر میری مجلس میں نہ آیا کرو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک ایسے لوگ جو اختلاف ہی کو علم مانتے ہیں مفید نہیں ہوتے۔ ایسے لوگوں سے دور رہنا ہی بہتر ہوتا ہے۔

معانی بن عمران الموصلی کے الفاظ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادات ایسی تھیں جو دوسرے علماء میں بہت کم پائی جاتی تھیں۔ عام لوگ اپنی قوم کے سردار بن جاتے ہیں یا کسی قبیلے کی قیادت سنبھال لیتے ہیں تو ان کے ہاں پرہیزگاری اور انکساری نہیں رہتی۔ مگر حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب عزت و تکریم ملی اور دنیائے اسلام کے امام اعظم بنے تو وہ پہلے سے زیادہ متقی اور پرہیزگار بن کر سامنے آئے۔ وہ صدق و صفا میں کامل ہوئے اور انکساری میں تمام کے لئے باعث احترام بنے۔ وہ پریشان حالوں کی خدمت کرتے، دکھی لوگوں سے ہمدردی کرتے، دشمن ہو یا دوست ہر ایک سے رواداری اور احترام رکھتے۔

اسد العلوم و غابہ الاقلام

تکبووراء بلوغها الاوہام

فمتی يساق الی حماہ حرام

جادت به الاصلاب وا لارحام

باہی به باہی به الاسلام

حبر مدیح ابی حنیفہ انہ

قد حازنی شان التورع غایۃ

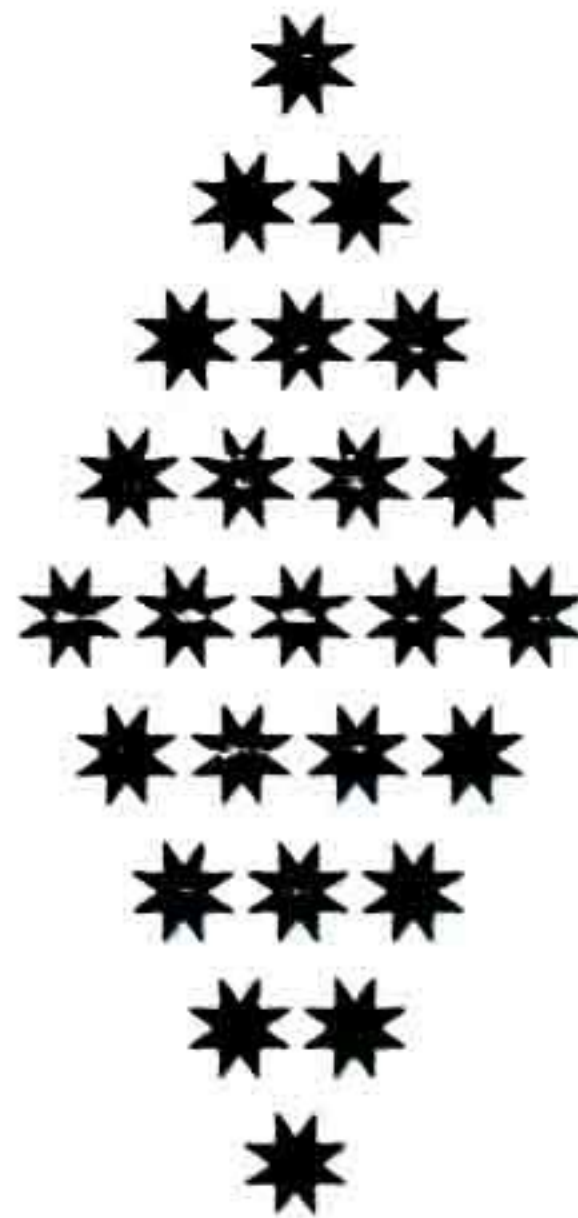
للزهد لم یقبل حلالا طیبنا

هل قد رایتہ مثلہ متورعا

لماتاہ الفقہ منہوما وما

مامثلہ رأّت اللیالی عابدًا
یقطان اوفی درسه الایام

(ترجمہ) ”امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بڑے عالم تھے۔ وہ میدان علم کے شہسوار اور آسمان علم کے آفتاب تھے۔ آپ بڑے پرہیزگار اور تمام اوصاف میں کامل تھے۔ آپ کے اوصاف اس قدر پسندیدہ تھے کہ ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتے۔ زہد و تقویٰ کی وجہ سے کبھی حرام کو حلال اور حلال کو حرام نہیں کرتے تھے۔ مجھے بتاؤ آج ان جیسا کوئی متقی اور عالم دین ہے۔ آپ کی نسبت سے تمام رشتے اور مناصب بلند ہوتے گئے۔ جب آپ کو فقہ کی دولت ملی اور اس فن پر عبور حاصل کیا تو آپ نے اس پر فخر نہیں کیا۔ ہاں فقہ ان پر ناز کرتی تھی۔ راتوں کی تنہائیوں میں ان جیسا کوئی زاہد اور عابد نہیں دیکھا۔ آپ ساری رات بیدار رہتے تھے اور دن کے وقت درس و تدریس میں مشغول ہوتے۔



باب دہم

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی دنیا سے بے نیازی

سہل بن مزاحم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے دنیا کے تمام خزانے کھول دیئے مگر آپ نے انہیں قبول نہ فرمایا۔ آپ کو بڑے بڑے منصب دیئے گئے، مگر آپ نے انہیں ٹھکرا دیا بلکہ اس انکار پر آپ نے کوڑے برداشت کر لیے مگر شاہی منصب قبول نہیں کیئے۔ خارجہ بن منصور فرماتے ہیں کہ خلیفہ عباسی منصور نے ایک دن حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا کہ دربار آکر اپنا انعام حاصل کریں۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے پاس تشریف لائے اور مشورہ لینے لگے کہ اگر میں خلیفہ کا انعام رد کروں تو ناراض ہو گا، اگر قبول کر لوں تو میرے ضمیر کے خلاف ہے، میں نے عرض کی، حضور! یہ رقم منصور یا اس کے درباریوں کے سامنے بہت بڑا انعام ہے۔ آپ کو وہاں بلایا جائے تو آپ کہہ دینا کہ یہ انعام اتنا بڑا ہے کہ میری بساط سے زیادہ ہے۔ آپ وہاں گئے تو اس انداز سے انکار کیا کہ یہ انعام خلیفہ نے اپنے پاس ہی رکھ لیا اور آپ خالی ہاتھ واپس آ گئے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت تھی کہ وہ میرے سوا کسی سے مشورہ نہیں لیتے تھے۔

حسن بن ابی مالک اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک بار ابو جعفر منصور (خلیفہ عباسی) اور اس کی بیوی حمہ کے درمیان اختلاف ہوا تو نوبت جھگڑے تک جا پہنچی۔ ابو جعفر نے اس عورت سے رخ موڑ لیا اور بولنا چالنا بند کر دیا۔ اس بیوی نے عدالت میں انصاف کا مطالبہ کیا اور کہا کہ اسے بھی دوسری بیویوں اور کنیزوں جیسا حسن سلوک ملنا چاہئے۔ ابو جعفر نے اسے کہا تم کس قاضی یا عالم دین کا فیصلہ قبول کرو گی تاکہ اسے بلا کر تصفیہ کرا لیا جائے۔ اس نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منصف مقرر کرنے کو کہا۔ منصور نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس خانگی

معاملہ کا فیصلہ مان کر بلایا۔ خلیفہ کی اہلیہ پردہ کے پیچھے بیٹھ گئی۔ خلیفہ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ ایک آزاد مرد کتنی عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا صرف چار سے۔ آپ نے فرمایا کتنی لونڈیاں رکھ سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا 'جتنی جی چاہے۔ خلیفہ نے پوچھا 'کیا اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں، اس مسئلہ پر کسی کا اختلاف نہیں۔

اب خلیفہ منصور نے پردے کے پیچھے بیٹھی ہوئی بیوی کو کہا تم نے سن لیا، اب تو تمہیں میرے ساتھ الجھنا زیب نہیں دیتا۔ اس کی زوجہ نے کہا میں نے ساری بات سن لی ہے۔ اب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ چار عورتوں سے نکاح جائز ہے لیکن اگر وہ انصاف اور عدل نہ کر سکے تو صرف ایک بیوی پر ہی اکتفا کرے گا۔ قرآن نے کہا ہے فان خفتن ان لاتعدلوا فواحدة "اگر تم انصاف و عدل نہیں کر سکتے تو ایک ہی بیوی پر اکتفا کرو۔" یہ بات سن کر خلیفہ خاموش ہو گیا اور کافی دیر تک گم صم رہا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو مسئلہ بیان کر کے چلے گئے۔ امام صاحب گھر پہنچے تو خلیفہ کی اہلیہ کا ایک خادم آپ کے گھر پہنچا اور اس کی طرف سے پانچ تھیلیاں جو زر و جواہر سے بھری ہوئی تھیں پیش کیں۔ ان میں پچاس ہزار درہم تھے۔ اس نقدی کے ساتھ ایک لباس فاخرہ اور ایک نہایت ہی خوبصورت لونڈی اور سواری کے لیے ایک مصری گھوڑا لایا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس خادم کو کہا 'میری طرف سے اپنی مالکہ کو سلام کہنا اور کہنا میں نے جو کچھ کہا تھا محض رضائے الہی کے لیے کہا تھا، یہ میرا دینی فرض تھا۔ میں اس مسئلہ کے بدلے دنیا کی کوئی نعمت اور مال و دولت لینے کو تیار نہیں، میری دولت میرا دین ہے۔ خادم جو کچھ لایا تھا واپس لے گیا اور ساتھ ہی آپ کے خیالات بھی سنائے اور کہا آپ نے ان چیزوں کو دیکھ کر نہ مسرت کا اظہار فرمایا اور نہ ہاتھ بڑھایا اور سارا مال و متاع واپس کر دیا۔

ابراہیم بن عبداللہ خلال بتاتے ہیں کہ ایک دن ہم عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے۔ ان کی مجلس میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ ہوا۔ آپ نے فرمایا تم لوگ اس شخص کی بات کرتے ہو جس نے تمام دنیوی وسائل اور مال و دولت کو ٹھکرا دیا۔ یحییٰ بن نصر فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی سے قرض لینا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ امیر المومنین خلیفہ عباسیہ نے دو سو دینار انعام پیش کیئے تو آپ نے یہ کہہ کر نامنظور کر دیا کہ ان پر

میرا کوئی استحقاق نہیں۔ ایک بار انہی یحییٰ بن نصر نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مخلوق میں سب سے احسن طریقہ پر رہنا پسند کرتے تھے۔ جس طرف آپ کی طبیعت کا میلان ہوتا اور سب لوگوں سے سخاوت اور شب بیداری میں بڑھ چڑھ کر نظر آتے۔ ایک دن امیرالمومنین نے آپ کے لیے ایک نہایت خوبصورت لونڈی بھیجی مگر آپ نے قبول نہ کی اور کہا کہ میں تو اپنے کام اپنے ہاتھ سے کر لیتا ہوں۔ ساری زندگی آپ نے کسی خلیفہ، امیر یا رئیس سے درہم و دینار کا انعام قبول نہیں کیا۔ سارے اشراف عرب میں آپ کا مقام بلند رہا۔

زید بن ابی الزرقا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کسی نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی، آپ کو دنیا پیش کی جاتی ہے مگر آپ اسے قبول نہیں فرماتے حالانکہ آپ ایماندار ہیں اور آپ کا حق ہے۔ آپ نے فرمایا، میں نے اہل و عیال کو اللہ کے سپرد کر رکھا ہے۔ وہ ان کا خود کفیل ہے۔ میرا ذاتی خرچ دو درہم ماہانہ ہے میں اپنی ضرورت سے بڑھ کر کیوں لیتا پھروں۔ پھر یہ لوگ مجھے انعام دیتے ہیں وہ تو خود اللہ کے سامنے سوالی ہیں اور جوابدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو ہر ایک کو براہ راست رزق دیتا ہے اور رزق تو آنی جانی چیز ہے۔ مطیع کو بھی ملے گا، گنہگار کو بھی ملے گا۔ نیک کو بھی ملے گا اور بد کو بھی ملے گا۔ پھر آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی۔ *وفی السماء رزقکم وما نوعدون* ☆

امام حسن بن زیاد رضی اللہ عنہ نے فرمایا بخدا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زندگی بھر کسی کا انعام قبول نہیں کیا۔ نہ ہی کسی سے ہدیہ لیا۔ عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ عنہ کے سامنے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا ایسے شخص کی کیا بات کرتے ہو جس کے سامنے شاہی خزانے سے بہت سا مال ڈھیر کر دیا مگر آپ نے اسے قبول نہ کیا بلکہ اس مال کی طرف ایک نگاہ بھر کر بھی نہ دیکھا۔ اس پر ان کو کوڑے مارے گئے، مگر آپ نے برداشت کر کے صبر کیا۔ اپنا ہاتھ نہ پھیلایا، آپ نے مصائب کو برداشت کیا مگر مال و متاع کو قبول نہ کیا۔ آپ نے کبھی دل میں آرزو بھی نہیں کی کہ دنیا کا مال بادشاہی انعامات ان کے سامنے آئیں۔ حالانکہ لوگ ان چیزوں کے لیے سو سو جتن اور حیلے کرتے ہیں۔ بخدا آپ ان تمام علماء کے برعکس تھے جنہیں آج ہم انعامات کے لیے دوڑتا دیکھتے ہیں، یہ لوگ دنیا کے طالب ہیں، دنیا ان سے بھاگتی ہے۔ مگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ تھے کہ دنیا ان کے پیچھے آتی تھی تو آپ اس سے دور بھاگتے تھے۔

سہل بن مزاحم رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر جاتے تو امراء کے ساز و سامان کی بجائے ہم چٹائیوں پر بیٹھتے تھے۔ امام عبدالرزاق نے بتایا کہ میں نے جب بھی حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تو آپ کی آنکھیں تر ہوتیں اور چہرہ خوف خدا سے خوفزدہ ہوتا۔

ایک شخص حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک دوست کا سفارشی خط لے کر آیا کہ آپ حامل خط کو بڑی توجہ سے پڑھائیں۔ آپ نے اسے فرمایا کہ علم نہ سفارشوں سے طلب کیا جاتا ہے اور نہ اسے آنے والوں کو پانی کی طرح پلا دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے علماء سے یہ میثاق (عہد) لیا ہے کہ وہ لوگوں کو علم سکھائیں اور اس علم کے سکھانے میں کسی چیز میں بخل نہ کریں۔ پھر دین کا علم کسی خاص فرد، طبقہ کے لیے نہیں ہوتا بلکہ ہر ایک کے لیے ہوتا ہے۔ مگر خوش نصیب وہ انسان ہوتا ہے جو علم حاصل کرنے کے لیے محنت کرے اور یہ اسے عنایت ہوتا ہے جسے اللہ چاہتا ہے۔

محمد بن مقاتل رضی اللہ عنہ سے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جو ابتلا دیکھ کر بھاگ جائے وہ اس شخص کا مقابلہ کیسے کر سکتا ہے جو حق بات پر کوڑے کھائے (یہ بات قاضی القضاہ کے منصب قبول کرنے کے متعلق تھی۔)

منصب قضاة (عمدہ چیف جسٹس) سے انکار

حمیری نے اپنے والد گرامی سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ جب خلیفہ منصور عباسی نے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ سے بغداد بلایا تو مجھے بھی آپ کے ساتھ ہی طلب کیا گیا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بغداد آئے تو خلیفہ نے آپ کو اپنے گھر بلایا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے کا رنگ فق ہوا جا رہا ہے، میں نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا مجھے ایک کڑے امتحان سے گذرنا ہے۔ جب آپ منصور کے گھر گئے تو میں بھی ساتھ تھا، آپ کو خلیفہ عباسی منصور نے علیحدگی میں بلایا۔ آپ باہر تشریف لائے تو میں نے پوچھا کہ منصور نے آپ سے کیا کہا؟ آپ نے بتایا کہ منصور نے سلطنت اسلامیہ کا چیف جسٹس (قاضی القضاہ) بننے کے لیے

کہا۔ میں نے اسے کہا کہ مجھ میں اس منصب کی صلاحیت نہیں ہے۔ میں نے انہیں بتایا کہ قاضی القضاہ وہ شخص ہو سکتا ہے جو آپ پر، آپ کے رشتہ داروں پر، آپ کے امراء اور رؤسا پر، آپ کی اولاد پر اور آپ کے مشیروں پر اپنا فیصلہ سنا سکے۔ آپ مجھے منصب قضاہ پر بٹھاتے ہیں۔ آپ ایسا نہیں کر سکیں گے اور میرا دل چاہتا ہے کہ میں آپ کے اس منصب سے دور چلا جاؤں۔ منصور نے کہا کہ ہمارا انعام اور ہدیہ کیوں قبول نہیں کرتے یہ جسارت تو بہن شاہی میں آتی ہے۔ میں نے کہا حضور! اگر آپ مجھے ذاتی جائیداد سے ہدیہ یا انعام دیں تو منظور ہے لیکن اگر آپ بیت المال (سرکاری خزانے) سے دینا چاہتے ہیں تو اس میں سے کچھ لینا میرے لیے جائز نہیں۔ بیت المال کے خزانے کے حصار تو لاکھوں دوسرے لوگ ہیں۔ اگر آپ ان سب کو انعام و اکرام عنایت کریں تو مجھے بھے اتنا انعام دیں تو مجھے کوئی انکار نہیں۔ بیت المال سے وہ شخص حصہ لے سکتا ہے جو جہاد میں مصروف ہو۔ میں میدان جہاد میں کبھی نہیں گیا۔ میرے آباؤ اجداد میں سے بھی کسی نے جہاد میں حصہ نہیں لیا کہ میں ان کا جانشین بن کر اپنا حصہ (پنشن) بیت المال سے لوں۔ میں فقیر اور مسکین بھی نہیں کہ میری کفالت کے لیے بیت المال سے مال دیا جائے۔ آپ براہ کرم چند روز صبر کریں آپ کے پاس بہت سے علماء کرام آئیں گے جو اس منصب کی تمنا بھی کریں گے اور امور سلطنت پر آپ کی مرضی کے مطابق فیصلہ بھی دیا کریں گے۔

عبدالعزیز بن عصام فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ نے رضی اللہ تعالیٰ عنہ منصب قضاہ قبول کرنے سے انکار کر دیا تو منصور کو بڑا غصہ آیا۔ اس نے حکم دیا کہ آپ کو بیس درے (کوڑے) مارے جائیں۔ آپ کے جسم سے کپڑے اتار لیے گئے۔ آپ کے جسم سے خون بہتے بہتے اڑیوں تک جا پہنچا۔ جلاد کے پاس منصور کا چچا عبدالصمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کھڑا تھا۔ اس نے منصور سے کہا، تم نے یہ کیا کیا، تم نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم پر کوڑے مار کر اپنی سلطنت کے جسم پر ایک لاکھ تلواروں کے زخم لگا دیئے ہیں۔ تمہیں معلوم نہیں ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کون ہیں؟ یہ اہل عراق کے فقیہ ہیں، بلکہ اہل مشرق کے فقیہ ہیں!

کوڑے مارنے کے بعد منصور سخت نادام ہوا۔ اپنی غلطی کی تلافی کے لیے آپ کو دوبارہ طلب کیا اور آپ کو بیس ہزار درہم پیش کیئے تاکہ ان کوڑوں کی تلافی ہو سکے۔ عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ یہ

درہم آج کے لاکھوں درہموں کے برابر ہیں۔ آپ نے یہ سارے درہم لینے سے انکار کر دیا اور منصور نے کہا انہیں لے کر فقرا میں تقسیم کر دیں۔ آپ نے فرمایا، آپ خود تقسیم فرمائیں، آپ ان کے مالک ہیں۔ یہ فقرا اور غرباء کا حق ہے۔ مگر میرے لیے کسی صورت میں حلال نہیں۔

ابوبکر عتیق بن داؤد یمانی فرماتے ہیں کہ ابن ابی لیلیٰ نے فرمایا کہ دنیا کے اسباب ہمارے اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے آئے، ہم نے تو آگے بڑھ کر ان اسباب اور انعامات کو اٹھا لیا، مگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان اسباب کو سہراٹھا کر دیکھا اور فیصلہ کیا یہ چیزیں تو نہایت حقیر ہیں۔ انہوں نے ٹھکرا دیا ہم نے دنیا کے اسباب کو جمع کیا اور بڑے امراء اور رؤساء کی صف میں کھڑے ہو گئے، مگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امور آخرت کو ترجیح دی اور دنیا سے منہ موڑ کر صرف آخرت کو قبول کیا۔

فراج کل عظیمۃ عوصاء

فی حالی السراء والضراء

لم یخس قط بوائق الخلفاء

حتی رموه بفتنة خشنا

احد الی الصفراء والحمراء

لله در ابی حنیفة انه

قوت بر اجمہ علی اخذالتقی

فی حله والعقد راقب ربہ

قد ہددوہ فی القضاء فلم یکن

صفت یداہ ولم یجدہ مائلا

صلبت معاجم دینہ فی ردھا

لله وہی مظنة الاغواء

(ترجمہ) ” اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے انعامات سے نوازے جنہوں نے ہر مشکل سے مشکل کام کو نباہا۔ آپ تقویٰ میں نہایت قوی تھے اور دکھ درد میں یکساں رہتے تھے۔ آپ ہر دکھ اور خوشی میں اللہ کی رضا کو ترجیح دیا کرتے۔ بادشاہان وقت (خلفائے عباسیہ) کی پیدا کردہ مشکلات اور مصائب کا ڈٹ کا مقابلہ کرتے تھے۔ آپ کو منصب قضاء قبول کرنے کے لیے بڑا دباؤ ڈالا گیا، ڈرایا گیا، دھمکایا گیا، خوف زدہ کیا گیا، مگر آپ کی طبیعت پر ذرہ بھرا اثر نہ ہوا۔ بڑے بڑے انعامات پیش

کیئے گئے، طرح طرح لالچ دیا گیا مگر آپ ہر مقام سے خالی ہاتھ اٹھے اور کبھی بھی دنیاوی آسائش، سونا، چاندی کے انباروں پر مائل نہ ہوئے۔ دینی امور کی وضاحت میں آپ کے اعضاء اتنے قوی تھے کہ کبھی بھی کہیں ذاتی خواہشات کو سامنے نہیں رکھا۔ صرف اللہ کی رضا پر کاربند رہے۔ آپ کا کسی مسئلہ میں رد اور مقبولیت محض اللہ کے احکام کی اتباع کے لیے تھا۔



گیارہواں باب

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ امانت اور مروت کے کوہ گراں تھے

ملیح بن وکیع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد محترم سے سنا وہ فرمایا کرتے تھے، بخدا! امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عظیم امانت دار تھے۔ ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی شان اور اس کا خوف جلوہ گر تھا۔ وہ اس کی رضا پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دیتے تھے۔ اگر انہیں راہ حق میں تلواریں کی دھاریں گھیر لیتیں تو وہاں بھی ثابت قدم رہتے تھے۔ وہ تلواریں کے وار تو جھیل لیتے تھے مگر اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف بات نہ کرتے۔ خطیب البغدادی بھی اپنی تاریخ میں اس قسم کے تاثرات کا اظہار کرتے ہیں۔

محمد بن ابی عبدالرحمن مسعودی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے والد سے بیان کیا ہے کہ میں نے زندگی بھر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر امانت کی حفاظت کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ آپ جس دن فوت ہوئے تو لوگوں کے پچاس ہزار درہم بطور امانت موجود تھے۔ ان میں سے ایک درہم کی بھی خیانت سامنے نہیں آئی۔

جعفر بن عون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے ہوتے ہوئے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کاروباری مرکز پر ایک عورت آئی اور اس نے آپ سے گراں قیمت ریشمی کپڑا طلب کیا۔ آپ نے اسے ایک کپڑا دکھایا، اس عورت کو کپڑا تو بہت پسند آیا مگر کہنے لگی میں ایک غریب اور ضعیف عورت ہوں، میرا یہ کپڑا خریدنے کو جی چاہتا ہے مگر آپ اس پر نفع نہ لیں تو میں خرید لوں، صرف اصل قیمت دے سکتی ہوں۔ آپ نے فرمایا، اچھا چار درہم میں لے جاؤ۔ عورت نے کہا میں ایک بوڑھی ہوں۔ میرے ساتھ مذاق تو نہ کریں آپ نے اسے بتایا۔ میں نے دو کپڑے خریدے تھے ان میں سے ایک ٹکڑا چار درہم کا فروخت کر دیا ہے اور یہ اصل قیمت سے بھی کم پر بیچا تھا۔ اب تم بھی

چار درہم کالے جاؤ۔ میں اصل قیمت پر نفع کے بغیر تمہیں دے رہا ہوں، یہ مذاق نہیں ہے حقیقت ہے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ریشمی کپڑے کے ایک عظیم تاجر تھے۔ کوفہ اور دوسرے شہروں کی منڈیوں میں آپ کا اعتماد قائم تھا۔ آپ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کی مجھے ریشمی کپڑوں کی ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا کیسا رنگ پسند کرو گے؟ اس نے کئی پسندیدہ رنگ بتائے۔ آپ نے فرمایا ٹھہریے اگر کہیں سے ایسے رنگوں کے کپڑے آگئے تو میں تمہارے لیے خرید لوں گا۔ دوسری صبح تک اس رنگ کا کپڑا مل گیا، وہ شخص آپ کی دکان کے سامنے سے گزرا تو آپ نے اسے بلا کر فرمایا تمہاری مرضی کا کپڑا آگیا ہے، اس نے کہا دکھائیے۔ کپڑا دیکھا تو اسے پسند آگیا۔ قیمت پوچھی اور کہا میں اسے اپنے غلام کے لیے خرید رہا ہوں۔ آپ نے کہا اس کی قیمت ایک دینار ہے۔ اس شخص نے کہا آپ میرے ساتھ مذاق کر رہے ہیں یہ تو بہت قیمتی کپڑا ہے، آپ مجھے بہت کم قیمت بتا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا، میں مذاق نہیں کر رہا، میں نے اس قسم کے دو ٹکڑے خریدے تھے جن کی قیمت اکیس درہم ادا کی تھی۔ ان میں سے ایک ٹکڑا بیس دینار کا فروخت ہو گیا میرا اصل صرف ایک دینار رہ گیا ہے بس اس کی قیمت ایک دینار ہی ہے۔ پھر مجھے یہ بھی خیال ہے کہ ایک دوست سے کیا نفع لینا ہے۔ پھر جس دوست نے اپنے غلام کے لیے لینا ہے اس کا تو خصوصی خیال رکھنا ہے اسے لے جائیے۔

نضر بن محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص ابن ابی لیلیٰ کے پاس آیا اور آکر کہنے لگا، امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فلاں شخص کا مال بیچنے کے لیے اپنے بیٹے کو دے دیا ہے حالانکہ یہ مال اس نے آپ کے پاس امانت کے طور پر رکھا تھا۔ اس شخص نے ایک قاصد حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجا اور صورتحال سے آگاہ کیا اور آپ کو بتایا کہ آپ نے فلاں شخص کی امانت اپنے کاروبار میں لگا دی ہے۔ آپ نے فرمایا، لوگوں نے یہ بات یونہی اڑا دی ہے۔ اس کی امانت جوں کی توں میرے پاس محفوظ پڑی ہے اور اس پر اسی طرح مہر لگی ہوئی ہے۔ آپ اگر زیادہ تصدیق چاہیں تو امانت دینے والے شخص کو ساتھ لا کر دیکھ لیں۔ ابن ابی لیلیٰ نے کہا کہ اگرچہ یہ بات درست ہے مگر ہمیں جا کر دیکھ لینا چاہئے۔ جب لوگ آئے تو آپ کے مال خانہ میں وہ امانت جوں کی

توں موجود پائی جس پر اس کی مر لگی ہوئی تھی۔ اس واقعہ کو دیکھ کر سب کو ندامت ہوئی۔

مسعر بن عبد المالک نے بیان کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ریشمی کپڑوں کی خرید و فروخت کیا کرتے تھے۔ آپ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کی میرے پاس ریشمی کپڑا پڑا ہے آپ خرید لیں۔ آپ نے اس کی قیمت پوچھی تو اس نے ایک ہزار درہم بتائی۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ ایسے کپڑے کی قیمت اس سے کہیں زیادہ ہے۔ میں اسے دو ہزار درہم پر خریدنے کے لیے تیار ہوں۔ اس نے کہا چلو دو ہزار درہم پر سودا طے ہو گیا۔ اس نے کہا حضرت میں نے بھول کر آپ سے ایک ہزار مانگ لیا تھا حقیقت یہ ہے کہ میں نے یہ مل دو ہزار میں خریدا تھا مگر بھول گیا تھا۔ آپ نے فرمایا پھر تو میں اسے تین ہزار درہم پر خرید لوں گا تاکہ تمہیں اس مال سے منافع ملے۔ الغرض کپڑا خرید لیا گیا چند دنوں بعد یہی کپڑا چار ہزار دینار میں بکا۔ یہ نفع آپ کی دیانتداری کی وجہ سے تھا۔

یہی واقعہ شداد بن حکیم رضی اللہ عنہ نے جو بلخ کے ائمہ میں سے تھے بیان کیا ہے، مگر انہوں نے یوں بیان کیا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں ایک ہزار درہم پر خرید تو لیتا ہوں مگر مجھے اندازہ ہے اس کی قیمت زیادہ ہے، اگر تم چاہو تو میں زیادہ قیمت ادا کروں مگر مجھے پہلے یہ بتاؤ کہ اس کی اصل قیمت کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ چار سو درہم، اس کپڑے پر سودا بازی ہوتی گئی تو قیمت ایک ہزار درہم تک جا پہنچی اور یہ کپڑا خرید لیا گیا۔

امانتوں کا بے مثال محافظ

محمد بن الفضل بن عطیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا تو آپ کے پاس لوگوں کی پچاس لاکھ دینار کی امانتیں تھیں جنہیں آپ کے بیٹے حضرت حماد رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو لوٹا دیں۔

عبد العزیز بن خالد صغانی علاقہ صغان کے امام تھے۔ انہوں نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فقہ پڑھی تھی وہ فرماتے ہیں جب مجھے صغان میں عروج ملا تو میں نے ایک نہایت ہی حسین و جمیل کنیز امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بطور امانت پیش کی میں حج پر گیا تو ایک عرصہ

تک واپس کوفہ نہ آسکا۔ جب آپ کے پاس حاضر ہوا تو میں نے دریافت کیا حضور میری کنیز نے آپ کی کیسی خدمت کی۔ آپ نے فرمایا میں نے کبھی اس سے کوئی کام نہیں لیا اور نہ ہی اسے آنکھ اٹھا کر دیکھا، یہ آپ کی امانت تھی۔

امام ابو احمد عسکری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ عباسی منصور کے پاس بلایا گیا تو اس نے آپ کی بے پناہ عزت کی اور احترام کیا اور پھر حکم دیا کہ انہیں دس ہزار دینار دیئے جائیں۔ منصور نے ایک درباری حسن بن قحطبہ کو حکم دیا کہ یہ انعام حضرت امام کے گھر جا کر پیش کیا جائے۔ اس وقت سے حضرت امام نے بات کرنی چھوڑ دی، حسن آپ کے گھر پہنچے تو آپ خاموش رہے وہ انعام آپ کے پاس چھوڑ کر چلا گیا۔ حضرت امام نے ان دیناروں سے ایسی بے نیازی اختیار کی کہ اپنے تصرف میں لانے کی بجائے مسجد کے ایک کونے میں دفن کر دیئے۔ جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کے صاحبزادے حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ کوفہ میں موجود نہیں تھے آپ آئے تو وہ روپے (دینار) وہاں موجود پائے۔ انہیں اٹھایا اور حسن بن قحطبہ کے پاس لے گئے اور فرمانے لگے میں نے اپنے والد کے وصیت نامہ میں لکھا پایا ہے کہ دس ہزار دینار بطور امانت دفن کر دیئے گئے ہیں۔ حسن نے اس تھیلی کو دیکھا تو کہنے لگے حماد اللہ تعالیٰ تیرے والد کو اپنی رحمت سے نوازے وہ اپنے دین کے لیے بہت مضبوط تھے اور دنیاوی آلائشوں سے کتنے دور تھے۔

خارجہ بن مصعب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں حج پر گیا تو اپنی ایک لونڈی حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چھوڑ گیا، میں چار ماہ کے بعد واپس کوفہ آیا تو امام صاحب سے پوچھا حضور! اس لونڈی نے آپ کی کیسی خدمت کی اور اس کے عادات و اخلاق کیسے تھے۔ آپ نے فرمایا جس نے قرآن پڑھا ہو، حلال و حرام کو جانتا ہو اس پر لازم ہے کہ خود ہی فتنوں سے محفوظ رہے۔ بخدا! میں نے آج تک اسے آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ دوسری طرف میں نے اس لونڈی سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخلاق اور عادات کے بارے میں پوچھا تو کہنے لگی میں نے ان جیسا شخص آج تک نہیں دیکھا۔ آپ جب سے مجھے چھوڑ گئے ہیں میں نے آپ کو نہ کبھی بستر پر سوتے ہوئے دیکھا ہے نہ غسل جنابت کرتے سنا۔ آپ ساری رات عبادت کرتے، جمعہ کے دن گھر سے نکلتے اور نماز جمعہ ادا کرنے چلے جاتے، جمعرات کو ساری رات نوافل ادا کرتے، گھر میں

چاشت کی نماز ادا کرتے، مسجد کے غسل خانوں میں غسل کرتے، سر پر تیل لگاتے، میں نے انہیں کبھی افطار کرتے نہیں دیکھا۔ رات کے پچھلے حصے خود ہی اٹھتے اور سحری کے طور پر کچھ کھا لیتے۔ اپنے مصلے پر ہی چند لمحات آرام کرتے اور سو جاتے، پھر وضو کر کے نماز ادا کرتے۔

ہم نے جس خارجہ بن معصب کی بات لکھی ہے وہ اہل سرخس کے امام تھے۔ علم حدیث اور فقہ میں اپنی مثال تھے۔ فقہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد تھے۔ فقہ سے فارغ ہو کر خراسان چلے گئے اور دوسرے علوم کی تحصیل کے لیے ایک ہزار علماء کرام سے استفادہ کیا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے بعض امور میں مشورہ لیا کرتے تھے اور ان کی رائے کو دانشمندانہ پاتے۔ ہم نے ان کے چند اقوال حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات میں قلم بند کیئے ہیں اور ان کی بصیرت افروز باتیں بائیسویں باب میں آئیں گی۔

وکیع بن الجراح فرماتے ہیں میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ ایک عورت آئی، اس کے پاس ایک نہایت ہی نفیس ریشمی کپڑا تھا اور عرض کی آپ اسے فروخت کر دیں۔ آپ نے پوچھا اس کی قیمت کیا ہے؟ اس نے کہا کہ جتنے کا بک جائے بیچ دینا۔ مگر میرا خیال ہے کہ ایک سو درہم کا تو ہو گا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا، یہ سو درہم سے زیادہ کا ہے، تم مجھے بتاؤ کتنے کانپوں۔ اس نے کہا اچھا دو سو درہم کا بیچ دینا۔ آپ نے فرمایا اس سے زیادہ کا معلوم ہوتا ہے۔ اس نے کہا اچھا پھر چار سو درہم کا بیچ دینا۔ آپ نے ہاتھ میں لے کر کہا مجھے تو اس کی قیمت اس سے بھی زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ عورت نے کہا آپ تو میرے ساتھ مذاق کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم بازار میں جا کر کسی خریدار کو بلا کر لاؤ۔ وہ ایک دکاندار کو لے آئی تو اس نے وہی ریشمی کپڑا کھڑے کھڑے پانچ سو درہم میں خرید لیا اور وہ عورت پانچ سو لے کر چلی گئی۔

ایک دہاتی نے آپ کے پاس ایک لاکھ ستر ہزار درہم بطور امانت رکھے مگر وہ فوت ہو گیا۔ اس نے کسی کو بتایا بھی نہ تھا کہ میں نے اس قدر رقم امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رکھی ہے۔ اس کے چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ جب وہ بالغ ہوئے تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں اپنے پاس بلایا اور ان کے باپ کی ساری رقم لوٹا دی اور فرمایا یہ تمہارے والد کی امانت تھی۔ آپ نے امانت لوٹاتے کسی کو گواہ بھی نہ بنایا تاکہ لوگوں کو اتنی خطیر رقم کا علم نہ ہو اور انہیں تنگ نہ

کریں۔

ان الا مائة فى القبر غناء
طوبى لعبد ما استسر خيانة
ان يعطه خب العهود صحابه
يخشى الا له و ليس يخشى غيره
واباحنيفة قد عنيت بمدحتى
ادى الامانة حيث لم يره امرؤ
كم كان اسخط نفسه متطلبا
كم و كم امرته شهوة نفسه
ان همه امر كفاه الله
خوف الاله وان طواه طواه
دارت على قطب الوفاء رحاه
والله جل احق ان يخشاه
اذقد ذكرت نعوته وحلاه
لما راى ان الا له يراه
من ذى المعارج عفوه و رضاه
بلذيتها لكن نهاه نهاه

افلا يكون رضى امينا عالما
والمصطفى اعلاه حين كناه

*

بارھواں باب

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما کا ہمسالیوں سے حسن سلوک

ایک سارنگی نواز سے حسن سلوک

حضرت عبداللہ بن رجاء الغدانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ہمسالیوں سے حسن سلوک اور رواداری میں بے مثال تھے۔ آپ ان کی خاطر قوت برداشت، احسان و مروت کا بے پناہ مظاہرہ فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے مکان کے ساتھ ایک گلوکار میراٹی رہتا تھا۔ وہ رات بھر سارنگی پر ریاضت کرتا رہتا اور ساری رات سارنگی بجانے میں گزار دیتا۔ لوگ اس کی اس بیہودہ عادت سے تنگ تھے اور جب اس کے دوست اس کی طرف توجہ نہ دیتے تو یہ شعر پڑھتا۔

اضاعونی و ایی فتی اضاعوا
لیوم کریمۃ و سداد لا ثغر

(ترجمہ) مجھے میرے دوستوں نے ضائع کر دیا۔ کیسے عالی شان نوجوان کو نظر انداز کر دیا گیا۔ میں ان کے دکھ درد میں شریک ہوتا تھا اور ان کی سرحدوں کی حفاظت کیا کرتا تھا۔

وہ ایسے کئی اشعار بار بار پڑھتا، ہم نے اس کے کئی ایسے اشعار یاد کر لیے تھے۔ ایک دفعہ کوفہ کی گشتی پولیس اسے گرفتار کر کے لے گئی۔ وہ اس حالت میں گرفتار ہوا کہ شراب کے نشے میں دھت تھا اور سارنگی ہاتھ میں تھی۔ رات امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر آئے مگر سارنگی کی آواز نہ سنائی دی۔ پوچھا تو پتا چلا اسے تو پولیس گرفتار کر کے لے گئی ہے۔ آپ نے فرمایا چلو یارو، اپنے ہمسائے کو چھڑا لائیں کیونکہ ہم پر اپنے ہمسائے کا حق واجب ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمسائے کے حقوق پر بڑا کچھ کہا ہے۔ ہم سب مل کر تھانے گئے یہاں تک

کہ تھانے کے بڑے آفیسر کے پاس جا پہنچے آفیسر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا اور لوگوں کو حکم دیا کہ حضرت کے لیے راستہ چھوڑ دو۔ دریافت کیا حضور آپ یہاں کیسے تشریف لائے؟ آپ کو اپنے پاس بٹھایا، حضرت نے فرمایا ایک قیدی آپ کی قید میں ہے، وہ میرا ہمسایہ ہے، رات آپ کی گشتی پولیس گرفتار کر کے لے آئی ہے، آپ اسے چھوڑ دیں اور اس کی خطا معاف فرما دیں۔ آفیسر نے کہا بسرو چشم اور حکم دیا کہ اس قیدی کو اور اس کے ساتھ جتنے بھی قیدی آئے تھے انہیں چھوڑ دیا جائے۔ پھر اس آفیسر نے تمام رہائی پانے والے تمام قیدیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ آج تم سب کو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وجہ سے رہائی مل رہی ہے۔ گھر آکر آپ نے اس نوجوان سارنگی نواز کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا، اب تو ہم نے تمہیں ضائع نہیں کیا۔ اس نے عرض کی حضور آپ نے مجھ پر بڑا احسان فرمایا ہے انشاء اللہ آج کے بعد آپ مجھے ایسی کوئی حرکت کرنا نہ پائیں گے جس سے آپ کے آرام اور عبادت میں خلل آئے۔ آپ اس نوجوان کو پکڑ کر اپنے گھر لے آئے اور اپنے بیٹے حماد کو کہا اندر سے میری تھیلی لاؤ۔ آپ نے اس تھیلی سے دس دینار نکال کر اس نوجوان کو دیئے اور کہا جیل میں جانے پر تمہارا جو نقصان ہوا ہے اسے ان درہموں سے پورا کرو۔ آئندہ بھی اگر ضرورت پڑے تو بخوشی بلا جھجھک آجانا اور ضرورت کے مطابق لے جانا۔ آج کے بعد تمہیں معاشی طور پر کوئی فکر نہیں ہونی چاہئے، میں تمہارا کفیل ہوں۔ وہ گھر چلا گیا، گناہوں سے توبہ کر لی، شراب و کباب چھوڑ دیا، سارنگی پھینک دی اور حضرت کی مجالس میں حاضری دینے لگا۔ ایک وقت آیا کہ وہ فقہ کا طالب علم بن گیا اور کچھ عرصہ کے بعد اسے فقہ پر اتنا عبور حاصل ہو گیا کہ اپنے وقت کا فقیہ بن گیا۔

اس واقعہ کو ابوالمحسن امام حسن بن علی مرغینانی رحمہ اللہ نے بھی ذکر کیا ہے۔ انہوں نے اس واقعہ میں اضافہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نوجوان کی تربیت کا یہ فائدہ ہوا کہ وہ کوفہ کے معززین میں شمار ہونے لگا۔ مگر قاضی کوفہ ابن ابی لیلیٰ نے اس کی سابقہ زندگی کی بنا پر اس کی گواہی رد کر دی۔ قاضی نے اسے باغ کے درختوں کی گنتی پوچھی تو وہ نہ بتا سکا۔ قاضی نے اسے جاہل تصور کرتے ہوئے گواہی لینے سے انکار کر دیا۔ وہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا تو آپ نے اسے کہا تم ابن ابی لیلیٰ کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ آپ بیس سال سے منصب قضاء پر فائز ہیں اور

کوفہ کی جامع مسجد میں بیٹھ کر ایک عرصہ تک وعظ و نصیحت کرتے رہے ہیں، آپ مجھے بتائیں جامع مسجد کوفہ کے کتنے ستون ہیں۔ ابن ابی لیلیٰ سے جب اس نوجوان نے یہ سوال کیا تو وہ حیران رہ گئے کہ یہ کیا سوال کر رہا ہے اور اس نوجوان کو کہا کہ اب تم گواہی دے سکتے ہو۔ میں اپنا پہلا فیصلہ واپس لیتا ہوں۔

ابن ابی لیلیٰ کو اس معاملے میں بڑی ندامت اٹھانا پڑی۔ جب اسے یہ معلوم ہوا کہ یہ سارا مسئلہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سکھایا ہے تو چلا کر کہنے لگے کوئی ہے جو اس بزاز (کپڑا فروش) کی ذہانت سے میری جان چھڑائے۔ یہ شخص تو مجھ پر بجلیاں گراتا چلا جا رہا ہے۔ میں تو ابوحنیفہ کو گواہی سے محروم کرنا چاہتا ہوں مگر یہ شخص ایسے مسائل کھڑے کر دیتا ہے کہ میں زچ ہو جاتا ہوں اور میرے سامنے ایسے لوگ کھڑے کر دیئے جاتے ہیں جن کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔ اس نوجوان نے جب یہ سارا واقعہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنایا تو آپ نے فرمایا، تم ثابت قدم رہو ہم اس شخص کے غرور و پندار کو خاک میں ملا دیں گے۔ پھر آپ نے ایک شعر پڑھا۔

انا الشجا یجلونی فی حلوقہم
لا ارتقی صعدا فیہ ولا ادری

(ترجمہ) مجھے یہ لوگ ایسا ہار پائیں گے جو ان کے گلے میں پڑا رہوں گا، نہ میں اوپر چڑھوں گا نہ نیچے آؤں گا۔

یہی واقعہ ”مناقب مہیری“ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو شاگردوں نے اس واقعہ کی روشنی میں یہ اشعار کہے ہیں۔

کانی لم اکن فیہم وسیظا
ولم تک نسبتی فی آل عمرو
اجرر فی المجامع کل یوم
فیا للہ مظلمتی و صبری

(ترجمہ) میں ان میں افضل نہیں ہوں اور نہ ہی مجھے آل عمرو میں کوئی نسبت ہے۔ میں ہر روز مجمعوں میں دکھ اٹھاتا رہتا ہوں۔ اے اللہ میرے دکھ دور فرما اور یہی میرا صبر ہے۔

یہ واقعہ امام ابو محمد حارثی رضی اللہ عنہ نے بھی بیان کیا ہے۔ انہوں نے اپنی سند سے نقل کیا ہے۔ اس میں یہ اضافہ ہے کہ ابو حمیر فرماتے ہیں کہ جن دنوں میں کوفہ آیا تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کے قریب ہی قیام پذیر ہوا۔ آپ کے ساتھ والے مکان میں ایک بدمعاش اور فاسق شخص رہا کرتا تھا۔ وہ زور دار آواز میں غل غپاڑہ کرتا۔ سرور و غنا میں مشغول رہتا، ساری ساری رات گاجا کر بازاری اشعار پڑھتا۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سب کچھ برداشت کرتے، نہ اس سے شکوہ کرتے، نہ اپنی تکلیف کا اظہار کرتے۔ ان کا یہ دلی خواہش تھی کہ وہ اس فسق و فجور سے بچ جائے اور اپنی عاقبت خراب نہ کرے، مگر جب اس کے گھر گشتی پولیس نے چھپا مارا تو وہ گرفتار ہو گیا، قیدخانہ میں چلا گیا، قیدخانہ میں سخت سزا ملنے لگی تو آپ اٹھے اور حاکم قید خانہ کے پاس گئے، وہ آپ کا معتقد تھا، آپ نے اسے اور کئی قیدیوں سمیت نجات دلائی۔ جب وہ قید سے باہر آیا تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اپنی گستاخیوں اور بے ادبیوں سے نہ صرف معافی مانگی بلکہ برے کاموں سے توبہ کر لی۔ وہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس میں آنے جانے لگا، مسائل فقہ پر غور کرنے لگا، یہاں تک کوفہ کے نیک لوگوں اور اشراف میں شمار ہونے لگا۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک شاگرد نے بیان کیا کہ میرا گھر آپ کے گھر کی دیوار کے ساتھ ملحق تھا۔ میں ان کے حالات سے اتنا واقف تھا کہ کوفہ میں کوئی دوسرا شخص اتنا واقف نہ تھا۔ مجھے آپ کی عفت اور نیکی کا اندازہ تھا۔ آپ کے شب و روز اس قدر پاکیزہ تھے کہ مجھے ساری زندگی آپ کی مثال نہیں ملی۔ رمضان کا مہینہ تھا رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کے سامنے موجود ہیں، آپ آگے بڑھے اور قبر مبارک کو کھولا، لوگ آپ کو دیکھتے رہے مگر کسی نے آپ کو منع نہ کیا۔ آپ نے میرے دیکھتے دیکھتے مزار مبارک سے مٹی کی چند مٹھیاں بھریں اور پھونک مار کر ادھر ادھر اڑا دیا۔ دائیں بائیں کھڑے لوگوں پر بھی مٹی پڑی۔ اسی طرح ادھر ادھر جتنے لوگ کھڑے تھے ان پر یہ مٹی پڑی۔ میں یہ خواب دیکھ کر دہشت زدہ ہو گیا، بہت گھبرایا، میرے نزدیک یہ ایک عجیب و غریب واقعہ تھا۔ میں خاموشی سے کوفہ سے نکلا اور بصرہ چلا گیا۔

ان دنوں وہاں امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ رہتے تھے جو خواب کی تعبیر نکالنے میں بڑے

مشاق اور سچے تھے۔ میں نے انہیں خواب کا سارا واقعہ بڑی تفصیل سے سنایا۔ آپ نے سرائٹھا کر مجھے تسلی دی اور کہا اے بندہ خدا تم نے جس شخص کو ایسا کرتے دیکھا ہے وہ ایک بہت ہی عظیم الشان شخصیت کا مالک ہو گا۔ پھر مجھے پوچھنے لگے کیا جس شخص کو ایسا کرتے دیکھا ہے وہ فقیہ یا عالم ہے؟ میں نے کہا ہاں وہ زبردست فقیہ ہے۔ آپ نے فرمایا 'بخدا یہ شخص اپنی زندگی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کو اتنا پھیلانے گا کہ جہاں روشن ہو جائے گا اور یہ مقام کسی اور کو نہیں ملے گا۔ اور اس کی شہرت مشرق و مغرب بلکہ تمام اطراف عالم میں پھیلے گی اور جس جس سمت کو مزار کی مٹی گئی ہے وہ دین کے علم سے منور ہو جائیں گے۔ میں نے امام ابن سیرین رحمہ اللہ کی باتیں سنیں تو مجھے اطمینان ہوا۔ میں واپس کوفہ آیا، حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت نے مجھے پوچھا تم اتنے دن کہاں رہے۔ میں نے بتایا کہ میں بصرہ گیا تھا۔ آپ نے فرمایا 'عجیب آدمی ہو بتائے بغیر بصرہ چلے گئے، تمہیں کیا ایسی ضرورت آئی کہ تم خاموشی سے بصرہ چلے گئے۔ میں نے بتایا، میں تو آپ کی خاطر ہی بصرہ گیا تھا۔ میں نے آپ کو اپنے خواب کی تفصیلات سنائیں پھر امام ابن سیرین رحمہ اللہ کی تعبیر بتائی تو آپ بہت خوش ہوئے۔

یاد رہے کہ کوفہ سے بصرہ ایک سو بیس فرسخ یا دوسرے الفاظ میں تین سو ساٹھ میل ہے۔ اس شخص نے خواب کی تعبیر کے لیے اتنا طویل سفر کیا۔ اس تکلیف برداشت کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنے ہمسایوں سے کس قدر حسن سلوک تھا کہ وہ آپ کے لیے اتنا دور دراز کا سفر اختیار کر لیا کرتے تھے۔ وہ اپنے لیے نہیں صرف حضرت امام رحمہ اللہ کے لیے اس قدر تکلیف برداشت کرتے تھے۔ یہ حسن سلوک کا بہترین ثمرہ ہے۔ ورنہ عام طور پر ہمسائے ایک دوسرے سے دور رہتے زندگی گزار دیتے ہیں اور ہمسایہ کی نیکیوں کی بجائے اس کے عیب بیان کرتے رہتے ہیں اور ان کی برائیوں کو اچھالتے رہتے ہیں۔ ایک شخص حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا ان دنوں آپ حج کے سفر پر روانہ ہو رہے تھے۔ اس شخص نے عرض کی حضور مجھے بھی ساتھ لے چلیں۔ میں مکہ مکرمہ میں آپ کے ساتھ رہوں گا۔ برکات و فیوض سے مستفید ہوں گا۔ آپ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ کی ستاری میں ہی رہنے دیجئے میں اکیلا ہی سفر کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کا مطلب یہ تھا کہ اگرچہ انسان برکات و فیوض کے لیے ساتھ ہوتا ہے مگر بسا

اوقات عیب تلاش کرتا رہتا ہے۔

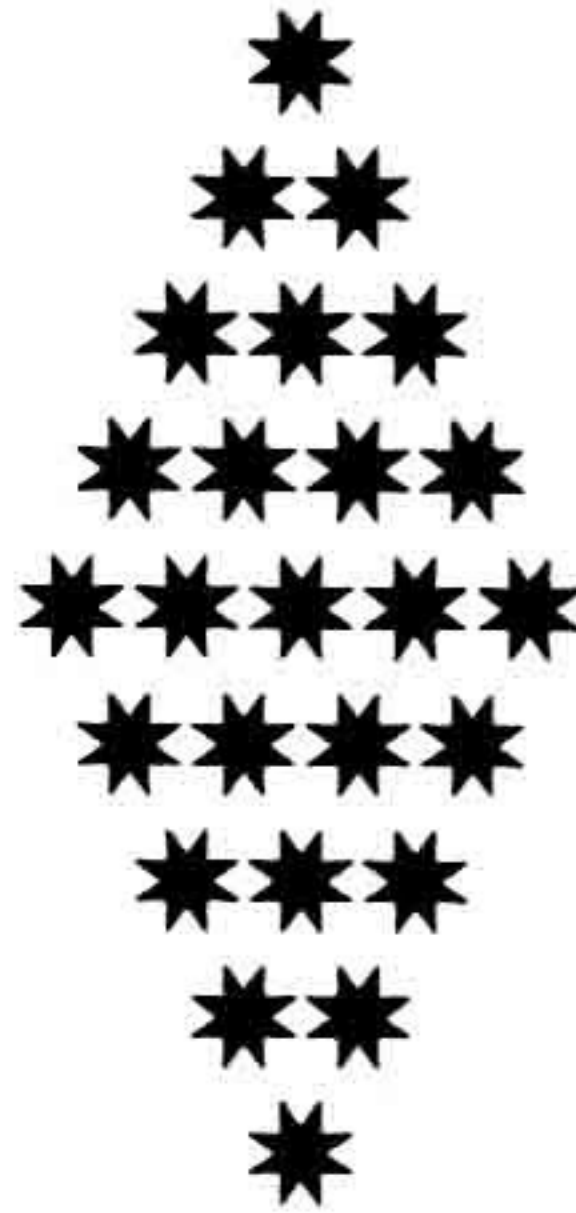
ہم نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مذکورہ خواب بیان کی ہے۔ اسے بہت سے لوگوں نے اپنے اپنے انداز میں بیان کیا ہے اور صالحین امت کی بہت بڑی شخصیتوں نے اسے بیان کیا ہے۔ مثلاً یحییٰ بن نصر۔ ابو مقاتل سمرقندی اور ان جیسے بڑے بڑے جلیل القدر ائمہ اس خواب کے راوی ہیں اس متواتر روایت کو جو سند حاصل ہوئی ہے اسے کوئی جھٹلا نہیں سکتا۔ ہم اس متواتر روایت کو آگے چل کر تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے۔

جار نعمان فی جوار الدراری	فالیہ طوی الدجی کل سار
زمن البؤس والنعیم جمیعاً	رزقہ واسع علی الجار جار
کم اذی جارہ تحمل حتی	لم یروا مثله بحسن الجوار
فقد الجار جارہ السوء لکن	بات من فقده فقید القرار
اوثقوا جارہ فما قرحتی	اطلق الجار من وثاق الخسار
لم یضعه ولکن شکوا ضیاعاً	بل کسأه فضلا شعار الیسار

لم یعین لبرہ قط جاراً
اذ سری برہ الی کل جار

(ترجمہ) حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہمسایہ ہمیشہ خوشحال رہتا ہے کیونکہ آپ اپنے ہمسائے کے حقوق کو اچھی طرح ادا کرتے ہیں۔ آپ ہر قسم کی تاریکیاں دور کر دیتے ہیں۔ راحت اور تکلیف میں اپنے ہمسایہ کا خیال رکھتے ہیں اور اس کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے ہیں۔ حضرت امام ربیعہ ہمسایوں کے لیے تکلیفیں برداشت کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں فرماتے، یہاں تک سارے شہر میں آپ جیسا مہربان ہمسایہ کسی کو میسر نہیں آیا۔ آپ نے ایک رات شور و شرابہ کرنے والے برے ہمسائے کو نہ پایا تو ساری رات بے قرار رہے۔ دوسرے دن پتا چلا کہ اسے بدکرداری

میں پولیس گرفتار کر کے لے گئی ہے۔ آپ قید خانے پہنچے اور اس برے ہمسائے کو رہائی دلائی۔ آپ نے اپنے بدکردار ہمسائے کو بھی ضائع نہ کیا اور اس کی تکلیف کو بھی برداشت نہ کیا بلکہ آپ کو اس کی تکلیف پر صدمہ ہوا۔ آپ اپنے احسان و کرم کے لیے کسی خاص ہمسایہ سے ہی حسن سلوک نہیں کرتے تھے بلکہ ہر ہمسایہ آپ کے سایہ کرم میں رہتا تھا۔



تیرھواں باب

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما کے تہجد، قرأت، جمعہ کے عمل

احمد بن بشیر اور حفص بن غیاث بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت عبادت گزار تھے۔ حلال و حرام کی تمیز کرنے والے تھے۔ عام طور پر لوگ اتنی احتیاط نہیں کرتے مگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سلسلہ میں بے حد احتیاط کرتے تھے اور علم فقہ میں امام تھے اور عبادت میں ذاہد شب زندہ دار تھے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن پاک کی تلاوت فرماتے۔ جہاں جہاں سفر کرتے اور جس منزل پر قیام کرتے تو سات ہزار بار قرآن پاک ختم کرتے۔ رمضان المبارک میں ساٹھ بار قرآن ختم کرتے تھے۔ ایک اول دن کے پہلے حصہ میں، دوسرا رات کے وقت۔ اہل بصرہ اور اہل کوفہ کے ائمہ اس معمول پر آپ کے گواہ ہیں۔ یہ بات حافظ خطیب نے بھی یحییٰ بن معین کی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رمضان شریف میں ساٹھ قرآن پاک ختم کیا کرتے تھے۔

مسعر بن کدام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک بار حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسجد میں حاضر ہوا، آپ صبح کی نماز پڑھ کر لوگوں سے مسائل بیان کرنے لگے۔ یہاں تک کہ نماز ظہر کا وقت ہو گیا۔ ظہر سے عصر تک علمی گفتگو فرماتے پھر مغرب کی نماز کے بعد عشاء تک مسجد میں تشریف فرماتے۔ میں نے سوچا کہ آپ عبادت کب کرتے ہوں گے، میں نے دیکھا کہ جب عشاء کی نماز کے بعد لوگ مسجد سے چلے گئے اور اپنے گھروں میں جا کر سوئے تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خداوند کریم کی بارگاہ میں نوافل ادا کرنے میں مشغول ہو گئے اور اس طرح لوگ سو جاتے تو امام یاد خداوندی میں مشغول رہتے۔ جناب مسعر نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رفاقت

میں بڑا وقت گزارا حتیٰ کہ امام صاحب کی زندگی میں ہی آپ کا انتقال ہو گیا۔

ابن معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ مسعر بن کدام نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسجد میں سجدہ کی حالت میں وفات فرمائی۔ یہ واقعہ صاحب ”مناقب حمیری“ نے بھی لکھا ہے۔ وہ آخر میں لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساری ساری رات عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ صبح سے پہلے لوگوں کو بیدار ہونے کا احساس دلاتے، پھر گھر جاتے۔ تازہ وضو فرماتے، لباس بدلتے، تیل لگاتے، کنگھی کرتے اور مسجد میں واپس آکر نماز فجر پڑھتے۔ پھر مسجد میں ہی علمی مباحث میں مصروف ہو جاتے یہاں تک کہ سارا دن گزر جاتا۔

میرا خیال ہے کہ یہ طریقہ کار حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زندگی کے آخری ایام میں اختیار کیا ہو گا۔ اسی دوران مسعر بن کدام آپ کے پاس رہتے تھے، حتیٰ کہ وہ فوت ہو گئے۔ راوی کہتا ہے کہ میں بھی ان دنوں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رہا کرتا تھا۔ میں نے آپ کو کبھی سوتے نہیں دیکھا۔ دن کو روزہ رکھتے، نماز ظہر سے پہلے چند لمحے اونگھ لیتے یا قدرے لیٹ جاتے۔ اسی بات کو جناب ثابت نے مزید بڑھاتے ہوئے بتایا کہ میں نے مسعر کو دیکھا تھا۔ انہوں نے سجدہ کی حالت میں وصال فرمایا تھا۔

عون بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت میں چھ ماہ تک رہا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساری ساری رات اللہ کی عبادت میں گزار دیتے تھے۔ میں نے آپ سے بڑھ کر کوئی عبادت گزار نہیں دیکھا وہ رات کو کروٹ تک نہ بدلتے تھے۔

اسی بات کو حافظ ابو بکر خطیب نے تاریخ بغداد میں لکھا ہے کہ میں نے سلمہ بن کہیل، عطاء طاؤس اور سعید بن جبیر کو دیکھا تھا اور اسی زمانہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی دیکھا میں نے آپ جیسا کوئی دوسرا عبادت گزار نہیں دیکھا۔ علی بن یزید الصدائی فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رمضان شریف میں دیکھا، آپ نے اس ماہ ساٹھ بار قرآن شریف کا ختم کیا تھا۔ وہ ایک ایک دن میں تین قرآن پاک ختم کیا کرتے تھے۔

امام ابو یحییٰ حمانی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں میں سے ہیں، وہ فرماتے ہیں

کہ میں ایک عرصہ تک حضرت امام رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہا آپ عشاء کی نماز کے وضو کے ساتھ فجر کی نماز ادا کیا کرتے تھے۔ وہ رات کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کھڑے ہوتے تو نفیس لباس زیب تن فرماتے۔ چہرے کو تازہ کرتے۔ داڑھی پر کنگھی کر کے مصلیٰ پر کھڑے ہو کر ساری ساری رات خضوع و خشوع سے عبادت کرتے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کی کوئی ایسی آیت نہیں جسے میں نے و تروں میں نہ پڑھا ہو۔ جعفر بن زیاد الاحمر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا کہ قرآن کی کوئی ایسی آیت نہیں جسے میں نے و تروں میں نہ پڑھا ہو۔ نصر نے اس بات کی وضاحت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ حضرت امام رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ رات کو نوافل میں قرآن پڑھتے رہتے تھے جب وتر شروع کرتے تو اس سے آگے کی آیت کا آغاز فرماتے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو قرآن پاک کے الفاظ پر کتنا عبور تھا۔ امام ابو عاصم نبیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شیخ کے نام سے پکارا جاتا تھا کیونکہ آپ کثرت سے عبادت کرتے تھے۔

حسن بن محمد لیشی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں کوفہ آیا تب لوگوں سے پوچھا اس شہر میں سب سے زیادہ عبادت گزار کون ہے، سب نے کہا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ! میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کی عبادت گزاری کو واقعی اس سے بڑھ کر پایا جس طرح لوگ کہتے تھے۔ پھر میں نے لوگوں سے پوچھا کہ اس شہر میں سب سے بڑا فقیہ کون ہے تو لوگوں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیا۔

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں کوئی شخص بھی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر نوافل ادا نہیں کرتا تھا۔ یہی حضرت سفیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحم فرمائے میں نے ان سے بڑھ کر نوافل اور کثرت سے عبادت کرنے والا کوئی نہیں دیکھا۔ ابو مطیع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک بار مکہ مکرمہ میں قیام پذیر تھا۔ میں رات کو طواف کرنے کے لیے خانہ کعبہ میں پہنچا، میں نے دیکھا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساری رات طواف کرتے گزار دی ہے۔

سفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے باپ نے ایک غلام خریدا اور اسے کچھ دنوں بعد آزاد کر دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ غلام رات کا پہلا حصہ نماز میں مشغول رہا کرتا اور کوفہ کے لوگ اسے دیکھنے آیا کرتے تھے۔ مگر میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ ساری ساری رات نماز ادا کرتے۔ حفص بن عبدالرحمن فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساری رات بیدار رہا کرتے تھے۔ بعض اوقات ایک رکعت میں سارا قرآن مجید ختم کر دیا کرتے تھے۔ تیس سال تک آپ کا یہ معمول رہا۔

اسد بن عمرو فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی۔ عام طور پر ایک رکعت میں بیس پارے پڑھ جاتے اور دوران نماز اتنا روتے کہ بعض اوقات آپ کے ہمسائے آپ پر ترس کھاتے۔ آپ نے جس مقام پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی جان سپرد کی وہاں آپ نے سینکڑوں بار قرآن پاک ختم کیئے تھے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ آپ نے اس جگہ سات ہزار بار قرآن پاک ختم کیئے تھے۔

امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کے وقت ایک قرآن پاک نوافل میں ختم کیا کرتے تھے۔ رمضان المبارک میں ایک قرآن پاک صبح، ایک قرآن پاک عصر کے وقت ختم فرمایا کرتے تھے۔ اور عام طور پر رمضان کے دوران باٹھ بار قرآن مجید ختم کر لیا کرتے تھے۔ آپ حالات و واقعات پر بڑا صبر کرتے، مشکلات کو برداشت کرتے اور کسی کی زیادتی پر ناراض نہیں ہوا کرتے تھے۔ حضرت داؤد طائی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی زندگی کا اکثر حصہ ایسے ہی گزارا تھا۔ وہ صبر کو فخر پر ترجیح دیتے تھے۔

امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پینتالیس سال عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی۔ حضرت حماد بن امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد گرامی نے وفات فرمائی تو میں نے حسن بن عمارہ کو کہا کہ آپ میرے والد گرامی کو غسل دیں۔ وہ انہیں غسل دیتے وقت کہہ رہے تھے اے اللہ! ابوحنیفہ پر رحم فرما۔ آپ نے تیس سال تک افطار نہیں کیا تھا۔ یعنی روزے دار رہے اور چالیس سال تک رات کو بستر پر آرام نہیں کیا۔ آپ نے اپنے قبیلہ والوں کو ایک مثال پیش کی جس کا آج تک کوئی جواب پیش نہیں کر سکا اور

علماء کرام آپ کے سامنے رسوا ہوتے گئے جب وہ آپ کی طرح عبادت نہ کر سکتے تو انہیں نام ہونا پڑتا۔

منصور بن ہاشم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک بار قادسیہ میں تھے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ساتھ تھے۔ ان کے پاس کوفہ سے ایک شخص آیا اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف شکایت کرنے لگا۔ عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ عنہ نے کہا اے بندہ خدا! تو اس شخص کی غیبت کرتا ہے جس نے پینتالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی ہے۔ جو ایک رکعت میں پورا قرآن مجید ختم کیا کرتا تھا۔ میں نے جو فقہ پڑھی ہے جس کی تم تعریف کرتے ہو یہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس کا فیض ہے۔

یحییٰ بن فضیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک جماعت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، ایک شخص نے کہا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ شخص ہیں کہ ساری رات عبادت میں گزار دیا کرتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنا کہ لوگ میری بے جا تعریف کرتے ہیں آج کے بعد میں واقعی ساری رات نوافل ادا کروں گا۔ رات کو بستر پر کروٹ نہ لوں گا۔ یہاں تک کہ میں اللہ کے حضور پہنچ جاؤں۔ یحییٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساری رات عبادت میں بسر کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

مسعر بن کدام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات کوفہ کی مسجد میں داخل ہوا تو ایک شخص کو مسجد میں نوافل ادا کرتے دیکھا۔ میں اس کی قرأت سے بڑا محظوظ ہوا، وہ فن قرأت میں قرأت سبعہ کا ماہر تھا۔ میں نے خیال کیا اب رکوع کرے گا مگر وہ سارا قرآن پاک پڑھتا گیا اور ایک رکعت میں سارا قرآن پاک ختم کر دیا۔ میں نے دیکھا تو وہ امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھے۔

مسعر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رات کے اندھیروں میں ایک ایسا شخص ملا جس سے خوشبو کی لپٹیں آرہی تھیں۔ مجھے خیال آیا کہ اس شخص کی تازہ تازہ شادی ہوئی ہے اور یہ وہی ہو گا اور اپنے گھر جا رہا ہے۔ مگر میں نے دیکھا کہ وہ مسجد میں داخل ہو گیا اور ایک جگہ پر نماز کے علیٰ کھڑا ہو گیا۔ تکبیر کہہ کر سورہ بقرہ شروع کر دی حتیٰ کہ ایک ہی رکعت میں سارا قرآن پاک ختم کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

خارجہ بن مصعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے مکہ مکرمہ میں چار شخصوں کو ساری ساری رات قرآن پاک پڑھتے سنا۔ ان میں ایک تو عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، دوسرے تمیم داری، تیسرے سعید بن جبیر اور چوتھے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے۔

ابو زائدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن مسجد میں مجھے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ میں نے دیکھا سارے لوگ نماز پڑھ کر مسجد سے چلے گئے، صرف آپ نوافل میں کھڑے رہے۔ آپ کو خبر تک نہ تھی کہ مسجد میں کون آیا اور کون گیا ہے۔ میں نے کوشش کی کہ ان سے بات کروں اور یہ کوشش بھی کی کہ آپ کو میرے متعلق معلوم نہ ہو سکے۔ مگر آپ لوگوں کے چلے جانے کے بعد نماز میں کھڑے ہوئے اور پہلی ہی رکعت میں قرآن پاک پڑھنا شروع کیا۔ میں ہر بار خیال کرتا کہ آپ بھی رکوع کریں گے اور فارغ ہوں گے لیکن وہ آیات کی تلاوت کرتے رہے یہاں تک کہ فجر کی نماز کی اذان ہو گئی۔

ضرار بن مرد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے یزید بن کیت سے سنا (آپ اپنے زمانہ کے نیک سیرت انسان تھے) آپ نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدا تعالیٰ کے خوف سے بے حد ڈرتے تھے۔ ایک رات ہم نے علی بن حسن موزن کے پیچھے نماز عشاء پڑھی۔ اس نے سورہ اذا زلزلت پڑھی۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہمارے ساتھ ان کے پیچھے نماز ادا کر رہے تھے۔ لوگ نماز پڑھ کر گھروں کو چلے گئے مگر ہم نے دیکھا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں بیٹھے فکر و غم میں ڈوبے ہوئے ہیں اور زور زور سے سانس لے رہے ہیں۔ میرے دل میں خیال آیا کہ میں یہاں سے چلا جاؤں تاکہ آپ کے شغل میں خلل نہ آئے میں وہاں سے نکلا تو فانوس کو جلتے چھوڑا اس میں اب تھوڑا سا تیل تھا۔ صبح طلوع ہوئی تو میں واپس آیا تو دیکھا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی اسی جگہ عبادت میں مصروف ہیں اور سلام پھیر کر داڑھی پر ہاتھ پھرتے ہوئے کہا، اے وہ ذات! جو ایک نیکی پر اپنی ہزاروں بخششیں عنایت کرتی ہے۔ اے وہ ذات! جو برائی پر سزا دینے پر قادر ہے۔ نعمان تو تیرا بندہ ہے، اسے جہنم کی آگ سے بچانا۔ اس کے عمل میں جو کوتاہی یا برائی ہوئی ہو اسے اپنی وسیع رحمت میں داخل فرما۔

یزید بن کیت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اذان پڑھی، فانوس میں تھوڑا سا تیل ابھی باقی تھا،

میں نے دیکھا کہ وہ پہلے سے زیادہ روشن تھا اور امام صاحب باقاعدہ قیام فرما رہے تھے۔ جب میں مسجد میں داخل ہوا تو آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا۔ آپ اسے لے جانا چاہتے ہیں، میں نے عرض کی میں نے تو فجر کی اذان بھی پڑھ دی ہے۔ آپ نے فرمایا، میرا ماجرا چھپانا، اپنے تک محدود رکھنا، کسی کو نہ کہنا۔ اس کے بعد آپ نے فجر کی دو رکعت سنت ادا کیں اور ہمارے ساتھ عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی۔

- مسلم بن سالم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ گیا۔ وہاں ایک برگزیدہ شخصیت سے سنا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہاں نو راتیں گذاریں۔ میں نے انہیں ایک رات بھی سوتے نہیں پایا۔

ہشام نے بتایا کہ میں ایک دن میں امام حماد رضی اللہ عنہ ابی سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر بیٹھا تھا (یہ حماد حضرت امام ابوحنیفہ کے استاد مکرم تھے) اسی دوران امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور کسی مسئلہ پر گفتگو فرمانے لگے۔ یہاں تک کہ آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ جب آپ اٹھ کر چلے گئے تو حضرت حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ابوحنیفہ فقیہ ہیں مگر چہرے پر سرخی آپ کی شب بیداری کی وجہ سے ہے۔

خوش لباسی

محمد بن بشر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے مسعر بن کدام سے سنا ہے، وہ فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لباس بڑا صاف ستھرا اور قیمتی ہوتا تھا۔ یہ لباس کھلا اور لمبا ہوتا تھا۔ قمیص ہوتی، سلوار ہوتی یا چادر ہوتی کسی کی قیمت ایک ہزار درہم سے کم نہ ہوتی تھی۔ جب آپ عشاء کی نماز ادا کرتے تو مسجد سے سارے لوگ چلے جاتے مگر وہ قیام فرماتے۔ آپ کا سارا لباس عطر و خوشبو سے معطر ہوتا تھا۔ ایک دن میں نے عرض کی حضور یہ لباس تو بادشاہوں کے دربار میں پہن کر جایا کرتے ہیں، آپ نے فرمایا میں بادشاہوں کے بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوتا ہوں اور اچھے لباس سے اس کے دربار میں حاضری دینا زیادہ اچھا ہے۔

حضرت مسعر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

عشاء کی نماز کے بعد دیکھا آپ اپنے گھر میں داخل ہوئے، پھر باہر آئے اور مسجد میں چلے گئے۔ نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور قرآن پاک کی تلاوت شروع کر دی۔ آپ جب اس آیت کریمہ پر پہنچے۔
ان الذین يتلون كتاب الله واقاموا الصلوة وانفقوا مما رزقناهم سرا و علانية
یرجون تجارة لن تبور ☆ آپ اس آیت کریمہ کو بار بار پڑھتے۔ پھر آپ جب اس آیت کریمہ
پر پہنچے امن هو قانت انا الیل ساجدا و قائما یحذر الآخرة و یرجو ارحمة ربہ ☆ تو
اس آیت کریمہ کو بھی دھراتے رہے۔ مجھے خدشہ ہوا کہ آپ اس آیت کریمہ کو فجر تک ہی نہ پڑھتے
رہیں مگر آپ نے آگے پڑھنا شروع کر دیا حتیٰ کہ قرآن کریم ختم کر دیا۔

عمرو بن یزید تمیمی فرماتے ہیں کہ میں نے علقمہ بن مرثد سے سنا کہ وہ امام ابوحنیفہ رضی
اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت میں کچھ دنوں مکہ مکرمہ میں رہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عبادت
میں مصروفیت اور جدوجہد نے انہیں اتنا متاثر کیا کہ آپ جہاں جاتے آپ کا ذکر اسی حوالے سے
کرتے تھے۔

حضرت ایوب بن عبداللہ قصاب رضی اللہ عنہ کوفہ میں آتے تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
ہاں شب باشی کرتے اور جب حضرت امام سفر پر جاتے تو آپ ان کے ساتھ شریک سفر ہوتے۔ آپ
فرماتے ہیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دن کو روزہ رکھتے اور قرآن پاک مکمل ختم کرتے، رات کو
نوافل میں کھڑے ہوتے تو ایک قرآن پاک ختم کرتے، آپ کا یہ معمول وفات سے ایک عرصہ پہلے
تک میں دیکھتا رہا ہوں۔

حضرت طلحہ بن سنان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رات
نماز پڑھتے دیکھا۔ ساری رات گزر گئی مگر آپ نے بدن کے کس عضو کو متحرک نہیں فرمایا۔ صرف
آپ کی زبان سے قرآن پاک کی تلاوت ہوتی، آپ قرآن پاک ختم کر کے رکوع و سجود کے وقت
متحرک ہوتے۔

ابو اسماعیل فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان، مسعر اور امام ابوحنیفہ، مالک بن مخول
اور زائنا جیسے بلند پایہ حضرات کو دیکھا، مگر میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا عبادت گزار
کسی کو نہیں پایا۔ حسن بن طریف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں آپ سے بڑھ کر کوئی عبادت گزار نہیں تھا۔ ابو نعیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب بھی امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ ساری رات قیام کرتے اور قیام کے دوران گریہ و زاری کرتے دیکھا۔

اسحاق بن ابی اسرائیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے علی بن یزید مدنی کو فرماتے سنا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رات کے اور ادتھے آپ ان کا کبھی نغمہ نہ فرماتے۔ رات کو ایک ہی رکعت میں سارا قرآن پاک ختم کرتے۔ دن کو مختلف مسائل پر گفتگو فرماتے، فتویٰ جاری کرتے، عام لوگوں کے مسائل سنتے، دین کے معاملات میں نہایت ذرع اور تقویٰ کا خیال رکھتے۔ میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا فقیہ اور عابد دوسرا کوئی نہیں دیکھا۔

امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ چل رہا تھا، چلتے چلتے ہم ایک کوچہ کے کنارے جا پہنچے دیکھا کہ کچھ لوگ بیٹھے ہیں، امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھوٹے چھوٹے بچوں نے دیکھ کر شور مچانا شروع کر دیا کہ یہ ہیں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ساری رات کھڑے ہو کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں سے شرماتے تھے۔ مگر جب ہم آگے بڑھے تو آپ نے فرمایا، ابو یوسف یہاں کے لوگوں کو ہمارے متعلق جو گمان ہے اس پر ہم پورے نہیں اترتے۔ اسی طرح آپ اپنے آپ کو ظاہر نہ کرتے۔ حمیدی نے اپنے باپ سے یہ بات بیان کی ہے کہ ایک بار امام ابو یوسف، اسعد بن عمرو، ابو داؤد، امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ جارہے تھے جب ہم محلہ بجیلہ میں پہنچے تو بچوں نے شور مچا دیا کہ یہ وہ امام ہیں جو ساری رات عبادت میں گزارتے ہیں۔

بکیر بن معروف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سفر و حضر میں آپ کے بہت قریب رہا ہوں۔ رات کے وقت ان کے مکان پر ہی سوتا، آپ کی یہ عادت تھی کہ آپ اپنے معمولات عبادت کو لوگوں سے پوشیدہ رکھا کرتے تھے۔ میں نے آپ کے علاوہ کوفہ میں کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ دن کو روزہ رکھتا ہو اور رات کو قیام میں گزارتا ہو۔ پھر قیام کے دوران تلاوت قرآن پاک کرتا ہو اور اطاعت الہی میں تسلسل رکھتا ہو۔ تعلیم و تدریس کو عام کرنے والا ہو اور لوگوں کے مشکل مسائل کو حل کرتا ہو۔ یہ ہیں وہ اوصاف جو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

ذات میں پائے جاتے تھے۔ میں ان کی تفصیلات بیان کرنے کے لیے الفاظ نہیں رکھتا۔

حفص بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کپڑے کے کاروبار میں تیس سال تک شراکت دار رہا، آپ اپنی مصروفیات کے باوجود دن رات میں تین قرآن کریم ختم کیا کرتے تھے اور ہر روز صدقہ و خیرات فرماتے۔ آپ نے مزید بتایا کہ آپ کا معمول تھا کہ ایک مہینہ میں تیس قرآن پاک ختم کرتے، شب بھر جاگتے اور ایک رکعت میں کھڑے کھڑے پورا قرآن پاک ختم کر لیتے تھے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ تین دنوں میں ایک قرآن مجید ختم کرتے تھے۔ ہمارے نزدیک یہ دونوں روایات درست ہیں۔ آپ عمر کے ابتدائی حصہ میں دن میں پورا قرآن پاک ختم کرتے تھے مگر جب آپ کو دوسری مصروفیات دینی نے آگھیرا اور آپ عام لوگوں کے مسائل حل کرنے میں زیادہ وقت دینے لگے تو آپ تین دن میں ایک قرآن پاک ختم فرماتے۔ آپ طلباء اور دوسرے حضرات کی تعلیم و تربیت کی وجہ سے سب روز قرآن پاک ختم نہ سکتے تھے۔ اس زمانہ کے ایک فقیہ نے کہا تھا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابتدائی دور میں سخت مجاہدہ کرتے اور عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ رات بھر قیام فرماتے اور پورا قرآن پاک قیام میں ختم کرتے تھے مگر جب آپ کی دوسری علمی مصروفیات زیادہ ہو گئیں تو آپ نے عبادت اور قیام میں کمی کر دی تھی۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں ایک دن امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کوفہ کے ایک محلے سے گزر رہا تھا۔ وہاں بچے کھیل رہے تھے، انہوں نے امام صاحب کو دیکھا تو چلا چلا کر کہنے لگے کہ یہ ہیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ساری رات عبادت کرتے ہیں اور ایک رکعت میں قرآن پاک ختم کر لیتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بچوں سے سنا تو دل میں خیال آیا کہ میرے متعلق بچوں کو یہ گمان ہے اب میں ایسا ہی کروں گا۔ آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی **و یحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا** ☆ پھر مجھے فرمایا، اے ابو یوسف! تم نے ان بچوں کو چلاتے سنا ہے یہ کیا کہہ رہے تھے، انشاء اللہ آج کے بعد میں رات کو نہیں سویا کروں گا اور قیام میں پورا قرآن پاک ختم کیا کروں گا۔

محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیس سال

تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی تھی۔ آپ کے بیٹے حماد بن ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سالہا سال عشاء کی نماز کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی۔

حضرت عبداللہ بن داؤد فرماتے ہیں کہ میں نے کئی راتیں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ گذاریں۔ میں نے ان کی عبادت میں مشغولیت اور دینی امور میں مصروفیت یہاں تک دیکھی کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر ملنے والے فقیہ اور زاہد سے علم اور عبادت میں بڑھ چڑھ کر تھے۔

قاسم بن ابراہیم بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا کہ آپ عام مہینوں میں بیس بار قرآن پاک ختم کرتے مگر رمضان المبارک میں ساٹھ قرآن پاک ختم کرتے تھے۔ پھر دن کو لوگوں کے دینی مسائل حل کرنا اور فتویٰ دینا بھی جاری تھا۔

ابو جعفر رازی رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں نے امام زفر سے پوچھا تھا کہ امام اعظم ایک ماہ میں کتنی بار قرآن پاک ختم کیا کرتے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ آپ ہر ماہ میں تیس قرآن پاک ختم کرتے تھے۔ لیکن رمضان المبارک آتا تو ساٹھ بار قرآن پاک ختم کرتے۔ یہ ابو جعفر عیسیٰ بن ہامان رازی رحمۃ اللہ علیہ حدیث و فقہ میں ”رے“ والوں کے امام تھے۔ آپ کی اکثر روایات کی بنیاد امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت پر ہوتی تھی۔ وہ فرمایا کرتے تھے۔ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر فقہ میں کوئی دوسرا امام نہیں دیکھا۔

نوح بن ابی مریم رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کئی بار ایک رکعت میں پورا قرآن پاک ختم کرتے دیکھا۔ نصر بن حاجب القرشی فرماتے ہیں کہ میرے والد امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوست تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے کئی بار حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر ٹھہرنے کا موقع ملا۔ میں دیکھتا کہ آپ ساری ساری رات نماز میں قیام فرماتے، قرآن پاک ختم کرتے، جب سجدہ کرتے تو مصلیٰ پر ان کے آنسو گرنے لگتے۔ مصلیٰ پر نمی سے یوں محسوس ہوتا کہ بارش برسی ہے۔ یہ واقعہ امام ابو یحییٰ نیشاپوری نے بھی بیان فرمایا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے ساری رات امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز پڑھتے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے

گزر گزاتے دیکھا۔ میں دیکھا کہ آپ کے آنسو مصلیٰ پر بارش کے قطروں کی طرح ٹپک رہے ہیں۔
 فضل بن سوید رضی اللہ عنہ کوفہ سے واپس تشریف لائے تو لوگوں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا، میں ایک عرصہ تک ان کے ساتھ رہا، وہ بے پناہ عبادت گزار اور
 شب زندہ دار ہیں۔ دن کو روزہ رکھتے، رات کو اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے ہو کر قرآن پاک پڑھتے۔
 ابوالماتول رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک عرصہ تک امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کے ساتھ رہا۔ میں نے انہیں راتوں کے وقت تلاوت قرآن پاک کرتے ہی دیکھا اور آپ کے اس
 معمول میں کبھی سستی نہیں تھی۔ ہر رات عشاء سے صبح تک کھڑے تلاوت قرآن پاک کرتے رہتے
 تھے۔

لیث بن خالد کی یہ روایت مشہور ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کے وقت
 بکثرت نماز پڑھتے تھے اور ساری ساری رات قیام فرماتے۔ میں نے ایک رات دیکھا کہ وہ کھڑے ہیں
 اور قرآن پاک کی تلاوت کر رہے ہیں۔ آپ جب الہاکم النکاتر پر پہنچے تو اسے کئی بار تلاوت
 فرمایا، یہ آیت صبح تک دہراتے رہے۔

ابومقاتل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت میں
 ایک لمبا عرصہ رہنے کا موقع ملا، سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہا۔ میں نے آپ سے بڑھ کر عبادت
 گزار نہیں دیکھا۔ یاد رہے کہ ابومقاتل، حفص بن سلم سمرقند کے رہنے والے تھے وہ حضرت امام
 ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ہی سمرقند کے امام تھے۔ آپ نے امام کی صحبت میں ایک
 خاص وقت گزارا اور آپ سے ہی حدیث کی روایت بیان کرتے اور فقہ کے مسائل پر گفتگو کرتے
 تھے۔ وہ خلیفہ عباسی مامون الرشید کے عہد حکومت تک زندہ رہے۔

مامون الرشید جن دنوں خراساں آیا تو اسے ایک واقعہ پیش آیا تو خراسان کے جید علماء کرام
 کو بلا کر اس واقعہ پر گفتگو کی اور اس کا حل طلب کیا تو کوئی بھی عالم دین خلیفہ مامون الرشید کو مطمئن
 نہ کر سکا۔ لوگوں نے کہا اب تو آپ کے مسئلہ کا جواب ابومقاتل رضی اللہ عنہ ہی دے سکتے ہیں، یا کوفہ میں
 ایک امام ابوحنیفہ ہیں۔ خلیفہ نے ایک تیز رفتار قاصد کو سمرقند بھیجا مگر قاصد کے پہنچنے سے پہلے ہی

آپ کا انتقال ہو چکا تھا۔ وہ قاصد ابو مقاتل بلخی کے پاس گیا مگر وہ اتنے ضعیف تھے کہ سفر نہ کر سکتے تھے۔ البتہ آپ نے مامون الرشید کے سوالات کا جواب دیا۔ یہ سوالات مامون الرشید کے ایک نصرانی وزیر نے مرتب کیے تھے۔ خلیفہ نے جب یہ جواب دیکھا تو مطمئن ہو کر امام بلخی کی بڑی تعریف کی۔ ابو مقاتل نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ آپ کے اساتذہ سے بھی احادیث سنی تھیں۔ ان پر ابو ایوب السختیانی، عمرو بن عبید، ہشام بن حسان، سعید بن ابی عروبہ، عمرو بن دینار، مصر کے ہشام بن عروہ اور ان جیسے دوسرے بزرگوں کے نام آتے ہیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)۔

امام نصر سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حفص بن سالم سے عرض کی کہ آپ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے راز داں ہیں۔ ہم حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس میں دن کے وقت بیٹھتے تھے مگر آپ دن رات دونوں اوقات میں آپ کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ ہمیں لوگوں نے بتایا ہے کہ وہ ساری ساری رات نوافل ادا کرتے تھے۔ ہم نے تو انہیں دن کے وقت مسجد میں فرائض ادا کرتے یا لوگوں کے مسائل کا جواب دیتے دیکھا ہے۔ حفص بن سالم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کے وقت چار سو نوافل ادا کرتے تھے اور میں نے انہیں کئی بار یہ نوافل پڑھتے دیکھا ہے۔ مجھے یہ اتفاق بھی ہوا کہ آپ ان نوافل میں سارا قرآن پاک ختم کر دیا کرتے تھے اور کئی بار تو آپ نے پورا قرآن پاک ایک رکعت میں کر ڈالا۔

حفص بن سالم وہی ابن عبد الملک العنکی ہیں جو ابو مقاتل رضی اللہ عنہ کے شریک رہے اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس سے استفادہ کرتے رہے ہیں اور آپ کی احادیث کی روایت کرتے رہے ہیں انہوں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اساتذہ اور مشائخ کا زمانہ بھی پایا تھا اور ان سے استفادہ بھی کیا، آپ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علوم کو ماوراء النہر تک پھیلایا تھا۔

متوکل بن عمران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پورے چار سال گزارے۔ آپ جب عشاء کی نماز پڑھ لیتے تو تھوڑے سے وقت کے لیے اپنے شاگردوں کے حلقے میں تشریف لاتے۔ چند لمحات کیلئے گھر جاتے اور آرام فرماتے۔ پھر جاگ اٹھتے تو صبح تک عبادت میں کھڑے ہو کر پورا قرآن پاک ختم کرتے۔ یہ متوکل بن عمران رضی اللہ عنہ بلخ کے ائمہ میں

سے تھے انہوں نے سارے بلخ کے علاقہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات کو پھیلایا اور آپ کی صحبت سے جو علوم حاصل کیئے ان کی اشاعت میں بڑا حصہ ہے۔

حسن بن محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم جب بھی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو رات کے وقت آپ کو نماز پڑھتے دیکھتے۔ آپ فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معمولات کو جو شخص ایک بار دیکھ لیتا اس کی نظر میں پھر دوسرے فقیہ اور ائمہ نہ جچتے۔ اکثر علماء امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر نگاہ ڈالتے چہرے کی زردی اور آنکھوں کی نمی کو دیکھ کر ان کے لیئے دعا کرتے۔ زرد چہرہ، لاغر جسم اور آنکھوں میں آنسو آپ کی کثرت عبادت کی نشاندہی کرتے تھے۔

حسن بن محمد اللیثی رضی اللہ عنہ اہل بلخ کے امام تھے۔ انہوں نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت اختیار کی اور آپ سے احادیث روایت کیں اور فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ مؤمل بن وہاب فرماتے ہیں کہ میں حسن بن محمد کے پاس مسجد حرام میں حاضر ہوا تو انہوں نے تمام وقت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعات زندگی سناتے گزار دیا۔ افسوس میں آپ سے نہ حدیث کی روایت کر سکا نہ فقہ کی تعلیم حاصل کر سکا اور محروم رہ کر واپس آ گیا۔

محمد بن مروزی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سلم بن سالم سے مکہ میں سنا اور اس پر بہت بڑی جماعت گواہ ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ اے لوگو! وہ علم حاصل کرو جو تمہیں اور مجھے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نصیب ہوا۔ تمہیں بھی انہی کے علم پر التزام ضروری ہے۔ اس لیئے کہ مجھے آپ کی صحبت سے زیادہ اچھی صحبت کہیں نصیب نہ ہوئی۔ لہذا ضروری ہے کہ تم لوگ بھی آپ کی صحبت سے فائدہ اٹھاتے۔ میں نے ان سے بڑھ کر کوئی عبادت گزار نہیں دیکھا۔ اہل مکہ میں سے مجھے ایک شخص نے بتایا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مکہ مکرمہ میں آتے تو میرے ہاں قیام فرماتے۔ ایک بار تشریف لائے تو مسلسل چھ ماہ میرے پاس ٹھہرے۔ میں نے دیکھا کہ ایک عرصہ میں وہ ہمیشہ قیام فرماتے اور قرآن پاک کی تلاوت میں مصروف رہتے۔ اگر تھکاوٹ کا احساس ہوتا تو لیٹنے کی بجائے طواف میں مصروف ہو جاتے۔

سلم بن سالم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے زندگی میں بڑے بڑے مشائخ سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے

لیکن میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ آپ کے دل میں امت محمدیہ ﷺ کا بے حد احترام تھا۔ آپ کا قول و فعل ایک جیسا تھا۔ یہ سلم بن سالم اہل بلخ کے امام تھے اور انہیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت میں رہنے کا بہت موقع ملا تھا۔ آپ ابو مطیع اور ابو مقاتل کے تلامذہ میں سے تھے۔ ابو مطیع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کعبتہ اللہ جب بھی گیا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قیام کرتے دیکھا یا طواف کرتے پایا۔ میں نے آپ کو عبادت کرتے ہی دیکھا اور فقہی مسائل کو حل کرتے بھی سنا۔ میں ان کے پاس کوفہ میں بھی رہا مگر میں نے آپ سے بڑھ کر زاہد، عابد اور فقیہ کوئی دوسرا شخص نہیں دیکھا۔

ابو غیاث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کو قیام کرتے اور سارا قرآن پاک ختم کرتے۔ ابو حفص اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں سنا کرتا تھا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساری رات میں پورا قرآن پاک ختم کرتے ہیں، مجھے خیال آیا کہ میں انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھوں، میں آپ کی مسجد میں پہنچا۔ دس راتیں متواتر وہاں ہی رہا اور یہ اہتمام کرتا کہ آپ کو دیکھتا رہوں۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ عشاء کی نماز پڑھ کر فوراً گھر تشریف لے جاتے، کچھ وقت گزارتے پھر واپس مسجد میں تشریف لے آتے، وہ گھر سے نہایت عمدہ لباس پہن کر واپس آتے جو عطر و خوشبو سے بسا ہوتا۔ مسجد میں داخل ہو کر پہلے دو رکعت نفل ادا کرتے۔ پھر اٹھتے تو پہلی رکعت میں اتنا قیام فرماتے کہ پورا قرآن پاک ختم کر لیتے۔ دوسری رکعت میں صرف سورہ فاتحہ اور قل تلاوت کرتے اور اس طرح دو نفل مکمل کر لیتے۔ اس کے بعد پھر گھر چلے جاتے۔ فجر کی نماز کے لیے دوبارہ آتے اور عام لوگوں کو یہ تاثر دیتے کہ وہ ساری رات گھر رہے ہیں۔ مگر میں آپ کے اس معمول کو مسلسل دیکھتا رہا۔

ابو سحر مقصی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمسائیگی میں تین سال گزارے ہیں۔ میں نے رات کے وقت آپ کو نماز میں قرأت ادا کرتے اپنے کانوں سے سنا اور دن کو آپ کو اپنے شاگردوں کے حلقہ میں حدیث اور فقہ کے مسائل بیان کرتے دیکھا۔ میں حیران ہوتا کہ آپ اپنے دنیاوی معمولات کے لیے کونسا وقت نکالتے ہیں۔

ابو رجا ہروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آتے تو ہمارے ہاں بھی تشریف لاتے، وہ ہمارے پاس چھ ماہ ٹھہرے۔ میں نے انہیں رات کو کبھی سوتے نہیں دیکھا۔ یہ ابو رجاء رضی اللہ عنہ وہی بزرگ ہیں جو اہل ہرات کے امام تھے اور ابو عبد اللہ بن واقد کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ ایک عرصہ تک امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت میں رہے۔ آپ سے فقہ پڑھی اور دوسرے علوم حاصل کر کے اپنے گھر لوٹے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب حسن بن عمارہ رحمۃ اللہ علیہ غسل کرواتے تو یہ ابو رجاء ہروی آپ کے لیے پانی تیار کر کے لاتے تھے۔

ابو اسحاق خوارزمی رحمۃ اللہ علیہ خوارزم کے قاضی تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک دن مسعر بن کدام رضی اللہ عنہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درسگاہ کے پاس سے گزرے، آپ تھوڑی دیر ٹھہر گئے، آپ نے فرمایا، یہ لوگ شہدا، عبادت گزاروں اور تہجد گزاروں سے افضل ہیں۔ یہی حضرات سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احیاء کے لیے کوشاں ہیں۔ جاہلوں کو جمالت کے اندھیروں سے نکالتے ہیں، یہ افضل الناس ہیں۔ آپ حضرت کے شاگردوں کے حلقہ میں جا بیٹھتے اور فرماتے، اے ہمارے امام کے یارو! تم لوگ اپنے شیخ کے ساتھ تعاون کرو۔ وہ رات بھر جاگتے ہیں، پھر تمہارے پاس آکر مسائل بیان کرتے ہیں۔ میں نے کل رات انہیں ساری رات قیام میں قرآن پاک پڑھتے دیکھا۔

ذنبنا

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعض اوقات باتوں باتوں میں ربنا اننا آمنا فاغفر لنا و کفرنا سیئاتنا و توفنا مع الابرار ☆ پڑھ لیتے۔ کبھی کبھی یہ دعا نوافل کے بعد بھی پڑھ لیتے، سحری کے وقت استغفار پڑھتے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے۔

حضرت ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ مجھے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا تو رات کو آپ کی عبادت اور دن کو فقہ کی تعلیم ہوتی۔ عبادت اور تعلیم میں ہر ایک چیز بڑھ چڑھ کر تھی۔

مکی بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ کا ایک ہمسایہ بڑا عالی شیعہ تھا۔ وہ اپنے دوستوں کو کہا کرتا کہ اگرچہ میں عقیدے کے لحاظ سے امام ابو حنیفہ سے اختلاف رکھتا ہوں مگر میں ان سے بات کرنے اور ملاقات کرنے سے نہیں رکتا۔ میں نے چالیس سال تک امام کو

دیکھا کہ آپ ہمیشہ حق بات کرتے، پھر میرے گھر اور آپ کے گھر کے درمیان ایک دیوار حائل تھی۔ امام صاحب ہر رات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قیام فرماتے اور ایک رات میں قرآن کا ساتواں حصہ پڑھتے۔ پھر مختلف دعائیں اور استغفار پڑھتے۔ میں ان کے رونے اور گریہ کرنے کی آواز سنتا۔ امام مکی رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی حدیث سنتے تو اسے زبانی یاد کر لیتے تھے۔ وہ لوگوں میں بیٹھتے تو لوگ آپ کو حضرت امام کے شیعہ ہمسایہ کا واقعہ سنانے کو کہتے۔ آپ اس شیعہ کی زبان سے اعتراف کمالات کو بیان فرمایا کرتے تھے۔ امام مکی کو حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فقہ کی تعلیم کے لیے اپنے پاس کوفہ میں رکھا ہوا تھا۔ وہ جب تک بصرہ نہیں چلے گئے آپ کے زیر تعلیم رہے۔

ابن جمیل مکہ مکرمہ میں رہتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص سے پوچھا کہ تمہارے اس مبارک شہر میں لاکھوں حضرات آتے ہیں ان میں عام خاص ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں مجھے ان سب میں سے کسی ایسے شخص کی بات سناؤ جو سب سے زیادہ عبادت گزار ہو۔ اس شخص نے بتایا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساری رات نفل پڑھتے ہیں اور اگر تھک جاتے تو طواف کرتے تھے۔ دن کے وقت وہ لوگوں کے دینی مسائل حل فرمایا کرتے تھے۔ میں نے ان سے بڑھ کر کوئی شخص نہیں دیکھا جو اتنا عبادت گزار ہو اور مسائل پر بھی راہنمائی کرتا ہو۔

محمد بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگوں کا طریقہ تھا کہ اپنی بچیوں کی شادی اہل کوفہ سے کیا کرتے تھے۔ ان دنوں کوفہ ایک خوشحال اور امیر شہر تھا اور یہاں کے لوگ بڑی آرام کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ ایسی لڑکی کا شوہر چند دنوں بعد اس کے لیے ایک کنیز خرید لاتا اور اس کو خدمت پر مامور کر دیتا۔ مگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ایسے شخص تھے جن کے گھرنہ کوئی کنیز تھی نہ خادمہ اور نہ آپ کسی عورت کو خدمت کے لیے گھر میں رکھتے۔ آپ کے ہمسایوں کا کہنا ہے کہ وہ گھر کے کام کاج خود کرتے، رات کو عبادت میں کھڑے رہتے اور دن کے وقت شاگردوں کے حلقہ میں مسائل فقہ بیان فرمایا کرتے۔

ابوالاحوص رحمۃ اللہ علیہ قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا جاتا کہ آپ تین دنوں کے بعد فوت ہو جائیں گے آپ اس فضول بات پر توجہ نہ فرماتے۔ کیونکہ ان کے

نیک اعمال موت کے خوف سے بے نیاز تھے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شہر کے اکثر فقہا اپنی نمازیں کوفہ کی جامع مسجد میں ادا کیا کرتے تھے وہ سحر ہوتے ہی جامع مسجد میں جا پہنچتے۔ مگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی رات کی عبادت کی جگہ سے ہٹ کر ان کے آنے سے پہلے ہی نماز ادا کر لیتے تاکہ انہیں ان کی شب بیداری کا علم نہ ہو سکے۔ مسعر ایک ایسے فقیہ تھے جو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غیبت کرنے پر بدنام تھے وہ آپ سے حسد بھی کرتے اور آپ کی غیبت بھی کرتے اور لوگوں کو بھی غیبت کرنے پر آمادہ کرتے تھے۔ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک رات مسعر حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریب سے گزرے تو آپ سجدے میں پڑے تھے۔ مسعر نے چند بھاری پتھر اٹھا کر آپ کی قمیص کے دامن میں رکھ دیئے جس کا امام صاحب کو علم نہ ہوا۔ مسعر کی خواہش تھی کہ دیکھے بھلا آپ کی عبادت میں محویت کا کیا انداز ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساری رات کھڑے رہے۔ مگر آپ کو ان پتھروں کا علم نہ ہوا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ فقیہ کے لیئے ضروری ہے کہ وہ ایسا عمل کرے کہ عام لوگوں کو اس بات کا علم نہ ہو تاکہ اس کے عمل پر ریاکاری کا دخل نہ ہو۔ مزید فرماتے ہیں کہ جب نیند کا غلبہ ہو تو عبادت گزار کو چاہئے کہ تازہ وضو کر لیا کرے۔

مسعر یہ حرکت کرنے کے بعد مسجد میں آیا اور اذان دینے لگا۔ اذان دے کر دوبارہ امام صاحب کے نزدیک گیا وہ حیران رہ گیا کہ حضرت امام ابھی تک سجدے میں پڑے ہیں، اللہ کی بارگاہ میں زار و قطار رو رہے تھے اور اس کے رکھے ہوئے پتھر ابھی تک آپ کی قمیص کے دامن میں پڑے ہوئے تھے۔ اب آپ اٹھے دو رکعت نفل ادا کیئے۔ فجر کی سنتیں ادا کیں۔ پھر فجر کی نماز کے لیئے آپ جماعت میں کھڑے ہوئے۔ اس طرح مسعر نے دیکھا کہ آپ نے عشاء کی نماز کے وضو سے صبح کی نماز ادا کی۔ مسعر اپنی حرکت پر شرمندہ تھا۔ اپنے دوستوں کو لے کر دن کے وقت حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور ندامت کا اظہار کرتے ہوئے معذرت کی اور معافی کی درخواست کی اور عرض کی کہ آپ مجھے اپنے حلقہ تدریس میں داخل فرمائیں۔ آپ نے فرمایا، جاہل لوگ میرے خلاف شکوہ و غیبت کرتے ہیں وہ نادانف اور نادان ہیں۔ وہ تو میرے حلقہ میں داخل ہو سکتے ہیں مگر جو علماء اور دانشور دیدۂ دانستہ غیبت کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں انہیں میرے حلقہ میں داخل ہونے کا کوئی

فائدہ نہیں۔ ایسے علماء جب تک سچے دل سے توبہ نہ کر لیں انہیں کوئی فائدہ نہیں۔ میری تعلیم و تدریس ان کے حلق میں رہ جاتی ہے۔ آپ نے چونکہ مجھے معافی کا کہا ہے میں نے آپ کو معاف کر دیا ہے مگر آپ اللہ کے ہاں ضرور جواب دہ ہوں گے کہ اس نے تمہیں علم دیا مگر تم اللہ و رسول ﷺ کے احکام کے خلاف غیبت کا ارتکاب کرتے رہے ہو۔ حضرت امام کی یہ بات سن کر مسعر نے سچے دل سے توبہ کی اور آئندہ کے لیے اپنے رویہ سے رک گئے۔

امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس دن کے بعد دونوں حضرات (امام ابوحنیفہ اور مسعر بن کدام) بڑے اچھے انداز میں رہتے رہے اور کسی کو کسی کے خلاف شکایت نہ رہی اور تادم زندگی شیر و شکر رہے۔

عبدالمجید بن ابی رواد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک عرصہ تک مکہ مکرمہ میں رہا مگر میں نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا زاہد، عابد، طواف کرنے والا اور حدیث کی تعلیم دینے والا کوئی نہیں دیکھا۔ آپ رات دن اللہ کی رضا میں مصروف رہتے اور اپنے نفس کے لیے طلب آخرت کرتے تھے۔ آپ نے تعلیم کا جو سلسلہ جاری کیا اس سے ہزاروں شاگرد اور طلبہ فیضیاب ہو کر دنیائے اسلام کے گوشے گوشے تک پہنچے۔ ایک بار میں نے دیکھا کہ آپ نے متواتر دس دن اور دس راتیں عبادت، تعلیم اور تدریس میں گزار دیئے۔ نہ انہوں نے نیند کی نہ فارغ وقت بیٹھے۔ نماز، طواف اور فقہ کی تعلیم میں مشغول رہے۔

حضرت جمانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک سال تک حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں رہا۔ میں نے انہیں دن کو روزہ سے اور رات کو قیام و عبادت میں ہی دیکھا۔ آپ نے غیر کے مال سے کبھی ایک لقمہ بھی نہیں چکھا۔ آپ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کرتے۔ طلوع فجر اول تک پورا قرآن ختم کر لیتے۔ اس طرح ساری رات اللہ کی عبادت میں گزار دیتے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی زندگی میں اعمش سے ملا ہوں۔ مجھے مسعر بن کدام کے ساتھ رہنے کا موقع ملا ہے۔ میں حمزہ زیات اور مالک بن مخول کے ساتھ رہا ہوں۔ اسرائیل اور عمرو بن ثابت کی صحبت اختیار کی۔ شریک اور ایسے دوسرے بلند مرتبہ علماء اور ائمہ کے

ساتھ وقت گزارا ہے اور اتنے علما کرام سے ملاقات کی ہے جس کی تعداد نہیں بتا سکتا۔ میں نے ان کے ساتھ نمازیں ادا کیں ہیں۔ ان کے ساتھ راتیں بسر کی ہیں، مگر میں نے ساری زندگی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر شب بیدار نہیں دیکھا۔ آپ نماز شروع کرتے تو پہلے اللہ سے دعا کرتے اور گڑگڑا کر زاری کرتے، پھر قیام فرماتے اسی طرح ساری رات گذر جاتی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صحیح معنوں میں اللہ سے ڈرنے والے تھے۔

ابوبکر بن عبد فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز پڑھتے دیکھا۔ آپ نماز میں رو رہے تھے اور دعائیں کر رہے تھے۔ یہ الفاظ ابھی تک مجھے یاد ہیں آپ فرماتے۔ رب ارحمنی یوم تبعث عبادک وقنی عذابک و اغفر لی ذنوبی یوم یقوم الاشهاد ○ ”اے پروردگار! مجھ پر رحم فرما۔ جب تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا تو مجھے عذاب سے بچا اور میرے گناہ بخش دے جس دن گواہی دینے والے آئیں گے تو اپنی رحمت سے مجھے معاف فرما۔“

سلم بن جناہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں جن دنوں کوفہ کی مسجد میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درس میں پڑھا کرتا تھا آپ کے پاس ایک تسبیح تھی جس میں چار سو دانے تھے آپ حلقہ درس میں تشریف لانے سے پہلے ان پر استغفار پڑھا کرتے تھے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما کے تقویٰ کی چند مثالیں

امام زفر رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کرتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ مجھے ایک دن امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے پچاس سال تک کچا پیاز اور لہسن نہیں کھایا۔ یحییٰ بن آدم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پچاس حج کیئے تھے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اگر کوئی خاتون مسئلہ پوچھنے آتی تو آپ مسجد کے ستون کی آڑ میں چلے جاتے اور اس کی بات سنتے اور مسئلہ بتا کر پھر مسند ارشاد پر تشریف فرما ہوتے اور شاگردوں کو بتاتے کہ اس عورت نے فلاں فلاں مسئلہ پوچھا تھا۔ پھر آپ فرماتے میں ستون کی آڑ میں اس لیے چلا جاتا ہوں کہ میری نگاہ اس عورت کے چہرے پر بھی نہ پڑے اجنبی عورت کو دیکھنا نظر کا زنا ہے۔ اس سے بچنا چاہئے۔

حفص بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ نماز سے فارغ ہوئے تو مسجد کی مغرب کی دیوار کے ساتھ بیٹھے رہے۔ ایک شخص آپ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ کیا آپ محراب میں کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے کو جائز سمجھتے ہیں حالانکہ اس میں تصویریں ہوتی ہیں؟ آپ نے فرمایا، میں اس مسجد میں پینتالیس سال سے نماز پڑھ رہا ہوں۔ مگر مجھے محراب میں کوئی تصویر نظر نہیں آئی۔ تاہم آپ نے حکم دیا کہ ایسے نقش و نگار جنہیں دیکھ کر کسی جاندار کی تصویر کا شبہ ہوتا ہے انہیں مٹا دیا جائے۔ پھر اس شخص نے کہا کہ اس مسجد کی چھت کتنی خوبصورت ہے آپ نے فرمایا، میں نے چالیس سال سے کبھی چھت پر نظر نہیں ڈالی۔ (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہمیشہ نیچی نگاہوں سے مسجد میں داخل ہوتے اور گردن جھکائے باہر چلے جاتے۔)

عمرو بن الولید فرماتے ہیں کہ میں نے کئی بار دیکھا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشاء کی نماز کے بعد چار رکعت نفل ادا کرتے، پھر بیٹھ کر سائلوں کے سوالات کا جواب دیتے۔ بعض مسائل کی وضاحت کرتے ہوئے اجتہاد فرماتے اور مسئلہ بیان کرنے کے بعد دعا دیتے اور دوستوں کے لیے اللہ کی رحمت اور برکت کی تمنا کرتے اور شاگردوں کو کہتے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے سینوں کو علم کے نور سے منور فرمائے۔ بعض شاگرد آپ کے ساتھ نوافل میں کھڑے ہو جاتے اور ساری رات نفل پڑھتے پھر تہجد کی نماز ادا کرتے، یہاں تک کی صبح کی نماز کی جماعت کھڑی ہو جاتی تو اس نماز کو ادا کرتے۔ آپ کے شاگرد ایک حلقہ بنا لیتے تو آپ انہیں پڑھاتے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر ایک شاگرد کو پوری توجہ دیتے۔

سیدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے ملاقات

ایک مستند اور ثقہ راوی نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب پر گفتگو کی ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ سیدنا موسیٰ بن امام کاظم بن امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہلی بار دیکھا تو آپ نے فرمایا، کیا تم ہی ابوحنیفہ ہو؟ عرض کی کہ حضور مجھے ہی نعمان بن ثابت کہتے ہیں۔ اس پر آپ نے امام موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا

حضور آپ نے مجھے کیسے پہچانا۔ آپ نے فرمایا، میں نے قرآن پاک میں پڑھا ہے سیماہم فی وجوہم من اثر السجود ☆ اس کی روشنی میں آپ کو پہچان لیا۔

زندگی میں ایک بار قتمہ مارا

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں کہ میں ساری عمر میں صرف ایک بار ہنسا ہوں اور اب تک اس پر تادم ہوں اور ساری عمر تادم رہوں گا۔ ہوا یوں کہ ایک بار عمرو بن عبید سے مناظرہ تھا۔ میں نے ایک موقع پر محسوس کیا کہ میں نے مناظرہ جیت لیا ہے۔ میں اس زور سے ہنسا کہ میرے مد مقابل نے کہا، ابوحنیفہ! یہ ہنسی کیسی؟ شرعی مسائل میں قتمہ لگانا اچھا نہیں۔ میں ایسے مناظرے بات کرنا بھی پسند نہیں کرتا۔ چنانچہ اس دن کے بعد عمرو بن عبید نے مجھ سے بات نہ کی۔ مجھے اپنی اس حرکت پر ہمیشہ ندامت رہی۔ (یہ بات غیرت ایمانی اور عالمانہ وقار کی مثال ہے۔ آج کے مناظرہ باز اور وعظ فروش اپنے امام کی مثال کو سامنے رکھیں۔)

بہت سی کتابوں میں یہ واقعہ موجود ہے کہ آپ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی۔ آپ کا وصال ہوا تو آپ کے ہمسائے کی ایک بچی نے اپنے باپ سے پوچھا۔ وہ ستون کدھر گیا جسے میں ہمسائے کی چھت پر کھڑا دیکھا کرتی تھی۔ باپ نے بتایا، بیٹی وہ ستون نہیں تھا وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جو رات بھر کھڑے ہو کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ یہ قصیدہ آپ کی شان میں ہے۔

و لیل ابی حنیفة للعبادہ
ومنها خروا سطة القلادہ
ولیس لیوم درسہم افادہ
ولیس لباب سحتہم عضادہ

نہار ابی حنیفة للافادہ
قلادہ عابدی الغبراء تبت
فلیس لللیل طاعتہم نظام
وما لبناء صومہم اساس

من التقوی فتم له السعاده
فاطعم عينه شوک القتاده
بسورتها وقد سلبت رقاده
لطاغته و خداه الوساده
وللاخ فی الهدی ساس المقاده

وزین جسم فتیاه بروح
و ناظره قتاده فی صباه
و سورة زلزلت قد زلزلته
و ورع نومه خمسين عامًا
على اعدی العدی ارن حرون

وكان ابا الافادة للبرایا
فما سامته آباء الولاده

(ترجمہ) امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دن لوگوں کو فائدہ پہنچانے میں گزرتے اور راتیں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں بسر ہوتی تھیں۔ تمام عبادت گزار تھک کر بیٹھ جاتے اور وہ ایک ایک کر کے چلے جاتے۔ (ان کے گلے کے ہار کٹ جاتے اور ان کی تسبیح کے دانے ایک ایک کر کے گر جاتے) ان لوگوں کی شب بیداری اور عبادت کا کوئی نظام نہیں تھا اور نہ دن کے وقت وہ درس و تدریس سے فیض رسائی کرتے تھے۔ ان کے روزے کی کوئی بنیاد نہ تھی۔ اور نہ ہی ان کی افطاری کا کوئی انداز تھا۔ ہاں اس نوجواں (امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا جسم اور روح تقویٰ کے زیور سے مزین تھے۔ وہاں صرف سعادت اور سعادت ہی تھی۔ بچپن میں ان سے قتادہ نے مناظرہ کیا تو اسے لاجواب کر دیا۔ جب آپ سورہ الزلزال پڑھتے تو آپ کے اندر ایک لرزہ برپا ہو جاتا اور آپ کی نیندیں سلب ہو جاتیں۔ آپ نے پچاس سال تک مسلسل عبادت کی۔ نیند کو نزدیک نہ آنے دیا۔ اور چہرے کو کبھی تکیہ کا سہارا نہ دیا۔ آپ کے ہاتھ میں دشمنوں کے لیے ایک شمشیر براں تھی۔ اور دوستوں کے لیے نرم و نازک انداز ہدایت تھا۔ آپ تمام مخلوق کے لیے فائدہ پہنچانے والے داتا تھے۔ آپ کے خاندان کا کوئی فرد آپ کے مناقب میں سہیم و شریک نہ ہو سکا۔



چودھواں باب

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما سے عوام الناس کا استفادہ

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس فراخدلی سے عوام کی خدمت کی اس کی مثال نہیں ملتی۔ آپ سخاوت اور مروت کی ایک ایسی کان تھے کہ ہر شخص آپ سے استفادہ کرتا۔

دوست کو نصیحت

حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک پرانے دوست کو دیکھا کہ وہ پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ہے۔ آپ نے اسے بلا کر اپنے پاس بٹھالیا، جب لوگ چلے گئے تو آپ نے اسے فرمایا میرے مصلے کے نیچے درہم و دینار پڑے ہیں اسے اٹھا کر جس قدر چاہے لے لو۔ اس نے مصلیٰ اٹھالیا تو ایک ہزار درہم پڑے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا یہ سارے لے جاؤ اور اپنا لباس اور رہن سہن درست کرلو۔ اس نے کہا حضور خدا کے فضل سے میں خوشحال اور مالدار آدمی ہوں مجھے کسی چیز کی کمی نہیں ہے، میرے پاس سب کچھ ہے، میں محتاج تو نہیں ہوں۔ آپ نے فرمایا تم نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث نہیں پڑھی کہ ”اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنی نعمتوں کے اثرات دیکھنا چاہتا ہے۔“ تم اپنی حالت بدلو تاکہ تمہیں دیکھ کر تمہارے دوست مغموم نہ ہوں اور تمہاری خوشحالی سے انہیں خوشی ہو۔

بیٹے کے استاد کی خدمت

اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ (آپ کے پوتے) فرماتے ہیں کہ جب آپ کے صاحبزادے حماد نے علمی مراحل سے فراغت پائی تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے استاد

کو پانچ سو درہم پیش کیئے۔ ”مناقب مہمیری“ کے آخری صفحہ پر لکھا ہے کہ آپ کے صاحبزادے نے سورہ فاتحہ ختم کی تو آپ نے اس استاد کو پانچ سو درہم نذرانہ دیا۔ امام زرنجری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے کے استاد کو سورہ فاتحہ کے اختتام پر ایک ہزار درہم نذرانہ دیا تھا۔ کتاب ”الکامل“ میں لکھا ہے کہ اتنی خطیر رقم دیکھ کر استاد نے کہا حضور میں نے کونسا اتنا بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے کہ آپ اتنی رقم کا نذرانہ دے رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا، آپ نے میرے بیٹے کو جو دولت عنایت کی ہے اس کے سامنے یہ نذرانہ تو بہت حقیر ہے۔ بخدا! اگر میرے پاس اس سے زیادہ ہوتا تو وہ بھی پیش کرتا۔

دوست کا قرض ادا کر دیا

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے استاد امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب کوئی سوال کرتا اور جتنا طلب کرتا آپ اتنا روپیہ عنایت کر دیتے، اس میں کمی نہ فرماتے تھے۔ ایک بار آپ کے پاس ایک ایسا شخص آیا جس نے عرض کی کہ میں نے کسی کے پانچ سو درہم قرض دینا ہے، میں تنگ دست ہوں، قرضہ کی ادائیگی سے قاصر ہوں، آپ سفارش کریں کہ میرا قرض دار کچھ دنوں کی مجھے مہلت دے تاکہ میں اس کی ادائیگی کا بندوبست کر سکوں۔ آپ نے اسے بلا کر مہلت کے لیے کہا۔ اس نے کہا، حضور! آپ اس کے لیے مہلت مانگتے ہیں، میں آپ کی وجہ سے اس کا سارا قرض معاف کرتا ہوں۔ مقروض نے کہا میرا قرض معاف نہ کریں صرف چند روز کی مہلت دے دیں۔ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تجھے ضرورت نہیں مگر تیرا قرض ادا کرنے کی مجھے ضرورت ہے جاؤ آج سے قرضہ ادا ہو گیا ہے۔

راہ گیروں پر مروت

بعض ناواقف لوگوں کی عادت تھی کہ آپ کی مجلس کے پاس سے گزرتے تو آپ کے پاس چند لمحوں کے لیے بیٹھ جاتے۔ انہیں آپ کی مجلس سے کسی فائدے کی غرض نہ ہوتی تھی، صرف چلتے چلتے ستانے کے لیے بیٹھ جاتے۔ وہ اٹھنے لگتے تو آپ ان کی ضرورت کے متعلق دریافت

کرتے۔ اگر ان میں سے کوئی بھوکا ہوتا تو اسے کھانا کھلاتے۔ اگر بیمار ہوتا تو علاج کے لیے روپے دیتے۔ اگر اسے علاج کی ضرورت ہوتی تو خود طبیب کے پاس لے جاتے اور دوائی لے کر اس کے گھر پہنچاتے۔ آپ کے پاس چند لحات گزارنے والے بھی آپ کی مروت سے محروم نہ جاتے۔

احباب کی خدمت

ولید بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نعمان بن ثابت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ریشمی کپڑوں کی خرید و فروخت کیا کرتے تھے۔ اپنے احباب و اصحاب کی خدمت کرتے اور ان کی ضروریات کا خود خیال رکھتے اور بڑھ کر امداد اور تعاون فرماتے تھے اور جس چیز کی ضرورت ہوتی خود معلوم کرتے اور انہیں پہنچاتے۔ اگر کوئی ہمسایہ بیمار ہوتا تو اس کی عیادت کے لیے خود جاتے۔ اگر کوئی مرجاتا تو اس کے جنازے میں شرکت کرتے۔ اگر کوئی مجبوری ہوتی تو اپنا نمائندہ بھیجتے۔ آپ کے احباب میں سے کوئی ضرورت مند ہوتا تو آپ اس کی ضرورت کا خیال رکھتے۔ آپ اپنے وقت کے ایک کریم النفس اور اچھی طبیعت کے مالک تھے۔

احباب کو تحفہ

زیاد ابن الحسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے والد نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک قیمتی رومال بطور تحفہ بھیجا۔ اس کی قیمت تین درہم تھی، آپ نے اسے بخوشی قبول کر لیا۔ مگر چند دنوں بعد آپ نے ایک نہایت ہی نفیس ریشمی کپڑا بھیجا اور تحفہ برائے تحفہ کا حق ادا کر دیا۔ اس کپڑے کی قیمت پچاس درہم تھی۔

عبید اللہ بن عمہ الرقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک ایسا بڑا بطور تحفہ بھیجا جو سارے کوفہ میں نہیں ملتا تھا۔ آپ نے اس کے بدلے انہیں ایسے نفیس ریشمی کپڑے بھیجے جو سارے عراق میں کہیں نہ ملتے تھے۔

یوسف بن خالد السمتی رحمۃ اللہ علیہ ایک طویل واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں بصرہ سے کوفہ آیا تو حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ایک حاجی

نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک ہزار جوتے بطور ہدیہ بھیجے، وہ جوتے بڑے قیمتی تھے۔ آپ نے اپنے احباب اور شاگردوں میں تقسیم کر دیئے۔ میں نے دیکھا کہ دو تین روز بعد حضرت امام ابوحنیفہ اپنے بیٹے کے لیے بازار سے جوتا خرید رہے ہیں۔ میں نے عرض کی حضور! آپ کے پاس تو ہزار جوتے آئے تھے آپ پھر بھی بازار سے خریداری کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا، ہدیہ اور تحفہ کے متعلق ہمارا طریق کار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پر عمل کرنا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”ہدیہ خواہ کتنا ہو اسے قبول کر لو مگر اس کا بدلہ ضرور دو۔ ہدیہ اور تحفہ میں اپنے احباب کو حصہ ضرور دیا کرو۔“ میرے جتنے احباب اور شاگرد جہاں جہاں بھی تھے ایک ہزار جوتوں کے ہدیہ میں میرے شریک ہیں لہذا میں نے ان پر تقسیم کر دیئے ہیں میں اسے تنہا رکھنا گوارا نہیں کرتا تھا، چند احباب رہ گئے تھے میں نے انہیں اپنا حصہ اور اپنے بیٹے کا حصہ بھی دے دیا۔ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کی روشنی میں ہدیہ قبول بھی کر لیا۔ اپنے احباب کو شریک بھی کر لیا اور اب ضرورت کے لیے خریداری بھی کر رہا ہوں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے، کوئی دعوت دیتا تو رد نہ فرماتے۔ ہدیہ کا احسن بدلہ عنایت فرمایا کرتے۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے فرمان کی مجسم تفسیر ہوتے۔ انا حنیتم بتحیة فحیوا باحسن منها اولیٰ پھر فرمایا ولا تقسوا الفضل بینکم ☆

سفر میں مروت

عبداللہ بن بکر سہمی فرماتے ہیں کہ میں مکہ کے سفر میں تھا۔ میرا ساربان (جمال) سے جھگڑا ہو گیا۔ وہ مجھے کھینچ کر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ہمارے قافلہ میں شریک سفر تھے لے گیا، ہم دونوں نے اپنا اپنا موقف پیش کیا، آپ نے دونوں کا بیان سنا۔ پھر فرمایا، اگر میں تم لوگوں کے سوالات کا جواب دینے لگوں تو جھگڑا بڑھ جائے گا اس سے تمہیں کچھ فائدہ نہ ہوگا بلکہ نقصان ہوگا۔ اب آپ نے جمال (اونٹ والے) کو کہا آپ مجھے بتاؤ تمہارے کتنے درہم بنتے ہیں؟ اس نے کہا چالیس درہم۔ آپ نے فرمایا، تم لوگ حرمین کے سفر میں ہو مگر ایک دوسرے سے مروت کا جذبہ اٹھ گیا ہے۔ مجھے تو شرم محسوس ہوتی ہے یہ کہہ کر آپ نے چالیس درہم نکال کر اس جمال کو دے دیئے۔

اسحاق بن ابی اسرائیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے باپ کا بیان ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت ہی سخی دل تھے اور اپنے احباب و اصحاب کی ضرورتوں کا خیال رکھتے اور بلا کہے ان کی تکالیف میں ہاتھ بٹاتے تھے۔ عید کے دن نہ آتے تو خود پہنچ کر ان کی امداد کرتے اور امراء احباب کو ان کی حیثیت کے مطابق تحائف بھیجتے۔ جسے نکاح کی ضرورت ہوتی اس کے لیے نکاح کا بندوبست کرتے اور ذاتی طور اپنی جیب سے خرچ کر کے ان کے لیے آسانیاں مہیا کرتے۔ آپ بہت پرہیزگار تھے، روزہ دار تھے اور شب بیدار بھی، رات بھر تلاوت کلام پاک کرتے اور دن کو فقہ کے مسائل سے لوگوں کی راہنمائی فرماتے۔ قرآن پاک اور حدیث کے مسائل کو بیان کرنے میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ مگر دوسری طرف عملی طور پر سخاوت اور مروت کی ایک مثال تھے۔

عبدالرحمن الدوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے صاحبزادہ حماد سے فرمایا کرتے کہ ہر روز دس درہم کی روٹیاں خرید کر ان غرباء ہمسایوں میں تقسیم کیا کرو جو ہاتھ نہیں پھیلا سکتے۔ پھر بازار میں ان فقیروں میں تقسیم کیا کرو جنہیں کوئی بھی نہیں پوچھتا، جو بھوکا دروازے پر آجائے اسے کھانا ضرور کھلاؤ۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے اہل و عیال کی کفالت

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کسی کو سخی نہیں دیکھا۔ میں نے ایک دن جرات کر کے آپ کے سامنے کہہ دیا کہ میں نے آپ جیسا سخی کوئی نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا کاش تم میرے استاد کو دیکھ لیتے وہ بہت بڑے سخی تھے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ محمود اور مرغوب عادات کے مالک تھے اور اوصاف و کمالات کے جامع تھے۔ میں نے ساری عمر میں آپ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔ وہ میرے اہل و عیال کی دس سال تک متواتر کفالت فرماتے رہے۔ حسن بن مطیع فرماتے ہیں کہ حسین بن سلیمان اپنے وقت کے بڑے شیخ اور جلیل القدر بزرگ تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کوئی سخی نہیں دیکھا۔ آپ تمام احباب، شاگرد اور احباب کی ضرورتوں کا خیال کرتے تھے۔ اکثر احباب کو ہر ماہ وظیفہ دیتے یہ مقررہ وظائف آپ کی عام

سخاوت کے علاوہ تھے۔

نادم قرض خواہ کو معاف کر دیا

شیخ بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کوفہ کے ایک بازار سے گذر رہا تھا۔ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک دوست کی بیمار پرسی کے لیے جارہے تھے۔ سامنے ایک آدمی آتا دکھائی دیا مگر وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر راستہ بدل کر فوراً منہ چھپا کر ایک طرف ہو گیا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے دیکھ لیا اور اس کا نام لے کر بلایا۔ تم اس راستہ پر چلتے آؤ، ادھر ادھر جانے کی ضرورت نہیں۔ اس نے دیکھا کہ امام صاحب نے اسے پہچان لیا ہے اور بلا لیا ہے، وہ آپ کے پاس آیا آپ نے پوچھا تم راستہ چھوڑ کر کدھر جارہے تھے؟ اس نے بتایا حضور میں نے آپ کا دس ہزار درہم قرض دینا ہے۔ مجھے آپ کو دیکھ کر ندامت آئی اور میں شرمندہ ہو کر آپ کو منہ نہیں دکھانا چاہتا تھا۔ آپ نے فرمایا، سبحان اللہ! تم قرض کی وجہ سے مجھے اپنا منہ بھی نہیں دکھا رہے اور میری وجہ سے تمہیں اس قدر ندامت اور پریشانی ہو رہی ہے۔ جاؤ تمہیں میں نے یہ قرض معاف کیا۔ آئندہ کے لیے یوں سمجھو کہ میں نے تمہیں یہ قرض دیا ہی نہیں تھا اور مجھے کھلے بندوں ملا کرو۔ شیخ فرماتے ہیں کہ آپ کا یہ حسن سلوک اور مروت دیکھ کر تسلیم کیا کہ آپ سے بڑھ کر شاید ہی کوئی مروت کرنے والا ہو جو دوستوں کو ندامت کے بوجھ سے آزاد کر دیتا ہے۔

حضرت زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ کی سخاوت

مالک بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے باپ نے بتایا کہ سیدنا حضرت زید بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے پاس بلایا۔ آپ نے قاصد کو کہہ کر بھیجا کہ اگر مجھے یقین ہو جائے کہ آپ کے ارد گرد بیٹھنے والے لوگ آپ سے غداری نہ کریں گے تو میں آپ کی اتباع کرتا۔ مگر مجھے خدشہ ہے کہ یہ لوگ آپ سے غداری کر رہے ہیں اور آپ کو ویسے ہی دھوکا دے رہے ہیں جس طرح آپ کے والد گرامی کو دھوکا دے کر رسوا کیا تھا۔ میں ان

لوگوں سے برسریکار ہونے کو تیار ہوں بشرطیکہ آپ ان سے بریت کا اعلان کریں۔ اب میرے لیے ایک ہی راستہ رہ گیا ہے کہ میں آپ کی مالی امداد اس انداز سے کروں کہ کسی غدار کو اس کی خبر تک نہ ہو اور آپ اپنے مخالفین پر قابو پا سکیں۔ آپ نے قاصد کو دوبارہ کہا کہ میری طرف سے معذرت کرنا اور اسے دس ہزار درہم دے کر کہا۔ یہ نذرانہ ہے اسے آپ تک پہنچا دینا۔

اس واقعہ میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ نے قاصد کو کہا میں ان دنوں بیمار ہوں خود حاضر ہونے سے قاصر ہوں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت زید بن علی خلیفہ عباسی سے برسریکار تھے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پاس نہ جاسکتے تھے۔ ایک اور روایت میں لکھا ہے کہ ان دنوں لوگوں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ آپ امام زید بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مل کر خلیفہ کے ساتھ جہاد کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا، آپ کے ساتھ جہاد میں نکلنا اور شریک ہونا ایسا ہی ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ میدان بدر میں جانا۔ لوگوں نے کہا پھر آپ کیوں نہیں نکلتے اور اس عظیم الشان جہاد سے کیوں پیچھے رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، میرے پاس بے پناہ غریبوں کی امانتیں ہیں۔ میں نے ابن ابی لیلیٰ کو کہا کہ یہ امانتیں سنبھالو اور اسے ان لوگوں کو پہنچاؤ میں جہاد میں شرکت کرنا چاہتا ہوں مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اب اگر چلا جاؤں اور وہاں شہید ہو جاؤں تو امانتیں ضائع ہو جائیں گی اور قیامت کے دن مجھ سے باز پرس ہوگی۔ آج میں ہجرت کی رات کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سنت پر عمل کر رہا ہوں۔

زید بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی جہاد میں شہید ہو گئے۔ تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی شہادت پر بڑے روئے۔ جب بھی آپ کی یاد آتی تو آپ کے روتے روتے ہچکی بندھو جاتی۔

یحییٰ بن خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابراہیم بن عیینہ قرض کی نادمندگی کی وجہ سے گرفتار کر لیے گئے۔ یہ چار ہزار درہم کا قرض تھا۔ اس کے چند دوستوں نے عوام سے چندہ جمع کرنے کی اپیل کی۔ یہ دوست حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھی آئے۔ آپ ابراہیم بن عیینہ کو جانتے تھے۔ آپ نے ان لوگوں سے پوچھا کہ آپ پر کتنا قرض ہے؟ لوگوں نے بتایا چار ہزار درہم سے کچھ زائد ہے۔ آپ نے پوچھا کہ کتنا چندہ جمع ہوا ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ کچھ رقم جمع ہو گئی ہے۔ آپ نے فرمایا یہ چندہ لوگوں کو واپس کر دو اور ابراہیم بن عیینہ کا تمام قرض میں ادا کروں گا۔

میں اس عالم دین کو عوام الناس کے سامنے رسوا نہیں ہونے دوں گا۔ آپ نے یہ کہہ کر سارا قرضہ ادا کر دیا۔ یہ ابراہیم سفیان بن عیینہ کے بھائی تھے۔ یہ سارے بھائی محدث تھے۔ سفیان بن عیینہ، عمران، احمد، محمد آدم اور ابراہیم رحمۃ اللہ علیہم۔

مسعر بن کدام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس قدر اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتے اتنا ہی مشائخ اور علماء پر خرچ کرتے، جیسے کپڑے اپنے اہل و عیال کو پہناتے ویسے ہی مشائخ اور علماء کے لیے تیار کراتے۔ آپ کے پاس اگر کہیں سے پھل یا عمدہ کھجوریں آتیں یا اپنے اہل و عیال کے لیے کچھ پھل خرید کر لاتے تو اس میں سے مشائخ کی خدمت میں بھیج دیتے۔ یہ مروت اور سخاوت بس امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہی حصہ میں آئی تھی۔

شریک بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے احباب کے لیے بے پناہ فکرمند رہتے۔ آپ علم و فضل کی دنیا میں فقہ پر بڑی گہری نظر رکھتے تھے۔ علمی حاجات پوری کرنے میں بڑی اہمیت اور قابلیت سے حصہ لیتے۔ جسے پڑھاتے اس کے دکھ درد میں شریک ہوتے تھے۔ غریب و مساکین شاگردوں کا خصوصی خیال کرتے۔ آپ بعض اوقات ان لوگوں کو اتا دیتے کہ وہ خوش حال ہو جاتے۔ آپ کے پاس عقل و بصیرت کے خزانے تھے، مگر اس کے باوجود آپ جھگڑوں اور مناظروں سے اجتناب فرماتے۔ آپ لوگوں سے بہت کم گفتگو فرماتے اور ان سے مسائل میں الجھتے نہیں تھے اور خاموشی اختیار کرتے۔

تجارت کے منافع میں مشائخ کا حصہ

حسن بن الربیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے قیس بن الربیع نے بتایا تھا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بغداد سے بہت سا مال خرید کر کوفہ میں لایا کرتے اور اسے مارکیٹ میں بیچتے تھے۔ اس سے جو منافع ہوتا تو آپ کوفہ کے شیوخ کے لیے ضروریات زندگی خرید کر ان کے ہاں پہنچاتے، پھر محدثین کے لیے ان کی ضروریات زندگی خرید کر ان کے گھر پہنچاتے۔ ان کے لیے کھانے پینے کی چیزیں، لباس کے لیے کپڑے اور پوشاکیں سلوا کر بھیجا کرتے تھے۔ اگر پھر بھی منافع بچ جاتا تو آپ انہیں نقد دے دیتے تاکہ وہ اپنی ضرورتوں کو اپنی مرضی سے پورا کر سکیں اور ساتھ ہی پیغام

بھیجتے میں نے اپنی طرف سے کچھ نہیں بھیجا یہ سب اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے نفع عطا فرمایا ہے۔ لہذا اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔ میری تجارتی زندگی میں جس قدر منافع ہے اس میں آپ کا حصہ ہے۔ مجھے تو صرف اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کی خدمت کا سبب اور ذریعہ بنا رکھا ہے۔ اس کا رزق میرے ہاتھوں آپ تک پہنچ رہا ہے۔

تجارت کے نفع میں ایک ضرورت مند کا حصہ

بلخ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے بتایا تھا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کی حضور مجھے دو کپڑوں کی ضرورت ہے آپ مجھ پر احسان فرمائیے، میں قیمتی کپڑے پہن کر فلاں شخص کے پاس جانا چاہتا ہوں، جس سے میں رشتہ مانگوں گا۔ آپ نے فرمایا، مجھے دو ہفتے کی مہلت دیں۔ وہ دو ہفتوں کے بعد پھر آیا۔ آپ نے فرمایا، کل آنا۔ وہ دوسرے دن آیا تو آپ نے اس کے لیے ایک قیمتی جوڑا نکالا جس کی قیمت بہت زیادہ تھی اور ساتھ ہی کچھ نقدی بھی دی۔ اس نے پوچھا، حضور یہ کیوں؟ آپ نے فرمایا، میں نے تیری نیت سے بغداد میں کچھ مال بھیجا تھا اس میں سے جتنا نفع آیا وہ تمہارا ہے۔ اس میں دو کپڑے خریدے گئے جو تمہیں دے دیئے ہیں اور یہ نقدی بچ گئی ہے یہ بھی تمہاری ہے۔ اس نے کہا، میں تو ان کو قبول نہیں کروں گا۔ آپ نے فرمایا، پھر میں ان کپڑوں اور نقدی کو صدقہ کر دوں گا کیونکہ یہ تو صرف تمہارے لیے ہیں اب میں انہیں استعمال نہیں کر سکتا۔ جب اس نے امام صاحب کی یہ بات سنی تو ساری چیزیں قبول کر لیں اور دل سے دعا کرتا ہوا چلا گیا۔

عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت فرمائی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا، ”جس نے اپنے مسلمان بھائی کو کہا۔ احسن الی مجھ پر احسان کرو اور اس نے اس کی خواہش پوری کر دی تو اس نے مجھے اپنے راز کا امین بنا لیا، میں اس پر اپنی رحمت کی نگاہ کروں گا۔“

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے جاننے والوں اور دوستوں پر بڑا خرچ کیا کرتے تھے۔ آپ ایک ایک دوست کو پچاس پچاس درہم عنایت فرما دیا کرتے تھے۔ اگر وہ لوگوں کے سامنے آپ کا شکریہ ادا کرتے تو آپ مغموم ہو جاتے اور فرماتے مجھے اور آپ

کو تو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے، یہ تو اسی کا دیا ہوا ہے۔ جو میں نے بڑھ کر پیش کیا یہ دراصل تمہارا ہی حق تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ما اوتیکم شیئا ولا امنعکموہ وانما انا خازن اضع حیث امرت ☆ ”میں تمہیں از خود نہیں دیتا نہ از خود روکتا ہوں میں تو اللہ تعالیٰ کا خازن ہوں، وہاں خرچ کرتا ہوں جہاں مجھے حکم ہوتا ہے۔“

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لوگ کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے فقہ، علم و عمل اور سخاوت اور پھراحباب پر خرچ کرنے پر مامور فرمایا تھا۔ آپ کے اخلاق قرآن پاک کی روشنی میں مرتب ہوئے تھے۔

حدیث پاک بیان کرنے سے پہلے صدقہ دیا جاتا

بلیح بن وکیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے بتایا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اوپر لازم کر رکھا تھا کہ حدیث بیان کرنے سے پہلے صدقہ کیا کرتے تھے۔ اگر آپ کسی حدیث کو قسم کھا کر بیان کرتے تو پہلے صدقہ دیتے۔ پھر آپ حدیث پاک بیان کرنے کے بعد دینار کا چوتھا حصہ غریبوں میں صدقہ فرماتے۔ اگر کسی قسم کھا کر حدیث بیان فرماتے تو ایک دینار صدقہ کرتے۔ آپ سچی قسم کھانے سے پہلے بھی صدقہ دیتے۔ آپ کا دستور تھا کہ جتنا مال اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتے اتنا ہی اللہ کے نام پر خیرات کر دیتے۔ جب آپ نیا لباس پہنتے تو پہلے شیوخ کوفہ کے ہاں کوئی تحفہ ضرور بھیجتے۔ جب آپ کھانا کھانے لگتے تو اپنی مختصر سی ضرورت کے لیے کھانا رکھتے باقی ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا کرتے اور اپنے عمدہ کھانے میں علماء کرام کو شریک کرتے۔ اگر کوئی فقیر یا مسکین آجاتا تو خود تھوڑا کھاتے باقی اسے عنایت فرما دیا کرتے۔

کثیر العلوم و الصیام

ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے پناہ علوم پر دسترس رکھتے تھے۔ اکثر روزہ سے رہتے، پھر صدقہ اور خیرات کرنے میں سخاوت کا دریا تھے۔ آپ کو مال تجارت میں سے جتنا نفع ہوتا اس میں سے تھوڑا اپنے گھر کے لیے رکھتے۔ زیادہ حصہ غریبوں میں تقسیم

کر دیتے۔ مگر پھر آپ کے مال تجارت میں برکت آتی اور کثیر نفع حاصل ہو جاتا۔ ایک دفعہ میرے پاس اتنے تحائف اور ہدایا جمع ہو گئے کہ میں دیکھ کر گھبرا گیا۔ میں نے ایک دوست سے صورتحال بیان کی تو اس نے بتایا کہ اگر تم ان تحائف اور ہدایا کو دیکھ لیتے جو سعید بن عروبہ کے پاس جمع ہیں تو تم حیران رہ جاتے۔ ابن عیینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں بزرگوں کے تحائف میں کثرت ان تحائف کی تھی جو حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں بھیجتے تھے۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ (یہ مشائخِ چشتیہ کے پیران پیر ہیں) فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگ ”کثیر الافضل“ کہا کرتے تھے۔ آپ گفتگو کم کرتے، اہل علم و فضل پر نوازشات و اکرام فرمایا کرتے تھے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے چالیس سال سے زیادہ عرصہ تک چار درہم سے زیادہ روپیہ اپنے پاس کبھی نہیں رہنے دیا تھا۔ اگر چار درہم سے زیادہ روپیہ آتا تو میں اسے فقراء اور مساکین میں صدقہ کر دیا کرتا تھا۔ چار درہم بھی میں نے اس لیے رکھے کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا ایک قول ہے کہ گھر میں کم از کم چار درہم ہونے چاہئیں تاکہ فوری ضروریات کو پورا کیا جاسکے۔ اگر مجھے اس سے کم ضرورت ہوتی تو میں ایک درہم بھی نہ رہنے دیتا۔

حضرت حسن بن زیاد رضی اللہ عنہ ایک عرصہ تک حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں رہے۔ میرے والد نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں گزارش کی کہ میری اولاد میں ساری بچیاں ہی ہیں صرف حسن میرا ایک بیٹا ہے۔ میری بچیاں اور میں خود ضرور تمند ہوں اور ہمارا خدمت کرنے والا اور کوئی نہیں ہے۔ آپ اسے کوئی ایسا کام بتائیں جس سے اسے فائدہ ہو اور یہ ہمارا کفیل بن سکے۔ آپ نے حسن کو اپنے پاس بلایا اور بتایا کہ تمہارے والد آئے تھے اور یوں کہتے تھے۔ مگر میرا مشورہ ہے کہ تم حصول فقہ میں ہی لگے رہو۔ میں نے فقیہ کو کبھی تنگ دست نہیں پایا۔ چنانچہ حسن علم فقہ کی تحصیل میں مصروف رہے۔ اس میں تکمیل حاصل کی ایک دن ایسا آیا کہ کوفہ کے مقبول لوگوں میں شمار ہونے لگے۔

ایک شاگرد کا ایک صلہ

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک شاگرد تھے۔ انہوں نے ایک دن حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی حضور میں نے آپ کے ایک واقف تاجر کو لکھا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تیس ہزار درہم قرضہ کی ضرورت ہے اور آپ کا پیغام لے کر خود اس کے پاس گیا تو اس نے صرف تیس درہم دیئے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسکرا کر کہا، میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ کوئی شخص میرا نام لے کر یوں بھی نفع اٹھا سکتا ہے۔ چلو تم نے یہ طریقہ کر لیا کوئی بات نہیں۔

عبداللہ بن داؤد رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ میں اضافہ کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کے ایک دوسرے شاگرد نے جرجان کے حاکم کو ایک خط لکھا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چار ہزار درہم کی ضرورت ہے۔ انہیں قرضہ چاہئے اس نے چار ہزار دینار دے دیئے۔ جب امام صاحب کو علم ہوا تو آپ نے فرمایا، اچھا تو یوں بھی نفع حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اسے کچھ نہ کہا اور جرجان کے حاکم کو چار ہزار دینار ادا کر دیئے۔

کوفہ میں ایک شخص بڑا مالدار تھا۔ وہ بڑا خوددار اور خیا دار تھا۔ ایک ایسا وقت آیا کہ وہ غریب اور محتاج ہو گیا۔ وہ شہر کے بازار میں چلا جاتا، مزدوری کرتا، مشقت اٹھاتا اور صبر کرتا۔ یہاں تک کہ اسے بھوک اور غربت اور معاشی بد حالی نے دبا لیا۔ اس کی بیوی ایک دن حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئی، صورت حال بیان کی اور کہا کہ چھوٹی چھوٹی بچیاں ہیں وہ ہر چیز سے محروم ہیں، ہم کسی وقت صاحب ثروت تھے، گھر میں ہر چیز کی فراوانی تھی، دن رات عیش و عشرت میں بسر ہوتی۔ مگر اب ہم دونوں سخت محنت کرتے ہیں مگر گزارا نہیں ہوتا اور بھوک اور فاقے نے فنا کر دیا ہے۔ ہمارے کھانے کے برتن خالی رہ گئے ہیں، اکثر ان میں سے بک گئے ہیں اور اس قدر مصائب اور بلائیں آگئی ہیں کہ اب دل چاہتا ہے کہ گداگری کے لیے ہاتھ پھیلا دیئے جائیں، مگر میرے خاوند مجھ کو صبر کی تلقین کرتے رہتے ہیں اور خود بھی صبر کا مجسمہ بن کر اس دن کا انتظار کر رہے ہیں جب پھر خوشحالی آجائے۔

ایک دن اس کی ایک بچی نے بازار میں ککڑی دیکھی۔ اس کا دل اس ککڑی کے لیے امنڈ آیا۔ وہ بڑی لپجائی ہوئی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ وہ ادھر جھکی باپ سے ککڑی لے کر دینے کو کہا، مگر باپ نے صبر کی تلقین کی۔ مگر اس صبر کے ساتھ اس کا دل ریزہ ریزہ ہو گیا۔ وہ کیا کر سکتا تھا گھر کا سارا سامان بک چکا تھا۔ بچی کی خواہش کو دیکھنا نہ جا سکتا تھا وہ اس دن کے بعد گداگری کی نیت سے سوال کرنے کے لیے باہر نکلا اور سب سے پہلے اسے کسی بابرکت مجلس اور سخی انسان کی تلاش تھی۔ وہ قدم بڑھاتا آپ کی مجلس میں آ پہنچا۔ تھوڑی دیر بیٹھا رہا مگر اسے شرم و حیاء اجازت نہ دیتی تھی کہ آپ سے سوال کرے۔

آپ نے (امام ابوحنیفہ) اسے غور سے دیکھا، اس کے چہرے سے محسوس کیا کہ یہ ضرورت مند ہے۔ مگر خود دار ہے، حیا دار ہے، سوال نہیں کر رہا۔ وہ مجلس سے اٹھ کر گھر کو روانہ ہوا۔ آپ نے اس کے پیچھے کسی آدمی کو بلانے کے لیے دوڑایا مگر وہ اپنے گھر کے اندر جا چکا تھا۔ بیوی نے پوچھا کیا لائے ہو، اس نے سارا واقعہ سنایا اور کہا میں تو اس بابرکت مجلس میں بھی کچھ نہ مانگ سکا، مجھے حیا آئی۔ اس شخص نے واپس جا کر سارا واقعہ آپ کو سنایا۔

رات خاصی گذر گئی تھی، ایک شخص نے دروازہ کھٹکیا دروازہ کھلا تو آپ نے فرمایا کہ میں تمہاری ایک چیز رکھے جا رہا ہوں اسے لے لیجئے اور یہ کہہ کر آپ واپس آگئے۔ میرے خاوند نے تھیلی اٹھائی۔ میں نے اسے زور دیا اسے کھولو، کھولتے کیوں نہیں۔ اس نے کہا یہ خدا معلوم کس کی ہے۔ اس میں کسی ذمی کا صدقہ ہو یا کسی کی امانت ہو۔ ہمیں اس کو کھولنا نہیں چاہئے۔ میں نے آگے بڑھ کر اس تھیلی کو کھول لیا۔ اس میں پانچ ہزار درہم تھے اور ایک کانٹنڈ کے پرزے پر لکھا ہوا تھا، یہ تھوڑا سا مال ہے۔ تمہارے دروازے پر ابوحنیفہ آیا تھا۔ اس کی حلال کی کمائی ہے، اسے استعمال میں لاؤ، واپس نہ کرنا۔

حضور میں آپ کا شکریہ ادا کرنے آئی ہوں اور اپنے حالات بھی بیان کر چلی ہوں۔ میرا خاوند واقعی صابر، حیا دار اور خود دار ہے۔ (یاد رہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ رقعہ مجبوراً لکھ کر رکھا تھا تاکہ انہیں کوئی غلط فہمی نہ ہو۔)

مسلمانوں کے تقویٰ کا دور

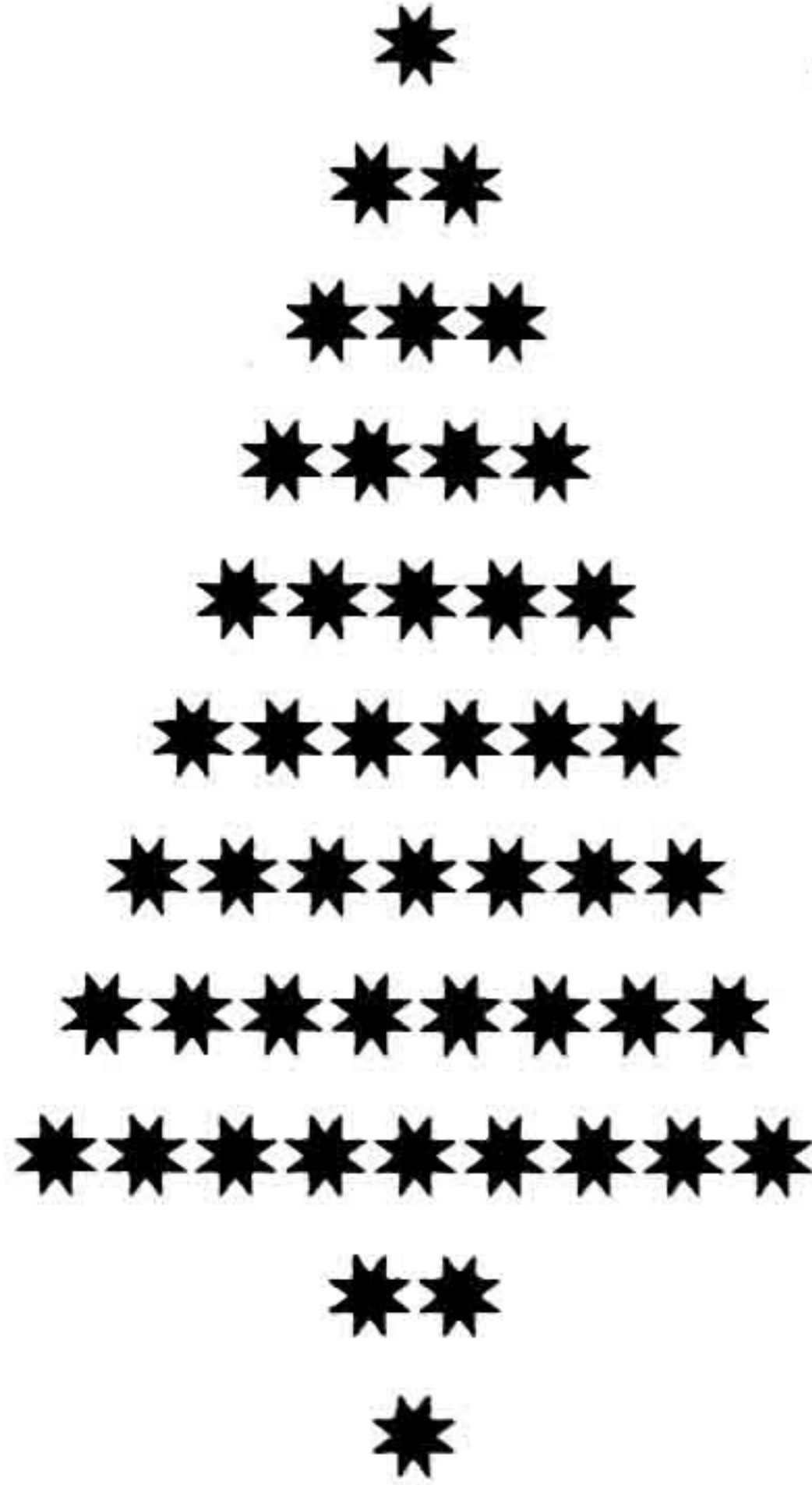
اس زمانہ میں مسلمان کتنے خود دار اور متقی تھے۔ وہ صبر کرتے مگر مشکوک مال کی طرف ہاتھ نہ بڑھاتے تھے۔ وہ اہل ذمہ کی محبت اور مروت کے جال میں بھی نہیں آتے تھے۔ غربت میں بھی حلال مال کو استعمال کرتے۔

نعمان نفس مارات قط رتبة	من الجود الاقد علت صهواتها
قد استحقرت ماستعظمتہ اشحة	تذربها وقت الندى كحصاتها
اصابع كفيها وسناير اعها	بروج بدت منها نجوم صلاتها
وسلوتها في جودها و عفافها	و راحتها في صومها و صلاتها
وهل امها للعلم والمال مهجة	وولت وما نالت مدى طلباتها
لقد اخلف الناس العداة وانها	لاغنت عفاة الخلق قبل عدائها
تعجبت الوطفاء والبحر كلما	افاضت على سوالها صدقاتها

حوت من صفات المدح ما عرجمه
على امة والجود ادنى صفاتها

(ترجمہ) امام ابوحنیفہ جیسا سخی ہم نے کہیں نہیں دیکھا۔ آپ کا وجود متبرک ہے۔ آپ کی سخاوت کے جھنڈے بڑی بلندیوں پر لہا رہے ہیں۔ بخیل لوگ جس مال کو بڑی عظیم الشان چیز سمجھتے ہیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے وہ حقیر چیز تھی۔ اور مال و زر کو کنکریوں کی طرح جاتا۔ آپ کے ہاتھ کی انگلیاں اور آپ کے ہاتھ کی کشادگی سے عطیات کے ستارے جھڑتے تھے۔ آپ کا وجود اطمینان پاک دامنی اور جود و سخا کا مجسمہ تھا۔ آپ کو صوم و صلوة میں ہی راحت ملتی تھی۔ آپ کی سخاوت کے سامنے بیابانوں کی پہاٹیاں اور دریاؤں کی روانیاں ہیچ دکھائی دیتی ہیں۔ آپ سائل کے

سوال سے پہلے اس کی ضرورت کو پورا کر دیا کرتے تھے۔ سائل کی زبان سے آپ کا ہاتھ تیز تھا۔ آپ کے مناقب اتنے زیادہ ہیں کہ انہیں جمع کرنا امت کے لیے مشکل ہے۔ جو دو سخا تو آپ کے مناقب کے بحر بیکراں کی ایک ادنیٰ صفت ہے۔



پندرہواں باب

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کا وقار اور قلبی کیفیت

مجلس میں سانپ کا گریڑنا

شفیق بن ابراہیم زاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک دن حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک مسجد کی چھت سے ایک سانپ لہراتا ہوا نیچے آتا دکھائی دیا۔ وہ سیدھا حضرت امام اعظم کے سر پر ٹکتا دکھائی دیتا تھا۔ دیکھ کر لوگوں کی چیخیں نکل گئیں۔ بھگدڑ مچ گئی۔ سانپ سانپ کہہ کر سب کے سب بھاگے۔ میں بھی ان بھاگنے والوں میں سے تھا۔ مگر میں نے دیکھا حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ تو اپنی جگہ سے اٹھے، نہ ان کے چہرے کا رنگ بدلا۔ ادھر سانپ گرتے ہی امام صاحب کی گود میں آپڑا۔ آپ نے ہاتھ سے جھٹک کر اسے ایک طرف پھینک دیا۔ مگر خود اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ اس دن سے مجھے یقین ہو گیا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر کتنا پختہ اعتماد ہے۔

احمد بن الازہر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے حبیب نے جو امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کاتب تھے بتایا کہ آپ ایک بار مدینہ منورہ کے قیام کے دوران امام مالک رضی اللہ عنہ سے ملے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ بعض مسائل میں آپ سے مباحثہ کرنا چاہتے تھے۔ گفتگو ختم ہوئی تو آپ اٹھ کر چلے گئے تو امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ابو حنیفہ کس قدر حلم و برداشت کا مالک ہے۔

امام عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ عقل مند اور صاحب بصیرت انسان کوئی نہیں دیکھا۔ آپ نے تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک دفعہ ہم آپ کے پاس حلقہ بنائے بیٹھے ہوئے تھے تو ایک شخص نے چلا کر کہا۔ سانپ!

سانپ!! واقعی ایک سانپ چھت سے نیچے لٹک رہا تھا اور آپ کے سر کے عین اوپر تھا۔ ہم سب ڈر کے مارے بھاگ اٹھے۔ مگر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ نہایت متانت سے اپنی جگہ تشریف فرما تھے نہ گھبراہٹ نہ پریشانی، سانپ آپ کی گود میں آگرا۔ آپ آرام سے بیٹھے رہے اور ہاتھ کے جھٹکے سے اسے ایک طرف پھینک دیا۔ اس واقعہ کا ایک اور راوی اسلم کہتا ہے کہ میں نے عبداللہ بن مبارک سے کہا آپ تو ڈر کے مارے بھاگ کھڑے ہوئے ہوں گے۔ فرمایا ہاں! میں بھاگا۔ مگر سب کے پیچھے (مترجم = آپ کی یہ کرامت یا استقلال ایسے ہی ہے جیسے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا۔)

ابو معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کا جن دنوں امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے اختلاف تھا تو میں امام ثوری کے پاس آیا جایا کرتا تھا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس بات کا اچھی طرح علم تھا اس کے باوجود مجھے نہ تو آپ نے کبھی ان کے پاس جانے سے روکا اور نہ ہی اپنی مجلس میں آنے سے منع فرمایا بلکہ میری دینی اور دنیاوی ضروریات پوری کرتے، ان میں کسی قسم کی کوتاہی یا کمی نہ فرماتے۔ آپ بہت ہی حلیم، متقی اور باوقار انسان تھے۔ دوسری طرف میں جب امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں جاتا تو آپ مجھے امام صاحب کی مجلس میں جانے پر تنبیہ کرتے۔ آپ کو میرا وہاں جانا ناگوار گزرتا تھا۔ بعض اوقات سخت ست کہتے مگر میں اپنا رویہ نہ بدلتا اور کسی کے سامنے آپ کی ان باتوں کو کبھی زبان پر نہ لایا۔ مجھے دوسرے مشائخ کے پاس بھی جانے کا موقعہ ملتا جن میں مسعر بن کدام جیسے مقتدر بزرگ تھے۔ وہ سارے کے سارے نہایت خوش دلی سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تعلقات قائم رکھتے تھے۔ وہ نہ صرف آپ سے ملاقاتیں کرتے بلکہ ان کی تعریف بھی کرتے اور دلوں میں محبت رکھتے۔

گالیاں دینے والے

عصام بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں بیٹھا تھا، اچانک ایک شخص مجلس میں نمودار ہوا اور کھڑے ہو کر حضرت امام کو گالیاں بکنے لگا اور آپ پر مختلف الزامات لگانے لگا۔ آپ نہایت خاموشی سے سنتے رہے اور اسے روکا تک

نہیں بلکہ اپنی گفتگو کو جاری رکھا اور اس کی دشنام طرازی کی طرف توجہ نہ دی اور نہ ہی اہل مجلس سے کسی نے اسے روکا۔ یہاں تک کہ حضرت امام رضی اللہ عنہ اپنی بات سے فارغ ہو گئے۔ اٹھے، اپنے گھر روانہ ہوئے مگر وہ شخص آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیا حتیٰ کہ آپ اپنے گھر کے اندر چلے گئے۔ میں نے اس شخص کو دیکھا کہ دیوار کے ایک سوراخ میں سے حضرت امام کو گالیاں دے رہا تھا۔ مگر آپ نے پھر بھی اسے کوئی جواب نہ دیا۔ میں سامنے ایک دکان پر بیٹھ گیا۔ میں نے دیکھا کہ گالیاں دینے والا اس قدر غصہ سے بھرا ہوا تھا کہ وہ آپ کے دروازہ پر سر کو مارنے لگا اور سر کو زور زور سے دروازے پر مارتا رہا اور کہنے لگا۔ تم لوگ مجھے کتنا سمجھتے ہو کہ جواب تک نہیں دیتے۔ آپ نے آہستگی سے کہا ہاں! یہ عادت کتوں سے ملتی جلتی ہے۔ یہ واقعہ زرنجری نے بھی لکھا ہے وہ لکھتے ہیں کہ جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجلس سے اٹھ کر گئے تو آپ نے فرمایا، یہ میرا دروازہ ہے۔ اب میں گھر کے اندر جانا چاہتا ہوں، تم یہاں بیٹھ کر جتنی گالیاں دینا چاہتے ہو دیتے رہو تاکہ تمہیں کچھ حسرت باقی نہ رہے۔ یہ سنتے ہی وہ شخص شرم و ندامت سے جھک گیا اور کہنے لگا، انتہا ہو گئی آپ کی برداشت کی۔ اب مجھے معافی دے دیں۔ آپ نے خندہ پیشانی سے فرمایا، جاؤ تمہیں معاف کر دیا۔

یزید بن کیت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ مجھے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ ایک شخص مجھ سے مناظرہ کرنے آیا تو اس نے مجھے کہا او بدعتی! او زندیق! مگر میں نے اسے کہا، اللہ تجھے معاف کرے۔ مگر تمہارا نظریہ غلط ہے اور میں تمہاری رائے سے اتفاق نہیں کر سکتا۔ میں آپ کے عقیدے سے اتفاق نہیں کرتا اور نہ دوسروں کو شریک ہونے کی دعوت دیتا ہوں۔ میں اپنے عقیدہ پر قائم ہوں، قائم رہوں گا۔ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے اس پر قائم ہوں۔ میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا اور زندگی بھر اسی عقیدہ پر قائم رہوں گا۔ میں اس کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ اس کی بخشش کا امیدوار ہوں، آپ یہ بیان کرتے ہوئے رو پڑے اور روتے روتے بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب آپ ہوش میں آئے تو اس شخص نے گردن جھکا دی اور معافی مانگی۔ آپ نے فرمایا، جو کچھ تم نے کہا ہے اگر کوئی جاہل کہتا تو کوئی بات نہ تھی۔ مگر اہل علم ایسی بات کریں تو بے حد ملال ہوتا ہے کیونکہ علماء کرام کو نہایت محتاط گفتگو کرنا چاہئے۔ کیونکہ علمائے کرام کی بات کے

دور رس اثرات ہوتے ہیں۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کبکشب و روز کی مصروفیتیں

ابو قطن عمرو بن الہیثم رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ میں نے ایک شیعہ سے کہا کہ میں کوفہ جا رہا ہوں مجھے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام ایک سفارشی خط لکھ دیں۔ آپ نے سفارشی خط لکھ دیا۔ جب میں امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس وقت عصر کا وقت تھا۔ میں نے خط پیش کیا، آپ نے پوچھا، ابو بسطام کیسے ہیں؟ میں نے کہا کہ خیر و عافیت سے ہیں۔ میں آپ کے پاس بیٹھا رہا، آپ نے عصر، شام اور عشاء کی نمازیں میرے سامنے ادا کیں۔ پھر میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اپنے گھر لے گئے۔ کھانا منگوایا اور میں نے آپ کی ساتھ ہی کھانا کھلایا۔ آپ نے میرے لیے بستر بچھایا اور مجھے بیت الخلا اور غسل خانہ دکھادیا۔ رات کا کچھ حصہ گزرا تو آپ ستو اور شربت کا ایک پیالہ لائے، فرمایا جو تم نے پہلے کھانا کھلایا وہ تھوڑا تھا۔ تم میرے سامنے شرماتے رہے ہو۔ اب میں تمہارے لیے یہ ستو لایا ہوں۔ پھر آپ ایک گدا لے آئے اور مجھے کہا اس پر آرام سے سو جاؤ۔ میں آپ کو دیکھتا رہا۔ آپ نے اپنا لباس اتارا، روئی کے کپڑے پہنے، اوپر ایک چادر لی اور نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ ساری رات گزر گئی آپ نوافل ادا کرتے رہے اور میں کبھی کبھی کروش بدل کر دیکھ لیتا۔ **وقت سیر ہوا** تو آپ نے اپنی چادر اتار کر ایک طرف رکھ دی اور اپنا روزمرہ کا لباس پہن لیا اور میرے سرہانے کھڑے ہو کر فرمایا الصلوٰۃ خیر من النوم میں آپ کی آواز سن کر اٹھا، وضو کیا اور پھر آپ کے ساتھ ہی مسجد کی طرف چلا گیا۔ آپ مسجد کا دروازہ کھول کر مسجد میں داخل ہوئے تو پہلے دایاں پاؤں مسجد میں رکھا اور منہ سے اللهم افتح لعا ابواب رحمتک پڑھا اور پھر کہا واعذنا من الشیطان الرجیم مسجد میں داخل ہوتے ہی آپ نے دو نفل ادا کیئے۔ اسی دوران مسجد کے مینار پر کھڑے ہو کر خود ہی اذان دی، آپ نے فجر کی دو سنتیں ادا کیں۔ پھر آپ مسجد میں بیٹھے رہے تا وقتیکہ لوگ فجر کی نماز کے لیے مسجد میں آ گئے۔ آپ نے اٹھ کر اقامت پڑھی اور سب کو نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد خاموشی سے بیٹھ گئے اور پڑھتے رہے۔ میں نے دیکھا کہ مسجد کی چھت سے آپ پر ایک سانپ آ کر گرا۔ آپ نے کچھ کہا جسے ہم نہیں سمجھ سکے۔ آپ نے اپنا پاؤں سانپ کے سر پر

رکھ کر اسے دبایا اور لوگوں کو کہا اسے مار ڈالو۔ چند لمحوں بعد آپ تلاوت قرآن پاک میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ سورج چڑھ کر اوپر آگیا۔ آپ اٹھے اور اپنے شاگردوں کے حلقہ میں فقہ کی تدریس کے لیے جا بیٹھے اور شاگردوں کو تعلیم دینے لگے حتیٰ کہ دوپہر ہو گئی۔ اب آپ پھر مسجد کی طرف جانے لگے تو میں نے دامن پکڑ کر عرض کی کہ آپ نے صبح سے پہلے مسجد میں داخل ہو کر دو گناہ پڑھا، اذان پڑھی، پھر دو سنتیں پڑھیں۔ آپ نے فرمایا ہاں! یہ ساری باتیں میں نے حضور ﷺ کی احادیث سے سیکھی ہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں مسجد میں داخل ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ابوذر دو رکعت نحبیۃ المسجد ادا کرو۔ میں نے عرض کی آپ نے اذان کے بعد بھی دو رکعت نماز پڑھی۔ آپ نے فرمایا ہاں! دو رکعت فجر کی سنتیں تھیں۔ میں نے عرض کیا کہ آپ نے طلوع شمس تک کوئی بات نہیں کی یہاں تک کہ سورج طلوع ہوا۔ آپ نے فرمایا، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جو شخص صبح کی نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کے ذکر کے علاوہ کوئی بات نہ کرے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے۔ وہ مجاہد فی سبیل اللہ کا مقام پائے گا۔ میں نے پوچھا وہ چھت سے گرنے والا سانپ کیا تھا؟ آپ نے فرمایا حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سانپ کو تین بار چلے جانے کو کہو ورنہ اسے قتل کر دو۔ میں نے تین بار اسے چلے جانے کو کہا۔ وہ نہ گیا تو میں نے لوگوں کو اس کے مارنے کا حکم دیا۔

ابو الخطاب جرجانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا تھا۔ آپ اپنی مسجد میں تشریف فرما تھے۔ آپ کے شاگرد آپ کے ارد گرد حلقہ بنائے بیٹھے تھے۔ اچانک ایک نوجوان لڑکا آیا اور آپ سے کسی مسئلہ پر گفتگو کرنے لگا۔ آپ نے اسے جواب دیا تو اس نے کہا آپ نے غلط کہا ہے۔ آپ سن کر خاموش ہو گئے۔ اس نے ایک اور مسئلہ پوچھا تو آپ نے جواب دیا تو اس نے پھر کہا ابو حنیفہ آپ نے غلط جواب دیا ہے۔ میں نے شاگردوں کو مخاطب کر کے کہا تم لوگ اپنے استاد کی بے عزتی ہوتے دیکھ رہے ہو اور خاموش بیٹھے ہوئے ہو۔ یہ نوجوان لڑکا آپ کی ہر بات کو غلط غلط کہہ کر توہین کر رہا ہے۔ امام صاحب نے مجھے مخاطب فرماتے ہوئے کہا آپ انہیں چھوڑیے۔ میں نے انہیں خاموش رہنے کے لیے کہا ہوا ہے۔ میرے سامنے ایسے کئی لوگ آتے ہیں

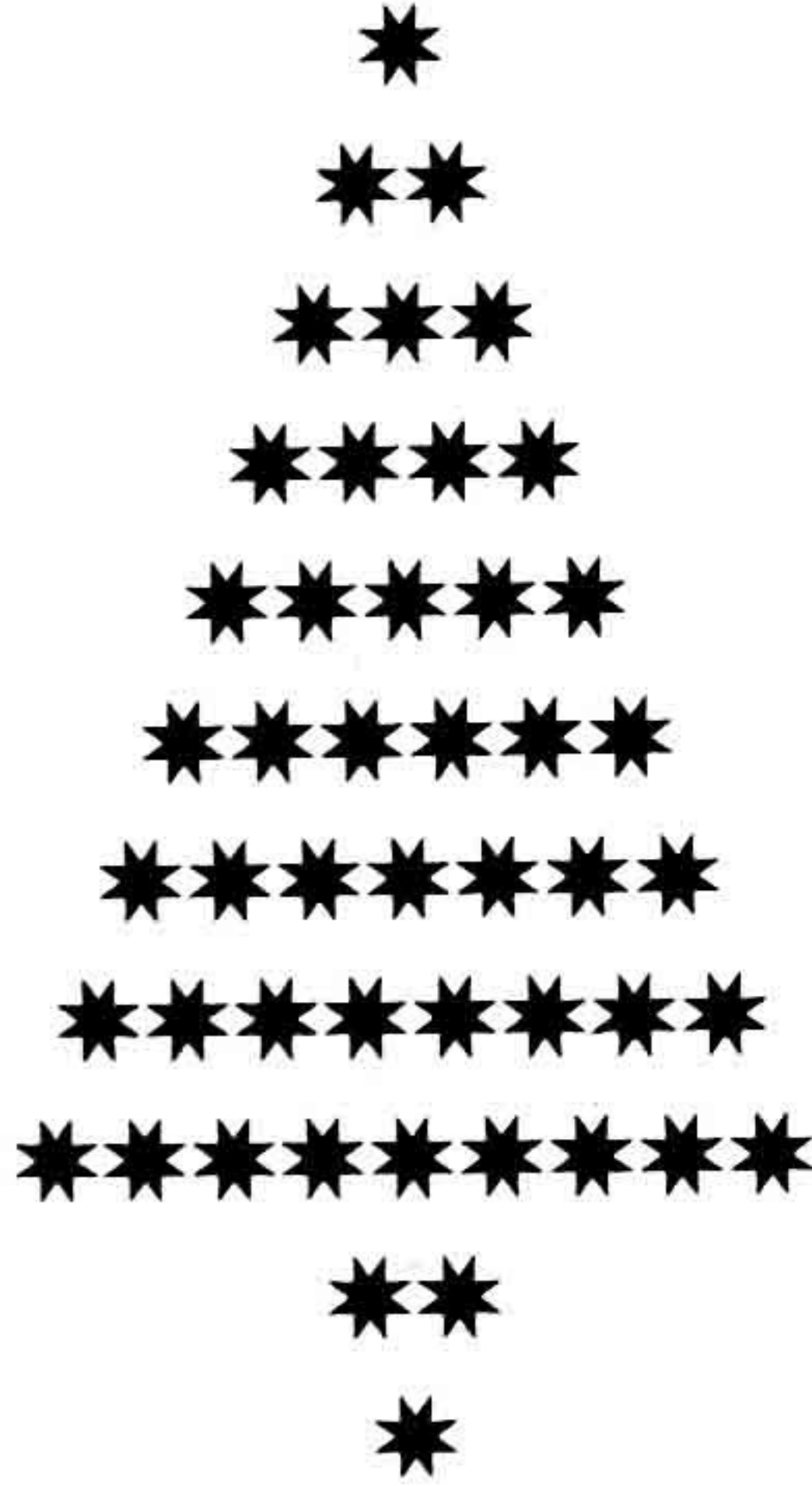
یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔

ان نعمان فی الوقار لرضوی
 کم رموه بباسقات الرواسی
 عجمت عوده عوادی الاعادی
 طلبوا ان یزلزلوه ولكن
 رابط الجاش صابر فی البلیا
 کان فی حبه الاله کقیس
 وله صومه النار کمن
 قتل العلم ای قتل ذریع
 وجهه فی السجود اثری ولكن
 نوح ذکره فوق هام الشربا

هو للوجود و التصبر ماوی
 وهو راس فما یقاس برضوی
 فانجلت عنه وهو لم ید بشکوی
 هو ثبت اذا تزلزل حسمی
 حین لا کتہ مرة بعد اخری
 وله لیل طاعة الله لیلی
 ومناجاة ربه اللیل سلوی
 اذلیا لیه فی التفکرا حی

(ترجمہ) امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقار اور عظمت کے پہاڑ ہیں۔ جود و صبر کے بحر پیکر ہیں۔ آپ پر ظلم و ستم کے بلند و بالا پہاڑ گرائے جاتے ہیں مگر آپ برداشت کرتے ہیں۔ میں تعجب سے کہتا ہوں کہ آپ کے ساتھ شدید قسم کے دشمن دشمنی کرتے رہے ہیں اور ٹکراتے رہے ہیں۔ مگر آپ خاموش رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ دشمن خود ہی تھک ہار کر چلے جاتے ہیں۔ آپ کی زبان پر ان کی شکایت بھی نہیں آتی۔ یہ لوگ آپ کو شکست دینے کی کوشش کرتے ہیں مگر آپ ایک مضبوط پہاڑ کی طرح ڈٹے رہتے ہیں۔ جوش کے تھامنے والے، مصائب اور بلاؤں پر صبر کرنے والے امام آپ پر مسلسل یہ بلائیں حملہ آور رہتی ہیں۔ مگر آپ ثابت قدم رہتے ہیں۔ آپ کا دن روزہ میں گزرتا ہے۔ آپ کی خوراک ”من“ ہے اور رات کو اسے ”سلوی“ عنایت ہوتا ہے۔ (یہ خدا کی عطا کردہ غذائیں ہیں) انہیں علم نے قتل کر ڈالا۔ آپ زہریلے سانپ کی پروا نہیں کرتے۔ آپ تفکر

اور عبادت خداوندی میں ساری رات گزار دیتے ہیں۔ ان کے چہرے پر سجدے کے نشان نمایاں نظر آتے ہیں۔ مگر رات بھر روتے روتے ان کی آنکھیں سوج جاتی ہیں۔ آپ کا تذکرہ پہاڑ کی بلندیوں سے بھی بلند تر ہے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

”جلد دوم“

مناقب امام اعظم

علامہ صدرالائمہ ابی المنوید الامام الموفق بن احمد المکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۶۸)

ترتیب و ترجمہ

علامہ مولانا محمد فیض احمد صاحب اویسی دامت برکاتہم العالیہ

☆..... ناشر.....☆

مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور

سولہواں باب

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کا والدین اور اساتذہ سے حسن سلوک و تعظیم

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سلطنت عباسیہ کی عمدہ قضاة (منصب چیف جسٹس) سے انکار پر خلیفہ وقت کے زیر عتاب تھے۔ آپ کو جیل میں ڈال دیا گیا۔ جیل خانہ کے جلا دہنتے میں دو دن آپ کو جیل سے نکال کر میدان میں لے آتے اور عام لوگوں کے سامنے کوڑے برساتے اور آپ کو کہا جاتا کہ منصب قضاة قبول کر لیں مگر آپ اپنے موقف پر قائم رہتے ہوئے انکار کر دیا کرتے تھے۔ ایک دن کوڑے کھاتے کھاتے آپ رو پڑے، احباب نے رونے کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا مجھے اپنی والدہ یاد آتی ہے کہ وہ میری جدائی میں کس قدر مغموم ہوگی۔

حضرت عسکری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات لکھی ہے کہ ایک بار آپ کے سر پر کوڑے مارے گئے تو آپ کے سر سے خون نکل کر چہرے پر بہنے لگا۔ امام رو پڑے لوگوں نے رونے کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا آج مجھے میری ماں بہت یاد آئی، جب میں گھر جاؤں گا اور وہ میرے چہرے کو خون آلود دیکھیں گی تو انہیں کتنا دکھ ہوگا۔ مجھ سے والدہ کا غم نہیں دیکھا جاتا۔

حجر بن عبدالجبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہماری مسجد میں ایک قاضی امامت کرایا کرتے تھے۔ ان کا نام ”زرعہ“ تھا۔ یہ مسجد آپ کے نام سے ہی مشہور تھی۔ ایک دن حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ نے آپ سے ایک فتویٰ پوچھا تو آپ نے نہایت اچھے انداز میں لکھ کر جواب دیا مگر والدہ کو اس تحریر سے تسلی نہ ہوئی انہوں نے اس فتویٰ کو قبول نہ کیا اور فرمایا میں تو وہی فتویٰ قبول کروں گی جو زرعہ لکھیں گے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والدہ کی دل جوئی کے لیے زرعہ کے پاس گئے اور کہا میری والدہ آپ سے فتویٰ پوچھتی ہیں، صورت مسئلہ یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے۔ زرعہ نے کہا اس سے بہتر جواب تو میرے علم میں بھی نہیں تھا۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے انہیں فتویٰ لکھ کر دیا ہے مگر وہ اسے قبول نہیں کرتیں۔ قاضی زرہ نے اپنے قلم سے لکھ کر دیا کہ فتویٰ کا جواب تو وہی ہے جو ابوحنیفہ نے دیا تھا، اس تحریر سے والدہ مطمئن ہو گئیں۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کی والدہ نے پوچھا کہ ایام طہر سے پہلے ایک عورت کو ماہواری خون جاری ہو گیا، کیا وہ نماز چھوڑ دے یا پڑھے؟ اب تم یہ مسئلہ ابو عبدالرحمن سے پوچھ کر آؤ۔ آپ اپنی والدہ کے کہنے پر عمر بن ذر (ابو عبدالرحمن) کے پاس گئے اور مسئلہ دریافت کیا۔ ابوذر نے آپ سے پوچھا کہ آپ اس کا کیا جواب دیں گئے، آپ نے مسئلہ کا جواب دیا۔ ابوذر نے فرمایا میرا جواب بھی یہی ہے۔ آپ اپنی والدہ تک پہنچا دیں۔ آپ نے فرمایا مجھے تو میری والدہ نے اپنے رشتہ داروں کی وجہ سے آپ کے پاس بھیجا تھا۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے دیکھا کہ امام ابوحنیفہ اپنی والدہ کو گدھے پر بٹھائے عمر بن ذر کے پاس جا رہے تھے تاکہ آپ کسی مسئلہ پر گفتگو کر سکیں۔ آپ اپنی والدہ کی خواہش پر لے جا رہے تھے ورنہ آپ کو پتہ تھا کہ عمر بن ذر کا کیا مقام ہے۔ یہ سب اپنی والدہ کی خواہش کے احترام کے پیش نظر تھا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کئی بار اپنی والدہ کو سواری پر بٹھا کر عمر بن ذر کے پاس لے گیا تاکہ وہ ان سے مسئلہ پوچھ سکیں۔ ایک دن میری والدہ نے مجھے حکم دیا کہ فلاں مسئلہ ابوذر سے پوچھ کر آؤ، میں والدہ کے حکم کی تعمیل میں ابوذر کے پاس چلا گیا۔ عمر بن ذر نے فرمایا کہ آپ اتنے بڑے امام ہو کر میرے پاس مسئلہ پوچھنے آتے ہیں، آپ نے فرمایا مجھے تو اپنی والدہ کے حکم کی تعمیل کرنا ہے۔ ابوذر نے کہا اچھا اب مجھے اس مسئلہ کا حل بتائیں۔ آپ نے بیان فرمایا تو آپ نے فرمایا اب آپ میری طرف سے یہ مسئلہ اپنی والدہ سے بیان کریں۔

بعض روایتوں میں ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بیٹے حماد کو لے کر قاضی عمر بن ذر کی مسجد میں جاتے اور وہاں تراویح ادا فرماتے۔ یہ مسجد امام صاحب کے گھر سے تین میل کے فاصلہ پر تھی یہ محض اپنی والدہ کی دلہی کے لیے تھا۔

احمد بن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم حسن بن ربیع کے پاس بیٹھے تھے تو حسن کہہ

رہے تھے کہ میں نے آئمہ کرام میں سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا بردبار اور صابر کوئی نہیں دیکھا۔ آپ لوگوں کی چھوٹی چھوٹی باتیں بھی برداشت کرتے ہیں، اگر آپ کو ساری دنیا کے خزانے پیش کر دیئے جائیں تو آپ انہیں لینے سے انکار کر دیتے ہیں، انہیں صرف اپنی والدہ کے غم کا خیال ہے، اس سے بڑھ کر دنیا کی کسی چیز کو قیمتی نہیں سمجھتے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب مجھے کوڑے لگائے جاتے تھے تو میری والدہ مجھے کہا کرتی تھی ابوحنیفہ! تجھے علم نے اس قوت برداشت تک پہنچا دیا ہے، تم اس علم کو چھوڑ دو اور عام دنیا داروں کی طرح کام کرتے جاؤ۔ میں نے کہا اماں اگر میں علم چھوڑ دوں تو اللہ تعالیٰ کی رضا کس طرح حاصل کروں گا۔

محمد بن بشر اسلمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے کوفہ میں منصور بن معتمر اور حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر ماں کی تابعداری کرتے کسی کو نہیں دیکھا۔ منصور تو اپنی خلافت اور منصب کے باوجود اپنی والدہ کا سر دھلاتا اور اس کے بالوں سے جوئیں تک نکالتا تھا۔ اور سر کو صاف ستھرا رکھنے کے لیے بالوں کو کنگھی تک کرتا تھا۔

خراش بن حوشب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے سنا تھا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے والدین کے لیے ہر جمعہ کے روز بیس درہم خیرات کرتا ہوں اور اس بات کی میں نے منت مانی ہوئی ہے۔ دس درہم باپ کے لیے اور دس درہم ماں کے لیے صدقہ کرتا ہوں۔ ان مقررہ درہموں کے علاوہ آپ اپنے والدین کے لیے فقراء و مساکین میں اور چیزیں بھی صدقہ کیا کرتے۔

حمزہ بن مغیرہ رضی اللہ عنہ (جن کی وفات ۱۸۰ھ میں ہوئی تھی نوے سال کی عمر میں) فرمایا کرتے تھے کہ ہم عمر بن ذر کے ساتھ رمضان المبارک کی راتوں میں قیام اللیل کرنے جایا کرتے تھے میں نے دیکھا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی والدہ کو ان کے پاس کئی بار لاتے حالانکہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر وہاں سے کئی میل دور تھا۔ عمر بن ذر کی عادت تھی کہ وہ سحری کے وقت مسجد میں آتے تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی والدہ کو لے کر سحری کے وقت اتنی دور پہنچ جایا کرتے تھے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ

کو شر کے قاضی کے علم و فضل پر بڑا اعتماد تھا، ایک بار کسی مسئلہ پر انہوں نے قسم کھائی کہ میں تو قاضی شر کے فتویٰ پر اعتماد کروں گی اور اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ ان کے پاس جا کر اس مسئلہ کا جواب لاؤ۔ یہ قاضی صاحب امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں تھے۔ ان کا نام ابوطالب تھا۔ وہ محض ایک واعظ تھے، مفتی یا فقیہ نہیں تھے۔ لوگوں کو رنگین داستانیں سنا کر اسلام کی محبت پیدا کیا کرتے تھے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ان کی مجلس وعظ میں آیا کرتی تھیں۔ امام صاحب نے اپنی والدہ کی قسم کے مسئلہ کے لیے ابوطالب کو اپنے گھر بلا لیا اور انہیں فرمایا کہ میری والدہ نے قسم کھائی ہے کہ وہ مسئلہ آپ سے ہی دریافت کریں گی۔ قاضی ابوطالب فرمانے لگے حضور آپ مجھے مسئلہ کا حل بتادیں، میں وہی بیان کروں گا تاکہ آپ کی والدہ آپ سے راضی ہو جائیں۔

عمر بن ذر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ کوئی ناممکن بات نہیں کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ایک واعظ سے مسائل کا استفسار کریں۔ آپ کو تو اپنی والدہ کا حکم ماننا تھا اور آپ کو اپنی والدہ کو کسی بات پر ناراض کرنا گوارا نہ تھا۔ کئی بار آپ نے صرف قاضی ابوطالب سے استفسار کیا۔ اس قسم کے واقعات بہت ہیں جہاں حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی والدہ کی خاطر ان لوگوں سے مسائل پوچھنے پڑے جو علمی اعتبار سے بہت ہی کمزور تھے۔

عبید بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے محمد بن حسن شیبانی سے سنا وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ جب میرے استاد امام حماد فوت ہوئے تو اس دن سے لے کر آج تک میں ہر نماز کے بعد استغفار پڑھتا ہوں اور اپنے استاد کے لیے بطور ایصال ثواب پہنچاتا ہوں۔

ابو بشیر مولیٰ بن ضبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے استاد حماد کا وصال ہوا تو اس دن سے ان کے لیے اور اپنے والد کے لیے استغفار کرتا ہوں بلکہ میں ہر استاد کے لیے استغفار کرتا ہوں جس نے مجھے ایک بھی لفظ پڑھایا تھا۔ اس طرح میں ہر شاگرد کے لیے بھی استغفار کرتا ہوں۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا معمول

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے والدین سے پہلے اپنے استاد امام ابو حنیفہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے ہر نماز کے بعد استغفار کرنا واجب جانتا ہوں کیونکہ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں والدین کے ساتھ اپنے استاد کے لیے بھی بلاناغہ استغفار کرتا ہوں۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد مکرم حضرت حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کی طرف کبھی پاؤں نہیں پھیلائے۔ ان کے احترام اور اکرام کی وجہ سے مجھے حیا آتی تھی۔ آپ کے گھر اور میرے گھر میں چند گلیوں اور کوچوں کا فاصلہ تھا مگر میں نے نہ کبھی ادھر پاؤں پھیلائے نہ کبھی پشت کی۔

نعمان کان ابرالناس کلہم
بوالدية و بالاستاذ حماد
قد کان يدعو لهم ماعاش مجتہدا
شائی بنا کل محمود و حماد
وکان یفتح بالحماد دعوتہ
ولا یحابی لآباء و اولاد
ابو الافادة اولی بالیدابة من
ابی الولادة عندالواحد الہادی
مامد رجليہ یوما نحو منزله
ودونہ سکک سبع کاطوادی

(ترجمہ) حضرت نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا کرتے تھے۔ انہیں اپنے والدین اور اپنے استاد حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ کا خاص طور پر احترام تھا۔ آپ جب کسی کے لیے دعا کرتے تو حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ کا نام سب سے پہلے لیتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ والدین بچے کو جنم دیتے ہیں مگر استاد علم و فضل کے خزانے دیتا ہے۔ ولادت اللہ کے خالق ہونے کی صفت کی مظہر ہے مگر علم کا حصول اللہ کے ہادی ہونے کا مظہر ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندگی بھر استاد کی طرف پاؤں نہیں پھیلاتے تھے حالانکہ ان کے اور ان کے استاد حماد کے گھر کے درمیان پہاڑوں کی طرح بلند دیواریں کھڑی تھیں۔

سترھواں باب

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کے حاسدین اور آپ کا ان سے حسن سلوک

بکیر بن معروف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا، آپ فرمایا کرتے تھے میں نے ساری زندگی کسی کی برائی کبلاہ برائی سے نہیں دیا اور نہ ہی کسی کا تذکرہ برے الفاظ میں کیا۔ تم لوگ جانتے ہو کہ میں نے اہل مکہ سے کبھی بغض نہیں کیا۔ ہم نے کہا ہاں، آپ نے کبھی بغض نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بعض ایسی آیات نازل ہوئی تھیں جن سے بعض مکی آیات منسوخ ہو گئی تھیں۔ ہم نے یہ ساری آیات اہل مکہ پر لوٹا دیں۔ آپ نے فرمایا ہم اہل مدینہ سے بھی بغض نہیں کرتے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نکسیر اور پچھنے سے خون نکلوانے کو ناقص وضو جانتے ہیں مگر اہل مدینہ اسے ناقص وضو نہیں مانتے۔ ہم ان کی فاسد نمازیں انہیں کی طرف لوٹا دیتے ہیں۔ پھر فرمایا تم جانتے ہو کہ ہم اہل بصرہ سے بغض و عداوت نہیں رکھتے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم مسئلہ تقدیر میں ان کی مخالفت کرتے ہیں حالانکہ مسئلہ تقدیر ان کے عقائد اور نظریات کا سر تاج ہے۔ ہم اہل شام سے بغض نہیں کرتے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ لڑ رہے تھے تو ہم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حامی تھے اور امیر معاویہ کے شامی لشکر سے جنگ کرتے رہے۔ ہم اہل بیت سے بغض نہیں کرتے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھرانے کے ایک ایک فرد سے محبت کرتے ہیں اور ان کے فضائل اور مناقب کا اقرار کرتے ہیں۔

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ آپ نے اپنی ان وجوہات میں یہ اضافہ کیا کہ تم لوگ جانتے ہو کہ ہم اہل حدیث سے بغض نہیں رکھتے ہم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کو برحق جانتے ہیں

اگرچہ بعض معاملات میں ان سے اجتہادی غلطیاں ہوئیں پھر بھی ہم انہیں حق پر جانتے ہیں اور بغض نہیں رکھتے۔

عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم مسجد خیف (منیٰ مکہ) میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں بیٹھے تھے، ایک شخص نے آپ سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے اس کا جواب دیا، پھر کسی نے کہا کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ اس مسئلہ میں یوں فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا حسن بصری رضی اللہ عنہ سے اس مسئلہ میں اجتہادی غلطی ہوئی ہے۔ ایک اور شخص آیا اس نے اپنا چہرہ پٹی سے چھپایا ہوا تھا وہ کہنے لگا اے زانیہ کے بیٹے! تم حسن بصری رضی اللہ عنہ کو خطا کار اور غلط کہتے ہو۔ وہ یہ الفاظ کہہ کر مسجد سے نکل گیا مگر آپ کی قوت برداشت کا یہ عالم کہ آپ کے چہرے پر کوئی غصہ نظر نہ آیا۔ اس کے باوجود آپ نے فرمایا کہ حسن بصری رضی اللہ عنہ سے اجتہادی غلطی ہوئی ہے۔

ابن داؤد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی کسی کو برا نہیں کہتے تھے۔ صرف دو شخصوں کو برا کہا، ایک وہ حاسد جو آپ کے علم سے حسد کرتا تھا۔ دوسرا وہ جاہل جو علم کی قدر و منزلت سے محروم تھا۔ میں نے ابو معاویہ بن یزید سے سنا انہوں نے فرمایا کہ میں ایک دن عباسی خلیفہ ہارون الرشید عباسی کے پاس بیٹھا تھا ان کے سامنے حلوے کی ایک پلیٹ رکھی ہوئی تھی، میں نے اس سے چند لقمے اٹھائے اور کھا لیے۔ ہارون الرشید کے غلام میرے پاس پانی اور برتن لائے تاکہ میں ہاتھ دھو لوں، خلیفہ ہارون الرشید نے برتن نیچے رکھ کر خود میرے ہاتھ دھلوائے اور پوچھا آپ جانتے ہیں کہ آپ کے ہاتھ کون دھلوا رہا ہے؟ میں نے کہا نہیں، فرمایا امیر المومنین (خلیفہ ہارون الرشید) میں نے کہا آپ نے علم کا اعزاز و اکرام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا میں مکرم و معزز بنائے گا۔ ہارون الرشید نے کہا واللہ میرا یہی ارادہ تھا۔

ابن داؤد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بغض کرنے والے افراد دو قسم کے تھے، حاسد اور جاہل۔ میرے نزدیک حاسد سے جاہل بہتر ہے وہ تو جہالت کی وجہ سے حسد کرتا ہے، مگر دوسرے لوگ دیدہ دانستہ حسد کرتے ہیں۔

ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حسن بن عمارہ کو دیکھا کہ وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گھوڑے کی رکاب پکڑے ہوئے کھڑے تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ میں نے فقہ

میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کسی دوسرے کو نہیں دیکھا اور نہ ہی حاضر جوابی میں آپ کا کوئی دوسرا ثانی تھا۔ میں نے عرض کی اے امام ابوحنیفہ! آپ کی عادت کریمہ ہے آپ کسی وقت بھی کسی کی برائی نہیں کرتے اور نہ ہی اپنے خلاف حملہ کرنے والے کی مدافعت کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی برائی صرف حسد کی وجہ سے ہی کی جاتی تھی ورنہ آپ کا ہر ایک کے ساتھ حسن سلوک ایسا تھا کہ مخالف سے مخالف شخص بھی آپ کی تعریف کرنے پر مجبور ہو جایا کرتا تھا۔

ابو وہب العابد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص مسح علی الخفین کو ناجائز سمجھتا ہو میں اسے ناقص العقل اور جاہل کہتا ہوں۔ ایسے ہی جو شخص امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غیبت کرتا ہے وہ بھی میرے نزدیک ناقص العقل اور جاہل ہے۔

سفیان بن وکیع فرماتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے بتایا تھا کہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ اس وقت سر جھکائے بیٹھے تھے، مجھ سے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ میں نے بتایا کہ شریک کی مجلس سے اٹھ کر آ رہا ہوں۔ آپ نے یہ اشعار پڑھے۔

ان یحسلونی فانی غیر لانہم
قبلی من الناس اهل الفضل قد حسدوا
قدام لی ولہم مابی وما بہم
و مات اکثرنا غیظا لما یجد

(ترجمہ) یہ لوگ مجھ سے حسد کرتے ہیں مگر میں انہیں برا بھلا نہیں کہتا اور حسد کرنے والے کو بھی اہل علم و فضل سے تصور کرتا ہوں۔ یہ حالت میری ساری زندگی رہی، اس طرح میرے حاسدین بھی اپنی ساری زندگی غیظ و غضب کی آگ میں جلتے رہے۔

محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حسد کرنے والوں کی کیا کیفیت ہے؟ آپ نے یہ شعر پڑھا۔

ہم یحسلونی و شر الناس منزلة
من عاش فی الناس بو ما غیر محسود

(ترجمہ) وہ میرے ساتھ حسد کرتے ہیں وہ مرتبہ کے لحاظ سے لوگوں میں بڑا آدمی ہے مگر کوئی دن

ایسا نہیں گزرتا کہ مجھ حسد نہ کیا جائے۔

احمد بن عبد "رے" کے قاضی تھے۔ وہ اپنے والد کی زبانی فرماتے ہیں ایک دن ہم ابن عائشہ کے پاس بیٹھے تھے کہ کسی نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے ایک حدیث بیان کی تو حاضرین مجلس میں سے کسی نے کہا ہم اس حدیث سے وہ مراد نہیں لیتے جس طرح ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) لیتے ہیں۔ میرے والد نے فرمایا اگر آپ انہیں ایک بار دیکھ لیتے تو بر ملا کہہ اٹھتے کہ واقعی ان کی رائے بالکل درست ہے۔ تمہاری مثال تو ایسی ہے۔

اقلوا علیہم و یحکم لا ابا لکم من اللوم اوسدوا المکان الذی سدوا

(ترجمہ) تم ان کی مذمت کرتے ہو اور انہیں حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہو، تم پر خدا تباہی نازل کرے تم اپنے باپ کے بیٹے نظر نہیں آتے۔

ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کو لوگوں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا ان جیسا آج دنیائے اسلام میں کون ہے، دنیا والوں نے ان سے حسد کیا، تنگ کیا مگر وہ پھر بھی صبر کرتے رہے۔ ان پر کوڑے برسائے گئے وہ پھر بھی ثابت قدم رہے۔

حضرت ابراہیم بن الاشعث فرماتے ہیں کہ ہم فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے۔ ایک شخص حاضر ہوا، اس نے کہا عبد اللہ بن المبارک رضی اللہ عنہ حج سے واپس تشریف لائے ہیں مگر مجھے لوگوں نے بتایا کہ آپ ان کے خلاف ہیں۔ حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ نے فرمایا سخیان ثوری تو امام صاحب کے خلاف تھے مگر جب انہیں آپ کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کا موقع ملا تو آپ کی رائے بدل گئی، سابقہ غلطیوں سے تائب ہوئے اور اپنی غلط فہمیوں پر توبہ کرتے ہوئے استغفار پڑھتے تھے اور ندامت کا اظہار کرتے تھے۔ بعض علمائے کرام کا رویہ ایسا رہا ہے مگر علی الاعلان ایک دوسرے کے خلاف آواز نہیں اٹھایا کرتے تھے۔

محمد بن مہاجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے علی بن اسحاق سے سنا تھا وہ فرماتے تھے کہ میں نے شریک بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے خود سنا تھا وہ فرماتے تھے کہ اے لوگو! مجھے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کچھ غلط فہمیاں تھیں جس طرح عام لوگ غلط فہمی کی وجہ سے غلط گوئی کرتے ہیں

ہم بھی اسی طرح حضرت امام کے خلاف بعض مسائل میں غلط گوئی کرتے رہے ہیں۔ یہ ہماری نفرتیں تھیں، ہم ان سے معافی کے خواستگار ہیں اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کے طلبگار ہیں۔

ابومعاویہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ شریک مسکین امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حسد کرتے تھے، یہ ان کی جہالت تھی کہ ان کے علمی مقام سے عداوت رکھتے تھے مگر اعلانیہ سراٹھا کر کبھی کوئی بات نہیں کر سکے۔ پھر شریک نے بہت سے مسائل امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل کیئے اور کئی مسائل پر نہایت خاموشی کے ساتھ آپ کی رائے کی اتباع کی۔ ابومعاویہ رضی اللہ عنہ مزید فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن آدم کو کہتے سنا کہ شریک نے جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسائل کا جواب سنا تو کتنے خوش خوش گئے تھے مگر زبان سے نہ امام کے کمالات کا اعتراف کیا نہ دوسروں پر ظاہر ہونے دیا۔ یہ بات ان کے حسد کی وجہ سے تھی کہ زبان سے اعتراف کمال نہ کر سکے۔

عبدالوہاب بن عبدالرحمن بن شیبہ نے فرمایا کہ یہ کتاب میرے دادا شیبہ بن عبدالرحمن بن اسحاق کی ہے میں نے اس میں پڑھا ہے کہ محمد بن خارجہ الصیرفی نے لکھا ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا ابن ابی لیلیٰ میرے خلاف گلہ اور شکوہ کو حلال جانتے تھے لیکن میں تو ان کی بلی اور ان کے گدھے کی برائی بیان کرنا بھی مناسب نہیں جانتا۔

حضرت عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سفیان ثوری رضی اللہ عنہ اور امام اوزاعی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سخت مخالف تھے وہ دونوں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف باتیں کیا کرتے تھے اور آپ کی تنقیص کرتے رہتے تھے اور اس معاملہ میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے تھے لیکن وہ آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکے اور نہ ہی وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئے۔

اسی طرح ابن ابی لیلیٰ، ابن شبرمہ، شریک اور حسن بن صالح جیسے لوگ بھی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حاسدین میں سے تھے مگر بایں ہمہ وہ آپ کو نقصان نہ پہنچا سکے اور نہ ہی ان لوگوں کا شور و غل آپ کے مقام کو متاثر کر سکا۔ ان کی یہ ساری کوششیں ان کے اپنے حلقہ تک رہیں مگر امام صاحب کے علمی فیصلے سارے عالم اسلام میں روشنیاں پھیلاتے گئے۔

ابوسعید صنعانی فرماتے ہیں کہ مجھے کئی بار کوفہ جانے کا موقع ملا، میں ہمیشہ امام ابوحنیفہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس میں صرف اس لیے شریک ہوتا کہ آپ سے علم سیکھوں۔ پھر میں حضرت امام ابوحنیفہ کے مشورے سے کوفہ کے دوسرے محدثین اور اہل علم کے پاس بھی حاضر ہوا کرتا بلکہ آپ خود بھی فرماتے فلاں عالم کی مجلس میں جانا تمہارے لیے مفید ہو گا۔ میں ایک دن کوفہ کی ایک مسجد کے سامنے سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ ایک بوڑھا چند لوگوں کو بٹھائے کچھ مسائل سمجھا رہا ہے، میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون بزرگ ہیں، انہوں نے بتایا کہ یہ شریک بن عبد اللہ ہیں۔ مجھے ان کی باتوں سے کچھ حاصل تو نہ ہوا مگر میں نے جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا ہاں وہ بہت بڑے عالم دین ہیں۔ اس وقت کے محدث ہیں اور اپنے علم میں ثقہ اور مستند ہیں۔ ان کی ہر حدیث لکھ لیا کرو، صرف ایک روایت نہ لکھا کریں جو وہ جابر الجعفی سے بیان کرتے ہیں۔ میرا شریک کے پاس آنا جانا شروع ہو گیا، میں ان سے احادیث سننے لگا، انہیں لکھ کر محفوظ کرنے لگا، ایک دن شریک کی مجلس میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ ہوا تو آپ ان کے خلاف باتیں کرنے لگے اور کوئی بھی اچھی بات نہ کی۔ میں نے کہا سبحان اللہ آپ کے اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان تو زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اس نے کہا وہ کیسے، میں نے بتایا کہ جب میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ بہت بڑے محدث اور ثقہ ہیں، مستند ہیں ان سے احادیث سنا کرو بلکہ لکھ لیا کرو مگر آپ کی باتیں سن کر مجھے افسوس ہوا کہ کاش میں آپ کی مجالس میں نہ آتا، وہ آپ کی تعریف کریں آپ ان کی غیبت کریں۔ یہی فرق زمین و آسمان کا فرق ہے۔ شریک نے میری باتیں سنیں تو خاموشی سے سر جھکا دیا۔ میرا خیال ہے کہ وہ اس بات پر نادم تھے اور اپنی غلطی پر پچھتا رہے تھے۔ چند دنوں بعد پھر ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر آیا تو وہ پھر گلہ و شکوہ کرنے لگے اور آپ کے نقائص بیان کرتے رہے چنانچہ اس دن کے بعد میں نے ان کے پاس آنا جانا بند کر دیا اور سوچا کہ یہ بوڑھا (شریک) عقل و بصیرت سے عاری ہو گیا ہے اور زبان پر جو کچھ آتا ہے کہتا جاتا ہے۔

ایک شرابی سے گفتگو

ابن اللجنی فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بادہ نوش شرابی کے گھر کے

قریب سے گزرے، وہ نشہ میں دھت دیوار کے ساتھ کھڑا پیشاب کر رہا تھا۔ آپ نے اسے فرمایا اگر تم بیٹھ کر پیشاب کرتے تو تمہارے لیے بہتر تھا۔ اس نے امام کو دیکھ کر کہا مجھے میرے دوست نے تو ایسا کرنے کو کہا ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے سمجھ آگئی ہے کہ تم اپنے دوست پر پختہ ایمان رکھتے ہو جس طرح انبیاء کرام اپنے اللہ پر پختہ ایمان رکھتے تھے۔ تم بھی اپنے دوست (شیطان) پر پکا ایمان رکھتے ہو۔

صدقہ بن فضل فرماتے ہیں کہ میں بغداد گیا تو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ملا۔ آپ نے پوچھا کیا تم امام شافعی رحمہ اللہ سے ملے ہو؟ تم ان کے پاس جاؤ اور ان سے احادیث کی اجازت حاصل کرو، میں نے کہا ابھی جاتا ہوں۔ میں حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے پاس گیا اور احادیث سنیں، واپس آیا تو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے مجھ سے پوچھا تم امام شافعی رحمہ اللہ کی مجالس میں گئے تھے تمہارا کیا تاثر ہے؟ میں نے کہا میں ایک ایسے شخص سے ملا ہوں جو لوگوں کے عیب بیان کرتا ہے، عامیانہ گفتگو کرتا ہے۔ مجھ سے امام شافعی رحمہ اللہ نے دریافت کیا اے خراسانی! تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا میں وہی کہتا ہوں جو سنتا ہوں۔ آپ نے پوچھا کیا تمہارے پاس کچھ دلائل ہیں، میں نے عرض کی آپ تو احادیث بنا کر چپ ہو جاتے ہیں۔ دلائل تو ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھے وہ تو حدیث بیان کرنے کے بعد دلائل کے دریا بہا دیتے تھے۔ میری یہ بت سن کر امام شافعی رحمہ اللہ خاموش ہو گئے۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ سے جب کوئی مشکل اور دقیق مسئلہ پوچھا جاتا تو خاموش ہو جاتے اور پھر سر اٹھا کر کہتے اس مشکل مسئلہ پر تو وہی شخص گفتگو کر سکتا ہے جس سے ہم حسد کرتے ہیں۔ پھر آپ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں سے مخاطب ہو کر پوچھتے کیا تمہارے پاس اس کا کوئی حل ہے؟ شاگرد دوسرے دن امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کر کے سفیان ثوری رحمہ اللہ کی مجلس میں بیان کرتے تو آپ محسوس کرتے واقعی ان مسائل کا جواب یہی ہے۔

یوسف بن خالد سمتی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم بصرہ میں علماء کرام کی ساتھ نشست و برخاست کرتے تھے مگر جب ہم کوفہ میں آئے تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں بیٹھنے اٹھنے کا موقع ملا تو محسوس کیا کہ کہاں ایک علم و فضل کا دریا اور کہاں یہ چھوٹے چھوٹے چشمے۔ ہر شخص مسائل کے جوابات پر اطمینان کا اظہار کرتا مگر جو نہی موقع ملا تو غیبت کرتا۔

نصر بن علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو عاصم نبیل سے سنا۔ کہ میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث بیان کی تو بعض لوگ چین بہ چین ہونے لگے میں نے پوچھا یہ کیا وجہ ہے آپ چین بہ چین ہیں اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر آتے ہی ناراض ہونے لگتے ہیں حالانکہ امام کا وجود دین میں ایک زبردست فقیہ کا ہے۔ آپ حسد تو کر رہے ہیں مگر آپ کو معلوم نہیں کہ دین میں ”محور“ کا کیا مقام ہوتا ہے، میں تو انہیں عبد اللہ بن قیس کے شعر کی روشنی میں دیکھ رہا ہوں۔

حسدا ان راوک فضلک اللہ

بما فضلک بہ النجبا

(ترجمہ) یہ حسد ہی ہے کہ لوگ آپ کو دیکھ کر جل جاتے ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے وہی فضیلت بخشی ہے جو امت کے نجبا کو بخشی جاتی ہے۔

عبدالوہاب بن محمد کے سامنے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا گیا تو آپ نے کہا لوگ اتنے بڑے فقیہ سے حسد کرتے ہیں۔ انہوں نے پھر یہ شعر پڑھا۔

رایت رجالا یحسدون مجاہدا

و نوالسر التلقاہ الا محسدا

(ترجمہ) میں دیکھتا ہوں کہ یہ لوگ ایک مجاہد سے حسد کرتے ہیں وہ صاحب راز ہے، اسے جو کچھ ملتا ہے وہ حاسدین کی نیکیوں سے ملتا ہے۔

محمد بن حسن کے سامنے جب امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیا گیا تو آپ نے بھی اوپر لکھا ہوا شعر پڑھا۔ یحییٰ بن معین کے سامنے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا تو آپ بھی یہی شعر پڑھ کر سناتے تھے۔

عبد اللہ بن ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے ابن شبرمہ (جو حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مخالف تھا) کے سامنے دعویٰ پیش کیا تو ابن شبرمہ نے اس کے خلاف فیصلہ دے دیا۔ وہ

فخص امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام ماجرا بیان کیا تو آپ نے اس کے حق میں ایک مفصل فیصلہ لکھا۔ وہ شخص ابن شبرمہ کی عدالت میں دوبارہ حاضر ہوا، اس وقت قاضی ابن ابی لیلیٰ بھی بیٹھے ہوئے تھے ان دونوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ کس نے یہ فیصلہ لکھا ہے۔ دونوں نے فیصلہ پڑھا تو اس کی تعریف کی اور کہا بہت خوب دلائل پیش کیئے گئے ہیں۔ پوچھا یہ کس نے لکھا ہے؟ اس شخص نے بتایا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے، یہ دونوں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف باتیں کرنے لگے۔ امام صاحب کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ نے یہ شعر پڑھے۔

ان يحسدونی فانی غیر لانہم قبلی من الناس اهل الفضل قد حسدوا
 قدام لی ولہم مابی ومابہم و مات اکثرنا غیظا لما یجد
 (ترجمہ) لوگ مجھ سے حسد کرتے ہیں میں انہیں کچھ نہیں کہتا اور نہ ہی آئندہ انہیں کچھ کہوں گا کیونکہ اہل علم و فضل سے ہمیشہ لوگ حسد کرتے رہے ہیں۔ میرے ساتھ بھی ان لوگوں کا یہی رویہ ہے یہ لوگ دل کی جلن میں جلتے رہتے ہیں اور غیظ و غضب کا شکار رہتے ہیں وہ اسی میں مرجائیں گے۔

یہ روایت خطیب بغدادی نے بھی اپنی کتاب میں نقل کی ہے۔ ابو بکر زرنجری نے اپنی مشہور کتاب میں جو آپ نے اہل بخارا کے لیے لکھی تھی بیان کیا ہے کہ میرے والد نے بیان کیا تھا کہ عبداللہ بن طاہر سے پوچھا گیا کہ لوگ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت اور مذمت کیوں کرتے ہیں؟ انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

ما یضر البحر اسی فاخرا

ان رمی فیہ غلام بججر

(ترجمہ) دریا کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا، وہ ہمیشہ اپنی روانی سے کام رکھتا ہے۔ اگر کوئی بچہ اس کے کنارے بیٹھا ہزار پتھر پھینکتا چلا جائے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

ابوالحسن حسن بن علی مرغینانی نے اپنی کتاب جو انہوں نے علمائے بخارا کے لیے لکھی تھی

اس میں یہ اشعار لکھے ہیں ۔

ان يحسدونی فزاد اللہ فی حسدی لا عاش من عاش یوما غیر محسود
ما تحسد المرء الا من فضائله بالعلم والبأس او بالمجدو الجود

(ترجمہ) لوگ مجھ سے حسد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں مزید حسد کرنے پر آمادہ رکھے۔ ان لوگوں نے اصل زندگی کا مزہ نہیں چکھا، انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ جس شخص کے خلاف حسد کی آگ جلائی جاتی ہے اسے زندگی میں کتنے انعامات سے نوازا جاتا ہے۔ جس پر حسد کیا جائے اس کے فضائل دوچند ہوتے ہیں۔ وہ فضائل علمی ہوں یا بہادری کے۔ یہ کمالات اس کی بزرگی پر ہوں یا جود و سخا پر ہر حالت میں حسد کرنے والے اس کی عظمت کو بڑھا دیتے ہیں۔

واز دادلی حسدا من لست احسد
ان الفضیلة لا تخلو عن الحسد

(ترجمہ) وہ میرے خلاف حسد کرتے کرتے بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ جس پر حسد نہ کیا جائے اس کی برتری واضح نہیں ہوتی۔

عمارہ بن عقیل رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب لکھا ہے ۔

ما ضرنی حسدا للثام ولم یزل فوالفضل یحسده ذو ولنقصان
یا بوس قوم لیس حربی بینہم الا تظاهر نعمة الرحمن

(ترجمہ) خیس اور کینے لوگ حسد کرتے ہیں، مجھے ان کی اس عادت سے کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ جو لوگ زندگی میں نقصان اور پریشانیوں کی زد میں ہوتے ہیں، وہ اہل کمال اور اہل علم سے حسد کرتے رہتے ہیں۔ اے لوگو! میرے حاسدین کو کچھ نہ کہو ان کی اس وجہ سے مجھ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور احسانات نازل ہوتے ہیں جن سے وہ خود محروم رہتے ہیں۔

حاتم طائی علیہ الرحمۃ کے یہ اشعار کتنے عمدہ ہیں ۔

یا کعب ما ان اری من بیت مکرمۃ
الا له من بیوت الناس حساد

(ترجمہ) اے کعب! میں عزت والے گھر نہیں دیکھتا۔ ہاں صرف حاسد لوگ عزت والوں کو دیکھ کر جلتے رہتے ہیں۔

ایک حاسد کا انجام

کوفہ میں عبداللہ بن عبداللہ الدبابی شخص امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حاسدین میں سے تھا۔ وہ ہر وقت حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف باتیں کرتا اور آپ کی تنقیص کرتا رہتا تھا۔ آپ پر کئی قسم کے الزامات اور اتہامات کی تشہیر کرتا رہتا تھا۔ وہ اپنے گھر میں بیٹھا بیٹھا حسد کی آگ میں جلتا رہتا، ایک دن اتفاق سے ایسا ہوا کہ اس کے گھر کو آگ لگ گئی، وہ اس میں جل کر راکھ ہو گیا، اس نے بڑی کوشش کی کہ باہر نکل جائے مگر آگ کے شعلوں نے اس کے تمام راستے بند کر دیئے تھے، وہ جل کر خاکستر ہو گیا۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے دشمنوں کی ایک سازش

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حاسدین اور دشمنوں نے ایک سازش تیار کی اور ایک فاحشہ عورت کو آمادہ کیا کہ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف تہمت لگائے اور اس کی تشہیر کرے۔ جب آپ علی الصبح مسجد میں آئیں تو وہ شور مچا دے کہ آج رات ابوحنیفہ نے مجھ سے بدکاری کی ہے۔ وہ لوگوں کے کہنے پر مسجد کے دروازے پر آکھڑی ہوئی، ادھر سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لا رہے تھے، وہ چلا کر بولی اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی پناہ میں رکھے میں اللہ سے استغفار کرتی ہوں۔ حضرت نے پوچھا کیا بات ہے؟ کہنے لگی میرا شوہر آپ کا ہمسیہ ہے، عورت نے ایک گھر کے طرف اشارہ کر کے کہا۔ اس گھر میں نشے میں دھت پڑا ہوا ہے، مجھے آپ جیسا قابل اعتماد دوسرا نہیں ملا جو اسے تلقین کرے تاکہ وہ راہ راست پر آجائے۔ آپ میری راہبری فرمائیں اور میری مدد کریں اور اسے چل کر تلقین کریں شاید وہ انسان بن جائے۔ آپ اس کی باتیں سن کر اس کے ساتھ چل پڑے، آپ

اس کے ساتھ اندر داخل ہوئے تو وہاں آپ کے حاسدین اور مخالفین کا ایک مجمع پہلے سے ہی موجود تھا مگر ان میں کوئی مست یا مریض نظر نہ آ رہا تھا۔ آپ کو دیکھتے ہی ان لوگوں نے شور مچا دیا اور آپ کے گرد گھیرا ڈال دیا اور کہنے لگے۔ ابوحنیفہ! تم یہاں کیا کرنے آئے ہو۔ عورت نے انہیں بتایا کہ میں انہیں زنا کرنے کے لیے لائی ہوں اور یہ فحشہ خانہ ہے، لوگ یہاں زنا کرنے آتے ہیں۔ آج آپ کہاں آگئے، آپ نے فرمایا مجھے اس مکان کے متعلق تو کوئی علم نہیں، ہاں یہ عورت مجھے اپنے بیمار خاوند کے لیے لائی ہے کہ وہ مر رہا ہے، اس پر بیہوشی طاری ہے، میں اسے تلقین کرنے کے لیے بلایا گیا ہوں۔ ان لوگوں نے آپ کی کوئی بات نہ سنی، یہ عورت تو ان کی مکروہ شازش کی آلہ کار تھی، انہوں نے اسے خود بھیجا تھا، وہ آپ کو حیلے بہانے سے لے آئی تھی، لوگ آپ کو پکڑ کر آپ کے مخالف قاضی شہر ابن ابی لیلیٰ کے پاس لے آئے، قاضی نے دیکھ کر کہا میں اس کا فیصلہ صبح کروں گا۔ عورت کو علیحدہ بٹھا دیا گیا۔ پھر ان لوگوں کو بھی علیحدہ بٹھا دیا گیا جو بطور گواہ پیش ہوں گے۔ اب یہ لوگ اس عورت کو سمجھاتے رہے کہ جب تم قاضی کی عدالت میں پیش ہو تو اسے کہنا ابوحنیفہ میرے ساتھ زنا کرنے کے لیے میرے گھر آیا تھا اور اس بات پر قائم رہنا۔

قاضی ابن ابی لیلیٰ چاہتے تھے کہ دن کے وقت اس معاملہ کو سامنے لایا جائے تاکہ شہر کے لوگ زیادہ سے زیادہ جمع ہو جائیں، اس طرح امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیادہ رسوائی ہوگی۔ قاضی نے کہا ابوحنیفہ! کو اس مکان میں لے جاؤ جہاں سے اسے گرفتار کیا گیا تھا۔ جب صبح عدالت لگی تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیش کیا گیا۔ قاضی ابن ابی لیلیٰ نے امام صاحب کو نہایت سخت الفاظ میں زجر و توبیح کی۔ آپ نے نگاہیں نیچی رکھیں۔ قاضی بولتا گیا، کوئی جواب نہ پا کر قاضی نے سمجھا اب عورت آپ کے خلاف بھرپور گواہی دے گی۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے لگے، استغفار کرنے لگے اور اس کی بارگاہ میں التجا و زاری کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ دلوں کو بدلنے والا ہے، اب اس عورت کو عدالت میں لایا گیا، عورت نے قاضی کو بتایا کہ ان لوگوں نے مجھے ایک مخصوص رقم دے کر تیار کیا تھا کہ میں آپ کے خلاف تہمت لگاؤں اور عدالت کے سامنے آپ کے خلاف بیان دوں۔ میرے پاس فلاں فلاں شخص آیا۔ وہ ابن ابی لیلیٰ کا شاگرد ہے۔ فلاں فلاں شخص ابن ابی لیلیٰ کے دوست ہیں اور عورت نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عرض کی مجھے

آپ کی نسبت اپنی بدنامی اور شہرت کی زیادہ فکر ہے، آپ کسی طرح سے مجھے یہاں سے نکالیں۔ آپ نے وہاں اپنی بیوی کو بلا لیا اور اسے کہا کہ اپنا لباس اس عورت کو پہنا دو اور اس کے کپڑے خود پہن لو پھر آپ نے اس عورت کو کہا تم اسی لباس میں لوگوں کے سامنے باہر چلی جاؤ۔ لوگوں نے سمجھا یہ وہی عورت ہے جسے امام ابوحنیفہ نے بلایا تھا لہذا کسی نے اس پر اعتراض نہ کیا اور وہ باہر چلی گئی۔ اب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور آپ کی اپنی بیوی تھی مگر انہوں نے اس عورت کا لباس پہن رکھا تھا۔

اب حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخالفین اور سازشیں کرنے والوں نے اس عورت اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوبارہ عدالت میں پیش کیا، عدالت کا کمرہ تماشائیوں سے بھرا ہوا تھا۔ قاضی ابن ابی لیلیٰ نے دونوں کو دیکھا، امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عدالت میں کھڑے ہیں۔ قاضی نے گرج کر کہا ابوحنیفہ! تم ایک عالم اور فاضل آدمی ہو، تمہیں یہ فعل کرتے شرم نہیں آئی۔ قاضی نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عدالت میں بہت برا بھلا کہا، آپ نے نہایت صبر و تحمل سے برداشت کیا۔ اب آپ نے اٹھ کر کہا قاضی صاحب آپ نے جو کچھ کہا ہے وہ درست ہے۔ ملزموں کے ساتھ ایسا ہی رویہ اختیار کرنا چاہئے۔ مگر میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ اس عورت کے متعلق پہلے معلوم تو کر لو کہ یہ کون ہے؟ یہ میری بیوی ہے، میرے بیٹے حماد کی ماں کی ہے۔ آپ اس عورت سے دریافت کریں۔ قاضی نے پوچھا تو اس عورت نے جواب دیا کہ میں ابوحنیفہ کی بیوی ہوں، حماد کی ماں ہوں، ابوحنیفہ میرے شوہر ہیں، یہ بات سن کر عدالت میں سناٹا چھا گیا۔ قاضی ابن ابی لیلیٰ سن کر ہکا بکا رہ گیا۔ اس نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا کہ یہ سارے لوگ تمہارے خلاف بیان دے رہے ہیں کہ تم نے زنا کیا پھر قاضی نے اس عورت کو کہا کہ یہ تمام لوگ تمہارے متعلق بھی یہ کہہ رہے ہیں۔ محترمہ نے کہا مجھے لوگوں کے الزامات کا تو علم نہیں مگر میں امام ابوحنیفہ کی بیوی ہوں۔ قاضی نے کہا تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ تم ابوحنیفہ کی بیوی ہو۔ اس نے بتایا عدالت میں میرا بھائی موجود ہے، میرا بیٹا موجود ہے، آپ ان سے شہادت لیں۔ ان دونوں نے گواہی دی کہ یہ عورت ابوحنیفہ کی بیوی ہے۔ اب قاضی نے عدالت کے دوسرے لوگوں کو مخاطب کیا جن میں عورتیں بھی تھیں سب نے کہا ہم اسے جانتی ہیں یہ امام ابوحنیفہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی ہے۔

اب قاضی نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معذرت کی اور الزام تراشی کرنے والوں کو قرار واقعی سزا دی۔ لوگ چلے گئے تو قاضی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خوشامد کرنے لگا، اپنی مسند پر بٹھایا، آپ کی رفعت اور منزلت کی بے حد تعریف کی۔

ایک دن لوگوں نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں قاضی ابی یلیٰ کے متعلق بتایا کہ قاضی تو آپ کے خلاف ہر جگہ باتیں کرتا رہتا ہے، آپ پر الزامات تراشتا اور آپ کی مذمت کرتا ہے۔ مخالفت کا کوئی پہلو ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ آپ نے فرمایا، میں تو اس کی بلی کی بھی مذمت کرنا پسند نہیں کرتا۔ رضی موسوی کے اشعار اسی موقع پر کہے گئے تھے۔

نظر وابعین عداوة لوانها عین الهوی لاستحسنوا ما استنبحوا
بولوننی شمرز العیون لاننی غلست فی طلب العلی و نصبوا

(ترجمہ) لوگوں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عداوت کی نگاہوں سے دیکھا، کاش یہ لوگ آپ کو محبت کی نظروں سے دیکھتے۔ جن باتوں میں آپ کی قباحت کرتے ہیں وہ آپ کی محاسن نظر آتیں۔ یہ لوگ جو مجھ سے بھی آنکھیں پھیر لیتے ہیں حالانکہ میں نے آپ کی بلندیوں اور رفعتوں کو اندھیروں میں بھی دیکھ لیا ہے۔ یہ لوگ تو آپ کی شان کو روز روشن میں بھی نہیں دیکھ پاتے۔

حامد بن آدم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے فضل بن موسیٰ سینانی سے کہا کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے بلند پایہ انسان کے خلاف باتیں کرتے رہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا دراصل امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسی باتیں بھی واضح کر دیں جن کی ان لوگوں کو ضرورت نہ تھی اور ان کی عقل و فکر سے بلند تھیں۔ یہ حسد کی آگ میں جلنے لگے۔

اکباد من حسد النعمان فی کبد وفی رقابہم جبل من المسد
ان تغضوا عیشہ فی یومہ حسدا فانہ فی غد فی عیشة رغد

وقابل الحسد الوقادوا فده
 ذابوا بوقدهم ذابوا ولا عجب
 محسودهم فی نعیم اللہ منغمس
 قدشارکوا الناس لما عمهم کمد
 لمارا واجده الصعاد منتظما
 لوقده المتناهی قاتل الجسد
 کذاک فعل وقود النار فی الحمد
 وانهم قد صلوا فی غصۃ الحسد
 وانهم من سرور الناس فی کمد
 تورطوا فی عذاب واصب سعد

يقول حاسده رجلاى فى صفد

والجيد فى مسد والكبد فى كبد

(ترجمہ) حضرت نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حسد کی آگ میں لوگوں کے جگر جل رہے ہیں۔ ان کے گلے میں کھجور کی چھال کے رسے پڑے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ حسد کا خون پیتے رہتے ہیں اور خون پیتے رہیں گے۔ انہوں نے اپنی زندگیاں تلخ کر دی ہیں۔ ان لوگوں کا محور (امام ابوحنیفہ) ہمیشہ اللہ کی نعمتوں کے دریا میں غوطہ زن رہے گا۔ حاسد حسد کی آگ میں جلتے رہیں گے، امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو لوگوں کے دکھ میں شریک رہتے ہیں مگر یہ لوگ خوشی دیکھ کر جلتے رہتے ہیں۔ ان لوگوں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دن رات ترقی کی منازل طے کرتے دیکھا تو دائمی عذاب میں مبتلا ہو گئے اور عذاب میں جلنے لگے۔ آپ کا ایک حاسد کہتا ہے کہ میرے دونوں ہاتھ اور پاؤں بیڑیوں میں جکڑے ہوئے ہیں، گردن میں رسے پڑے ہوئے ہیں اور ان کے جگر درد و غم سے پھٹے جا رہے ہیں۔



اٹھارھواں باب

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما اور امرائے کوفہ

گورنر کوفہ کے دربار میں

ابن ہبیرہ نے فیصلہ کیا کہ وہ ایک ایسا مضمون لکھے جس سے اپنے اور خوارج کے درمیان فیصلہ کن بات ہو یا تو وہ باہمی صلح پر آمادہ ہو جائیں یا دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں۔ اس نے ابن شبرمہ اور ابن ابی لیلیٰ سے یہ بات کہی۔ ان دونوں نے ایک مہینے کی مہلت طلب کی، ایک ماہ بعد ان دونوں نے جو مضمون تیار کیا وہ اسے پسند نہ آیا۔ پھر انہوں نے کہا کہ کوفہ میں ایک ایسا شخص ہے جو اس موضوع پر خوب لکھنا جانتا ہے۔ ان کے بتانے پر ابن ہبیرہ گورنر کوفہ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک آدمی بھیجا۔ آپ تشریف لائے تو ابن ہبیرہ نے ان دونوں کی تحریریں آپ کے سامنے رکھ دیں۔ آپ نے پڑھ کر فرمایا اس تحریر میں اسمائے الہیہ کے علاوہ سارا مضمون بیکار اور غلط ہے۔ ابن ہبیرہ نے کہا پھر آپ لکھ دیجئے۔ آپ نے فرمایا لکھ دوں گا۔ ابن ہبیرہ نے پوچھا کتنے دنوں میں؟ آپ نے فرمایا ابھی شاہی کاتب کو بلائیں، کاتب بلا یا گیا آپ نے اسی مجلس میں سارا مضمون لکھوا دیا۔ دربار کے تمام علماء نے اس تحریر کو بہت پسند کیا حتیٰ کہ ابن ہبیرہ کو بھی بہت پسند آئی۔ ان دونوں نے پڑھا تو انہیں بھی آپ کی قابلیت کو تسلیم کرنا پڑا۔ کوفہ کے گورنر کے دربار میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ پہلی فتح تھی جس کے سامنے تمام مخالفین کی گردنیں جھک گئیں۔

بیت المال کی نظامت سے انکار

عاصم فزارہ کے غلام نے بیان کیا کہ مجھے یزید بن عمر بن ہبیرہ نے حضرت امام ابوحنیفہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلانے کے لئے بھیجا۔ آپ آئے تو گورنر نے حکم دیا کہ آپ بیت المال کی نظامت قبول فرمائیے۔ آپ نے انکار کر دیا۔ گورنر خشنک ہو گیا، آپ کو بیس کوڑے مارنے کا حکم دیا اور رات بھر جیل میں ڈال دیا گیا۔ صبح آپ نے نماز فجر ادا کی تو آپ نے محسوس کیا کہ کوڑوں کی ضربوں سے آپ کا سر سوجا ہوا ہے۔ ابن ہبیرہ نے آپ کو دربار میں دوبارہ بلایا اور کہا مجھے آج رات کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں فرمایا ہے کہ تم اللہ سے نہیں ڈرتے، میرے ایک بے گناہ امتی پر کوڑے برسائے ہو اور ڈرا کر منصب دینا چاہتے ہو۔ ابن ہبیرہ نے آپ سے معافی مانگی اور رہا کر دیا۔

دنیا و آخرت میں ایک کا انتخاب

ابوالاحوص نے فرمایا کہ جن دنوں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیل میں تھے تو آپ کو بیت المال کی نظامت قبول نہ کرنے کے جرم میں قید کے علاوہ کوڑے بھی برسائے گئے۔ ان دنوں کوڑے سر پر بھی مارے جاتے تھے۔ یہ واقعہ ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمہ نے سنا اس وقت دونوں مسجد میں بیٹھے تھے۔ یہ دونوں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف تھے۔ دونوں نے آپ کو برا بھلا کہنا شروع کیا لیکن ابن شبرمہ چند لمحوں کے لئے رک گیا اور کہنے لگا یہ شخص (امام ابوحنیفہ) ہم دونوں سے اچھا ہے۔ ہم دنیا طلب کرتے ہیں مگر یہ شخص دنیا کی نعمتوں کی بجائے مار کھا رہا ہے۔

دین کے لیے سزائیں

عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یوں تو بہت سے لوگ عالم اور فاضل ہیں اور بڑے بڑے منصب اور عہدے رکھتے ہیں مگر نام کی عظمت کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب دنیا میں کسی آزمائش سے گزرنا ہو۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب آزمائش کا سامنا کرنا پڑا، جیل میں ڈال دیئے گئے، سر پر کوڑے برسائے گئے، انہیں بار بار بیت المال کی نظامت اور منصب کے قبول کرنے پر آمادہ کیا گیا مگر آپ انکار کرتے رہے۔ وہ ذلت قبول کرتے ہیں، کوڑے برداشت کرتے ہیں، قید و بند کی صعوبتوں کو لبیک کہتے ہیں مگر اپنا اصول نہیں توڑتے اور آزمائش کے وقت سرنگوں

نہیں ہوتے اور دین کی سلامتی کے لیے سب کچھ برداشت کرتے ہیں۔

علماء اور فقہاء کے لیے اعلیٰ مناصب

بنو امیہ کے دور حکومت میں ابن ہبیرہ کوفہ کا گورنر تھا۔ اسی کے زمانہ اقتدار میں کوفہ میں فسادات ہو گئے۔ اس نے عراق کے تمام علماء کرام کو جمع کیا، سارے ملک کے فقہاء کا اجلاس ہوا، ان میں ابن ابی لیلیٰ بھی تھے اور ابن شبرمہ بھی، داود بن ابی ہند بھی تھا اور دوسرے بلند قدر فقہاء بھی موجود تھے۔ گورنر نے ہر ایک کو کوئی نہ کوئی اعلیٰ منصب دیا، جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیت المال کی نظامت کا منصب پیش کیا گیا تو آپ نے انکار کر دیا۔ گورنر چڑ گیا اور آپ کو بیس کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ آپ نے کوڑے کھالیے مگر یہ منصب قبول نہیں کیا۔

ابو احمد عسکری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کوفہ کے گورنر ابن ہبیرہ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عمدہ قضاہ (قاضی کوفہ) مقرر کرنا چاہا تو آپ نے انکار کر دیا۔ اس نے غصہ میں آ کر قسم کھائی کہ اگر انہوں نے یہ عمدہ قبول نہ کیا تو ان کے سر پر تیس کوڑے برسائے جائیں گے اور جیل میں ڈال دوں گا۔ آپ نے واقعی انکار کر دیا۔ کوڑے کھائے اور جیل میں جانا قبول کر لیا اور فرمایا مجھے گورنر کے کوڑے کھانا آسان ہے مگر آخرت کی سزا برداشت نہیں کر سکتا۔ کوڑے تو عام سزا ہے اگر وہ مجھے قتل بھی کر دے تو میں عمدہ قضاہ قبول نہیں کروں گا۔

لوگوں نے امام صاحب کو بتایا کہ گورنر نے تو قسم کھالی ہے کہ وہ آپ کو جیل میں رکھے گا۔ آپ عمدہ قضاہ قبول فرمائیں تو آپ کے لیے ایک عظیم الشان محل مختص کر دیا جائے گا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اگر گورنر مجھے مسجد کے دروازے بتانے کا نگران بھی مقرر کرے گا تو میں انکار کر دوں گا۔ امام صاحب کا جواب ابن ہبیرہ کو بتایا گیا تو وہ غصے میں آگ بگولہ ہو گیا اور اندازہ لگانے لگا کہ میری قسم اور امام ابوحنیفہ کی قسم میں کیا فرق ہے۔ آپ کو دربار میں بلایا گیا، بالمشافہ گفتگو کی اور اپنی قسم دھرائی کہ اگر آپ عمدہ قضاہ قبول نہیں کریں گے تو میں آپ کے سر پر تیس کوڑے لگواؤں گا یہاں تک کہ آپ کی موت واقعہ ہو جائے۔ امام صاحب نے فرمایا موت کا تو ایک وقت مقرر ہے وہ ایک ہی بار آتی ہے۔ آپ نے مزید فرمایا آپ سوچ لیں میرے بارے میں قیامت کے

دن اللہ تعالیٰ دریافت کرے گا کہ اس شخص کو کس جرم میں کوڑے لگائے گئے تھے تو آپ کو اس کا کوئی جواب نہیں آئے گا۔ اللہ تعالیٰ وہی بات قبول کرے گا جو حق ہوگی۔

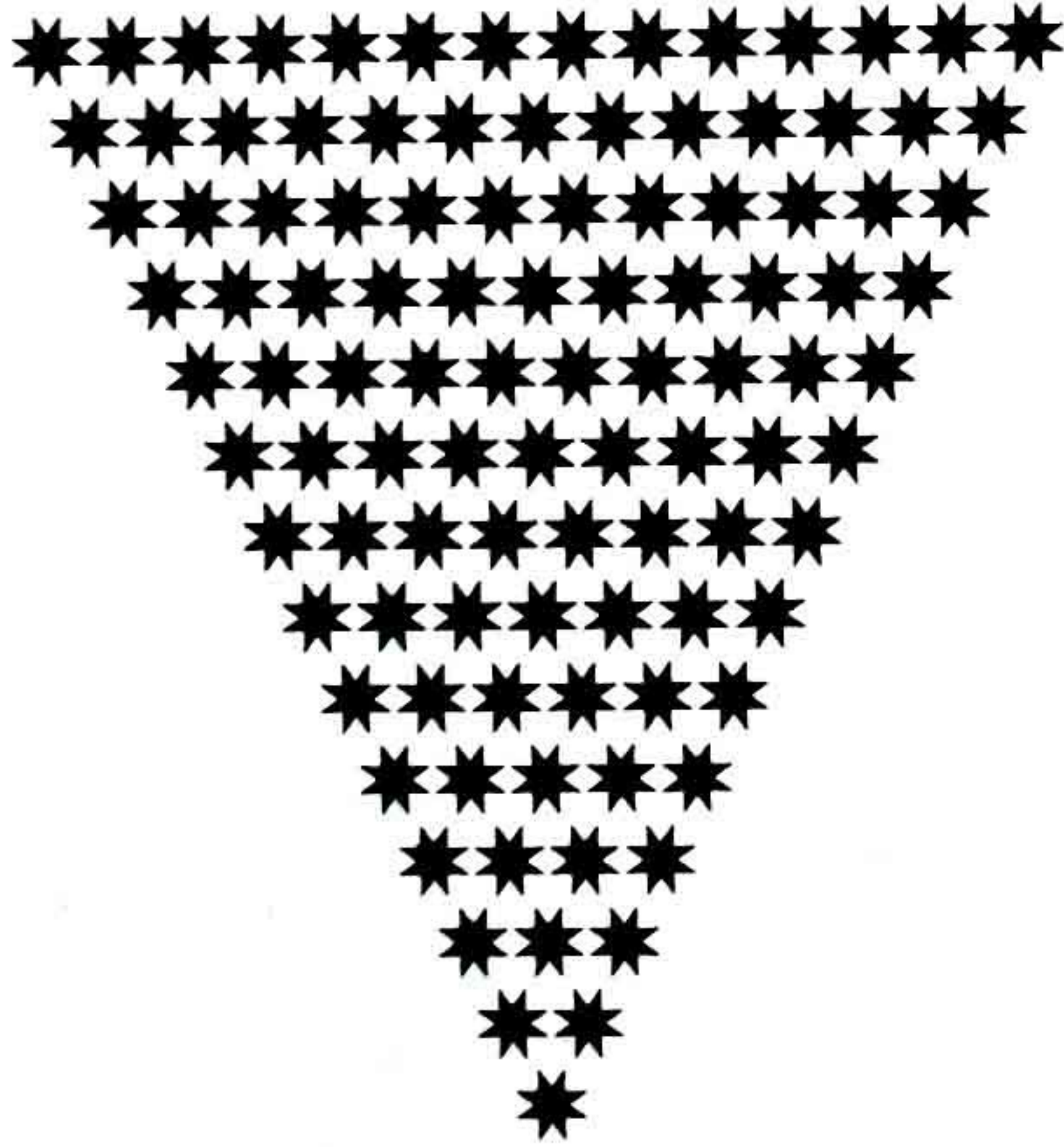
ابن ہبیرہ نے آپ کی تقریر سن کر جلاذ کو بلایا اور کہا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو جیل میں لے جاؤ۔ آپ نے ساری رات جیل میں گزار دی، کوڑے برسائے گئے جس کی تکلیف سے آپ ساری رات نہ سو سکے۔ صبح سر سوجا ہوا تھا۔ ابن ہبیرہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں فرمایا تم میرے امتی کو بلا وجہ سزا دے رہے ہو، شرم کرو۔ کہتے ہیں اس دن سے ابن ہبیرہ نے آپ کو جیل سے رہا کر دیا۔

جن دنوں کوفہ کے دوسرے فقہانے مختلف عہدے قبول کر لیے تو ان سب نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشورہ دیا کہ آپ بھی عہدہ قضاہ قبول فرمائیں۔ آپ نے فرمایا، کہ اگر مجھے واسطہ کی جامع مسجد کے دروازے بنانے کا نگران مقرر کیا جائے تو بھی میں گورنر کے حکم سے یہ ذمہ داری قبول نہیں کروں گا۔ اگر میں عہدہ قضاہ قبول کر لوں اور گورنر یہ حکم دے کہ فلاں شخص کی گردن اڑا دو، فلاں کو قید کر دو، تو میں ایک بے گناہ کو کیوں سزا دوں۔ میں بے گناہوں کی سزا پر مہریں لگانے کا کام نہیں کروں گا۔ ابن ابی لیلیٰ نے غصہ میں آکر کہا اسے چھوڑ دو یہ اکیلا حق پر ہے اور ہم سب ناحق عہدہ قبول کر رہے ہیں۔ ابن ہبیرہ کی پولیس آئی، آپ کو گرفتار کیا اور جیل میں ڈال دیا گیا۔ جمعہ کے دن کوڑے مارے گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ جیل میں آپ پر مسلسل کوڑے برسائے گئے۔ جلاذ ابن ہبیرہ کے پاس آیا اور کہنے لگا ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کوڑے کھا کھا کر قریب الموت ہے مگر زبان سے عہدہ قبول کرنے کو تیار نہیں۔ چنانچہ اب ابن ہبیرہ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ میں آپ کے انکار پر سزا دینے کی قسم کھا چکا ہوں اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔ مجھے میری قسم سے بری کرنے کے لیے آپ یہ عہدہ قبول کر لیں۔ آپ نے فرمایا میں تو گورنر کے حکم سے مسجد کے دروازے درست کرانے کی ذمہ داری بھی قبول نہیں کر سکتا۔

ابن ہبیرہ تنگ آکر کہنے لگا کہ کوئی ایسا شخص لاؤ جو امام ابوحنیفہ کو نصیحت کرے۔ وہ چند روز کی مہلت مانگ لیں۔ کچھ دنوں کے لیے ہی عہدہ قبول کر لیں، میں انہیں بڑے انعام و اکرام

دوں گا۔ امام صاحب کو جب گورنر کی بیچارگی کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا مجھے چھوڑ دو۔ میں مشورہ کر لوں اور غور کر لوں۔ آپ کو رہا کر دیا گیا۔ آپ کوفہ سے مکہ مکرمہ چلے گئے۔ یہ واقعہ ۱۳۰ھ کا ہے۔ آپ اس وقت تک مکہ مکرمہ میں قیام پذیر رہے جب تک بنو امیہ کی حکومت کا تختہ نہ الٹ دیا گیا اور عباسی حکومت آگئی۔ آپ ابو جعفر منصور خلیفہ عباسی کے دور اقتدار میں کوفہ لوٹے۔ ابو جعفر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا احترام کرتا تھا، آپ کو بلا کر بڑی عقیدت کا اظہار کیا۔ انعام و اکرام پیش کیا، ایک خوبصورت لونڈی پیش کی گئی مگر آپ نے یہ کہہ کر تمام چیزیں لینے سے انکار کر دیا کہ ان چیزوں پر میرا کوئی استحقاق نہیں ہے۔



انیس واں باب

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ائمہ دین کی نظر میںعبداللہ ابن المبارک رضی اللہ عنہ

امام عبداللہ ابن المبارک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ کی آیات (نشانیوں) میں سے ایک آیت (نشانی) ہیں۔ کسی نے آپ سے سوال کیا کہ ”آیت خیر“ ہیں یا ”آیت شر“ ہیں۔ ابن المبارک رضی اللہ عنہ نے اسے کہا اے بندہ خدا! تم قرآن مجید کی روشنی میں اس آیت کے لفظ کو تلاش کرو وجعلنا ابن مریم وامہ آیہ ☆ ”ہم نے ابن مریم اور اس کی ماں کو آیت بنایا“ کیا آیت شر سے بھی بن سکتی ہے؟

ابن عیینہ رضی اللہ عنہ

ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا فقیہ میری آنکھ نے آج تک نہیں دیکھا۔ امام ابو یحییٰ حمالی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانے کے تمام لوگوں سے افضل ہیں۔ اسی طرح حضرت ابو بکر بن عیاش رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ سے بڑھ کر کوئی عالم دین نہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ لوگوں نے امام مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! وہ مرد میدان تھے، اگر وہ گفتگو کرتے اور یہ دعویٰ کرتے کہ یہ ستون سونے کا بنا ہوا ہے تو وہ دلائل سے ثابت کر دیا کرتے تھے کہ واقعی یہ سونے کا ہے۔

ایک اور روایت میں ابن المبارک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھا تو آپ کے پاس ایک شخص آیا میں نے ابھی تک امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہیں دیکھا

تھا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے پوچھا جانتے ہو یہ کون شخص ہے؟ میں نے عرض کی میں تو نہیں جانتا۔ آپ نے فرمایا یہ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ یہ اتنے ذہن و فطین ہیں کہ اگر کہہ دیں کہ یہ ستون سونے کا ہے تو ثابت کر دیں گے کہ واقعی سونے کا ہے۔ وہ فقہ میں اس قدر بلند رتبہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس علم میں بے پناہ توفیق بخشی ہے۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ آگئے، آپ نے بیٹھنے کے لیے آپ کو وہ جگہ نہ دی جہاں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے تھے۔ جب وہ چلے گئے تو لوگوں نے آپ سے پوچھا آپ نے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو اس احترام سے نہیں بٹھایا جس احترام سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بٹھایا تھا، آپ نے فرمایا کہ جو ورع اور تقویٰ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں پایا جاتا ہے اس کو کوئی دوسرا نہیں پہنچ سکتا۔

ابو یحییٰ حمانی رحمۃ اللہ علیہ

ابو یحییٰ حمانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کوئی عالم آدمی نہیں دیکھا۔

ابو بکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ

ابو بکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانہ کے تمام فقہاء اور علماء سے افضل اور اعلیٰ ہیں۔

امام اوزاعی کا رجوع رحمۃ اللہ علیہ

عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں شام میں گیا اور وہاں امام اوزاعی کی مجلس میں حاضر ہوا آپ نے مجھے بیروت میں دیکھا تھا مجھے دیکھتے ہی فرمانے لگے اے خراسانی! تم جانتے ہو کہ ایک بدعتی کوفہ میں پیدا ہوا ہے اس کی کنیت ”ابوحنیفہ“ ہے۔ میں امام اوزاعی کی بت سن کر کبیدہ خاطر ہو کر اٹھا اور اپنے گھر جہاں مقیم تھا چلا گیا۔ میں نے بعض مکتوبات (مسائل) کا انتخاب کیا

جو مجھے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھوائے تھے۔ میں تیسرے دن پھر امام اوزاعی کے پاس گیا، آپ میرے ہاتھ میں کلغذوں کو دیکھ کر فرمانے لگے یہ دکھاؤ، میں نے کلغذ دیئے۔ اوزاعی اس مسجد کے موزن بھی تھے اور امام بھی، انہوں نے اذان دی اور کھڑے کھڑے پڑھتے رہے خود ہی اقامت پڑھی اور جماعت کرائی، نماز کے بعد بھی کلغذات پڑھتے رہے مجھے پوچھا یہ کس نے لکھے ہیں، میں نے عرض کی یہ امام ابوحنیفہ کوئی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس سے جمع کیئے گئے تھے۔ میرے سامنے وہ کلغذات رکھتے ہوئے فرمایا اس کوئی کی کوئی بات سناؤ۔ میں باتیں کرنا گیا۔ میں نے کہا، میں نے انہیں خراسان میں دیکھا تھا، ان جیسا اس وقت سارے عالم اسلام میں کوئی نہیں۔ میں جانے لگا تو اوزاعی نے فرمایا کوئی اور بات سناؤ، میں نے کہا کہ یہ وہی شخص ہے جسے آپ بدعتی اور کوئی کہتے تھے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ مکہ مکرمہ میں امام اوزاعی اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دوسرے کے پاس پاس ٹھہرے ہوئے تھے۔ ایک دن میں نے (ابن مبارک) دیکھا کہ اوزاعی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان مسائل پر گفتگو کر رہے تھے جو انہوں نے میرے کلغذات سے پڑھے تھے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان مسائل پر وضاحت سے گفتگو فرمائی اور کئی انکشافات کیئے۔ دوسرے دن میں امام اوزاعی کو ملا اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ان کے تاثر حاصل کیئے تو انہوں نے فرمایا کہ میں امام ابوحنیفہ کے علم و بصیرت پر رشک کرتا ہوں اور اپنے سابقہ خیالات سے تائب ہوتا ہوں، مجھے ان کے متعلق بڑی غلط فہمیاں تھیں آج وہ سب دور ہو گئیں۔

عبدالرزاق (محدث) فرماتے ہیں کہ ہم معمر کے پاس بیٹھے تھے وہاں عبداللہ ابن المبارک رضی اللہ عنہ بھی آگئے، معمر فرما رہے تھے کہ ہم نے آج تک کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو فقہ کے مسائل میں احسن طریقے سے گفتگو کر سکے یا قیاس میں اتنی وسعت سے بات کر سکے جتنی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کرتے ہیں۔ وہ حسن معرفت کے مالک ہیں۔ فقہ میں لوگوں کے مسائل حل فرماتے ہیں، وہ اپنے آپ پر مشقتیں اٹھا کر لوگوں کے مسائل حل کرتے ہیں۔

قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ

قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے تفسیر، احادیث اور فقہ کی وضاحت میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔

ابو مطیع رحمۃ اللہ علیہ

ابو مطیع (رحمۃ اللہ علیہ) الحکم بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حدیث الفقہ میں سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا تھا، مگر جب میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تو مجھے تسلیم کرنا پڑا کہ فقہ میں امام اعظم سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔

یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ

یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے ابو خالد! بتائیے کہ آپ نے فقہ میں کوئی عظیم انسان دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اسی طرح امام حسن ابو عاصم سے پوچھا گیا کہ کیا امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے فقیہ ہیں یا سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ آپ نے فرمایا امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شاگرد اور غلام بھی سفیان ثوری سے زیادہ فقیہ ہے۔ ایک اور روایت میں لکھا ہے کہ ابو عاصم نے فرمایا ارے بے خبر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا چھوٹا سا غلام بھی فقہی مسائل میں ابو سفیان ثوری سے بڑھ کر ہے۔

سجادہ رحمۃ اللہ علیہ

محمد بن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اور ابو مسلم المستملی یزید ابن ہارون کے پاس گئے اور منصور بن مہدی کو ملے آپ اس وقت بلاخانہ میں تشریف فرما تھے، ہم وہاں پہنچے تو ابو مسلم نے کہا اے ابو خالد! امام ابو حنیفہ کی علم فقہ میں کیا حیثیت ہے؟ آپ نے فرمایا اگر آج فقہ کی تمام کتابوں پر نگاہ ڈالی جائے تو تمام فقہاء کی تحریریں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نقاہت کے سامنے ہچ دکھائی دیتی ہیں۔ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کی کتاب ”الرهن“ پڑھ کر اپنی کتاب

لکھی تھی۔

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ

عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے عبادت گزار اہل علم و فضل اور فقیہ دیکھے ہیں، فضیل بن عیاض بڑے پرہیزگار اور متقی ہیں، عبدالعزیز ابن ابورواد رحمۃ اللہ علیہ بڑے زاہد اور عبادت گزار ہیں۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ بڑے عالم دین ہیں، مگر میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا فقیہ، عبادت گزار اور متقی کوئی دوسرا نہیں دیکھا۔ حسن بن شفیق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر یہ دونوں کسی مسئلہ میں متفق ہو جائیں تو یہ مسئلہ متفق علیہ ہو جاتا ہے اور وہ مسئلہ نہایت قوی اور مستحکم ہو جاتا ہے۔

عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ میں نے مسعر کو دیکھا تھا کہ وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلقہ تدریس میں بیٹھے تھے اور ان سے استفادہ کر رہے تھے اور جب فقہ کے مسائل پر گفتگو کرتے تو باہر آکر فرماتے کہ آج میں نے فقہ پر بہترین گفتگو سنی ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کوئی دوسرا فقہ میں گفتگو نہیں کر سکتا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ میں استفادہ ہی نہیں استفاء کیا کرتا تھا۔

عبداللہ بن داود رحمۃ اللہ علیہ

بشر بن الحارث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن داود رحمۃ اللہ علیہ سے سنا وہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر آثار یا حدیث کو سمجھنا ہو تو امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ بڑے باکمال انسان ہیں لیکن اگر حقائق فقہ اور احادیث کے اصل معانی جاننا ہو تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا دوسرا کوئی نہیں ملے گا۔ محمد بن سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن داود الخریزی فرمایا کرتے تھے کہ اہل اسلام پر واجب ہے کہ وہ نماز کے بعد امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے دعا کیا کریں، آپ نے امت مسلمہ کے لیے سنن و فقہ کی حفاظت فرمائی ہے۔ الجوهری کی روایت ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فقہ کے مسائل پر بڑا کمال حاصل تھا۔ آپ بڑے غور و خوض سے گفتگو فرمایا کرتے تھے۔

عبدالرحمن المقرئ رحمۃ اللہ علیہ

ابو عبدالرحمن المقرئ رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ وہ جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی روایت کرتے تھے تو کہتے ”حدثنا!“

بلیح بن وکیع رحمۃ اللہ علیہ

بلیح بن وکیع اپنے والد کے متعلق فرماتے ہیں کہ انہوں نے بتایا تھا کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا اور نہ ہی آپ سے بڑھ کر عبادت گزار دیکھا ہے۔

یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ

یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن سعید سے سنا تھا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جب بھی جاتے تو وہ بہت ہی عمدہ گفتگو فرماتے تھے۔

القطان رحمۃ اللہ علیہ

یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں کہ بخدا ہم امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کی تکذیب نہیں کر سکتے، ہم نے آپ کے اکثر اقوال کو بطور فتویٰ لیا اور کوفہ کے اکثر آئمہ ہماری راہنمائی فرمایا کرتے تھے اور ہم انہی کے اقوال کو ترجیح دیا کرتے تھے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

ابو عبید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا آپ نے فرمایا من اراد ان يعرف الفقه فليلزم ابا حنيفة واصحابه فان الناس كلهم عيال عليه في الفقه ○ ”جو شخص علم فقہ حاصل کرنا چاہے اسے چاہیے کہ وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے شاگردان رشید سے فقہ سیکھے کیونکہ آج تمام لوگ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عیال (

استفادہ کرنے والے) ہیں۔ ”مناقب الصمیری“ میں لکھا ہے کہ قیاس اور استحسان میں تمام لوگ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عیال ہیں۔

سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ

سفیان بن عیینہ نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ دو چیزیں صرف کوفہ میں ہی ہیں بلکہ ان دو چیزوں سے سارا جہاں مستفیض ہوا ہے۔ قرات میں حمزہ رحمۃ اللہ علیہ سے اور فقہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ

یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کی قرات اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہ نہایت پسندیدہ ہیں اور میری اس رائے سے آج تمام اہل علم متفق ہیں۔

عبدالمجید بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ

عبدالمجید بن عبدالعزیز بن ابی رواد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے والد پر جب بھی کوئی دینی مسئلہ مشتبہ ہوتا تو وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھتے، جب میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہونے گیا تو آپ نے مجھے بہت سے مسائل لکھوائے تاکہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھوں۔ جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ میں تشریف لائے تو میرے والد ان کی مجالس میں رہتے اور دینی معاملات میں آپ کی اقتداء کرتے۔

عبدالعزیز بن رواد رحمۃ اللہ علیہ

عبدالعزیز بن رواد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں تمام لوگوں میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی معیار تھے۔ جو ان سے محبت کرتا ہم اس سے محبت کرتے تھے، جو ان سے دوستی رکھتا ہم اس کے دوست بن جاتے مگر جو ان سے بغض کرتا تو ہمیں یقین ہو جاتا کہ یہ بدعتی اور گمراہ ہے۔ (آج حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا بریلوی معیار السنۃ ہیں۔ مترجم)

عبداللہ بن یزید رحمۃ اللہ علیہ

عبداللہ بن یزید رحمۃ اللہ علیہ اپنی علمی سند یوں بیان فرماتے ہیں۔ حدیث ابوحنیفہ شاہ مردان - یاد رہے یہ عبداللہ بن یزید ابو عبد الرحمن مقرئ حفاظ الحدیث میں سے تھے بلکہ یوں کہتے کہ اپنے وقت کے اکابر محدث تھے، آپ کی اکثر احادیث امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کی گئی ہیں۔

محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم اس مقرئ کے پاس گئے، ہم ان کے پاس بیٹھے تھے کہ کسی نے کہا حدیث ابوحنیفہ، کسی دوسرے شخص نے کہا کہ ابوحنیفہ کو چھوڑو اور یوں کہو حدیثا نعمان بن ثابت، لکھنے والے نے یہی الفاظ لکھے مگر امام مقرئ عبداللہ بن یزید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ مردہ دل ہیں زندہ نہیں ہیں۔ انہیں ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کے عرفان سے بے خبری ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ہی کتنی فضیلت والا ہے اور نہ ہی ان کے علمی مقام کو جانتے ہیں۔

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اکثر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال کو بیان فرمایا کرتے تھے اور آپ کے اقوال کی تلاش میں رہتے تھے اگرچہ آپ اس حقیقت کو عام لوگوں سے بیان نہیں کرتے تھے۔ اسحاق بن محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسائل دینیہ میں امام مالک، امام ابوحنیفہ کے اقوال کو معتبر سمجھتے تھے۔

محمد ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ

یونس بن بکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن دنوں محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کوفہ میں تشریف لائے ہم ان سے مغازی (غزوات النبی) کے واقعات سنا کرتے تھے اور محمد بن اسحاق اکثر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کے لیے جایا کرتے تھے۔ وہ زیادہ وقت آپ کی مجلس میں گزارتے تھے اور دیر تک آپ کی گفتگو سنتے رہتے تھے اور بعض ایسے مسائل پر استفسار کرتے جو ان کے لیے

مشکل تھے۔

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ

محمد بن اسمعیل ابی فدیک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے جا رہے تھے، جب مسجد میں پہنچے تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آگے کر دیا، میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ جب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوئے تو کہا بسم اللہ یہ امن و امان کا مقام ہے اور اللہ تعالیٰ مجھے اپنے عذاب سے پناہ میں رکھے اور روزخ سے بچائے۔

ابو حمزہ رحمۃ اللہ علیہ

اسحاق بن ہلول رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو حمزہ رحمۃ اللہ علیہ سے سنا وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر نہایت احسن طریقہ سے کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے اس بندہ خدا پر مجھے تعجب ہوتا ہے کہ وہ رات بھر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کھڑے رہتے ہیں اور دن بھر لوگوں کی مشکلات حل کرنے میں مشغول ہوتے ہیں۔ پھر لوگوں کو حدیث پڑھانے میں سرگرم رہتے ہیں۔ حرمہ کہتے ہیں کہ امام مقری عبداللہ بن یزید نے فرمایا کہ داڑھی اور سیاہ بالوں والا کوئی فقیہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر نہیں ہے۔

مسلم بن خالد زنجی رحمۃ اللہ علیہ

احمد بن حاج نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں مسلم بن خالد زنجی کے ہاں بیٹھا ہوا تھا، انہیں اپنے زمانہ میں بڑی بزرگی حاصل تھی۔ ان کا حلقہ درس بھی بہت وسیع تھا، ایک دن اس حلقہ درس میں گفتگو ہو رہی تھی، جہاں محمد بن مسلم طائفی بھی تشریف فرما تھے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مسلم بن خالد نے بڑی تفصیلی گفتگو کی اور آپ کے بڑے اوصاف بیان فرمائے اور ان کے مسائل کی گہرائی کی بڑی تعریف کی، محمد بن مسلم طائفی نے کہا جن فضائل علمیہ کے

متعلق تم گفتگو کر رہے وہ تو امام ابوحنیفہ میں نہیں پائے جاتے۔ مسلم بن خالد رضی اللہ عنہ نے کہا یہی اوصاف نہیں پائے جاتے بلکہ اس سے کہیں زیادہ اوصاف و فضائل پائے جاتے ہیں۔ کاش مجھے وقت ملتا تو میں آپ کے سارے کمالات بیان کرتا۔

مسلم بن خالد زنجی اہل مکہ کے محدثین میں شمار ہوتے تھے۔ آپ صرف عالم حدیث ہی نہیں تھے بلکہ آپ کو فقہ اور علم الکلام میں بھی بڑا کمال حاصل تھا۔ آپ امام شافعی رضی اللہ عنہ کے اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں اور امام شافعی رضی اللہ عنہ نے علم الکلام آپ سے ہی حاصل کیا تھا۔ عقیدہ کے لحاظ سے آپ ائمہ معتزلہ میں شمار ہوتے تھے۔ غیلان بن مسلم کے رفقاء میں سے تھے۔ عمر بن عبید کے ساتھ علم اصول پڑھا تھا۔ عبداللہ بن محمد بن حنیفہ کے ہم سبق رہے تھے۔

امام جعفر صادق محمد باقر رضی اللہ عنہما

عبدالمجید بن عبدالعزیز بن ابی داؤد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم امام جعفر بن محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ”حجر“ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں تشریف لے آئے۔ آپ نے سلام عرض کیا تو امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اٹھ کر آپ کو گلے لگاتے ہوئے سلام کا جواب دیا، خیر و عافیت معلوم کی اور بڑی عزت سے بٹھایا جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھ کر چلے گئے تو خدام نے حضرت امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ انہیں جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ارے احمق میں ان کی خیر و عافیت پوچھ رہا ہوں اور تم پوچھتے ہو کہ میں انہیں جانتا ہوں یا نہیں، یاد رکھو یہ شخص آج اپنے شہر کوفہ کا بہت بڑا فقیہ ہے۔

خالد بن ایوب فرماتے ہیں کہ میں نے امام عبدالعزیز ابن سلمہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ایک بار امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں موجود تھے، ہم نے ان سے دینی مسائل پر گفتگو کی، آپ جواب دیتے تو وزنی دلائل سے بات کرتے، ایسی حجت اور دلیل دیتے کہ کسی قسم کی کمی نہ رہتی۔ ہم نے آپ سے قیاس اور رائے سے گفتگو کی تو آپ نے مضبوط حجت اور دلائل سے ہمیں قائل کر دیا۔

امام مغیرہ رحمۃ اللہ علیہ

امام جریر بن عبد الحمید فرماتے ہیں کہ مجھے مغیرہ نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت میں جایا کرو، اس لیے کہ اگر آج امام ابراہیم زندہ ہوتے تو وہ بھی آپ کی صحبت میں آتے جاتے۔ جریر بن عبد الحمید فرماتے ہیں کہ مجھے مغیرہ نے فرمایا کہ اس حلقہ یعنی امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درس میں بیٹھو گے تو تم فقیہ بن جاؤ گے۔

جریر بن عبد الحمید فرماتے ہیں کہ مغیرہ نے ایک فتویٰ جاری کیا، پھر اس پر شک کا اظہار کیا، وہاں عمر بن حرث بھی تھے جو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درس سے استفادہ کر چکے تھے، انہوں نے فرمایا ہم تو اس مسئلہ کو یوں بیان کریں گے کیونکہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوں بیان کیا ہے۔ اس کے بعد مغیرہ جو مسئلہ بیان فرماتے یہ لوگ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کو بیان کر کے ترجیح دیتے۔

جریر فرمایا کرتے تھے کہ ہم اگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محفل میں حاضر نہ ہوتے تو مغیرہ ہمیں سرزنش کرتے اور فرماتے تمہیں معلوم نہیں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس میں مسائل کس قدر پختہ اور مدلل ہوتے ہیں، مجھے خصوصی طور پر فرماتے تم امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں ضرور جایا کرو، ان کی مجلس سے گھبرایا نہ کرو کیونکہ ہم حضرت حماد (حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاد) کی مجالس میں جاتے تھے مگر جو مسئلہ ہمیں ذہن نشین نہ ہوتا وہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یاد کرا دیا کرتے تھے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ابن ابی لیلیٰ کی مجلس میں حاضر ہوا کرتا تھا مگر مجھے فقہی مسائل میں تسلی نہ ہوتی تھی، میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں جانا شروع کیا تو دل بڑا مطمئن ہوا۔ ایک دن مجھے ابن ابی لیلیٰ ملے اور پوچھا تمہارے صاحب کا کیا حال ہے، میں نے کہا وہ نہایت ہی متقی شخص ہیں اور فقہ میں ان کا جواب نہیں۔ ابن ابی لیلیٰ نے کہا ان

کی مجلس کو لازم کر لو اور وہاں سے غیر حاضر نہ ہوا کرو ان جیسا فقیہ اور عالم نہیں ملے گا۔

ابو معاویہ رحمۃ اللہ علیہ

ابو معاویہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے مشائخ کسی مسئلہ پر فتویٰ دیتے تو انہیں شک و شبہ رہتا کہ یہ مسئلہ صحیح بیان کیا ہے یا نہیں، مگر جب امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے معلوم ہو جاتی تو انہیں تسلی ہو جاتی اور انہیں یقین ہو جاتا کہ ان کا فتویٰ صحیح ہے۔ جب ان سے دریافت کیا جاتا کہ آپ کے مشائخ کون ہیں تو وہ فرماتے ابن ابی لیلیٰ وہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حسد کیا کرتے تھے مگر آپ کے علم سے انکار نہیں کر سکتے تھے۔

ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ

لیث بن نصر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلیفہ عباسی کی طرف سے پیش کیا گیا منصب لینے سے انکار کر دیا تو درباری علماء نے اسے توہین خلافت قرار دے کر خلیفہ کو آپ سے برگشتہ کر دیا، خلیفہ نے آپ کو گرفتار کر کے کوڑے مارنے کا حکم دیا، پہلی بار آپ کو عباسی محل سے نکال کر بازار میں لایا گیا اور سر بازار کوڑے مارے گئے۔ ایک درباری عالم دین ابن شبرمہ نے آپ کو دیکھ کر کہا یہ مسکین بھی کیا ہے اگر منصب قضاة قبول کر لیتا تو کیا بات تھی، کوڑے تو نہ کھاتا۔ یہ بات ابن ابی لیلیٰ نے سنی تو کہا ابن شبرمہ آج یہ شخص میرے اور تمہارے سامنے مسکین ہے مگر کل میدان حشر میں وہ جس اعزاز سے نوازا جائے گا وہاں میں اور تم مسکین دکھائی دیں گے۔

رقبہ بن مسقلہ رحمۃ اللہ علیہ

رقبہ بن مسقلہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علم فقہ و کلام میں اس قدر غور و خوض کیا اور اتنی تحقیق کی کہ آپ سے پہلے کسی عالم دین نے اتنی تحقیق نہیں کی تھی۔ جہاں تک ہو سکے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علم حاصل کرنا چاہیے۔

مسعر بن کدام رضی اللہ عنہ

حسن بن زیادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کوفہ کی جامع مسجد کے ایک کونہ میں مسعر بن کدام رضی اللہ عنہ نماز ادا کرتے، مگر دوسرے کونے میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھا کرتے تھے۔ نماز فجر سے فارغ ہونے کے بعد بہت سے لوگ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارد گرد جمع ہو جایا کرتے اور آپ سے دینی مسائل دریافت کیا کرتے تھے، بعض ایسے لوگ بھی ہوتے جو آپ سے مناظرانہ انداز میں گفتگو کرتے اور اس طرح بلند آوازوں میں بات کرنے لگتے مگر جب امام ابوحنیفہ ان کے سامنے نہایت اطمینان سے دلائل دیتے تو یہ لوگ خاموش ہو جاتے اور قائل ہو کر جاتے۔ مسعر بن کدام کہتے یہ مرد خدا ہے حقانیت سے بات کرتا ہے، لوگوں کے شور و غل ان کے سامنے خاموش ہو جاتے ہیں، یہ ہی اس کی عظمت کی دلیل ہے۔

مسعر بن کدام فرماتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اس وقت حاضر ہوا جب آپ نماز پڑھ رہے تھے، میں تھوڑی دیر کھڑا رہا مگر آپ نے نماز میں محویت کی وجہ سے میری طرف خیال تک نہ کیا، میں واپس آگیا، میں نے آپ کے کپڑوں میں ایک کنکری رکھ دی تاکہ آپ کو احساس ہو کہ کوئی آیا تھا، جب میں دوسری بار قریب گیا تو دیکھا کہ آپ ابھی تک نماز میں مشغول ہیں اور کنکری جوں کی توں پڑی ہے۔ میں نے خیال کیا کہ آپ نے اس وقت تک نہ رکوع کیا ہے نہ سجود ورنہ یہ کنکری گر پڑتی۔ آپ فارغ ہوئے، ہم نے بعض مسائل پر آپ سے گفتگو کی، آپ اس طرح غالب آگئے کہ ہمیں خاموشی کے بغیر چارہ کار نہ رہا، یہ تو ان کی علمی برتری تھی مگر جب ہم نے زہد میں مقابلہ کیا تو وہاں بھی آپ کی برتری نظر آئی۔ ہم نے فقہ میں مقابلہ کیا تو وہاں بھی آپ کو غالب پایا۔

ہمام بن مسلم نے فرماتے ہیں کہ میں نے مسعر بن کدام رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ آج ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا فقیہ عالم اسلام میں دوسرا کوئی نہیں ہے۔ حسن بن قتیبہ فرماتے ہیں کہ میں نے مسعر بن کدام سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ کوفہ میں علماء کرام دو شخصوں سے حسد کیا کرتے تھے، امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فقہ کی وجہ سے اور حسن بن صالح رضی اللہ عنہ سے

زہد و عبادت کی وجہ سے۔

عبداللہ بن المبارک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے مسعر بن کدام کو کئی بار دیکھا کہ جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لاتے تو وہ بے اختیار ادب اور تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے۔ جب آپ کے سامنے بیٹھتے تو دوزانو بیٹھتے، وہ آپ کی رائے کو رد نہیں کرتے تھے اور آپ کی تعریف کے بغیر نہیں رہ سکتے۔

مسعر بن کدام رضی اللہ عنہ علماء کوفہ میں بڑے مقتدر فقیہ اور باعث فخر عالم دین تھے۔ حفظ و زہد میں بھی معروف تھے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ کی قدر کیا کرتے تھے، آپ نے اپنی مسند میں کئی احادیث مسعر بن کدام کی روایت سے بیان کی ہیں۔

امام شریک رحمۃ اللہ علیہ

امام شریک رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ایک دن میں علماء قریش سے جو مکہ اور مدینہ میں مشہور تھے پوچھا کہ آپ کے نزدیک کوفہ کے ابوحنیفہ کا کیا مقام ہے؟ وہ فرمانے لگے ابوحنیفہ فقہ کے میدان کے مرد میدان ہیں، وہ ہم سب پر غالب آجاتے ہیں، جہاں بھی ہماری زبانیں رک جاتی ہیں وہ مسئلہ کو آگے بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔ ہم نے آج تک کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو ان پر غالب آیا ہو۔

عثمان مدنی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عثمان مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حماد، ابراہیم، علقمہ اور اسود جیسے علماء سے زیادہ فقیہ ہیں۔

حسن بن عمارہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حماد بن ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ابوحنیفہ اور حسن بن عمارہ دونوں کو دیکھا، وہ ایک پل پر سے گزر رہے تھے، میرے والد نے حسن بن عمارہ کو آگے چلنے کو کہا،

حسن بن عمارہ نے کہا حضور آپ ہی آگے چلیں کیونکہ آپ ہی علم و فضل میں ہم سب پر فائق اور افضل و اعلیٰ ہیں۔

ابو سعید صاعانی رضی اللہ عنہ

ابو سعید صاعانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور امام زمر رضی اللہ عنہ سے سنا تھا کہ ہم نے حسن بن عمارہ کو علم حدیث میں آزمایا تو وہ حدیث کو ایسے صاف شفاف طریقہ سے بیان فرمایا کرتے تھے جیسے خالص سرخ سونا آگ سے نکال لیا جاتا ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حسن بن عمارہ رضی اللہ عنہ سے تعلقات استوار کیے، میل جول برہایا، ہم نے انہیں خیر و برکت سے مالا مال پایا۔ ابو سعید صاعانی نے فرمایا ہم نے جو احادیث حسن بن عمارہ رضی اللہ عنہ سے سنی تھیں وہی امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنی۔ جو باتیں حسن بن عمارہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں سنائی جاتی تھیں وہی امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں سنتے، اگر ہم حسن بن عمارہ رضی اللہ عنہ سے مزید کسی مسئلے کی وضاحت چاہتے تو ہم امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چھیڑ دیتے، ہم ان دونوں سے سنے ہوئے مسائل لکھ لیتے تو دونوں میں سرمو فرق نظر نہ آتا۔

یسین زیات رضی اللہ عنہ

یسین زیات رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال تو خوبصورت سیب جیسا ہے جو ہر وقت تروتازہ رہتا ہے۔ یہی یسین زیات فرماتے ہیں کہ آدمی رات کا وقت تھا، مجھے ایک مشکل آپڑی اور اس مشکل کا حل دریافت کیے بغیر نہ رہ سکا، میں اسی وقت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خدمت میں حاضر ہوا اور اجازت چاہی، آپ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے، تھوڑی دیر کے بعد آپ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے اپنا مسئلہ پیش کیا، آپ نے اس مسئلہ کا حل اس طرح بیان فرمایا کہ میرے ذہن سے بوجھ اتر گیا، اب میں حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے ہر نماز کے بعد دعا کرتا ہوں۔ جس طرح اپنے لیے دعا مانگ رہا ہوں اسی طرح میں تمام مسلمانوں کے لیے دعا مانگتا ہوں۔

وزیر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے یسین زیات سے مکہ میں سنا، آپ کے پاس بہت لوگ بیٹھے تھے، آپ انہیں چیخ چیخ کر فرما رہے تھے لوگو! دین کے مسائل حاصل کرنے کے لیے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں حاضری دیا کرو، ان کی مجالس کو غنیمت جانو، ان سے علم حاصل کرو، ان جیسی مجلس تمہیں کہیں میسر نہیں آئے گی اور نہ ہی ان کی طرح کوئی دوسرا شخص حلال و حرام کے مسائل بیان کر سکے گا۔ جب وہ دنیا سے رخصت ہوں گے تو بہت سارا علم چلا جائے گا۔

آپ نے یہ بات اس لیے فرمائی تھی کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سال حج کے لیے حرمین شریفین میں موجود تھے، محمد بن القاسم الاسدی فرمایا کرتے تھے کہ یسین زیات امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر بہت زیادہ کیا کرتے تھے۔ آپ اکابر اہل حدیث سے تھے۔ آپ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف کرتے تھکتے نہ تھے اور ہر شخص کو آپ سے علم حاصل کرنے کی نصیحت کرتے تھے۔

حسن بن صالح رحمۃ اللہ علیہ

حسن بن صالح رحمۃ اللہ علیہ ایسے شخص تھے کہ جب انہیں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے کوئی حدیث سنائی جاتی یا کوئی مسئلہ سنایا جاتا تو آپ سنانے والے کا شکریہ ادا کرتے اور اس مسئلہ کو دوسرے لوگوں تک پہنچانے میں خوشی محسوس کرتے تھے۔

امام الکلی رحمۃ اللہ علیہ

ابو بکر بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بارہا امام الکلی رضی اللہ عنہ سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر سنا، وہ فرمایا کرتے اللہ تعالیٰ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہترین مقرر بنایا ہے۔

ابن اسماک رحمۃ اللہ علیہ

اللہ تعالیٰ نے کوفہ میں چار ”اوتاد“ پیدا فرمائے ہیں، امام سفیان ثوری، مالک بن مغول، دا

طائی اور ابوبکر شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ تمام حضرات امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس سے استفادہ کرنے والے بزرگ تھے اور آپ کی روایت بیان فرمایا کرتے تھے۔ عبدالحمید بن صالح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن اسماک رحمۃ اللہ علیہ سے سنا وہ جب واقعات بیان فرماتے تو لوگوں کو رلا دیتے تھے۔ آپ کی مجلس میں شاید ہی کوئی ایسا شخص ہوتا جس پر رقت طاری نہ ہوتی۔ آپ اپنی مجلس کے اختتام پر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے دعا فرماتے تھے اور لوگوں کو آمین کہنے کی ترغیب دیتے تھے اور فرماتے لوگو! امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس میں آیا جایا کرو وہ علم کا بہتا ہوا دریا ہیں۔

ابن اسماک کا اسم گرامی محمد بن صبیح العجلی تھا۔ آپ کوئی تھے اور کوفہ کے اکابر علماء میں شمار ہوتے تھے، وعظ و خطاب سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے خوف سے مستفیض کیا کرتے تھے۔ آپ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ سے علم حاصل کیا تھا۔ آپ کو عباسی خلفاء کے ہاں بڑی پذیرائی تھی۔ آپ ہارون الرشید کے زمانہ تک زندہ رہے، جب بھی موقع ملتا ہارون الرشید کو وعظ و نصیحت سے اسلام کی بہتری کی طرف توجہ دلاتے۔ ہارون الرشید آپ کا بیان سن کر روتا اور خوف الہی سے اس کا رواں رواں کانپ اٹھتا۔

اسماعیل بن حماد رحمۃ اللہ علیہ

اسماعیل بن حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے والد کے قریبی رشتہ دار تھے۔ میرے والد اکثر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ وہ دوسرے علماء کے پاس نہیں جایا کرتے تھے، میں نے اپنے والد سے وہی روایات ازبر کی تھیں جو انہیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس سے حاصل ہوئی تھیں۔ اپنے والد کی وفات کے بعد میں نے خود امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں جانا شروع کیا اور ان سے وہی روایات سنیں جو اپنے والد سے سنی تھیں۔ میرے لیے یہ روایات تازہ بھی ہو گئیں اور مجھے ان روایات کی سند بھی حاصل ہو گئی۔ یحییٰ بن آدم فرماتے ہیں کہ اسماعیل بن حماد رحمۃ اللہ علیہ بہت بوڑھے تھے، بہت سے لوگوں نے آپ کا زمانہ پایا تھا مگر ان کے دل کا میلان امام ابوحنیفہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کی طرف تھا اور آپ انہیں کی روایات سنایا کرتے تھے۔

اسباط بن نصر رحمۃ اللہ علیہ

اسباط بن نصر فرماتے ہیں کہ میں نے منصور بن المعمر کے ہاں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بڑی قدر و منزلت دیکھی۔ جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ منصور کے پاس آتے تو وہ کھڑا ہو جاتا اور جس انداز سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گفتگو کرتا کسی دوسرے عالم سے نہ کرتا۔

خلف بن ابی ایوب الکوفی رحمۃ اللہ علیہ

خلف بن ابی ایوب الکوفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے بہت سے علماء اور مشائخ کی مجالس میں جانے کا موقع ملا ہے، میں بعض ایسی باتیں سنتا جس پر میرا دل مطمئن نہ ہوتا اور ان مسائل کو میں صحیح طور پر نہ سمجھ پاتا۔ مجھے اس بات پر سخت کوفت ہوتی، لیکن جب میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس میں حاضر ہوتا تو جن امور کا مجھے علم نہ ہوتا تھا آپ سے پوچھتا تو آپ ایسے عمدہ طریقہ اور احسن انداز سے بیان فرماتے کہ میرا دل نور سے معمور ہو جاتا۔

قیس بن الربیع رحمۃ اللہ علیہ

قیس بن الربیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے اہل علم کی محافل اور مجالس میں شرکت کی لیکن امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ یہ مجلس علم و فضل کا مرقع ہوتی، حجاج بن محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے قیس بن الربیع رحمۃ اللہ علیہ سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ آج ان جیسا عالم سارے عالم اسلام میں نہیں ہے۔

حفص بن غیاث رحمۃ اللہ علیہ

حفص بن غیاث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتابیں پڑھیں، ان کی نقل کردہ روایات سنیں، میں نے ان کے بیان سے بڑھ کر کوئی عمدہ بیان نہیں

پایا اور آپ کے قلب سے زیادہ شفاف کوئی قلب نہیں دیکھا، مجھے آپ کے بتائے ہوئے احکام میں بھی شک و شبہ کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔ آپ نادر زمانہ تھے اور فہم و نظر میں یکتائے زمانہ تھے۔

یحییٰ ابن آدم رحمۃ اللہ علیہ

یحییٰ بن آدم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اہل کوفہ اور اہل بصرہ کا اتفاق ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑا کوئی دوسرا عالم فقیہ نہیں۔ آپ نے مزید فرمایا کہ فقہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گفتگو محض رضائے الہی کے لیے ہوا کرتی تھی اس میں کوئی دنیاوی غرض یا خواہش کی ملاوٹ نہ ہوتی تھی۔ آپ کے حاسدین اور مخالفین کے حسد اور مخالفت کے باوجود آپ کے کارنامے دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچے۔ یحییٰ بن آدم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور مقام پر فرمایا کہ امام ابوحنیفہ نے فقہ میں ایسا اجتہاد کیا کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں صحیح راہ دکھائی اور خواص و عوام نے ان کے علوم سے استفادہ کیا، امام شریک اور کوفہ کے دوسرے علما تو ان کے سامنے طفل مکتب دکھائی دیتے تھے جیسے بادشاہ کے سامنے غلام ہوں۔ وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم و فضل کے سامنے دست بستہ نظر آتے، کاش زمانہ سمجھ پاتا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کیا مقام ہے۔ امام یحییٰ بن آدم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بڑے مردم شناس بزرگ تھے، وہ لوگوں کی باتوں کو نہایت گہرائی سے جانتے تھے، خود بھی کثیر الحدیث تھے، فقہ میں کمال رکھتے تھے لیکن انہیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بے حد احترام تھا۔

یحییٰ بن آدم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ کوفہ فقہ سے مہک رہا تھا اس میں فقہاء کی کثیر تعداد موجود تھی، ابن شبرمہ، ابن ابی لیلیٰ، حسن بن صالح، امام شریک جیسے ہزاروں اہل علم موجود تھے مگر ان تمام کے اقوال امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال کے سامنے بے وقعت دکھائی دیتے تھے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم کوفہ سے نکل کر عالم اسلام کے تمام دوسرے شہروں میں پھیلتا گیا اور آپ کے ہی اقوال پر مستقبل کے آئمہ اور قاضی شرعی فیصلے صادر کیا کرتے تھے اور امور دینیہ طے ہوتے تھے۔

حماد بن طلحہ رضی اللہ عنہ

حماد بن طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس مجلس میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف فرما ہوتے اس میں کسی دوسرے کے کلام پر اعتماد نہ ہوتا تھا۔ جب تک وہ اس مجلس میں تشریف فرما رہتے کسی دوسرے کی بات پر کوئی شخص دھیان نہ دیتا۔

عبید بن اسحاق رضی اللہ عنہ

عبید بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سید الفقہاء ہیں، آپ کے حاسد آپ کے نقائص بیان کرتے رہتے اور الزامات تراشتے رہتے مگر لوگ جو کچھ پاتے آپ کے علم سے ہی پاتے۔

امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ

الاصمعی فرماتے ہیں کہ ہم سب اپنی اپنی آرزوں اور تمناؤں میں گھرے ہوئے ہیں کیا آپ کی کوئی بھی تمنا ہے؟ امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کاش مجھے ابن ابی لیلیٰ اور مسعر بن کدام کا سا زہد اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا فقہی علم مل جاتا۔ یہ بات امیرالمومنین کو بتائی گئی تو آپ نے فرمایا واقعی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہی بصیرت خلافت عباسیہ سے بڑھ کر ہے۔ اصمعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ مسند قضاة پر تشریف فرما ہوئے یہ بہت بڑے جاہ و جلال کا منصب تھا، میں نے مبارکباد پیش کی اور عرض کی کیا اب بھی کوئی ایسی تمنا ہے جو اس منصب جلیلہ کے بعد آپ کے دل میں موجود ہو؟ آپ نے فرمایا ہاں کاش مجھے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہی بصیرت عطا ہوتی۔ امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کے ہاں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہ کا یہ مقام تھا کہ آپ فرمایا کرتے تھے اگر میری ساری جائیداد کا نصف کوئی لے لے مجھے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک مجلس بھی اس سے زیادہ قیمتی دکھائی دیتی ہے۔ اصمعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس وقت ان کی جائیداد کی قیمت دو لاکھ سے بھی زیادہ تھی۔ اصمعی فرماتے ہیں میں نے پوچھا کہ آپ اتنی بڑی بات کیوں کرتے ہیں، امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ فرمانے لگے اب میرے سامنے ہزاروں مسائل آتے ہیں تو

مجھے حسرت آتی ہے کاش میں ان مسائل کا جواب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کر سکتا۔

عصام ابن یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو کہا آج آپ کی یہ شان ہے کہ سینکڑوں لوگ آپ کے سامنے آتے ہیں مگر ایک شخص بھی آپ کے علم و فضل کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ فرمانے لگے میری ساری ”معرفت فی الفقہ“ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معرفت ”فی الفقہ“ کے مقابلہ میں ایسے ہے جیسے دریائے فرات کی موجوں کے مقابلہ میں ایک چھوٹی سے نہر ہو۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا ہم تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عیال ہیں۔ امام ابو یوسف فرمایا کرتے تھے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمارے لیے دین اور دنیا کے راستے کھول دیئے ہیں، آپ کی وجہ سے ہماری دنیا بھی سنور گئی اور آخرت بھی بن گئی، اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنت میں اعلیٰ جگہ عطا فرمائے۔ ان کی وجہ سے مجھے دنیا کے علم سے بے پناہ حصہ ملا۔

معلیٰ بن منصور رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے سنا تھا کہ جب میرا کوئی فیصلہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول سے متفق ہوتا ہے تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ میرے سینے سے نور کی کرنیں نکل رہی ہیں اور کہیں مجھے اختلاف کا موقعہ ملا تو میرے دل نے یوں محسوس کیا جیسے میرے دل پر شک و شبہ کا پہاڑ گر پڑا ہے۔

خالد بن صبیح فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو فرماتے سنا کہ احادیث کی وضاحت اور تفسیر سے میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کسی کو نہیں پایا۔ ہمیں اگر کسی مسئلہ میں تردد ہوتا یا اختلاف ہوتا تو ہم آپ کے پاس حاضر ہوتے تو مسئلہ سنتے ہی آپ اس کا جواب ہماری ہتھیلی پر رکھ دیتے، یعنی آپ فوراً اس کا صحیح صحیح جواب عطا فرمادیتے۔

خلف بن ایوب رحمہ اللہ

خلف بن ایوب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نادر زمانہ تھے، آپ نابغہ روزگار تھے، آپ پر ہر کسی دوسرے کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

ابن زیاد حسن اللال رحمۃ اللہ علیہ

ابن زیادہ حسن اللال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم فقہ کا ایک ایسا سمندر تھے جس کا کوئی کنارہ نہیں تھا اور جس کی گہرائی نہیں تھی۔ ہم نے ان سے علم سیکھا تو ہم محسوس کرتے ہیں کہ یہ کتنا بڑا انعام تھا۔

ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ

حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب تم عالم عراق یعنی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں جاؤ تو میرا سلام عرض کرنا، مجھے معلوم ہوا ہے کہ ان دنوں کوفہ میں ایک ایسا فقیہ ہے جس کی مثال ساری دنیا میں نہیں ملتی۔ جب آپ حج کرنے جائیں تو میرا سلام ضرور عرض کرنا۔

”مناقب الصمیری“ میں لکھا ہے کہ حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کرتا ہوں کیونکہ انہیں ایوب سختیانی سے محبت ہے۔ یاد رہے کہ ایوب سختیانی بصرہ میں زہد اور فقہ کے امام تھے اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے بعد انہی کا مقام تھا۔ وہ نہایت بلند پایہ، فصیح و بلیغ امام تھے۔ آپ اکثر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات کو بیان فرمایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی احادیث عجیب نہیں مجھے ایوب سختیانی سے حضور ﷺ کے روضہ اقدس کے پہلو میں مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے ملنے کا اتفاق ہوا، میں امام کے عمل و عبادت کو جب یاد کرتا ہوں تو میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ وہ مجھے عجیب سے لگتے ہیں، میں ان سے صرف اللہ کی رضا کے لیے محبت کرتا ہوں۔ میرے اور ان کے درمیان برادرانہ رازداری ہے۔ وہ بصرہ کے فقیہ تھے اور انہیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بے حد محبت تھی۔

بحر السقاء رحمۃ اللہ علیہ

بحر السقاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

گفتگو کرتا تھا تو وہ مجھے فرمایا کرتے تھے بحر اسقاء تم اسم بامسمیٰ ہو، میں عرض کرتا حضور میں تو بحر (دریا) ہوں، مگر آپ تو علم کے وہ سمندر ہیں جس کا کوئی کنارہ نہ ہو۔ بحر اسقاء (بحر بن کثیر السقاء بصری رحمۃ اللہ علیہ) بصرہ کے ائمہ اور فضلاء سے تھے۔

سعید بن ابی عروبہ رحمۃ اللہ علیہ

قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے میں سعید بن ابی عروبہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا کرتا تھا، آپ جب کوفہ میں تشریف لائے تو انہوں نے فرمایا ابو یوسف آپ تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس کے فیض یافتہ ہیں مجھے ان کی کوئی بات تو سناؤ۔ میں نے آپ کی مجالس کے کئی مسائل سنائے تو فرمانے لگے سبحان اللہ یہ کتنا مرغوب کلام ہے۔ سعید بن ابی عروبہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک بار ملے تھے اور چند روز ساتھ گزارے۔ فرمانے لگے ابو حنیفہ ہم جن مسائل کو بکھرے ہوئے پاتے ہیں اور مختلف مقامات سے حاصل کرتے ہیں آپ کے ہاں یکجا مل جاتے ہیں۔ یہ سعید بن ابی عروبہ بصرہ کے علی الاطلاق امام اور فقیہ تھے۔ زہد و تقویٰ میں ان کی مثال نہیں تھی۔ اہل بصرہ آپ پر ناز کرتے تھے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفے سے آپ کی خدمت میں تحائف اور ہدایا بھیجا کرتے تھے اور سعید بن زیاد یہ تحائف سامنے رکھ کر اپنے احباب کو دکھاتے اور فخر سے بتاتے تھے کہ انہیں ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحائف بھیجے ہیں۔

یوسف بن خالد رحمۃ اللہ علیہ

یوسف بن خالد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں بصرہ میں عثمان البتی کے پاس جایا کرتا تھا۔ آپ سے بے شمار دینی مسائل حاصل کیئے، میں نے دل میں سوچا اب میں بہت بڑا فقیہ ہو گیا ہوں، اب مجھے کسی مسئلہ کی مزید ضرورت نہیں رہی۔ ان دنوں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوفہ میں بڑی شہرت سی۔ میں کوفہ گیا تو مجھے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں کے ایک حلقہ میں بیٹھنے کا موقع ملا، میں نے محسوس کیا میں تو ابھی ان کے سامنے طفل مکتب ہوں، میں نے اب تک جو کچھ پڑھا ہے وہ تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں کے نوک زبان پر ہے۔ میرے دل پر فخر و

غرور کا جو پردہ تھا وہ کوفہ میں اتر کر پھٹ گیا اور میں اپنے آپ کو ہیچ سمجھنے لگا۔

ہلال الرائی رحمۃ اللہ علیہ

ہلال الرائی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ابو یوسف بن خالد رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم کے بحر زار تھے جس کا کوئی کنارہ نہ ہو، وہ ایسے عجیب انسان ہیں کہ ان جیسا کوئی نہ دیکھا نہ سنا۔

یحییٰ بن سعید القطان رحمۃ اللہ علیہ

یحییٰ بن سعید قطان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں عمر بھر قیقی مسائل میں تمام لوگوں پر چھایا رہا مگر جب امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تو یوں محسوس ہوا کہ میں ان کے سامنے کچھ بھی نہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہ مقام حاصل ہوا کہ کوئی دوسرا فقیہ ان تک نہیں پہنچ سکا۔

ابو عاصم رحمۃ اللہ علیہ

عثمان بن عفان سجزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو عاصم رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے وقت کے بہت بڑے عالم تھے سے سنا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے علم میں صدیق تھے۔ ان سے ہر ایک نے استفادہ کیا اور ان کا فیض سارے عالم اسلام میں پہنچا۔

عبدالرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ

امام صدقہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں احادیث کا ناقل ہوں، میں نے سفیان بن عیینہ کو امیر العلماء پایا اور شعبہ کو احادیث کا نقاد پایا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو صرف الحدیث پایا اور یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کو قاضی العلماء پایا۔ مگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قضاة العلماء پایا۔ یعنی وہ تمام محدثین اور فقہاء کے بھی امام (چیف جسٹس) تھے۔ اگر کوئی شخص تمہیں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف بات کرتا سنا

دے تو اس کی فضول باتوں کو کوڑے کرکٹ کے ڈھیر میں پھینک دو۔ یہ عبدالرحمن بن مہدی رضی اللہ عنہ بصرہ کے علماء کا نخر اور حافظ الحدیث تھے اور بڑے پایہ کے فقیہ تھے اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہم عصر تھے۔

روح بن عبادہ رضی اللہ عنہ

روح بن عبادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کچھ زیادہ استفادہ نہ کر سکا اور نہ ان سے زیادہ احادیث سن سکا لیکن میں نے جتنا دوسرے علماء اور ائمہ سے سنا تھا۔ اس سے زیادہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل کیا تھا۔ مجھے فلاں فلاں امور میں محبت تھی۔ چند امور کا ذکر بھی فرمایا اور ساتھ یہ بھی فرمایا بہت سے امور مجھ میں نہ رہے تھے۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیوں زیادہ استفادہ نہیں کر سکے تو آپ نے بتایا کہ میں شعبہ کی مجلس میں زیادہ جایا کرتا تھا، پھر ابن صریح کی مجالس میں جانے لگا، پھر مجھے خیال آیا کہ اب مجھے کوفہ جانا چاہیے مگر میں ابن صریح کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ مجھے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی افسوسناک خبر ملی۔

ابو عمرو بن العلاء رضی اللہ عنہ

ابو عمرو بن العلاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد مجھے ہمیشہ تلقین فرماتے کہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحریریں پڑھا کروں۔ میرے والد خود بھی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس میں بیٹھا کرتے تھے۔ جو کچھ آج ہمارے پاس ہے وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس سے حاصل ہوا تھا۔

جریر بن حازم رضی اللہ عنہ

وہب بن جریر بن حازم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس سے علم و فضل کے خزانے لے کر آتے تھے۔

عبداللہ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ

عبداللہ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے باپ نے فرمایا کہ میں نے کوفہ جانے کا ارادہ کیا تو پہلے شعبہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی آپ مجھے کوفہ کے دوست علماء کی طرف خط لکھ دیں تاکہ میں ان کی مجالس میں بیٹھ سکوں۔ آپ نے فرمایا میں تجھے ایسے مرد مولیٰ کی طرف خط لکھ کر دوں گا جو واقعی مرد مولیٰ ہیں انہوں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام خط لکھ کر دیا۔ کوفہ پہنچا تو حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر شعبہ کا خط دیا تو آپ نے شعبہ کی علمی عظمت پر بڑی عمدہ گفتگو فرمائی۔ دوسری طرف لوگوں نے جب شعبہ سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بھی آپ کی بہت تعریف کی۔ شعبہ ہر سال آپ کے لیے تحائف بھیجتے اور امام صاحب بھی آپ سے ایسا ہی سلوک فرماتے۔

ابوسفیان حمیری رحمۃ اللہ علیہ

ابوسفیان الحمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس امت کے بہترین انسان ہیں جس طرح کشف المسائل کے اسباب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھول کر بیان فرماتے ہیں آج تک کسی دوسرے کو یہ کمال حاصل نہیں ہوا۔ ایسے ہی مشکل مسائل کے حل کرنے کے لیے احادیث کی روشنی میں بیان فرمایا کرتے تھے۔ ابوسفیان حمیری رحمۃ اللہ علیہ کا نام سعید بن یحییٰ حمیری ہے۔ آپ ”واسط“ کے ائمہ میں سے تھے۔ حفاظ الحدیث میں شمار ہوتے تھے۔ آپ نے کئی احادیث کی روایت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کی ہیں۔

علی بن عاصم رحمۃ اللہ علیہ

معروف بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن علی بن عاصم رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں بیٹھا تھا۔ آپ نے لوگوں کو زور دے کر کہا علم کو لازم پکڑو۔ فقہ کو لازم پکڑو، لوگوں نے عرض کی ہم آپ سے علم فقہ تو حاصل کر رہے ہیں آپ نے فرمایا میرا مطلب ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے علم حاصل کرو۔ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فقہ حاصل کرو۔ علی بن عاصم رضی اللہ عنہ نے حدیث اور فقہ کے علاوہ دوسرے علوم بھی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل کیے۔ آپ شہر ”واسط“ کے ائمہ کرام میں سے تھے۔ حفاظ حدیث میں سے تھے، آپ اکثر احادیث امام ابوحنیفہ کی روایت سے بیان فرمایا کرتے تھے، آپ نے حدیث اور فقہ کا کافی حصہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل کیا تھا اور آپ کے مقتدر تلامذہ میں شمار ہوتے تھے، جب لوگ چاہتے کہ ان سے گہرے مسائل حاصل کریں تو آپ کے سامنے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چھیڑ دیتے تھے، پھر آپ ایک بحر خاز سے موتی برآمد کرنے والے غواص کی طرح مسائل کے موتی بکھیرتے جاتے۔ امام عاصم رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر آج تمام دنیا کے علماء کا علم امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تولا جائے تو آپ کا علم بھاری رہے گا۔ محمد بن المہاجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کی باتیں علم کی تفسیر ہیں مگر جو شخص آپ کی گفتگو میں دلچسپی نہیں لیتا وہ جہالت کے گڑھے میں جا پڑے گا، جو آپ سے بغض رکھتے ہیں وہ حرام کاری پر راغب ہو جائیں گے۔ وہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنانے کی تدبیر سوچتے رہیں گے اور سلامتی کے راستے سے بھٹکے رہیں گے۔

یزید بن محمد سعدانی رضی اللہ عنہ

یزید بن محمد سعدانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے یزید بن ہارون رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ان کے ہاں یحییٰ بن معین، علی بن المدینی، واحد بن حنبل اور زہیر بن حرب کے علاوہ کئی اہل علم بیٹھے ہوئے تھے، اس مجلس میں ایک شخص نے فتویٰ پوچھا تو یزید نے فرمایا اس کا حل یہ سارے اہل علم کر رہے ہیں مگر یہ مطمئن نہیں کر سکیں گے۔ ابن المدینی نے کہا یہ اہل علم نہیں بلکہ اہل حدیث حضرات ہیں اور یہ سب آپ کے پاس ہیں، یہ سب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد ہیں اور تلامذہ ہیں، یہ لوگ علم حدیث سے تو واقف ہیں مگر حدیث کی تشریح اور فقہ سے ناواقف ہیں۔ یزید مرد میدان تھے، آپ حفظ حدیث اور تفسیر میں ماہر تھے علمی فضائل میں بینظیر تھے، بڑھاپے میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ نے کئی مسائل میں استفادہ کیا تھا اور انہیں بڑے احترام سے پیش آیا کرتے تھے۔

یزید بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ

یزید بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ ایک مفتی کب اس قابل ہوتا ہے کہ وہ دینی مسائل پر فتویٰ دے، فرمایا جب وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا صاحب علم و بصیرت ہو جائے۔ راوی نے کہا یہ تو ناممکن ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا بنا جائے۔ آپ نے فرمایا پھر ان کی کتابوں کو حفظ کرے، ان پر گہری نظر رکھے اور ہر مسئلہ میں ان سے راہنمائی حاصل کرے۔ ایسا شخص فقیہ کہلانے کا مستحق ہے۔ محمد بن احمد الجندی کی ایک روایت میں یوں درج ہے کہ متقدمین میں فقہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا کوئی فقیہ نہیں تھا۔ پھر فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گفتگو کو سمجھنے کے لیے بھی فہم اور ذہین فقیہ ہونا ضروری ہے۔

احمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ

احمد بن علی بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گفتگو فرماتے تو اہل علم کی گردنیں جھک جایا کرتی تھیں۔ عبدالرحیم بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ”اعلم الناس“ تھے۔ حفص بن علی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا دنیائے علم و فضل میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا سرتاج نہیں دیکھا گیا۔

یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ

لبید بن لبید فرماتے ہیں کہ ہم ایک دن یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے تو مغیرہ نے ایک روایت کی سند بیان کی عن ابراہیم انہ قال کذا ایک دوسرے شخص نے اٹھ کر کہا و دعنا عن هذا سے چھوڑیے یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اے احمق! یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کی تفسیر ہے۔ صرف حدیث کے الفاظ سنا دینے سے کیا حاصل ہو گا جب تک اس کی تفسیر اور تشریح سامنے نہ آئے، صرف الفاظ کا سننا اور پڑھنا کافی نہیں ہوتا۔ تمہیں احادیث کے مطالب جاننے میں دلچسپی لینی چاہئے۔ اگر ایسا نہ ہو تو تم امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا کرو تاکہ تمہیں احادیث کا صحیح مطلب آجائے۔ آپ نے اس شخص کو زجر و

تویح کر کے اپنی مجلس سے اٹھا دیا۔

ابو امیہ رحمۃ اللہ علیہ

علی بن عبد اللہ عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو امیہ سے پوچھا، ان دنوں عراق کے شہر کوفہ میں سب سے بڑا فقیہ اور عالم کون ہے؟ آپ نے فرمایا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ایک دن لوگوں نے ابو امیہ سے فتویٰ پوچھا تو آپ نے فتویٰ دیتے ہوئے ایک غلطی کی، اس مجلس میں ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد ابو حمزہ بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے ابو امیہ کو اس فروگزاشت سے آگاہ کیا۔ آپ نے ان سے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے بتایا میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شاگرد ہوں اور میں نے ان کی زبانی اس مسئلہ کو یوں سنا تھا۔ ابو امیہ فرمانے لگے پھر تمہاری رائے درست ہے اور اپنا فتویٰ واپس لے کر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر فتویٰ دیا۔

عفان بن سیار رحمۃ اللہ علیہ

اسحاق بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے عفان بن سیار رحمۃ اللہ علیہ سے سنا تھا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دنیائے فقہ میں ایسے حکیم حاذق ہیں جو ہر بیماری کا درست علاج کرتے ہیں۔ شبابہ بن سوار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں خارجہ بن مصعب رحمۃ اللہ علیہ سے سنا تھا کہ میں اپنی زندگی میں ہزاروں علماء اور فقہاء سے ملا ہوں مگر مجھے ان تمام میں صرف تین چار حضرات صاحب علم و بصیرت ملے ان سب میں بلند پایہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ آپ کے سامنے تمام ققیبان علم طفل مکتب دکھائی دیتے ہیں۔ ان کا علم، فقہی بصیرت، زہد و تقویٰ سب پر حاوی تھا۔ آپ کے سامنے یہ تمام حضرات ہیج (لاشئی) تھے۔

ابراہیم بن رستم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں علم کی تلاش میں ہزاروں علماء کی مجالس میں پہنچا لیکن مجھے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا ایک بھی نہ ملا۔ ان کی علمی مسائل پر گہری نظر تھی، ان کی عقل بلند روشنی کا مینار تھی، وہ امام کامل تھے۔ خارجہ بن مصعب سرخس کے ائمہ کرام میں سے تھے اور فتویٰ میں اہل سرخس کے معتمد اور مستند تھے مگر آپ بھی علم حدیث میں حضرت امام ابوحنیفہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت لیا کرتے تھے۔ سارے خراسان میں انہی کی کوششوں سے فقہ امام ابوحنیفہ کو فروغ حاصل ہوا تھا۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنی تعلیم پر ایک لاکھ روپیہ صرف کیا تھا اور ایک لاکھ روپے علم سکھانے والے اساتذہ کو ہدیہ کیا۔ میرے والد بھی بہت بڑے عالم اور دولت مند تھے جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر میں معاونت کرتے ہوئے شہادت پائی تھی۔ انہوں نے حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور اصحاب بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے احادیث سنی تھیں۔ میں نے ان سے بھی احادیث سنی مگر جس انداز سے مجھے ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احادیث کے مطالب بتائے اس سے میرے دل و دماغ روشن ہو گئے۔

ابراہیم بن رستم رحمۃ اللہ علیہ

ابراہیم بن رستم رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے جسے اپنی زندگی میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم حاصل نہیں ہوا میرے نزدیک وہ جاہل ہے۔ اسی طرح ابو حمزہ السکری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحریر پڑھ کر اتنی مسرت ہوئی کہ اگر مجھے ایک لاکھ دینار مل جاتا تو مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی، میں نے ان سے جو ”روایات الفقہ“ حاصل کیں اس کا تو کوئی مول ہی نہیں ہے۔ ابو حمزہ السکری ”مرو“ کے ائمہ کرام میں سے ہیں آپ نے ان مشائخ سے روایات سنی تھیں جنہوں نے بذات خود حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس میں حاضر ہو کر احادیث سنی تھیں۔ بایں ہمہ آپ خود ایک عرصہ تک امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس میں حاضر ہو کر آپ سے براہ راست احادیث سنتے رہے ہیں۔ آپ اکثر روایات امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے ہی بیان فرمایا کرتے تھے۔

عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا ان دنوں زندہ علماء میں سے کس فقیہ کی پیروی کی جائے؟ آپ نے فرمایا ابو حمزہ السکری رحمۃ اللہ علیہ کی، ابو حمزہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں ”بیع فاسد“ اور ”نماز فاسد“ کے متعلق کچھ معلوم نہیں تھا، یہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا احسان ہے کہ انہوں نے احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں ان مسائل کو حل فرمایا اور ہمیں سمجھایا۔

سويد بن ابی سعید رضی اللہ عنہ

بشر بن الولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سويد بن ابی سعید رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امر محکم نہ ہوتا تو انہیں یہ توفیق حاصل نہ ہوتی جس سے سارا عالم اسلام سیراب ہوا۔ ”روایۃ البلخی“ میں لکھا ہے کہ ہم نے اپنے اور اللہ کے درمیان اپنے نفس پر نگرانی کرنے والا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا ہے۔

فضل بن موسیٰ رضی اللہ عنہ

احمد بن یحییٰ الباہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے الفضل بن موسیٰ سینانی رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ہم لوگ مشائخ حجاز اور عراق کے پاس آتے جاتے تھے اور ان کی مجالس سے استفادہ کرتے تھے مگر ہم نے سب سے زیادہ علمی اور برکت والی مجلس امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پائی تھی۔ سینان مرو کی حدود میں ہے۔ امام فضل بن موسیٰ رضی اللہ عنہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں احادیث کے حافظ اور عالم تھے، انہوں نے احادیث کا زیادہ ذخیرہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی حاصل کیا تھا، آپ دوسرے علماء اور مشائخ کے ساتھ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور کئی کئی روز قیام کرتے۔ آپ کو اس بات پر بڑا ناز تھا کہ وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد ہیں۔ وہ دوسرے لوگوں کو بھی حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہونے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ الفضل بن موسیٰ کی الہمدیث میں بڑی شہرت ہے۔ اس طبقہ میں ایک مستند اور معتمد عالم دین مانے جاتے تھے۔

عبداللہ بن المبارک رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں بڑے علاقوں اور شہروں میں گیا، مجھے حلال و حرام کے اصول معلوم کرنے میں بڑی دشواری ہوئی، مگر جب سے مجھے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس نصیب ہوئی تو میرے لیے یہ مسئلہ حل ہو گیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تابعین کے ابتدائی دور میں ہوتے جب صحابہ کبار کی کثرت تھی۔

تو کئی تابعین بھی آپ کے علوم سے بہرہ ور ہوتے۔ آپ نے ایک مقام پر فرمایا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قیاس دراصل احادیث کی تفسیر و تشریح تھا۔ اگر آپ جید صحابہ کے زمانہ میں ہوتے تو ان کی احادیث منقول ہوتیں لیکن اس کے باوجود میں نے ان کی مثل کوئی دوسرا چہرہ یا فقیہ نہیں دیکھا جس طرح وہ احادیث بیان فرمایا کرتے تھے۔ اگر مجھے مبالغہ گو نہ کہا جائے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کوئی دوسرا فقیہ نہیں تھا۔

ابن زعمہ رحمۃ اللہ علیہ

ابن زعمہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ احادیث نبوی پر نہایت گہری نظر رکھتے تھے۔ وہ ایک ایک جزو پر غور و غوض رکھتے تھے۔ اسی طرح ابواسحاق طالقانی نے ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے فرمایا کرتے تھے کہ آج دنیائے اسلام کے تمام علمائے کرام کو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ضرورت ہے اور انہیں احادیث کی تفسیر و تشریح میں آپ کی راہنمائی نہایت ہی اہم ہے۔ حضرت ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے اگر میں کوفہ کے بیوقوف اور حاسد علماء کی باتوں پر عمل کرتا تو میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علمی فیضان سے محروم رہ جاتا اور میری محنت اور علم پر بے پناہ خرچ بیکار رہ جاتا۔ اگر میں آپ سے نہ ملتا اور آپ سے علم حاصل نہ کرتا تو میں علمی دنیا میں کنگال رہ جاتا۔ ایک مقام پر فرمایا میں صرف ایک نقل ہوتا۔

ایک دن عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں بعض حاسد علماء نے آپ کے متعلق ست گفتگو کی تو آپ نے فرمایا مجھے ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا کوئی دوسرا تو دکھاؤ، اگر تمہارے پاس اس کا ثبانی کوئی نہیں تو محض حسد کی وجہ سے مجھے ایذا نہ دو۔ میں نے وقت کے اکابر اہل علم کو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محفل میں طفل مکتب کی طرح بیٹھے دیکھا ہے۔ وہ یوں دکھائی دیتے تھے جیسے علم سے خالی ہیں۔ آج اگر کوئی میرے سامنے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکایت کرتا ہے تو مجھے اس کی دانائی پر رحم آتا ہے اور مجھے ڈر لگتا ہے کہ یہ شخص اللہ کے ہاں سزا پائے گا۔ آپ فرمایا کرتے جسے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دسترخوان علم سے کچھ نہیں ملا وہ

محروم العلم ہے۔

ایک دن حضرت عبداللہ بن المبارک رضی اللہ عنہ کی محفل میں کسی شخص نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف بات کی تو آپ نے غضبناک ہو کر فرمایا۔ اس سے تمہارا کیا مطلب ہے؟ دوبارہ فرمایا اس سے تمہارا کیا مطلب ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ بلند فرمائے وہ بلند تر ہوگا، جس پر اللہ کا فضل ہوتا ہے اس کا تم کیا بگاڑ سکتے ہو۔ آپ نے اس شخص کو بتایا کہ اگر تم نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کی ہوتی یا ان کی مجلس میں بیٹھے ہوتے تو کہہ اٹھتے کہ وہ امت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ کی رحمت ہیں۔ پھر آپ نے اہل مجلس کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اے لوگو! اگر تم امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ لیتے تو تم خوش نصیب ہوتے، جو آپ کی مجلس سے محروم رہا وہ علم و فضل سے محروم رہا اور علمی اعتبار سے ناقص ہے۔

حضرت عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذمت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا منہ سیاہ کر دے گا۔ بشر بن یحییٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم عبداللہ بن المبارک رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے ایک سوال اٹھایا، آپ نے طاؤس کے مسلک پر اس کا جواب دیا اور فرمایا مگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے طاؤس کے خلاف ہے، وہ شخص کہنے لگا ہم طاؤس کے قول کو مانتے ہیں اور ابوحنیفہ کے قول کو دیوار پر مارتے ہیں۔ آپ نے فرمایا افسوس تم نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت نہیں کی ورنہ یہ بات زبان پر نہ لاتے۔ اگر تم انہیں پالیتے تو ان کے اقوال کو دیوار پر مارنے کی بجائے اپنے سینے میں محفوظ کر لیتے۔

ایک دن علماء کرام نے عبداللہ بن المبارک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کو علماء میں سے کون سب سے اچھا لگتا ہے اور آپ کی آرزو کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ کاش میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا ہوتا۔ میرا طریقہ سفیان ثوری رضی اللہ عنہ جیسا ہوتا اور انداز بیان ابن عون رضی اللہ عنہ جیسا ہوتا۔ عبداللہ بن المبارک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اثر (حدیث) کو لازم پکڑو۔ حدیث کی تفسیر اور تشریح کے لیے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اتباع کرو، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ دیکھ لیا کرو حدیث کس سے حاصل کر رہے ہو کیونکہ حدیث ہی ہمارا دین ہے۔ عبداللہ بن المبارک

ﷺ نے فرمایا حدیث ثقہ کو اپنا دین بناؤ حدیث ثقہ کی تشریح امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قیاس سے ہی ہو سکتی ہے۔ اگر کوئی ثقہ راوی امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث روایت کرے تو اسے حق تسلیم کرو۔

ابو عاصمہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب محدثین نے سنا کہ لوگ عبد اللہ بن المبارک رحمۃ اللہ کو اپنا امام تسلیم کرتے ہیں مگر یہ لوگ عبد اللہ بن المبارک رضی اللہ عنہ کے امام (ابو حنیفہ) کو امام تسلیم نہیں کرتے تو انہیں بڑا تعجب ہوا، ایسے لوگ کہتے ہیں کہ ہم عبد اللہ بن المبارک رضی اللہ عنہ کو ہی اپنا امام تسلیم کریں گے۔ ہمارے نزدیک یہ لوگ شیعوں کی طرح ہیں جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تو امام تسلیم کرتے ہیں مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جن حضرات کو اپنا امام مانا تھا انہیں یہ لوگ امام تسلیم کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنا مقتدا اور خلیفہ رسول مانا تھا۔ مگر شیعہ انہیں تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ہر صبح و شام امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں جایا کرتا تھا۔ ایک دن آپ کی مجلس میں حیض کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ آپ نے اپنے تلامذہ اور شاگردوں کو فرمایا کہ تم لوگ اس مسئلہ کا حل دریافت کرو، تین دن گزر گئے مگر کسی شاگرد نے مسئلہ کا حل پیش نہ کیا مگر جب شام ہوئی تو سب نے اللہ اکبر کے نعرے بلند کیے انہیں اپنے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسئلہ کا حل مل گیا۔

حضرت عبد اللہ بن المبارک رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ آپ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل اور کمالات کثرت سے بیان فرمایا کرتے تھے اور انہی کے مسائل بیان فرماتے۔ بعض مسائل براہ راست حاصل کیے تھے بعض ثقہ راویوں کی وساطت سے، یہ آپ کا ایک معروف طریق کار تھا ایسے واسطے سے وہب الفرزاری، اسحاق بن ابی الجعد، ابوسفیان ناسخ، ابو جعفر الرازی، ابو حمزہ السکری، ابو عاصمہ اور فضل بن موسیٰ وغیرہم ثقہ راوی تھے۔ اسی طرح حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں اور تلامذہ میں سے زفر، اسد بن عمر اور محمد ابن الحسن تھے۔

عبد اللہ بن المبارک رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ایک شخص نے روایت کی۔ اس نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت لی۔ کچھ یوں فرماتے ہیں مجھے ایک دوسرے شخص نے روایت

کی، اس نے فلاں شخص سے روایت لی اور اس نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت لی۔ اس طرح آپ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات کو ہی بیان فرماتے اور آپ کی روایات پر اعتماد فرماتے۔ آپ کو اس بات پر فخر تھا کہ آپ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات کو بطور سند بیان فرماتے ہیں۔ وہ بلا جھجک فرماتے کہ یہ مسئلہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرح بیان فرمایا تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں اگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہ ملتا اور ان کی مجالس نہ پاتا تو میں بھی عام راویوں اور محدثین کی طرح ہوتا۔ آپ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے پناہ تعریف کرتے اور ان کے علم و کمالات کا برملا اعتراف فرماتے۔ آپ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخالفین کا مقابلہ کرتے آپ کے معاندین اور حاسدین کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے۔ امام صاحب پر وارد ہونے والے اعتراضات کا کھل کو جواب دیتے تھے۔

سہیل بن مزاحم رحمۃ اللہ علیہ

سہیل بن مزاحم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے بعض مسائل میں حضرت امام ابوحنیفہ کی مخالفت کی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض مسائل کو سمجھ نہ پاتے تھے اور انہیں ایسے مسائل سمجھنے کا وقت نہ ملا تھا۔ سہیل بن مزاحم ” مرو “ کے ائمہ میں سے ہیں۔ ایک عرصہ تک امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس میں رہے، آپ سے علمی مباحثے کیے اور بہت کچھ حاصل کیا اور علوم فقہ کا وافر حصہ پایا، آپ خراسان کے عابدوں اور زاہدوں میں شمار ہوتے ہیں۔

خلیفہ مامون الرشید اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحریریں

فتح بن عمرو الوراق فرماتے ہیں کہ نصر بن شمیل کے زمانہ میں مجھے اقتدار ملا، میں مرو میں تھا، حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخالفین نے فیصلہ کیا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحریریں اور کتابیں دریا میں پھینک دی جائیں، بہت سی کتابیں جمع کی گئیں، لوگوں سے حاصل کر کے دریا میں ڈبونے کے لیے جمع کر دی گئیں لیکن ان دنوں خالد بن صبیح مرو کے قاضی

تھے۔ آپ بذات خود اور اپنے اعزہ و اقارب میں سے چیدہ چیدہ افراد کو لے کر فضل بن سہل رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تاکہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتابوں اور تحریروں پر گفتگو کر سکیں۔ خالد بن صبیح کے ساتھ پچاس سے زائد ایسے ائمہ اور فقیہ تھے جو منصب خلافت کے لیے موزوں تھے، آپ کے اس وفد میں ابراہیم بن رستم، سہیل بن مزاحم بھی تھے تاکہ یہ لوگ فضل بن سہل کے ساتھ مل کر بات کر سکیں کہ خالد بن صبیح حضرت امام کی کتابیں کیوں دریا برد کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔ خالد بن سہل نے برملا کہا کہ میں اس وقت تک اس فیصلے کو واپس نہ لوں گا جب تک مجھے خلیفہ مامون الرشید نہ روکیں۔ چنانچہ فضل بن سہل خلیفہ مامون الرشید کی خدمت میں حاضر ہوئے ساری صورت حال بیان کی خلیفہ نے پوچھا کہ کون کون لوگ اس کام پر آمادہ ہیں؟ آپ نے اسحاق بن راہویہ، ابراہیم بن رستم، احمد بن زہیر اور چند دوسرے نوجوانوں کا نام لیا۔ ان میں نصر بن سہیل کا بھی نام لیا گیا۔ ان کے مقابلے خالد بن صبیح، سہیل بن مزاحم ہیں مامون الرشید نے فرمایا ان حضرات کو کہیں رات آرام کریں صبح بات کریں گے۔ یہ لوگ بھی تیاری کر لیں رات کو تمام حضرات نے فیصلہ کیا کہ خلیفہ سے کون بات کرے گا۔ نصر بن سہیل تو علم کلام اور فقہ میں کمزور ہیں وہ بات نہیں کر سکیں گے، چنانچہ احمد بن زہیر کو منتخب کیا گیا کہ وہ مامون الرشید سے بات کرے گا۔ دوسرے دن مامون الرشید کا دربار آگے۔ مامون الرشید نے ان سب حضرات کو سلام کیا، بڑے اعزاز اور احترام سے اپنے دربار میں بٹھایا، پھر پوچھا کہ آپ لوگ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتابوں کو کیوں دریا برد کرنا چاہتے ہیں؟ نصر تو خاموش رہا مگر احمد بن زہیر نے کہا یا امیرالمومنین اگر اجازت ہو تو میں کچھ بیان کروں، مامون الرشید نے کہا ہاں بات کریں، احمد بن زہیر نے کہا حضور ابوحنیفہ کی تمام کتابیں قرآن و احادیث کے خلاف ہیں، آپ کے سامنے خالد بیٹھے ہیں وہ امام ابوحنیفہ کے بڑے قریبی ہیں اور ہمارے مخالف ہیں آپ انہیں فرمائیے کہ وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کسی کتاب سے ایک مسئلہ بیان فرمائیں میں اس کا رد کروں گا۔ خالد نے ایک مسئلہ بیان کیا جسے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھا تھا، احمد بن زہیر نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث پڑھ کر سنائی۔ مگر مامون الرشید نے حضور ﷺ کی ایک ایسی حدیث پڑھ کر سنائی جس کا جواب مجلس میں بیٹھے ہوئے علماء کے پاس نہ تھا اور یہ حدیث امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تائید میں تھی اس پر مخالفین بہت

شرمندہ بھی ہوئے اور مایوس بھی۔ پھر مامون الرشید نے فرمایا اگر آج میرے دربار میں بعض ایسے مقتدر علماء نہ ہوتے تو میں ان غلط بیان لوگوں کو ایسی سزا دیتا کہ وہ زندگی بھر یاد کرتے۔ اب یہ لوگ نہایت رسوا ہو کر خلیفہ کے دربار سے باہر آگئے۔

اس دن کے بعد مامون الرشید نے ملک بھر کے علماء، آئمہ اور محدثین کو چن چن کر جمع کیا اور اپنے دربار میں اعلیٰ مراتب عطا کر کے انہیں اپنے قریب رکھا تاکہ کوئی فضول آدمی ان مسائل پر کوئی فتنہ نہ اٹھا سکے۔ اگر ان علماء میں سے کوئی فوت ہو جاتا تو دوسرے عالم کو اس منصب پر بٹھا دیا جاتا، اگرچہ مامون الرشید خود بھی بہت بڑا عالم تھا مگر وہ اہل علم کی قدر کرتا تھا۔

نضر بن شمیم رحمۃ اللہ علیہ

نضر بن شمیم فرمایا کرتے تھے لوگ خواب غفلت میں پڑے تھے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں بیدار کر دیا۔ آپ بصرہ کے آئمہ میں سے تھے۔ فرمایا کرتے لوگو! امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسائل دریافت کرنے جایا کرو، میں یہاں بیٹھا ان کے مسائل سے آگاہ رہتا ہوں اور دریافت کرتا رہتا ہوں، نضر بن شمیم مرو کے بہت بڑے امام تھے، ادب عربی پر انہیں کمال حاصل تھا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معتقد تھے اور مسائل کو حل کرنے میں کمال رکھتے تھے، مامون الرشید جب کبھی مرو جاتا انہیں نہایت احترام و ادب سے اپنے دربار میں بلاتا۔ ان سے دینی مسائل پر گفتگو کرتا اور اس ملک میں مختلف شہروں میں جاتا تو آپ کو اپنے ساتھ رکھتا تھا، ان سے واقعات سنتا، مسائل سنتا اور محفوظ ہوتا۔ نضر بن شمیم کو خلیفہ مامون الرشید نے کئی بار امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلامذہ کے پاس لے جانا چاہا مگر وہ یہ کہہ کر ان سے ملنے سے انکار کر دیتا کہ یہ لوگ ابھی مسائل میں پختہ کار نہیں۔ باین ہمہ نضر بن شمیم کو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد مناظرہ میں گھیر لیتے اور مسائل میں رسوا کرتے اس کے باوجود مامون الرشید ان کی عزت کرتا اور ان کے علم و فضل کی وجہ سے اپنے ساتھ رکھتا۔

ابراہیم بن فیروز رحمۃ اللہ علیہ

ابراہیم بن فیروز عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے وہ فرماتے ہیں کہ میرے

والد مکرم نے بتایا کہ میں نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسجد حرام میں بیٹھے دیکھا، آپ کے ارد گرد مشرق و مغرب کے علماء کرام حلقہ باندھے بیٹھے تھے، آپ انہیں فتویٰ جاری کرتے جاتے حالانکہ ان دنوں حرمین شریفین میں بڑے بڑے علمائے کرام اور فقہا موجود تھے مگر امام اعظم کا فتویٰ سب کے لیے معتبر تھا۔

عبدالعزیز بن ابی زرمہ رحمۃ اللہ علیہ

عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا وہ کہا کرتے تھے کہ سب سے بہترین رائے وہ ہوتی ہے جو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیتے۔ یہ عبدالعزیز امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد تھے اور آپ سے روایت کرتے اور اکابر محدثین میں شمار ہوتے تھے۔ مرو میں رہتے تھے اور وہاں آپ نے مسند تدریس اور فتویٰ بچھا رکھی تھی۔ خالد بن صبیح اور سہیل بن مزاحم کے بعد ”مرو“ میں آپ ہی مرجع خلاق تھے۔ آپ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فقہ حاصل کی پھر ان کے وصال کے بعد قاضی ابویوسف اور امام زفر سے استفادہ کیا۔

یحییٰ بن اکثم رحمۃ اللہ علیہ

محمد بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن اکثم سے سنا آپ فرماتے تھے علم الحدیث میں امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بڑے کامل محدث تھے، مگر رائے اور قیاس میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زیادہ قابل تھے۔ آپ نے مزید بتایا کہ میرے والد فرمایا کرتے تھے کہ فقہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ یحییٰ بن اکثم کو بھی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں حاضری کا موقع ملا تھا آپ سے ہی روایت کرتے ہیں کہ آپ کی وفات کے بعد امام زفر کی مجلس میں التزام کے ساتھ حاضر رہتے۔

معروف بن حسان رحمۃ اللہ علیہ

محمد بن سہیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے معروف بن حسان رحمۃ اللہ علیہ سے سنا تھا آپ فرماتے

تھے کہ میں نے فقہ، علم کلام، ورع اور دیانت میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا دوسرا کوئی نہیں پایا۔ معروف بن حسان سمرقند کے فخر اور مقتدر ائمہ کرام میں سے تھے۔ انہوں نے شریک بن مقاتل، نصر الانام، اسحاق بن ابراہیم سے حضرت امام ابوحنیفہ کے علم کو سمرقند کے علاوہ ماورا النہر میں پھیلایا تھا۔ یہ اپنے علاقہ میں صرف فقیہ ہی نہیں بلکہ ائمہ الحدیث میں شمار ہوتے تھے۔ انہوں نے مشائخ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت کی ہے۔

اسحاق الحنظلی رحمۃ اللہ علیہ

علی بن اسحاق بن ابراہیم حنظلی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی سے سنا تھا وہ فرماتے تھے کہ احکام شرعیہ اور قضایا میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کوئی عالم دین نہیں۔ سعید بن عروبہ نے بھی حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ایسا ہی بیان دیا تھا۔

مقاتل بن حیان رحمۃ اللہ علیہ

مقاتل بن حیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس میں بیٹھا کرتا تھا، آپ جیسا صاحب بصیرت اور امور شریعت پر غور و خوض کرنے والا دوسرا کوئی نہیں دیکھا۔ ابو مقاتل نے صحیح کہا تھا بلکہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے بھی بڑھ کر ہیں جس انداز میں ہم آپ کو یاد کرتے ہیں۔ مقاتل بن حیان رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور مقام پر فرمایا تھا میں نے تابعین اور ان کے بعد اہل علم حضرات سے ملاقات کی ہے مگر مجھے ایسا کوئی شخص نہیں ملا جس کا ظاہر و باطن ایک ہو اور اس کی اجتماد اور اپنی ذات کی نگہداشت پر گہری نظر ہو، یہ وصف صرف امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہی پایا جاتا تھا۔

امام ابو محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مقاتل، عمر بن عبدالعزیز، حسن بصری، حضرت نافع جیسے مقتدر تابعین سے بھی ملتے رہے ہیں اور تابعین کی ایک بڑی جماعت سے ملاقات رہی ہے۔ خود بڑے جلیل القدر عالم دین تھے مگر جو استفادہ انہیں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس سے ملا اور جو علم آپ نے امام صاحب سے حاصل کیا اس کا برملا اعتراف کیا کرتے تھے، وہ بلخ کے

علاقہ کے امام تھے۔ صاحب وجاہت تھے، تمام لوگ امراء اور علماء آپ کو نہایت احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپ سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو آپ اس کا جواب دینے کے بعد فرماتے یہ امام کوفہ و شام حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔

مقاتل بن حیان رضی اللہ عنہ نے ایک اور مقام پر فرمایا کہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے مجھے دارالضیافت میں ٹھہرایا، مجھے ان سے ملاقات کا اس وقت موقع ملا جب ابھی تک وہ کسی سے ملاقات کے لیے تیار نہ تھے بلکہ انہوں نے ابھی غسل واجب کرنا تھا۔ انہوں نے اپنے غلام کو گرم پانی لانے کو کہا، غلام نے کہا حضور گھر میں لکڑیاں نہیں ہیں، آپ نے فرمایا بازار سے ادھار لے آؤ۔ غلام نے لکڑیاں خریدیں اور دارالضیافت میں پانی گرم کر لیا اور آپ کی خدمت میں لے آیا، آپ نے پوچھا کہاں سے گرم کر کے لائے ہو، اس نے بتایا کہ دارالضیافت میں سے۔ میں ان دونوں کی باتیں سن رہا تھا، آپ نے اس غلام کو حکم دیا یہ پانی دارالضیافت والوں کے پاس لے جاؤ اور میرے لیے نہر سے پانی لے آؤ، غلام نہر سے پانی لے آیا مگر وہ نہایت ٹھنڈا تھا آپ ٹھنڈا پانی جسم پر ڈال رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ یہ ٹھنڈا پانی جہنم کے کرۂ زمہریر سے لایا گیا ہے۔ مقاتل کہتے ہیں کہ میں یہ باتیں سن کر حیران رہ گیا کہ خلیفہ وقت ہو اور تقویٰ کا یہ عالم۔ (حضرت مقاتل رضی اللہ عنہ نے عمر بن عبدالعزیز کا یہ واقعہ اس لیے بیان کیا ہے کہ وہ اہل تقویٰ کا شعار اور معیار بتا سکیں مگر ان کے نزدیک حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تقویٰ اس سے بھی زیادہ تھا = مترجم) حضرت مقاتل امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہزاروں ایسے اوصاف بیان فرمایا کرتے جو کسی دوسرے میں نہیں پائے جاتے تھے اور یہ اوصاف صرف امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات سے ہی متصف تھے۔

یحییٰ بن اکثم رضی اللہ عنہ

مقاتل بن سلیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن یحییٰ بن اکثم کے سامنے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر آگیا، آپ نے مجھ سے پوچھا آپ نے تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کی تھی، میں نے کہا ہاں! آپ نے پوچھا تم نے انہیں کیسا پایا؟ میں نے بتایا کہ جب حضرت امام رضی اللہ عنہ

علم کی تفسیر کرتے ہیں تو اتنی شافی اور وافی ہوتی کہ سننے والے کو دوسری بات کی گنجائش نہ رہتی تھی اور دینی امور میں بڑے ہی صحیح فیصلہ کرنے والے تھے۔ یحییٰ فرمانے لگے اللہ تعالیٰ ہمیں اور انہیں اور بہتر توفیق عطا فرمائے۔

مقاتل بن سلیمان بلخی الاصل تھے اور علم تفسیر میں صف اول کے امام تھے۔ آپ کی زبان پر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اکثر ذکر رہتا۔ آپ بڑی مدح و ثنا کرتے تھے، باوجودیکہ تابعین سماعت احادیث میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھی تھے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عطاء، نافع، محمد بن المکندر ابو الزبیر، ابن سیرین اور دوسرے کئی حضرات ایسے تھے جن سے امام ابوحنیفہ نے حدیث سماع فرمائی تھی۔ مقاتل بن سلیمان نے بھی ان حضرات سے حدیث سنی تھی مگر وہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصاف بیان کرتے تھے۔

سابقہ کتابوں پر بعض ائمہ اسلام کے نام

یہ بڑی تحقیقی مگر عجیب بات ہے کہ بعض محققین نے سابقہ الہامی کتابوں کا اس انداز سے نہایت گہرا مطالعہ کیا تھا کہ ان میں امت محمدیہ کے بعض مقتدر ائمہ کرام کے اسمائے گرامی بھی نظر آئے، مگر تین حضرات کے نام نمایاں تھے ان میں مقاتل بن سلیمان، وہب بن منبہ اور نعمان بن ثابت یہ تینوں حضرات ہم عصر ائمہ میں سے بلند رتبہ تھے۔ بعض حضرات نے کعب الاحبار کا نام بھی دیکھا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)۔

ابومعاذ بلخی رحمۃ اللہ علیہ

ابومعاذ بلخی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کوئی صاحب علم و بصیرت نہیں پایا۔ آپ فرمایا کرتے تھے جسے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میسر نہیں ہوئی وہ علم میں نامکمل رہا اور مفلس رہا۔ ابومعاذ بلخی کا اصل نام خالد بن سلیمان بلخی ہے۔ آپ بلخ کے علاقہ کے امام اور حافظ حدیث تھے۔ آپ نے امام سفیان ثوری سے احادیث سنی تھیں اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فقہ اور حدیث حاصل کی۔ بڑے زاہد اور علم و فضل

میں مضبوط بزرگ تھے۔ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کاش خراسان میں ان کی طرح ہمیں بھی تین اشخاص مل جاتے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اعلیٰ مقام پایا اور اللہ کی رضا میں ہر قسم کی ملامت کو برداشت کیا اور کسی سے خائف نہ ہوئے۔ یہ تین بزرگ توبہ بن سعد، المتوکل اور ابو معاذ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین تھے۔

حضرت سفیان ثوری سے کسی نے مسئلہ دریافت کیا، آپ نے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ بتایا کہ بلخ سے، آپ نے پوچھا ابو معاذ کا کیا حال ہے؟ عرض کی خیر و عافیت سے ہیں۔ آپ نے فرمایا ابو معاذ کے ہوتے ہوئے تمہیں کسی دوسرے کی ضرورت نہیں رہتی۔ جب حج کے لیے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے تو ان دنوں حضرت ابو معاذ بھی حج پر آئے ہوئے تھے لوگوں نے معاذ کو سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہمسریا اور آپ جیسی ہی عزت کی۔

شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ

ہدیہ بن عبدالوب المروزی مکہ میں فرماتے ہیں کہ شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ جن دنوں ہمارے پاس ”مرو“ میں تشریف لائے ہم ان کی مجالس میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ آپ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بکثرت ذکر کرتے تھے اور ان کی تعریف میں رطب اللسان رہتے تھے۔ ہم نے عرض کی آپ ہمیں کوئی ایسی بات بتائیں جس سے ہمیں فائدہ پہنچے۔ حضرت شقیق نے فرمایا افسوس تم نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر کو فائدہ مند نہیں پایا، یاد رکھو امام ابو حنیفہ کا ذکر کرنا، ان کی تعریف کرنا افضل الاعمال ہے۔ اگر تم لوگ ان کی زیارت کر لیتے اور ان کی مجالس میں حاضری کی سعادت حاصل کر لیتے اور ان کا مشاہدہ کر لیتے تو تمہیں وہ کمی محسوس نہ ہوتی جس کا تم ذکر کر رہو۔ پھر آپ نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں ایک زبردست قصیدہ پڑھا جس کے چند اشعار یہ ہیں۔

اذا ما الناس یوما قایسونا
بآیة من الفتیا طریقہ

حضرت شقیق بلخی بن ابراہیم بلخی رحمۃ اللہ علیہ بڑے عابد اور زاہد بزرگ تھے اور اپنے زمانہ

کے بلند پایہ فقیہ بھی تھے۔ مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بلخ نے شقیق بلخی رضی اللہ عنہ جیسا دوسرا عالم پیدا نہیں کیا۔ ایک بار حضرت شقیق بلخی رضی اللہ عنہ بغداد میں تشریف لائے آپ نے درویشوں کی طرح ایک کمبل اوڑھی ہوئی تھی اور درویشوں کی صورت میں گھوم پھر رہے تھے، امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ نے آپ کو دیکھ لیا۔ امام ابو یوسف اس وقت بڑی شان و شوکت سے ایک شاندار سواری پر براجمان نوکروں چاکروں کے مجمع میں جا رہے تھے، آپ نے شقیق بلخی رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر فرمایا وجعلنا بعضکم لبعض فتنۃ انصبرون ہم نے تمہارے بعض لوگوں کو دوسرے لوگوں کے لیے ایسا بنایا ہے اس پر تم صبر کرو۔

حضرت شقیق بلخی رضی اللہ عنہ نے سن کر فرمایا ہاں ہم صبر کرتے ہیں، دو بار ایسے ہی فرمایا، اس کے بعد قاضی ابو یوسف نے دوسری بار زیارت کی تو آپ اس حالت میں تھے۔ آپ نے فرمایا اے ابواسحاق (شقیق) آپ بھی اس حال میں ہیں اور اسی لباس میں ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں! مجھے ابھی دوسرا لباس نہیں ملا یعنی اہل جنت کا لباس تاہنوز مجھے نہیں ملا۔ آپ نے جو لباس طلب کیا تھا وہ آپ کو اس لیے مل گیا ہے کہ آپ کا دنیاوی لباس آئے دن بدلتا رہتا ہے۔ یہ بات ایک دوستانہ طنز تھی جسے ایک واقف حال صوفی واقف علم عالم دین کو کہہ سکتا ہے۔

خلف بن ابی یوسف رضی اللہ عنہ

ایک دن لوگوں نے خلف بن ابی یوسف سے ایک مسئلہ پوچھا، آپ نے اس کا جواب دیا اور ساتھ ہی فرمایا یہی جواب ابو یوسف کا ہے اور یہ جواب امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے مگر لوگوں نے کہا یہ تو ان دونوں کا مسلک ہے آپ کا اپنا کیا جواب ہے۔ فرمایا میں تم لوگوں کو دو پہاڑوں کی بات سناتا ہوں تم ایک ذرہ ناچیز کا جواب پوچھتے ہو، میری کیا حیثیت ہے۔ خلف بن ابی یوسف فرمایا کرتے تھے جو شخص امام ابو حنیفہ کی شان میں کمی کرتا ہے ہم اس سے بدظن ہیں لوگوں نے پوچھا۔ امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کی کیا شان ہے آپ نے فرمایا امام ابو حنیفہ کی شان یہ ہے کہ یہ بات دل سے تسلیم کی جائے کہ آپ سے بڑھ کر کوئی بھی فقیہ اور عالم نہیں ہے۔ خلف بن یوسف فرمایا کرتے تھے کہ مجھے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دو عادتیں بہت عجیب لگتی ہیں قرآن کی تفسیر کے درپے نہ ہونا،

دوسرے منصب قضاة قبول نہ کرنا باوجود انعام و اکرام کے آپ کو ڈرایا دھمکایا گیا اور کوڑے تک لگائے گئے اور پھر دنیاوی لالچ اور مال و منال پیش کیا گیا۔ خلف بن ایوب بلخ کے رہنے والے تھے مگر آپ ابو یوسف سے بھی روایت کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی، وہ اپنے زمانہ کے بہت بڑے زاہد بھی تھے، جب آپ عبداللہ بن المبارک کے پاس آئے تو آپ نے اٹھ کر آپ کو گلے لگایا، جب آپ رخصت ہو گئے تو آپ نے فرمایا جنت کی نشانیاں اسی شخص میں پائی جاتی ہیں۔ جب آپ حماد بن ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے حدیث سننے آئے تو واپس جانے لگے تو آپ نے فرمایا آج تک اتنا عظیم انسان سارے خراسان سے ہمارے پاس کبھی نہیں آیا۔ آپ ۲۰۵ھ میں فوت ہوئے، آپ کا جنازہ اٹھا تو نوح بن اسد نے جو بلخ کا حاکم (گورنر) تھا کندھا دیا اور آپ کے گھر سے لے کر قبرستان تک مسلسل کندھا دیئے رکھا۔ جب نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد واپس آرہے تھے تو غیب سے کسی نے آواز دی کہ اے نوح بن اسد آج تم نے بہترین انسان کی نماز جنازہ ادا کی ہے۔ اس طرح یہ حاکم وقت خلف بن ایوب کی نماز جنازہ پڑھنے پر اس غیبی انعام کا مستحق ٹھہرا تھا۔

شداد بن حکیم رحمۃ اللہ علیہ

شداد بن حکیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے شاگردوں کی شکل میں اللہ تعالیٰ ہم پر انعامات نہ فرماتا تو ہم علمی طور پر مفلس اور محروم رہ جاتے، نہ ہم احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھ پاتے نہ دین کے مسائل سے واقف ہوتے۔ شداد بن حکیم اپنے وقت کے جلیل القدر ائمہ میں سے تھے، وہ نصیر بن یحییٰ کے استاد تھے۔ جب تک آپ کو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس میں حاضری نصیب نہ تھی تو آپ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کرتے تھے مگر حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس میں جانے کے بعد انہی کی روایات کی اشاعت کو ترجیح دی۔ پھر آپ کے تلامذہ ابو یوسف اور امام زفر کی روایات بیان کرتے تھے۔ آپ اپنے وقت کے زاہد اور عابد تھے۔ ایک ظہر سے لے کر دوسری ظہر کی نماز ایک وضو سے ادا کرتے تھے۔ یہ سلسلہ کئی سال تک رہا، آپ کا وصال ۲۱۳ھ کو ہوا تھا۔

سعدان بن سعید المحلمی رحمۃ اللہ علیہ

سعدان بن سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دین کے ایک ایسے طبیب تھے جن کی وجہ سے جہالت کی بیماریاں دور ہو گئیں، جہالت کی بیماریوں کا علاج علم ہے جو حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھیلایا تھا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علم کی ایسی ایسی موثر تشریح اور تفسیر فرمائی کہ جہالت کی بیماری بالکل مٹ گئی۔ یہ سعدان بلخ کے کئی علاقوں کے امام تھے۔ آپ نے ساری عمر حضرت سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کی تھی۔ آپ خود بلخ کی ایک بستی عم کے رہنے والے تھے۔

کنانہ رحمۃ اللہ علیہ

کنانہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے ایسا کبھی کوئی لفظ نہیں سنا جس پر مواخذہ کیا جاسکتا ہو۔ کنانہ بن جلیلہ ہروی تھے اور ہرات کے علاقہ کے ائمہ میں شمار ہوتے تھے۔ آپ اکثر روایات امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لیتے۔ ہرات کے علاقے میں آپ کی وجہ سے فقہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بڑی اشاعت ہوئی تھی۔

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے مغیرہ بن قاسم نے کہا کہ تم امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس میں جایا کرو، خدا کی قسم آج امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاد استاد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ زندہ ہوتے تو وہ بھی ان مجالس سے استفادہ کرتے۔ حقیقت ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر حلال و حرام کے مسائل کو بیان کرنے والا دوسرا کوئی نہیں ہے۔

داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کی محفل میں جب حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر آتا تو فرماتے وہ ہدایت کا چمکتا ہوا ستارہ تھے۔ ان سے راہ ہدایت پر چلنے والا ہر شخص راہنمائی حاصل کر سکتا

ہے۔ ان کا علم وہ ہے جسے اہل ایمان کے قلوب قبول کرتے ہیں۔ ہر عالم سے علم حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ وہ اس کے حامل کے لیے آزمائش ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی نے حلال و حرام کی حدود متعین فرمائی ہیں، اس کے عذاب سے نجات حاصل کرنے کے لیے پوشیدہ پرہیزگاری بہترین ذریعہ ہے اور یہ پرہیزگاری امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے داعی خدمت سے حاصل ہوتی ہے۔

شعبہ رحمۃ اللہ علیہ

نصر بن علی فرماتے ہیں کہ ہم ایک دن شعبہ کے پاس بیٹھے تھے، ہمیں خبر پہنچی کہ امام ابوحنیفہ کا وصال ہو گیا، انہوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا افسوس کوفہ سے علم کی روشنی بجھ گئی۔ بہر حال اب ان جیسا کوئی پیدا نہ ہو گا۔ شعبہ ہمیشہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر اچھے الفاظ میں کیا کرتے تھے۔ جب بھی آپ کا نام سنتے تو دعاؤں سے یاد کرتے، کبھی کسی نے نہیں دیکھا کہ جب آپ کے سامنے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیا گیا ہو تو آپ نے مسرت کا اظہار نہ کیا ہو۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

ایک دن حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ اگر کسی شخص کے پاس صرف دو ہی کپڑے ہوں، ایک پاک ہو اور دوسرا ناپاک ہو مگر اسے یقین نہ ہو کہ کون سا کپڑا پاک ہے اور کون سا ناپاک، ادھر نماز کا وقت مختصر ہوتا جا رہا ہو تو اسے کیا کرنا چاہئے؟ آپ نے فرمایا تحری کرے یعنی سچی سوچ پر عمل کرے۔ اس شخص نے عرض کی کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے ہر کپڑے کے ساتھ ایک بار نماز پڑ لے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات زیادہ پسندیدہ ہے۔

سعید بن ابی عروبہ رحمۃ اللہ علیہ

ابن عیینہ نے فرمایا کہ میں سعید بن ابی عروبہ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ امام

ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شرکوفہ سے جتنے لوگ آتے ہیں وہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہترین عالم تصور کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ابو حنیفہ کی وساطت سے علم کی روشنیاں لوگوں کے دلوں میں بھردی ہیں۔ فقہ کا کوئی ایسا مسئلہ نہیں جسے آپ نے احادیث کی روشنی میں بیان نہ کیا ہو۔ سعید بن عروبہ نے امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے بعد بصرہ میں احادیث و فقہ کے امام تھے۔

سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ

سفیان بن عیینہ فرمایا کرتے تھے کہ سب سے پہلے میری توجہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احادیث کی طرف دلائی۔ جب میں پہلی بار کوفہ میں گیا تو ان دنوں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو حدیث کے مسائل بیان فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے میرے متعلق لوگوں کو بتایا کہ میں عمرو بن دینار کو بہت زیادہ جانتا ہوں آپ کی یہ بات سن کر بہت سے علماء و مشائخ میرے حلقہ میں آنے لگے اور عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کی احادیث سننے لگے۔

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ جو مغازی کا علم جانتا چاہتا ہے اسے مدینہ پاک میں قیام کرنا چاہیے۔ اگر مسائل حج اور مناسک حج کی تربیت حاصل کرنا چاہتا ہو تو مکہ مکرمہ میں جائے، اگر فقہ کی تعلیم حاصل کرنی ہو تو کوفہ میں رہ کر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس میں شرکت کرے۔ سفیان بن عیینہ اپنے وقت کے مقتدر علماء کرام میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کے معاصرین میں حضرت ابن عباس، شعبی اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکردہ اہل علم و فضل تھے۔

عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ

عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا علم حدیث بے شک سیکھ مگر اس کی تشریح اور وضاحت کے لیے فقہ اور قیاس کی روشنی کی ضرورت ہے اور یہ علم امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ آج علمائے کرام کو امام مالک، سفیان ثوری اور حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی رائے اور قیاس کی ضرورت ہے۔ ان میں سے نہایت احسن رائے، دقیق فکر، معانی پر گہرا غور و غوض صرف امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں ملتا ہے۔

زہیر بن معاویہ رحمۃ اللہ علیہ

خلاد سکونی نے فرمایا کہ میں ایک دن زہیر بن معاویہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہاں سے آئے ہو؟ میں نے کہا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے آیا ہوں، آپ نے فرمایا ان کی ایک دن کی مجلس میرے ایک ماہ کی مجالس سے زیادہ مفید ہے۔

عبداللہ بن داؤد النخعی رحمۃ اللہ علیہ

عبداللہ بن داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو شخص چاہتا ہو کہ وہ جہالت کے گڑھے سے نکل آئے، بے علمی کے اندھیروں سے باہر آجائے اور فقہ کی روشنیوں سے اپنی آنکھوں کو منور کرے وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحریروں اور کتابوں کا مطالعہ کرے۔ علی بن الحسن الدرہمی فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن داؤد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس حماد بن سلمہ، حماد بن زید سے زیادہ نفع بخش ہیں۔

عاصم نبیل رحمۃ اللہ علیہ

نصر بن علی فرماتے ہیں کہ میں نے عاصم بن نبیل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ کے نزدیک امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقیہ تر ہیں یا حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، فرمایا بخدا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو ابن صرح رحمۃ اللہ علیہ سے بھی زیادہ قابل ہیں۔ میری آنکھ نے آج تک فقہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کوئی نہیں دیکھا۔

یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ

کسی نے یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ سے کہا اے ابو خالد! آپ کے نزدیک امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے اور قیاس زیادہ پسندیدہ ہے یا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا؟ انہوں نے فرمایا احادیث تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے لکھ لیا کرو، وہ احادیث کو بڑے ستھرے انداز میں بیان کرتے ہیں مگر جب حدیث کی تفسیر و تشریح فقہ کی روشنی میں سمجھنی ہو تو پھر میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کسی

کو نہیں دیکھا۔ فقہ کی بات یوں بیان کریں گے، اسی طرح آپ کے شاگرد فقہی مسائل اس انداز میں بیان کرتے ہیں کہ جیسے وہ اس فن کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔

یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ

یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں چار فقہا ہیں، امام ابو حنیفہ، سفیان ثوری، حضرت مالک اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ان سے پوچھا گیا کیا سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کچھ روایات کی ہیں؟ فرمایا ہاں! امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث اور فقہ میں ثقہ تھے، صدوق تھے، دین اللہ پر مامون تھے۔ سلیمان بن داؤد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا وہ فرمایا کرتے تھے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول عظیم ہے اور اسے کسی صورت میں ٹھکرایا نہیں جاسکتا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور مقام پر فرمایا جسے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہ میں واقفیت نہیں وہ فقہ میں تبحر حاصل نہیں کر سکتا۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد حرام میں بیٹھے تھے، اسی وقت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد حرام میں تشریف لائے، اگرچہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو نہیں دیکھا تھا مگر آپ سمجھ گئے کہ یہی امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ تعظیم کے لیے آگے بڑھے اور عرض کی اے ابن رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر مجھے پہلے معلوم ہوتا کہ آپ تشریف لارہے ہیں تو میں دیر تک کھڑا آپ کے استقبال کے لیے تیار رہتا۔ اب آپ جب تک تشریف فرما رہیں گے میں تعظیماً کھڑا رہوں گا۔ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو حکم دیا اب آپ بیٹھ جائیے اور لوگوں کے مسائل کا جواب دیجئے۔

رباح بن نصر رحمۃ اللہ علیہ

رباح بن نصر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمرو بن ذر رحمۃ اللہ علیہ

کو دیکھا تھا وہ جب ایک دوسرے کو ملتے تو ایک دوسرے کو گلے لگاتے۔ عمرو بن ذر رضی اللہ عنہ جب ملتے تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں ابروؤں کو درمیان سے چومتے۔

محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

محمد عبداللہ بصرہ کے قاضی تھی آپ نے فرمایا ہم اہل کوفہ کے انداز معاشرت کو خوب جانتے ہیں، لوگوں نے عرض کی حضرت علماء سے انصاف کی توقع ہوتی ہے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ طریقہ اور آداب معاشرہ وضع کیے مگر آپ لوگ جہاں تھے وہاں ہی ہیں۔ اگرچہ آپ نے بہت اچھی عبارتیں لکھی مگر اہل کوفہ کے مقابلہ میں ان عبارتوں کی حیثیت ثانوی ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلامی روایات کی اشاعت میں جو اضافہ کیا تھا آپ اس کا جواب نہیں لاسکے۔ محمد بن عبداللہ خاموش ہو گئے اور فرمایا کہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حق تسلیم کرتا ہوں اور حق تسلیم کرنا ہی بہتر ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آج دنیائے اسلام کے لوگ پانچ بزرگوں کے عیال ہیں۔ اگر کوئی شخص مغازی کا علم حاصل کرنا چاہے تو محمد بن اسحاق سے سیکھے، اگر فقہ حاصل کرنے کو آئے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سیکھے، اگر فن شاعری میں کمال حاصل کرنا چاہے تو زبیر کا شاگرد بنے، اگر تفسیر میں تجربہ حاصل کرنا چاہے تو وہ مقاتل بن سلیمان رضی اللہ عنہ کی مجالس میں حاضر ہو کر سیکھے، اگر نحو میں کمال حاصل کرنا ہو تو وہ کسائی کا عیال ہوگا۔

عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عبداللہ بن المبارک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر آج کوئی شخص فقہ پر بات کرتا ہے تو اس کو اپنا مقتدا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنانا پڑے گا۔ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہت سی کتابیں نقل کی ہیں۔ بار بار نقل کی ہیں، ہر ایڈیشن میں مجھے عمدہ اضافے ملتے ہیں، اگر

تمہیں کوئی ایسا شخص ملے جو حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غیبت کر رہا ہے اور برائی سے باز نہیں آتا تو اس پر رزق کی تنگی ہو جائے گی۔ اس پر اعتبار نہیں کرنا چاہئے۔ حضرت عبداللہ المبارک رضی اللہ عنہ جب بھی آپ کا ذکر کرتے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور آپ کی داڑھی مبارک تر ہو جاتی۔ آپ نے ایک اور مقام پر فرمایا کہ میں نے اپنی زندگی میں ہزاروں علماء کرام سے ملاقات کی ہے مگر میں نے تین علماء جیسے کامل العلم نہیں دیکھے۔ راوی نے وضاحت طلب کی کہ وہ کون کون ہیں؟ آپ نے بتایا، ابن عون رضی اللہ عنہ ورع اور تقویٰ میں بے مثال ہیں۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقہ میں باکمال ہیں اور سفیان ثوری رضی اللہ عنہ تفسیر میں لاثانی ہیں۔ راوی نے کہا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتے ہیں آپ نے فرمایا افسوس صد افسوس اگر میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہ ملتا تو میں ان فلسفیوں سے ہوتا جو بغداد میں مال و زر اکٹھا کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ اگر میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ ملتا تو میں بدعتی ہوتا۔

عطیہ بن اسباط عبداللہ بن المبارک رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار تھے فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن المبارک جب کوفہ میں تشریف لاتے تو سب سے پہلے امام زفر رضی اللہ عنہ سے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتابیں لے کر مطالعہ کرتے، ان کو نقل کرتے اور ان کتابوں کو کئی کئی بار لکھتے۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقیہ تر تھے یا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کہ ساری زمین امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جیسے علماء سے بھر جائے پھر بھی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ققیسی مقام کو نہیں پاسکتے۔ عبداللہ بن المبارک رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم اپنے نفسوں میں اللہ تعالیٰ کی تکذیب نہیں کرتے، فقہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ منفرد ہیں۔ حدیث میں سفیان ثوری رضی اللہ عنہ ہیں۔ اگر یہ دونوں حدیث اور فقہ میں متفق ہوتے تو آج کسی کو اختلاف کرنے کی جرات نہ ہوتی۔

وکیع بن الجراح رضی اللہ عنہ

وکیع بن الجراح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جتنے لوگوں سے ملا ہوں مجھے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلے بھاری نظر آئے ہیں۔

جعفر بن بدیع رحمۃ اللہ علیہ

جعفر بن بدیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس میں پانچ سال تک فقہ کے مسائل سنتا رہا، میں نے ان سے زیادہ خاموش طبع کسی کو نہیں دیکھا ہاں جب دینی مسائل بیان فرماتے تو ایک بہتا ہوا دریا معلوم ہوتے۔

محمد بن مروزی رحمۃ اللہ علیہ

محمد بن مروزی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحم فرمائے ان کی زبان جب کھلتی ہے حق بولتی ہے۔

ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ

قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندہ تھے تو ہم ہزاروں خطائیں کرتے تھے، اب ہمیں اپنی خطائیں دکھائی نہیں دیتیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ اب ہماری خطا اور غلطی کو پکڑنے والا کوئی نہیں۔ ہم جو کچھ کہہ دیتے ہیں لوگ اسے ہی سچ اور حق سمجھ لیتے ہیں۔

ابن سیار رحمۃ اللہ علیہ

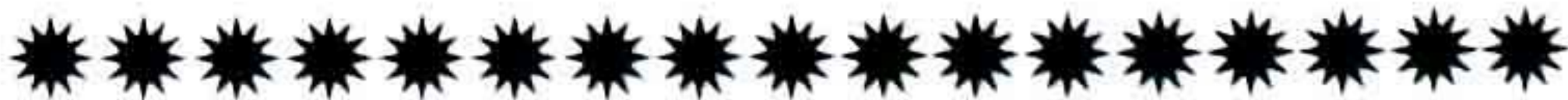
ابن سیار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام سیاسی بادشاہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عیال ہیں، فقہ میں تمام فقہا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عیال ہیں، تمام محدثین امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عیال ہیں، تمام بلغا اور فصحاء ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے عیال ہیں۔ آپ نے پھر فرمایا چار ایسے بزرگ ہیں کہ ان جیسا کوئی پیدا نہیں ہوا۔ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقہ میں۔ خلیل ادب میں۔ حافظ تصنیف میں اور ابو تمام شاعری میں۔ اسی موضوع پر چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

شهدت نعمان الامام بسبقه
وتالبت و تظاهرت فى مدحه
اهل الحجاز مع العراق باسرههم
بل اهل كل الارض قدمدهوا الرضا
نادوا بان ابا حنيفة للتنقى
اخذ الامام من الشريعة والتنقى
لله قد مدحوه اذلم تدعهم
فى العلم والتقوى بنو الايام
فرق الهدى وائمة الاسلام
مدحوه مثل مديح اهل الشام
مدحا بجد على بلى الاعوام
والعلم صار امام كل امام
ومن العبادة اوفر الاقسام
نحو المديح شوافع الارحام

عرفت ملوك الحق حق علومه

فثنوا اليه اغنة الاعظام

ترجمہ : زمانے کے تمام اہل علم نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم و تقویٰ کو تسلیم کیا ہے۔ ہدایت کے تمام راہنماؤں اور اسلام کے ائمہ نے آپ کی مدح و تعریف کی۔ اہل عراق اور اہل حجاز نے آپ کی علمی برتری کو یکساں تسلیم کیا بلکہ یوں کہتے کہ تمام اہل زمین نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف و توصیف کی۔ پسندیدہ مدح جسے خواص اور عوام یکساں تسلیم کرتے ہیں میں پکار پکار کر کہہ رہا ہوں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام ائمہ کے امام ہیں۔ آپ شریعت، تقویٰ، عبادت اور اعمال میں سب سے اعلیٰ مرتبہ پر ہیں لہذا انہیں مدح کے لیے نہ بلاؤں تو آپ کے بغیر مدح کیسے! آپ تو محمود زمانہ ہیں۔ تمام بادشاہ آپ کے علوم کا حق جانتے ہیں اور ہر صاحب علم نے آپ کی مدحت سرائی کی طرف باگیں موڑی تھیں۔



۳۴۱ وال باب

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی قرأت قرآن پاک

علی بن محسن التنوخی فرماتے ہیں کہ میں ابو الفضل محمد بن جعفر بن محمد خزاعی کے مدرسہ میں ۲۸۰ھ میں زیر تعلیم تھا۔ یہ اتوار کا دن تھا، آپ نے فرمایا الحمد للہ وحدہ صلی اللہ علی محمد النبی وآلہ وسلم ○ آج میں تمہارے استفسار پر بتانا چاہتا ہوں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کونسی قرأت ادا فرمایا کرتے تھے اور ان کی مروجہ قرأت کیا تھی۔ میں ہر قرأت کی تشریح اور وضاحت بھی کرنا چاہتا ہوں، میں تمہارے سوال کا جواب محض رضائے خداوندی کے لئے دے رہا ہوں، اگرچہ آج کے بعض نادان اور ناواقف لوگ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مختلف اعتراضات کر کے آپ کے علمی اور فقہی مقام کو کمتر کرنے کی سعی بے حاصل کرتے رہتے ہیں اور بغض و حسد کی وجہ سے یہ مشہور کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو قرآن مجید حفظ نہ تھا۔ اپنی روایتیں غلط بیان کرتے تھے حالانکہ آپ کے کمال علم کا ایک زمانہ گواہ ہے اور امت کے تمام انصاف پسند اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک باکمال فقیہ تھے۔ میں نے اپنے ماموں ابو العباس احمد بن محمد سے سنا تھا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رمضان میں ساٹھ قرآن پاک ختم کیا کرتے تھے۔ ایک دن کو ختم کرتے اور ایک رات کو۔ اسی طرح امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی روزانہ ایک قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے۔ یہ بات کسی دلیل کی محتاج نہیں کہ آج خطہ زمین پر کوئی ایسا فقیہ اور عالم نہیں جو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقابلہ کر سکے بلکہ ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ آج بڑے سے بڑا امام بھی آپ کے دسترخوان علم کا فیض یافتہ ہے اور دنیا بھر کے اہل فضل و کمال آپ کی مدح سرائی کرتے ہیں۔

ایک حدیث : حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا اشرف امتی حملہ القرآن اصحاب اللیل ○ میری امت

کے برگزیدہ وہ لوگ ہیں جو قرآن پاک کے حافظ اور شب بیدار ہیں۔ وہ شیخ جنہوں نے یہ روایت بیان کی ہے وہ احمد بن ابراہیم اسماعیلی حافظ قرآن اور صاحب الصحیح ہیں انہوں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث پڑھی تھی اور قرأت قرآن سیکھی تھی۔ انہی میں محمد بن الحسن، ابو یوسف اور ایک بہت بڑی جماعت تھی۔ ان حضرات نے آپ سے ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف کی قرأت سیکھی تھی اور یہ حضرات پورے اسناد سے قرأت کے مختلف انداز کو بیان کرتے ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات بھر قرآن پاک کی قرأت کے ساتھ تلاوت فرماتے۔ محمد بن الحسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کئی بار امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رمضان میں قرأت پڑھتے سنا۔ وہ مختلف قراتوں میں قرأت پڑھتے اور اپنی پسندیدہ قراتوں کو ادا فرماتے۔ آپ نے وہ انداز اختیار کیا تھا جو صحابہ کرام اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے آپ تک پہنچا تھا۔

فاتحتہ الكتاب

محمد بن الحسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملک یوم الدین ☆ یعنی بہ صیغہ فصل اور ”یوم“ کو مفعول بنا کر پڑھا کرتے تھے اسی طرح ابو حیوۃ بن شریح بن یزید اور دوسرے ائمہ قرأت پڑھا کرتے تھے۔ ابو بکر مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا امام حسن بصری رضی اللہ عنہ اور یحییٰ بن عمر بھی ایسے ہی پڑھا کرتے تھے۔

سورة البقرہ

امام محمد کی روایت ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واذا قيل لهم (سا) سے پڑھتے تھے۔ ایسے ہی امام کسائی اور یعقوب حضرمی پڑھا کرتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ اویس بھی ایسے پڑھا کرتے تھے۔ یہ قول بواؤ مکسورة کے ساتھ ہے کیونکہ یہ قول سے مشتق ہے اس کے فعل کی عین کے بالمقابل وزن میں ورد ہے۔ اس پر کسرہ ثقیل ہے اسی لئے وہ قاف کو منتقل کر دی گئی۔ پھر واو سے تبدیل ہوئی، قاف کے کسرہ کی وجہ سے جیسے علم الصرف کا قاعدہ ہے۔

امام محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واذا لاقوا الذين الف کے ساتھ

بروزن فاعلوا پڑھا کرتے تھے اسی طرح حضرت زید بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعقوب حضرمی اور یمانی بھی پڑھا کرتے تھے۔

بعض قراء نے تشابہت علینا کو جمع اور ثقیل کر کے پڑھا، یہ قراۃ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے ایسے ہی امام زید بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پڑھا کرتے تھے، دراصل تشابہت کی ”تا“ کو شین میں مدغم کر دیا جاتا تھا۔

سورۃ آل عمران

امام محمد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ملاء الارض کو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمزہ ترک کر کے پڑھا تھا۔ حضرت نافع رضی اللہ عنہ جو اپنے وقت کے امام قرأت تھے بھی اسی انداز میں پڑھا کرتے تھے۔ اسی طرح دوسرے مشہور قاری قنبل ابن کثیر (ائمہ قرأت) کی روایات ہیں۔

ابو زہیر عبدالرحمن بن معبد الدوسی فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اوالوالعلم قیما بالقسط ☆ (قیم) بہ تشدید یا بغیر الف پڑھا کرتے تھے۔ علقمہ بھی اسی طرح پڑھا کرتے تھے۔ امام احمد یحییٰ نحوی نے فرمایا کہ القیم بروزن جید ہے۔ بعض حضرات اسے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت لکھتے ہیں۔

امام محمد بن الحسن کی روایت ہے کہ ولله میراث السموات والارض ☆ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بکسر پڑھا میں نے بھی بعض قراء کے سامنے ایسے ہی پڑھا تھا۔ یہ قرأت حضرت نافع رضی اللہ عنہ نے بھی اختیار کی تھی اور اس سے مروی ہے زادو لفظوں کے درمیان یعنی امالہ وعدم امالہ کے ہے۔

سورۃ النساء

امام محمد بن محمد رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان لم تکن کو ”تا“ کے ساتھ پڑھا ہے اس کی ضمیر ”المودة“ کی طرف راجح ہے، ایسے ہی ابن کثیر، یعقوب الحضرمی بھی پڑھا کرتے تھے۔ اولیس کی روایت بھی اسی طرح ہے۔ حفص نے عاصم سے بھی یہی روایت بیان

کی ہے۔

عبدالوارث کے طریق سے ابو عمر سے پڑھا ہے۔ ان یدعون من دونہ الا اثنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت ہے۔ یہی قرأت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تھی۔ ”اثنا“ ”وثن“ کی جمع ہے ”اجوہ“ کی طرح اس کی واو ہمزہ سے تبدیل ہوئی ہے۔ اثنا پڑھا گیا۔

سورة الانعام

امام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فبہدیمہم اقتدیہ پڑھا کرتے تھے۔ بکسر اور ابن عامر کی بھی یہی قرأت ہے۔ ابن زکوان کی روایت میں بھی ایسے ہی ہے۔ ابو علی الفارس کی بھی یہی قرأت ہے، انہوں نے استدلال اس سے یہ کیا۔ مصدر مراد ہے، گویا کہا گیا ہے۔ اقتدا اقتداه پھر بکسر ہا۔ اقتداء سے کنایہ ہے اور یہ حجت بہتر ہے۔ اس لیے جب ہائے سکتہ سے زائل کیا گیا تو یہ کنایہ ہے اور کنایات ہا پر کسرہ پڑھنا جائز ہے۔

ابو زہیر روسی فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا آپ نے پڑھا فمن ابصر فلنفسه ومن اعمى فعليها امام محمد رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا تنفع نفسا ”تا“ کے ساتھ نفس مرفوع مروی ہے۔ ابو الفضل نے فرمایا کہ یہ ضعیف روایت ہے۔ امام محمد رضی اللہ عنہ کی روایت میں فلہ عشر کی تینوں کے ساتھ امام ابو حنیفہ قرأت کیا کرتے تھے۔ امثالہا عشر کی صفت لام کو رفع کر کے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ قرأت کیا کرتے تھے۔ یعقوب حضرفی وغیرہ کی قرأت بھی یہی ہے۔

سورة الاعراف

روایت محمد بن حسن ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ”معائش“ ہمزہ اور مد کے ساتھ پڑھا ہے۔ عرج اور نافع کی قرأت جیسا کہ خارجہ کی روایت میں ہے۔ المازنی نے فرمایا کہ ہمزہ سے پڑھنا خطا ہے اس لیے کہ یہ عیش سے ہے اور جس نے معائیش پڑھا ہے تو اس کا مقصد لفظ پر ہے (یعنی یا کو ہمزہ سے تبدیل کرنا) یہ لفظ رسائل کے وزن پر ہوگا۔ ”مسنی السوہ“ کو امام

ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یا ساکن سے پڑھا ہے اور سلیم بھی اسی طرح روایت کرتے ہیں۔

سورة الانفال و توبہ

امام محمد بن الحسن کی روایت ہے کہ ولیجدوا فیکم غلظة . بضم غین پڑھا گیا ہے۔ یہی قراة عاصم سے روایت ہے۔ ابو عمر بن العلاء سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ لغت میں کہا جاتا ہے غلظة غلظة و غلظة

سورة یونس

امام محمد رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق و آخر دعواہم ان الحمد لله رب العالمین بہ فتح نون اور مشدد اور دال مد صوبہ۔ ایسے ہی یعقوب الحضری نے پڑھا۔ یہ روایت حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاری ہوئی ہے۔ فالیوم، ننجیک بابدانک لتکون لمن خلقک امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے خا و قاف اور فتح اللام سے پڑھا ہے اور ننجیک بھی پڑھا ہے۔ البربری کی قرات بھی یہی ہے۔ الکردری نے الیندی سے لکھا ہے۔

سورة یوسف

امام محمد رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مالک لا تا منا اوغام کے ساتھ پڑھا۔ اسی طرح بطریق ابن الواسطی، حلوائی اور نافع کی قرات میں ہے۔ یہی ابو جعفر زید بن القعقاع اور ابو عبد القاسم بن سلام کی قراة ہے۔ ابو الفضل نے اوغام بلا ”شما“ پڑھا اور قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے اس لیے اوغام اس وقت ہوتا ہے جب ساکن ہو۔ ابو عبید نے فرمایا اشما ضروری ہے لیکن نحویوں کے نزدیک یہ قراة مردود ہے۔

امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم اس آیت کو کیسے پڑھتے ہو لایا تیکما طعام ترزقناہ میں عرض کی ترزقناہ میں بکسر نون پڑھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا نہیں یہ بضم نون ہے۔ ابو الفضل نے فرمایا میں اس قرات کی تائید میں کسی قاری سے

آگاہ نہیں ہوا۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت اختیار کرنے کے بے شمار طریقے استعمال کیئے گئے ہیں۔ یہ ایک نہایت ہی فنی طریقہ ہے جس کی تفصیلات کو بیان کرنا ضروری نہیں جانتے، چنانچہ ترجمہ کرتے وقت قارئین کرام سے معذرت کے ساتھ قرأت کے مختصر طریقے لکھ دیئے گئے ہیں حالانکہ اس کتاب میں پچاس قراتوں کو بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ بعض قراتوں کے دو ہزار، بعض کے دو سو اور بعض کے نوے طریقے بیان کیئے گئے ہیں اور مولف علام نے بتایا ہے کہ میں نے اس کتاب کو صرف دو اماموں یعنی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے طریقوں تک محدود رکھا ہے۔

مصنف علام فرماتے ہیں کہ قرأت کی مشہور کتاب ”الکامل“ (جس سے ہم نے استفادہ کیا ہے) کے مولف نے بتایا ہے کہ جب میں اپنی بستی یشکرہ سے نکلا (یہ بستی وسط مغرب میں ہے) تو روش تک سفر کرنا گیا (روش وسط المشرق میں واقع ہے) تو میں ہر ایک شہر اور قریہ کی زیارت کرتا گیا۔ ہر شہر میں داخل ہوتا، وہاں کے تاتاریوں سے ملاقات کرتا، میں اس سفر میں اپنے راستے کے دائیں بائیں کی تمام بستیوں میں گیا اور وہاں کے تاتاریوں سے ملا۔ پھر سفر میں ارد گرد کے تمام میدانی اور پہاڑی علاقے دیکھے، آباد اور غیر آباد علاقے دیکھے۔ آباد اور غیر آباد بستیوں میں گیا اور کسی سے پڑھنے یا قرأت کے قواعد اور روایات سیکھنے سے اجتناب نہیں کیا۔ مرد، عورت، چھوٹے، بڑے غرضیکہ ہر ایک سے اکتساب فیض کرتا گیا۔ میں تریالیس سال اس مشن پر رہا اور اکثر سفر میں رہا۔ بھوک، پیاس، فقر و فاقہ کی کبھی پرواہ نہیں کی۔ رات دن اسی کام میں مصروف رہا۔ ہر قرآن سے پانچ چھ بلکہ بعض اساتذہ سے بیس تیس طریقے یاد کیئے اور اس طرح اپنی کتاب ”الکامل“ مرتب کی۔

یاد رہے کہ ”الکامل“ کے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نابینا تھے۔ آپ نے اپنی شبانہ روز کاوش سے تمام قراتیں زبانی یاد رکھیں۔

”المنقب“ کے مولف علام امام موفق رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس کتاب کی اجازت مجھے صدر الحفظ ابو العلاء الحسن بن احمد ابن الحسن العطار الہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے دی۔ انہیں یہ اجازت اول سے آخر تک المقری ابو العز الواسطی رحمۃ اللہ علیہ سے ملی تھی۔ انہوں نے مصنف

الیشکری (ناہینا حافظ) سے پڑھی تھی یہ اس زمانے کی بات ہے جب ”اکامل“ کے مصنف گرامی بغداد میں تشریف فرما تھے۔ میرا ارادہ ہوا کہ میں صرف وہی قرأت حاصل کروں جسے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے لیا گیا ہے چنانچہ میں نے آپ کی روایات کو بیان کرنے کو ترجیح دی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر اپنی ہزاروں رحمتیں نازل فرمائے۔ یہ چند اشعار ہدیہ قارئین ہیں۔

مشہورۃ	منخولۃ	غراء	لابی حنیفۃ ذی الفخار قرآۃ
فتعجبت	من حسنہا	القراء	مرضت علی القراء فی ایامہ
خضعت	لہ	القراء	والفقہاء
فتضالت	الجلالہ	الخلفاء	خلف الصحابۃ کلہم فی علمہ
وہم	اذا	افتوا	لہ اصداء
فضل	المیاء	جمیعہا	صدا
شرقاً	و	غرباً	مسکۃ ذقراء

ترجمہ : امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت واضح اور روشن ہے۔ ان کے دور میں میں نے اپنی قرأت وقت کے قراء کے سامنے سنائی تو وہ حیران رہ گئے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بے پناہ انعامات ہوں کہ ان کے انداز قرأت کے سامنے قاریوں اور فقہاء کی گردنیں جھک گئیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے علوم سے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بڑا انعام عطا فرمایا تھا اور وہ صحابہ کرام کے نائب تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے علم کے آگے وقت کے امام اور خلفاء بھی دم نہ مار سکے۔ آپ ساری زمین پر فقہاء کے سلطان ہیں۔ آپ جب فتویٰ دیتے ہیں تو تمام فیصلے ہیچ دکھائی دیتے ہیں۔ بیشک علم کے سمندر ٹھانٹیں مار رہے ہیں مگر آپ کا علم تمام سمندروں سے زیادہ وسیع و عریض ہے۔ آج آپ کے حاسدوں کے ناک گھس گھس گئے ہیں اور آپ کا ذکر خیر شرقاً غرباً مشک خالص کی طرح پھیلا ہوا ہے اور ساری دنیا کو مہکا رہا ہے۔



لمیں واں باب

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ یادگار زمانہ بن گئے

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علمی کمالات کا ایک پہلو بڑا روشن ہے کہ آپ کے منہ سے جو لفظ نکلا وہ آنے والے اہل علم کے لیے ایک سند بن گیا۔ امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا تھا، آپ نے فرمایا میں نے گناہ میں ذلت دیکھی اس کے ترک سے مروت کو اختیار کیا تو وہ دیانت بن گئی۔

امام ابوالمحسن الرغینائی نے فرمایا کہ جب میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ بات لوگوں تک پہنچائی تو انہوں نے نہایت غور و خوض کے بعد تسلیم کیا کہ واقعی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ بے مثال ہیں۔

لابی حنیفة کان فیہ محسنا

یروی الرواة لنا مقالا مرتضی

لمروۃ حتی یصیر تدینا

ان المعاصی نذلة فترکتھا

ترجمہ : ہمیں راویوں نے ایک پسندیدہ قول روایت کیا جو امام ابوحنیفہ کا مقولہ تھا اور وہ بہترین ہے وہ یہ کہ معاصی ذلت ہے اس کا ترک مروت ہے اور اس مروت کا نتیجہ دیانت ہے۔

امام ابوحنیفہ تابعی تھے

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلاشک و شبہ تابعی تھے آپ کو تیسرا دور (زمانہ) ملا اور اس زمانے کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیر و عدالت کی پیشین گوئی فرمائی تھی۔

امام ابوحنیفہ اس دور کے آخری حصہ میں تھے اور ان صحابہ کرام کی زیارت کی جو صحابہ کرام کی جماعت کے آخری دور کے تھے۔ آپ نے چھ سات صحابہ کرام کی زیارت کی تھی۔ یہ بات صحیح ترین روایات میں ملتی ہے۔ پھر آپ نے ان کی زبان سے احادیث نبوی بھی سنی تھیں۔ ہم ان حضرات کی تفصیل اس کتاب کے پہلے حصہ میں کر آئے ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہ نے قرن ثانی کے آخر اور قرن ثالث کی ابتداء میں تعلیم و تدریس کا کام شروع کر دیا تھا۔ اسی قرن ثالث میں آپ کا انتقال ہوا تھا۔ آپ مشہور لہ بالخیر والعدالت تھے۔ اس دور میں آپ جوان ہوئے، تعلیم حاصل کی پھر لوگوں تک مسائل دینیہ پہنچائے اور فتویٰ دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ نے زندگی کا سارا حصہ رشد و ہدایت میں گزارا تھا۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نشو و نما اس دور میں ہوئی تھی جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیر و عدالت کا زمانہ قرار دیا۔ ”خیر القرون“ کے بعد یہی بہترین دور تھا، اس کے بعد عالم اسلام میں سیاسی اور معاشرتی بے راہ روی کا آغاز ہوا۔ حضور ﷺ کے زمانے کے بعد جوں جوں وقت گزر تا گیا معاشرتی زندگی میں انحطاط آتا گیا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ روز بروز خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں، فقہ و دیانت میں وہ بات دکھائی نہیں دیتی جو پہلے زمانوں میں پائی جاتی تھی، صدق و امانت ختم ہوتی جا رہی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان ادوار کے لیے جو حدیث فرمائی اس کے لیے تربیت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ یہ تربیت کا زمانہ ہے، یعنی لفظ ”ثم“ لایا گیا ہے۔ قرآن پاک نے بھی اس دور کو اولم یروا انا ناتی الارض ننقصھا من اطرافھا ☆ اس آیت کریمہ کی مفسرین نے تفسیر فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ زمین سے بہتر اور اہل علم اٹھتے جائیں گے (یعنی اچھے لوگ فوت ہو جائیں گے) اسی لیے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مسلمانوں کی معاشرت کی بنیاد عدالت پر ہے، یہ دوسری صفات پر غالب رہتی ہے، آپ کا دور بھی عدل و صدق کا زمانہ تھا۔

امام ابو یوسف اور امام ابو محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حاکم یا قاضی اس وقت تک گواہ قبول نہ کرے جب تک گواہی دینے والے کی صداقت کی تصدیق نہ کی جائے، اگر مخالف اس کی گواہی پر اعتراض نہ بھی کرے پھر بھی گواہی دینے والے کی صداقت کی تصدیق کرنا ضروری ہے۔ ان

دنوں جھوٹ اور بددیانتی کا دور دورہ ہے۔ ان دونوں بزرگوں نے فرمایا اگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آج کے لوگوں کو دیکھ لیتے تو وہ فتوے جاری نہ کرتے جو آپ نے جاری کیئے تھے۔ آپ کے زمانے کے لوگ سچے تھے، دیانتدار تھے، خود امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عدل و دیانت کے ستون تھے۔ آپ کی پرہیزگاری مثالی تھی۔ آپ کے سامنے دیانتدار لوگ مسائل لاتے تو آپ فتویٰ دیا کرتے تھے، آنے والے زمانوں میں ائمہ کرام اور قاضیوں کو لوگوں کی دروغ گوئی کے سامنے فیصلے کرتے بڑی دقت محسوس ہوئی۔ نبی پاک ﷺ کی شریعت کی حفاظت کس قدر مشکل تھی، اللہ تعالیٰ نے اس چیز کو اپنے ذمہ لگایا انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون ☆ ”بیشک اللہ تعالیٰ نے اس کلام کو نازل فرمایا اور وہی اس کی حفاظت کرنے والا ہے۔“

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے فقہ کی تدوین کی تھی۔ آپ سے پہلے مسائل بیان کیئے جاتے تھے مگر جس ترتیب اور ضبط سے امام صاحب نے رواج دیا وہ آپ کو اولیت تھی۔ صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث اور عمل کی روشنی میں فیصلے فرمائے، مگر فقہ کو مرتب نہیں فرمایا اور نہ ہی ان قوانین کے متعلق کتابیں لکھیں، انہیں اپنی ذہانت اور یادداشت پر اعتماد تھا اور اس اعتماد کی روشنی میں فیصلے فرمایا کرتے تھے۔ ان کے فیصلے علم و فضل کے خزانے تھے، ان کے دماغ علم و فضل کے صندوق تھے، امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام کے آخرین دور میں آئے، آپ نے دیکھا کہ علم منتشر ہوتا جا رہا ہے، احادیث بیان کرنے والے ایک ایک کر کے رخصت ہو رہے ہیں، آپ نے سوچا کہ اگر یہی کیفیت رہی تو نااہل لوگ اسے اپنی مرضی کے مطابق لے جائیں گے اور یہ خزانہ ضائع ہو جائے گا۔ اس لیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ”ایک وقت آنے والا ہے کہ علم قبض کر لیا جائے گا، لوگوں کے سینے علم سے خالی ہو جائیں گے، علماء کرام اور اہل علم مرجائیں گے تو علم اٹھ جائے گا اور مجھے ڈر ہے کہ لوگ گمراہ نہ ہونے لگیں۔“ ان حالات میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احادیث پاک کو مرتب کیا۔ علم فقہ کی بنیاد رکھی، اس کی تدوین کے مختلف ابواب کو مرتب کیا اور اس پر کتابیں لکھیں اور دوسرے اہل علم سے لکھوائیں۔

یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ فقہ کا آغاز طہارت سے ہوتا ہے، اس کے بعد دوسری

عبادات ہوتی ہیں۔ اس کے بعد دینی معاملات کی خدمت ہوتی ہے اور فن میراث پر فقہ ختم ہو جاتی ہے۔ علم فقہ میں طہارت، عبادات کا سب سے پہلے اس لیے اہتمام کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جو سوال ہو گا وہ عبادت یعنی نماز کا ہو گا اور نماز طہارت کے بغیر جائز نہیں ہو سکتی۔ نماز اخص العبادات ہے اور اہم ترین رکن اسلام ہے۔ معاملات عبادات کے بعد آتے ہیں اس کی تکمیل کے بعد وصایا اور مواریث کو مرتب کیا گیا، یہ فقہ کے آخری حصہ میں کیا گیا تاکہ انسان کی آخری زندگی بلکہ موت کے بعد کی زندگی کے معاملات شریعت کے مطابق درست طے پاتے جائیں۔ ہمارے نزدیک شریعت کی وضاحت کے لیے فقہ نے کتنا خوبصورت آغاز کیا اور کس قدر اچھا اختتام کیا۔ یہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تدوین فقہ نہایت موثر اور اہم ثابت ہوئی اس لیے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ”تمام علمائے کرام امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عیال ہیں۔“

ابن سرتح رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے آپ کے ایک شاگرد نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذمت کی تو آپ نے براشتہ ہو کر فرمایا یاد رکھو حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علوم شریعت کے تین چوتھائی پر واقف ہیں جبکہ دوسرے اہل علم کے حصہ میں علم کا صرف چوتھا حصہ آیا ہے۔ شاگرد نے وضاحت طلب کی تو آپ نے فرمایا علم تو سوال و جواب کا نام ہے اور سوالات کے درست جوابات دینے کا طریقہ سب سے پہلے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایجاد کیا۔ ان جوابات میں بعض نہایت مکمل اور اہم تھے، بعض جواب وضاحت طلب تھے، یہ طریقہ نصف العلم ہے۔ ہم اگر صحیح جوابات کو سامنے رکھیں تو ناقص جوابات کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہیں اور یہ محض چوتھا حصہ رہ جاتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے معاصرین علماء سے جو علمی بحثیں کی ہیں انہیں ادھورا نہیں چھوڑا بلکہ انہیں پورے دلائل سے قائل کیا اور راہ راست پر لائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی شریعت اور علوم کی حفاظت کی ضمانت دی تھی اس ضمانت کو بروئے تحقیق امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشاعت دی، علوم شریعت کو مرتب فرمایا اگر کسی کو کوئی خطا واقعہ ہوتی تو اس کا ایک طریقہ دیا گیا اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک یہ خطا یا غلطی اجتہادی غلطی قرار دی گئی اور یہ بات متفق علیہ ہے کہ اجتہادی غلطی غلطی نہیں ہوا کرتی اور اس پر کسی قسم کی گرفت نہیں ہوتی۔

علم فرائض کی تدوین

دنیاۓ اسلام میں سب سے پہلے فقیہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جنہوں نے علم فرائض اور میراث کو مرتب فرمایا، اس پر کتابیں لکھیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا شریعت میں سب سے اہم علم علم میراث ہے، اسے سیکھو تاکہ اسلام کا معاشرتی نظام درست رہے۔ یہ نصف العلم ہے، علم میراث کی شرائط میں سب سے پہلے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتاب لکھی ولایاب کاتب ان یکتب کما علمہ اللہ ☆ (البقرہ) کے مصداق قلم اٹھایا۔ اس آیت کریمہ سے یہ ثابت کرنا واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ خود تعلیم دینے والا ہے مگر اس علم کی شرائط کو مرتب کرنا علم کی بے پناہ خدمت ہے جسے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرانجام دیا۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام میں موجود تمام مذاہب اور افکار کا ذکر فرمایا تھا اس پر آپ نے مقالات لکھے۔ فقہ کی روشنی میں تمام مذاہب کے نظریات کو جمع کر کے ایک اصول مرتب فرمایا، آپ کا مقصد یہ تھا کہ کل قاضی یا حاکم اپنی مرضی سے فیصلے نہ کرتا پھرے بلکہ اس شریعت کی روشنی میں علم فقہ کے مرتبہ اصولوں پر کاربند رہ کر آگے بڑھنا ہوگا اور کوئی حاکم ان اصولوں کو توڑنے کی جرات نہ کرے اور اپنی مرضی سے فیصلے نہ کر سکے۔

آج بعض لوگ یہ کہتے ہوئے نہیں شرماتے کہ یہ مسائل تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے مرتب ہو چکے تھے، ہم انہیں گذارش کرتے ہیں کہ وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے کی ایک کتاب تو سامنے لائیں جس میں شریعت کے ان مسائل کو مرتب کیا گیا ہو، اس سلسلہ میں ہمیں نہ تو صحابہ کرام کی کوئی کتاب یا تحریر ملتی ہے نہ تابعین کی۔ آپ اس بات سے اتفاق کریں گے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے ایسی کوئی کوشش، کوئی کتاب سامنے نہیں آئی، یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگ مبہوت ہو کر رہ جاتے ہیں اور انہیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ واقعی علم شریعت کو فقہی انداز میں مرتب کرنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کا کام ہے۔

بعض محققین علم نے فرمایا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانچ لاکھ شرعی

مسائل کو مرتب فرمایا تھا۔ آپ کی کتابیں اور آپ کے شاگردوں کی کتابیں اس بات کی دلیل ہیں۔ آپ کے نظریات اتنے پختہ ہیں کہ آپ کے مخالف بھی ان مسائل سے استفادہ کرتے ہیں اور ایسے ایسے نکلتے اور دقیقے تلاش کرتے ہیں جس سے وہ اپنے جوابات کو مستند بنا لیتے ہیں۔ ایسے مسائل کو اہل عرب نے لیا، پھر جرو مقابلہ علماء نے حاصل کیا۔

ابوبکر رازی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک تاثر

ابوبکر رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تالیف ”جامع صغیر“ میں لکھا ہے کہ میں ”مدینۃ السلام“ میں شرح ”جامع کبیر“ پڑھا کرتا تھا، اس میں مجھے علم نحو کے ماہرین کے بعض مسائل پڑھنا تھے، میرے استاد ابوعلی الحسن بن عبدالغفار الفارسی تھے۔ آپ اس کتاب کو بڑے ماہرانہ انداز میں پڑھایا کرتے تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ اس کتاب کے مصنف نے بہت سے مسائل امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسائل سے نقل کیئے ہیں اور فرمایا کرتے ایسے مسائل وہی شخص وضع کر سکتا ہے جو فن نحو میں خلیل اور سیویہ کا ہم پلہ ہو۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مذہب کے بیان میں نحوی مسائل کو جس انداز سے حل کیا ہے۔ وہ ماہرین نحو سے بھی داد وصول کرتے ہیں۔ اس علم کی تمام جزئیات آپ کے ذہن میں تھیں، وہ علم کے امام تھے، علم کے بحر عمیق تھے، وہ سمندر کی گہرائیوں کے مالک تھے، ان کے علم کی بلندیاں پہاڑوں کو پست کر دیا کرتی تھیں، المتنبی نے کیا خوب کہا۔

امام رست للعلم فی کنہ صدرہ

جبال جبال الارض فی جنبہا قف

ترجمہ : وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس کے سینے کی گہرائیوں میں علم موجزن تھا، وہ علم کا ایسا بلند و بالا پہاڑ تھے کہ دنیا کے تمام پہاڑ آپ کے سامنے پست دکھائی دیتے تھے۔

ہم دوسرے الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ جس شخص نے کسی فن کو حاصل کیا وہ اپنے زمانہ میں اور اپنے بعد کے زمانہ میں بھی اپنی تمام قابلیت اور ترقی کے باوجود اس فن میں تشنگی محسوس کرے گا اور احساس کمتری کا شکار رہے گا مگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے علوم پر اس قدر پختہ اور صائب الرائے ہیں کہ قیامت تک اس میں کسی قسم کی کمی محسوس نہیں کی جائے گی۔ ان

علوم و فنون کے ساتھ ساتھ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبادت و ریاضت میں باکمال شخصیت کے مالک تھے اور دیانت میں بے مثال تھے۔

آپ حج اور عمرہ کے لیے سفر پر جاتے، روزہ اور افطار پر پابندی فرماتے۔ ہم آپ کی عبادت اور افطار کی تفصیل سابقہ صفحات میں کر آئے ہیں۔ ہم حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اس انداز کو کرامت کہہ سکتے ہیں، ورنہ ایک انسان کے بس کی یہ باتیں نہیں ہیں۔

شوافع کے استدلال پر ایک نگاہ

بعض شافعی علماء نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو علمی اعتبار سے بڑا مقام اور اہم قرار دیا ہے اور اس سلسلہ میں انہوں نے دلائل بھی دیئے ہیں، ہم ان کے بعض نظریات پیش کرتے ہیں۔

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث کہ الائمة من قریش کہ امامت اور سیادت صرف قریش کو ہی حاصل رہے گی۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قدموا قریش والا تقوموا قریش کو امامت اور قیادت دو ان کے آگے نہ بڑھو۔

(۳) تعلموا من قریش ولا تعلیمواہم قریش سے علم سیکھو خواہ مخواہ ان کے استاد نہ بنو۔

ان احادیث کی روشنی میں شافعی علماء دلیل قائم کرتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ قریش ہی امامت کریں، قریش ہی قیادت کریں، قریش ہی علم دیں گے اور قریش ہی راہنمائی کریں گے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ قریشی ہیں لہذا ان کے بغیر کسی شخص کو علمی قیادت یا سیاسی اقتدار کی اجازت نہیں ہے۔ امام شافعی ابن عم النبی اور آپ ان کی اولاد سے ہیں لہذا ان کے رتبہ کو کوئی دوسرا نہیں پاسکتا۔

ہم ان حضرات کے ان دلائل کے جوابات میں گزارش کرتے ہیں کہ نسب کو علم پر کوئی فوقیت نہیں، علم و فقہ کے مقابلہ میں نسب کی کوئی حیثیت نہیں۔ تفاسیر میں حضرت لقمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ حبشی تھے، آپ کے ہونٹ بڑے بڑے تھے، پنڈلیاں خشک اور

کمزور تھیں اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انہیں ولقد اتینا لقمان الحکمة ☆ ہم نے ان تمام نقائص کے باوجود لقمان کو حکمت کی دولت سے نوازا تھا۔ حکمت معرفت البیہ کی ایک شاخ ہے، لہذا علم و حکمت انسان کی جسمانی حیثیت کو نظر میں نہیں لاتے، نہ ہی نسب و ذات کو اہمیت دیتے ہیں۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ قرآن پاک میں جہاں جہاں بھی لفظ حکمت لایا گیا ہے اس سے مراد ”علم فقہ“ ہے۔ بعض نے حکمت سے مراد الاصاب فی القول لی ہے۔ وہ بات جو منتہی بر صواب ہو وہ حکمت ہے۔ یعنی حضرت لقمان کو وہ حکمت دی گئی جو بنی آدم کو عطا ہوئی ہے، انہیں علم و خیر سے نوازا گیا۔

تاریخ اسلام میں ہم دیکھتے ہیں کہ صحابہ کرام کے دور سے لے کر آج تک اکثر اہل علم اور شریعت سے واقف اکثر ائمہ قریش میں بلکہ ان میں سے اکثر موالی یعنی آزاد کردہ غلام ہیں۔ کیا تابعین میں علماء کرام کی اکثریت غیر قریش نہیں ہے۔ جو عربی نسل ائمہ ہوئے ہیں ان میں سے بھی اکثر غیر قریشی ہیں، وہ عرب کے مختلف علاقوں سے غلام بن کر آئے تھے۔

حضرت قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ غیر قریش تھے مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ جیسے صحابہ کرام نے ان سے فتویٰ لیا اور اپنی خلافت میں قاضی مقرر فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم و فضل کے سمندر ہیں اور مرتبہ العلم کے بلند و بالا دروازے ہیں اس کے باوجود آپ قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ سے فتویٰ لیا کرتے تھے اور مسائل میں اکثر صحابہ کے فیصلوں پر آپ کی رائے پر اعتماد کرتے اور ترجیح دیا کرتے تھے۔ صحابہ کا اجماع اس وقت تک قبول نہ فرماتے جب تک قاضی شریح اپنا فیصلہ صادر نہ فرما دیا کرتے۔

حضرت علقمہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد تھے مگر وہ قریشی نہیں تھے۔ جب ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کی خبر سنی تو فرمایا آج علم فوت ہو گیا۔

عمرو بن شریح رضی اللہ عنہ

آپ کا علمی مقام اور مرتبہ مشہور ہے۔ اکثر شافعی ائمہ نے آپ کے مسائل کو محبت کے

طور پر تسلیم کیا ہے۔ صحابہ کرام میں اس مسئلہ پر بحث ہوئی کہ جس کی آنکھ کو تکلیف ہو اور وہ سر جھکانے سے قاصر ہو وہ نماز کیسے ادا کرے گا۔ حضرت عمرو بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا وہ لیٹ کر نماز ادا کر سکتا ہے۔ عمرو بن شریک، عبداللہ ابن عباس نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے شاگردوں علقمہ، اسود اور مسروق سے فتویٰ پوچھا تھا تو آپ کو حضرت عمرو بن شریک کا جواب پسند آیا۔ جس شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فتویٰ پوچھا اور ان کے فتویٰ کو پسند فرمایا ان کے علم و جلالت میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنوہاشم کے قریش سے ہیں مگر جس سے فتویٰ لیا جا رہا ہے وہ غیر قریش ہیں۔

حضرت اسود، حضرت مسروق، حضرت ابو عبدالرحمن سلیمی، زر بن حبیش، شفیق بن سلمہ، ابراہیم اور شعبی جیسے جلیل القدر شریعت کی علوم کے ماہر مانے گئے ہیں۔ شعبی اتنے مقتدر امام تھے کہ جب ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فوت ہوئے تو آپ نے فرمایا آج اہل کوفہ کا فقیہ اور امام فوت ہو گیا ہے۔ لوگوں نے شعبی سے کہا آپ ایسا کہہ رہے ہیں حالانکہ آپ خود بھی کوفہ کے فقیہ اور امام ہیں! آپ نے فرمایا میں ابراہیم نخعی کو اہل کوفہ کا عظیم فقیہ تسلیم کرتا ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا آج اہل مکہ کا فقیہ ابراہیم فوت ہو گیا ہے۔ لوگوں نے تعجب سے پوچھا آپ کیا فرما رہے ہیں حالانکہ مکہ میں مجاہد و عطاء جیسے ائمہ موجود ہیں۔ آپ نے پھر فرمایا آج اہل مدینہ کا فقیہ فوت ہو گیا، لوگوں نے عرض کی مدینہ منورہ میں سالم بن عبداللہ، عروہ بن الزبیر موجود ہیں آپ نے یہ سنتے ہوئے بھی فرمایا آج دنیا کا فقیہ اعظم فوت ہو گیا ہے۔ غور فرمائیے کہ ابراہیم نخعی کے علم و فقہ کو کتنے اعتماد سے تسلیم کیا جا رہا ہے حالانکہ یہ سب حضرات عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد تھے اور قریش نہیں تھے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد ایک بار کوفہ میں تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلامذہ مسجد میں مسند تدریس پر بیٹھے فقہ کا درس دے رہے ہیں مسجد میں چار سو دواتیں پڑی ہیں اور لوگ ان کے درس کو لکھتے جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا ابن ام عبداللہ بن مسعود اس شہر میں ان حضرات کو چراغ بنا کر چھوڑ گئے ہیں۔

عبیدہ سلمانی، سعید بن جبیر، حسن بصری، ابن سیرین، ابو العالیہ، ابو صالح، بازام ہانی یہ سب قریش نہیں تھے ام ہانی کے غلام تھے۔ ان حضرات کے علاوہ دنیائے اسلام کے مختلف شہروں میں ایسے ائمہ موجود تھے جو قریشی نہیں تھے۔ حجاز میں مجاہد، عطاء، طاؤس، عکرمہ، نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے مستند ائمہ تھے۔ یہ تمام کے تمام قریشی نہیں تھے۔ شام میں مکحول، عمرو بن دینار، یحییٰ ابن کثیر، تمام کے تمام موالی (آزاد شدہ غلام) تھے۔

نسب رسول ﷺ کا مقام و مرتبہ

شافعی حضرات کہتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اولاد رسول ﷺ سے تھے۔ قریشی النسب تھے۔ ہم اس کا جواب یہی دے سکتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا نسب حضور ﷺ کے خانوادہ سے عبد مناف سے ملتا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے نانویں یا دسویں پشت سے ہیں یہ قاعدہ یکسر غلط ہے کہ جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا پردادا سے نسبت نسبی رکھتا ہو وہ بھی حضور ﷺ کی اولاد کہلائے گا۔ اس طرح تو تمام عرب قبائل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابن عم ہیں وہ کسی نہ کسی مقام پر قریش کی جد سے ملیں گے اس طرح سارا عرب ہی ابن جد رسول ہے اور حضور ﷺ کی اولاد سے کہلائے گا۔ عرب کے کئی قبائل ایسے ہیں جن کا نسب نضر سے ملتا ہے، کئی قبائل ہیں جن کا نسب حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ملتا ہے، کیا یہ سارے قریش کہلائیں گے اور اولاد ابن جد رسول کا مقام حاصل کریں گے؟

ائمہ من قریش کی حدیث پر ایک نظر

ائمہ قریش سے امام نماز مراد ہے یا علمی امام، پھر کیا قریش نماز کی امامت، علم کی مسند کے حقدار ہیں یا خلافت و حکومت کی قیادت کے بھی حقدار ہوں گے؟ اگر قریش کو صرف نماز کا امام تسلیم کر لیا جائے تو شافعی علماء کرام کی دلیل میں کوئی جان نہیں رہ جاتی یہ بات قرآن، حدیث اور اجماع کے خلاف ہے کہ غیر قریش امامت کا حقدار نہیں ہو سکتا ہم نے کتاب اللہ سے حضرت لقمان کی حکمت اور علم کی فوقیت کو ثابت کیا ہے، آپ کو اللہ تعالیٰ نے حکمت اور علم کا امام قرار دیا ہے۔ آپ

کی اقتداء کی جاتی رہی ہے حالانکہ وہ قریش نہ تھے ایک حبشی غلام تھے۔ حضور ﷺ کی حدیث مبارکہ اصحابی کالنجوم و بایہم اقتدیتم اہتدیتم ” میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں انہی کی اقتداء کرو تم ان سے ہدایت پاؤ گے۔“ اس حدیث پاک میں ایسی کوئی تخصیص نہیں کی کہ صحابی صرف قریش سے ہی ہو۔

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یمن کا قاضی بنا کر بھیجا گیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بذات خود کچھ راستہ آپ کو الوداع فرمانے کے لیے گئے اور راستہ میں کچھ ارشادات فرماتے گئے اور انہیں یمن کا والی بناتے وقت ان مسائل پر دریافت کیا کہ وہ وہاں جا کر کس طرح فیصلے کیا کریں گے۔ یہ صحابی معاذ بن جبل قریشی نہیں تھے انصاری تھے۔ مگر حضور نے انہیں یمن کی سربراہی اور قضاة (فیصلے کرنے کا مختار) کے عہدے عنایت فرمائے۔

ان شواہد کی روشنی میں ہم شوافع کے نظریہ کا رد کرتے ہیں اور ان کی توجہ دلاتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کے جلیل القدر صحابہ کی موجودگی میں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا گورنر مقرر فرمایا تھا۔ شوافع کا یہ خیال اجماع امت اور اجماع صحابہ کے نزدیک بھی غلط ہے۔ مندرجہ بالا شواہد کے علاوہ دنیائے اسلام کے اکثر ائمہ موالی (غلام) ہوئے ہیں۔ یہ لوگ مختلف اقوام اور مختلف علاقوں سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت عبداللہ، ابو موسیٰ، حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم عراق میں تھے، زید بن ثابت اور حضرت ابو ہریرہ حجاز میں تھے۔ معاذ، ابو امامہ شام میں تھے۔ ان ائمہ پر ساری امت کا اتفاق رہا ہے اور یہ حضرات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری زندگی کے بعد والیان ممالک اسلامیہ تھے اور امامت و قیادت کے فرائض سرانجام دیتے رہے ہیں۔

اس کے علاوہ ساری امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب کبھی شریعت کے مسائل کی وضاحت کی ضرورت پیش آئے اسے امت کے فقیہ ہی سلجھائیں گے اور جب کبھی بھی ایسا وقت آیا تو تمام ائمہ اور فقہاء نے اسلام کی خدمت کی ہے۔ ایسے موقعہ پر قریش یا غیر قریش کی تخصیص کبھی نہیں ہوئی بلکہ اسلامی سربراہ کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ مشاورتی امور میں وقت کے چند اہل علم فقہ کے ماہر اور ورع و تقویٰ رکھنے والے لوگوں کو منتخب کرے۔ ان کے اخراجات و وظائف بیت المال سے ادا کیئے جائیں تاکہ ان کے اہل و عیال معاشی طور پر فارغ البال ہو سکیں ایسے لوگوں میں قریش یا

غیر قریش کا امتیاز نہیں رکھا گیا۔

امام (خلیفہ وقت) جسے چاہے جس منصب پر چاہے مقرر کر سکتا ہے، اس میں قریشی یا دوسری قوم کی کوئی تخصیص نہیں۔ امام (خلیفہ وقت) کو اختیار ہے کہ وہ جسے چاہے ان ضروری امور کے لیے کسی غیر قریشی کو قریشی پر ترجیح دے دے۔

آخری بحث

ہم نے مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ امامت و قیادت میں قریش کی تخصیص نہیں ہے البتہ تاریخی اعتبار سے ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر (قریش) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے وقت بنو ثقیفہ کی اس تجویز پر کہ ایک خلیفہ انصار سے مقرر کیا جائے اور ایک قریش (مہاجرین) سے مقرر کیا جائے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امت کو انتشار سے بچانے کے لیے فرمایا کہ میں قسم دے کر کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا الاثمة من قریش ” امام قریش سے ہوگا ” سب انصار نے کہا ہاں یہ بات ہم نے بھی سنی اور درست ہے۔ پھر آپ نے فرمایا میں اس حدیث کی روشنی میں دو قریشیوں میں سے ایک کا انتخاب کرتا ہوں تاکہ امت کی یکجہتی میں فرق نہ آئے یا تو عمر بن خطاب یا ابو عبیدہ بن الجراح، یہ بات سن کر انصار میں سے ایک شخص اٹھا اس کا نام عویمیر تھا۔ اگر یہ بات ہے تو ابو بکر آپ اپنا ہاتھ بڑھائیے میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا ابو بکر میں سب سے پہلے آپ کے ہاتھ پر بیعت کروں گا مجھ سے پہلے کوئی شخص بیعت کا شرف حاصل نہ کرے۔ اب تمام مہاجر، انصار، مکی و مدنی، قریش و غیر قریش اٹھے اور ایک ایک کر کے بیعت کرتے گئے۔ اس طرح بنو ثقیفہ کے مقام پر بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت ہو گئی۔

قدموا قریشاً

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان کہ قدموا قریشاً ” کہ قریش کو آگے بڑھاؤ “ کے

متعلق ہم یوں وضاحت کریں گے اس حدیث پاک کو جلیل القدر صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث تسلیم ہی نہیں کیا بلکہ یہ ایک عام قول ہے جو لوگوں میں مشہور ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث پاک میں اس کا کہیں ذکر نہیں۔ بایں ہمہ قرآن پاک کی آیات خود اس نظریے کا رد کرتی ہیں۔ احادیث رد کرتی ہیں، اجماع امت اس کا رد کرتا ہے۔

قرآن پاک میں واذا اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الكتاب لتبينه للناس ولا تکتونہ ☆ ”جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے عہد لیا جنہیں کتاب اللہ عطا کی گئی تھی کہ اسے بیان کرتے رہیں اور لوگوں کو سناتے رہیں۔“

اسی طرح حدیث پاک میں ہے من علم علماً ثم کتمہ الحمد للہ تعالیٰ بلجام من النار ○ ”جس شخص نے علم حاصل کیا پھر اسے چھپاتا رہا قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگائیں چڑھادی جائیں گی۔“

ایک اور حدیث میں فرمایا رضیت الامتی مارضی لہا ابن ام عبداللہ ○ ”میں اپنی امت کے لیے وہی پسند کرتا ہوں جو ابن ام عبداللہ (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے پسند کیا۔“

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سب میں بڑے عالم وہ ہیں علم فرائض (میراث) کے ماہر ہیں۔ وہ زید بن ثابت ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس حدیث پاک کی رو سے امام شافعی نے میراث کے تمام مسائل حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لیے ہیں حالانکہ خلفائے اربعہ اور دوسرے صحابہ کی روایات بھی موجود تھیں۔ آپ نے حضور پاک ﷺ کی اس حدیث کی وجہ سے زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ترجیح دی اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اور حدیث میں فرمایا تم میں سب سے بڑا قاری ”ابی“ ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہی وجہ سے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی قرآن اور تفسیر کو اختیار کیا کرتے تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے شہزادوں امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو قرآن پاک کی قرأت سیکھنے کے لیے حضرت عبدالرحمن سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بٹھایا

تھا۔ یہ تمام اساتذہ غیر قریشی تھے جن سے تمام قریشی ہاشمیوں نے مختلف علوم حاصل کیے۔

سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تمام علوم حاصل کیے۔ ابو سلمہ عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی آپ سے علم لیا حالانکہ یہ دونوں حضرات اہل قریش میں سے تھے اور حضرت ابوہریرہ دوسری تھے۔

ایک الزامی جواب

ہم شافعی حضرات سے ایک سوال کرتے ہیں کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تو بلاشبہ قریشی تھے انہوں نے قریشی استادوں کی بجائے غیر قریشی اساتذہ سے استفادہ کیا۔ امام مالک، محمد ابن الحسن، مسلم بن خالد الزنجی یہ تمام حضرات غیر قریشی ہوتے ہوئے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ میں سے تھے۔ اکثر تمام شافعی اس بات پر زور دیتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ قریشی تھے مگر وہ یہ بات بھول جاتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے علم کا منبع تو غیر قریشی تھے۔ یہ تسلیم بھی کرتے ہیں کہ آپ نے غیر قریشیوں سے علم حاصل کیا تھا انہیں سارا علم غیر قریشیوں سے ملا، ایک خاص قریشی غیر قریشیوں سے شریعت کے علوم حاصل کر رہا ہے مگر چند شافعی شور مچا رہے ہیں کہ ہم غیر قریشی علماء کو نہیں مانتے۔

ایک اور سوال

ہم شافعیوں سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے نزدیک اس امام مجتہد کی کیا حیثیت ہے جو غیر قریشی ہے حالانکہ اس غیر قریشی مجتہد کے سامنے تمام قریشی علماء زانوے ادب سے کرتے ہیں اور کوئی قریشی انہیں اپنی طرف نہیں بلاتا۔ کیا قریشی علماء ان حضرات سے جان بوجھ کر علم چھپاتے رہے تھے؟ اگر یہ بات ہے تو علوم کو چھپانے والوں کے متعلق تمہارا کیا فیصلہ ہے؟ اگر تم یہ کہو کہ غیر قریشیوں سے علم حاصل نہیں کیا گیا تھا تو تم اپنی رائے کو تبدیل کر دو جس کی وجہ سے تم غیر قریشیوں کی اہلیت کو تسلیم نہیں کر رہے۔

شافعی حضرات کے اعتراض کا جواب

شافعی حضرات کہتے ہیں کہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرب اللسان میں عربی النسل ہیں،

وہ لغت عرب کے عالم ہیں، ہم انہیں بتا دینا چاہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام مالک، امام اوزاعی بھی بلاد عرب میں پیدا ہوئے تھے۔ عرب میں ہی پرورش پائی تھی اور جوان ہوئے تھے، پھر اسی ماحول میں عربی زبان پر عبور حاصل کیا۔

حضور اہل کوفہ تو خالص عرب ہیں، امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس سلسلہ میں کوئی انفرادیت نہیں ہے۔ اب جو شافعی حضرات کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مولی) آزاد کردہ غلام تھے اور امام شافعی خالص آزاد عرب قریش ہیں، ہم ان سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا آپ دینی مرتبہ کو سامنے رکھتے ہیں یا دنیاوی وجاہت کو، اگر آپ دنیاوی طور پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو بہتر قرار دیتے ہیں تو ہم آپ کو اپنے حال پر چھوڑ دیتے ہیں، اگر علمی اور اخروی مراتب کو سامنے رکھتے ہیں تو ہم بریلا کہیں گے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم، تقویٰ اور ورع میں کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے معاصرین میں اعلم تھے۔ اطاعت اور ریاضت میں سب سے بڑھ کر تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم اور ثنا الكتاب الذین اصطفینا من عبادنا ☆ ”ہم نے اپنے بندوں میں جن کو کتاب کا وارث بنایا انہیں منتخب فرمایا۔“

تلک جنۃ النی اور ثنموھا بما کنتم تعلون ☆ ”یہ وہ جنت ہے کہ جس کے تم وارث کیئے گئے ہو یہ تمہارے اعمال کا بدلہ ہے۔“ ان دونوں آیات میں نسب یا قبیلہ کو کوئی خصوصیت نہیں ہے۔

پھر فرمایا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ☆ ”بیشک تمہارا اکرم تر وہ شخص ہے جو تم میں زیادہ متقی ہے۔“ اس میں انسبکم نہیں ہے کہ تم میں وہ بہتر ہے جو بہتر نسب کا مالک ہو۔

پھر فرمایا لیس للانسان الا ماسعی ”انسان کے لیئے کوشش اور جدوجہد ضروری ہے۔“ اس میں نسب کو کوئی حیثیت نہیں دی گئی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اعلان فرمایا کہ عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں، معیار فضیلت صرف اور صرف تقویٰ ہے۔

پھر فرمایا ”جس کے عمل میں کمی ہے اس کا نسب کوئی کام نہیں کرے گا۔“ اللہ تعالیٰ نے

فرمایا انما یخشى الله من عباده العلماء ” بیشک اللہ کے بندوں میں سے علماء ہی اس سے ڈرتے ہیں۔“ علماء کے لیے ذوالانساب نہیں فرمایا۔

پھر فرمایا هل یتوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون ☆ ”کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں۔“ یہاں بھی نسب کی کوئی حیثیت نہیں دی گئی۔ غرضیکہ قرآن پاک کی متعدد آیات صرف علم اور تقویٰ کو ہی امامت اور قرب خداوندی کا معیار قرار دیتی ہیں، لیکن نسب یا قوم کو معیار نہیں بنایا گیا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”اگر علم ثریا کی بلندیوں پر جا پہنچے تو فارس کے نوجوان اسے لانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔“ یہ بات اہل علم میں تسلیم شدہ ہے کہ اس حدیث کا اشارہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف ہے۔ آپ نے زندگی میں شریعت کے علم کا وافر حصہ پایا۔ آپ کے معاصرین علمی طور پر اس مقام کو نہ پہنچ سکے جہاں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلوہ فرماتے۔ تاریخی طور پر آج تک دنیائے اسلام میں ایسا کوئی شخص نہیں آیا جو آپ کا ہم پلہ ہو۔

بعض حضرات حضرت علی کریم اللہ وجہہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ ”ہر شخص کی قدر و منزلت اس کے حسن پر ہے۔“ اس قول کی بنیاد بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پاک ہے۔ اس قول سے بھی حسن جو انسانی اوصاف میں سے ایک صفت ہے کی اہمیت بتائی گئی ہے مگر نسب کے لحاظ سے اہمیت نہیں دی گئی۔ حضرت علی کریم اللہ وجہہ کے یہ اشعار کیسے بر محل ہیں۔

ابوہم آدم و والام حواء
یفاخرون بہ فالطین والماء
علی الہدی لمن استہدی ادلاء
والجاہلون لاهل العلم اعداء
ام من الروم اوعجاء سوداء

الناس من جمة التمثال اکفاء
فان یکن لہم فی اصلہم شرف
ما الفخر الا لاهل العلم لنہم
و وزن کل امرء ما کان یحسنہ
لا تحقرن امرء من ان یکون لہ

فرب معربة لیست بمنجبة و ربما انجبت للفحل عجماء
 ترجمہ : لوگ از روئے شکل ایک دوسرے کے ہم شکل ہیں حالانکہ ان کا باپ آدم ہے اور والدہ
 حواء ہیں، اگر انہیں اصل کی کوئی شرافت ہو تو کوئی ایک دوسرے پر فخر نہیں کر سکتا، ان کا اصل تو
 مٹی اور پانی ہے۔ فخر تو اہل علم کو کرنا چاہیے کیونکہ وہ ہدایت یافتہ انسان ہیں۔ جو ان سے ہدایت
 حاصل کرنے کے لیے آگے بڑھے گا اسے فضیلت ملے گی، ہر مرد کا وزن اور قدر و منزلت اس کا
 حسن بدھاتا ہے اور حسن علم کا دوسرا نام ہے۔ جہلا علم کے دشمن ہوتے ہیں۔ اس شخص کی تحقیر نہ
 کرو جس کی ماں رومی ہے یا عجمی ہے یا کالے رنگ کا ہے۔ بہت سی عربی عورتیں پاک باز نہیں ہوتی
 اور بہت سی عجمی عورتیں اخلاق کے اعلیٰ معیار پر اترتی ہیں۔ مردان کی پرورش سے نجیب بن جاتا
 ہے۔

علی مرغینانی کا ایک خط

ابوالحسن حسن بن علی مرغینانی رحمہ اللہ نے مجھے اپنے ایک خط میں لکھا تھا کہ رکن الدین
 ابوسعد مسعود بن الحسین اللشانی نے فرمایا ۔

فقلت لِنَفْسِي اذ تَعَلت و اَثرت
 لموتك اذياتي ببابك غفلة
 فقلت نعم ضيعت عمري وعدني
 حظوظ هواها ماالذي انت صانع
 وقد فنى اللذات والعمر ضائع
 باني للنعمان في الدين تابع

ترجمہ : میں نے خود کو کہا، جب اس نے اپنے آپ کو برا سمجھا اپنی نفسانی خواہشات کو بڑا پسند کیا تو
 میں نے اسے کہا تم کیا کر رہے ہو، جس دن تمہارے دروازے پر عورت دستک دے گی تو یہ تمام
 چیزیں ختم کر دے گی، میرے نفس نے آواز دی واقعی میں نے تو تمام عمر برباد کر دی اس پر میں نے
 اسے کہا ۔

غدا منهب النعمان خیر المناهب کذی القمر الوضاح خیر الکواکب

تفقه فی خیر القرون مع التقی
 ولا عیب فیہ غیران جمیعة
 الدعاء قد قریحسنة
 مذہب اهل الفقه عنه تقلصت
 وكان له صحب نور علومهم
 ثلاثة آلاف والف شیوخه
 فمنه لاشک خیر المذہب
 خلا اذتخلی عن جمیع المعائب
 واقراره بالحسن ضربة لازب
 فالین عن الرومی نسبح العناکب
 تجلی عن الاحکام سجع الغیاهب
 واصحابه مثل النجوم الثواقب

ترجمہ : امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب تمام مذاہب سے ایسے ہی بڑھ کر ہے جیسے چاند ستاروں میں زیادہ روشن ہے، انہوں نے خیر القرون میں تقویٰ اور پرہیزگاری کے ساتھ فقہ حاصل کی، اس لیے بلاشک آپ کا مذہب تمام مذاہب سے اعلیٰ ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کے تمام حالات عیوب سے محفوظ ہیں، آپ کے سخت ترین جھگڑالو دشمن بھی آپ کے حسن علمی کے سامنے اعتراف کرتے ہیں اور آپ کے عملی حسن کا بھی اعتراف کرتے ہیں، ایک طرح سے لازم اور ضروری ہے کہ تمام اہل فقہ کے مذاہب کمزور پڑ جائیں اور ایک آدمی کی کیا حیثیت ہے کہ مکڑی جیسا جلابن سکے، آپ کے شاگرد بھی ایسے تھے کہ ان کے علوم کے انوار احکام کے لیے چمک اٹھے، جس سے اندھیرے چھٹ گئے، آپ کے چار ہزار شیوخ (اساتذہ) ہیں اور آپ کے تلامذہ ستاروں کی طرح درخشاں ہیں۔



۲۷، وال باب

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کے فضائل

امام زفر بن الہذیل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فضائے علم و فضل کے ایسے شہباز ہیں کہ ان کے پروں کی آواز سے علم کے دھارے چلتے ہیں اور آپ کے گھونسلے کا ہر پرورش یافتہ (شاگرد) امت کا فقیہ ہے۔

حسن بن سلیمان رضی اللہ عنہ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کہ ”قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک شریعت کے تمام علوم بندوں پر واضح نہ ہو جائیں گے۔“ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم فقہ کی جب تک تشریح و اشاعت نہ ہو جائے گی قیامت نہیں آئے گی۔

اسماعیل بن حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں ”واسطہ“ میں تھا اور اپنے والد کے ساتھ اہل علم کی محافل میں حاضر ہوتا، میرا چھوٹا بیٹا کوفہ میں تھا، میرے والد اس سے بہت پیار کرتے تھے، میں نے ایک دن والد سے پوچھا آپ کو سب سے زیادہ کس سے پیار ہے؟ میرے لیے یا اپنے پوتے کے لیے، آپ نے فرمایا تم دونوں پیارے ہو مگر ابو حنیفہ جیسا پیارا مجھے ساری دنیا میں کہیں نہیں ملا۔

ابو مسعر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جا رہا تھا گلی میں سے گزرتے ہوئے ایک بچہ کھیلتا کھیلتا ہمارے سامنے آگیا اس کے پاؤں پر حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پاؤں جا پڑا آپ آگے بڑھے تو بچے نے چلا کر کہا شیخ! قیامت کے دن قصاص کا خیال نہیں، بچے کی یہ بات سن کر حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کانپ اٹھے حتیٰ کہ آپ زمین پر گر گئے، میں وہاں ہی کھڑا رہا، آپ ہوش میں آئے، آنکھیں کھولیں میں نے عرض کی حضور آپ ایک

نادان بچے کی بات پر اسقدر افسردہ خاطر ہو گئے ہیں، آپ نے فرمایا اس بچے نے مجھے تلقین کر کے اللہ کے خوف سے آگاہ کر دیا۔

ایک قصہ گو واعظ کی مجلس میں

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمر بن ذر کی محفل میں بھی جاتے تھے، یہ عمرو بن ذر ایک قصہ گو واعظ تھے جو اپنے پرکشش بیان سے لوگوں کو رلاتے اور مختلف قصے کہانیاں بیان فرماتے، آپ اس کی محفل میں اکثر رو پڑتے تھے، لوگ حضرت کے دل کی نرمی پر تعجب کرتے، دوسری طرف عمرو بن ذر رضی اللہ عنہ بھی حضرت امام رضی اللہ عنہ کی مجالس میں حاضر ہوا کرتے تھے اور اس طرح دونوں ایک دوسرے کی قدر کرتے۔ عمرو بن ذر رضی اللہ عنہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے دعا کیا کرتے تھے۔

محدثین حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوتے

امام زفر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے دیکھا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں وقت کے بڑے بڑے اکابر محدثین حاضر ہوا کرتے تھے۔ ان میں زکریا بن ابی زائدہ، عبد الملک بن ابی سلیمان و الیث بن ابی سلیم و مطرف بن ظریف و حصین ابن عبدالرحمن جیسے حضرات اکثر آتے اور مشکل مسائل پر گفتگو کرتے۔ کئی بار ان احادیث کے مشکل معانی اور مطالب حاصل کرتے جہاں جہاں انہیں مشکلات پیش آتی تھیں۔ حضرت عبدالرحمن بن محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جا رہا تھا، ہم نے دیکھا کہ کوفہ کی پولیس ایک نوجوان کو گرفتار کر کے لے جا رہی ہے، آپ آگے بڑھے تاکہ اس نوجوان کو چھڑالیں مگر پولیس کا آدمی نہ مانا، وہ آپ کو جانتا ہی نہیں تھا، آپ نے پولیس والے کو ایک تھپڑ رسید کیا، اس طرح جھگڑا ہو گیا، لوگ جمع ہو گئے اور وہ نوجوان پولیس کی گرفت سے نکل گیا۔

ابو خباب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ منصور المعتمر اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیک وقت مسجد میں داخل ہوئے اور ایک کونے میں کھڑے کھڑے کافی دیر تک باتیں کرتے رہے، لوگوں نے

دونوں کو دیکھا کہ رو رہے ہیں۔ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا حضور یہ کیسی باتیں تھیں جن پر آپ دونوں رو رہے تھے، فرمایا ہم زمانہ حاضر کی سرکشیوں اور بے اعتدالیوں پر کڑتے تھے اور سابقہ ادوار کی رحمتوں اور خوشحالیوں کو یاد کر کے روتے تھے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ باطل نظریات کا غلبہ ہوتا جا رہا ہے۔

ابو احمد غسانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں ابو معاذ نجوبی کے ہاں حاضر ہوا تاکہ ان سے حروف قرآن پر گفتگو کر سکوں، انہوں نے فرمایا عبدویہ نے یہ معلومات امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی تھیں اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ یہ باتیں سنتے ہی وہ لکھتے لکھتے رک گیا، وہ ابو معاذ کا بیان املا کیا کرتے تھے، آپ اس کی حرکت پر بڑے ناخوش ہوئے اور سخت ناراض ہو کر ایک واقعہ سنایا کہ ایک دن کلبی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس کے نزدیک سے گذرا، کسی نے کہا حضور یہی کلبی ہے جو سوار ہو کر تیزی سے جا رہا ہے۔ امام صاحب نے فوراً ایک سواری لی اور سوار ہو کر اس کے پیچھے چلے گئے، اسے جالیا، آپ قرآن پاک کی آیات کی تفسیر پوچھتے، وہ بتاتا جاتا اور اپنی سواری پر چلتا جاتا تھا، مگر جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کلبی کی تفسیر اور تشریح پر بعض سوالات اٹھاتے تو اسے سخت تعجب ہوتا۔ آپ نے ایک اور آیت کی تفسیر پوچھی تو وہ سخت جھنجھلایا، آپ نے تیسری آیت کی تفسیر پوچھی تو کلبی کہنے لگا آپ کون ہیں؟ آپ نے بتایا میں ابوحنیفہ ہوں، کلبی کہنے لگا میں نے تفسیر بیان کی ہے تم ذہن نشین کر لو، ابو معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس طرح کلبی بھی حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاد استفادہ تھے۔

ایوب بن نعمان انصاری (امام ابو یوسف کے چچا زاد بھائی) نے فرمایا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلمہ بن کیل، زبید، ابو قیس اودی کو دور سے آتے دیکھا تو آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا اور ان کے اجلال و احترام کے پیش نظر بڑی خدمت کی اور ساتھ ساتھ تیزی سے چلتے جاتے تھے۔ انہوں نے حضرت امام کو فرمایا آپ فکر نہ کریں آرام سے چلیں، آپ جیسے فقیہ کی ہمارے دلوں میں بے پناہ قدر ہے، یہ حضرات دیر تک کھڑے رہے اور حضرت امام سے باتیں کرتے رہے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان جیسے حضرات سے بھی استفادہ کیا۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اپنی مسند تدریس پر جلوہ فرما ہوتے تو آپ کے

اردگرد آپ کے شاگردوں کا ایک حلقہ ہوتا جن میں قاسم بن معن، عافیہ بن یزید، داؤد طائی اور زفر بن الہذیل جیسے جلیل القدر اہل علم جمع ہوتے۔ ان میں وقت کے آئمہ، فقیہ بھی ہوتے تھے، اگر یہ حضرات آپس میں کسی مسئلہ پر گفتگو کرتے تو بعض دفعہ بلند آواز ہو جاتے اور جھگڑا بڑھ جاتا لیکن جب حضرت امام گفتگو شروع کرتے تو سب طرف خاموشی چھا جاتی، جب تک آپ گفتگو کرتے رہتے تمام ادب سے بیٹھے رہتے اور سنتے رہتے، جب آپ کا سلسلہ کلام ختم ہو جاتا تو یہ تمام لوگ آپ کی تقریر کو یاد کر لیا کرتے تھے، جب یہ مسائل یاد ہوتے تو ان پر بحث کرتے۔ (یہ انداز تدریس و تفہیم امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس میں رائج تھا)۔

عبداللہ بن نمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوفہ کے فقہا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے بیٹھتے تو یوں معلوم ہوتا کہ وہ طفل مکتب ہیں جو مودب ہو کر بیٹھے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گفتگو فرماتے تو اپنے اپنے ذوق کے مطابق یہ لوگ مسائل کی گہرائی تک پہنچتے۔ عبداللہ بن نمیر، ابوہشام ہمدانی کوفہ کے زبردست فقیہ تھے، آپ نے بھی حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تعلیم حاصل کی تھی۔

خدج بن معاویہ رضی اللہ عنہ جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کرتے تو نہایت عظمت اور احترام سے آپ کا ذکر کرتے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے ایک دن ان سے پوچھا آپ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اتنی تعریف کیوں کرتے ہیں؟ حالانکہ آپ دوسرے لوگوں کا بھی ذکر کرتے ہیں مگر ان کی اتنی عزت نہیں کرتے، آپ نے فرمایا یہ سب لوگ قابل صد احترام ہیں مگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام ان تمام سے بہت بلند ہے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بے شمار لوگوں نے علمی استفادہ کیا جن میں اکثر وقت کے جلیل القدر آئمہ اور اہل علم و فضل تھے۔ میں چند حضرات کا تذکرہ کرنا ضروری خیال کرتا ہوں تا کہ آپ کی عظمت واضح ہو جائے۔ یہ خدج بھی اہل کوفہ کے زبردست امام تھے اور حدیث و فقہ میں بڑے ماہر تھے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے میری زبان پر کبھی کسی کی مذمت یا برائی نہیں آئی، نہ کسی پر لعنت بھیجی، نہ کسی مسلمان پر ظلم کیا، نہ کسی ذمی کو ڈانٹا، نہ کسی کو دھوکا دیا، نہ کسی سے

فریب کیا۔ صمانی فرمایا کرتے تھے میں ہزاروں لوگوں سے ملا ہوں مگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کسی کو نہیں پایا، نہ ہی ان جیسا ورع و تقویٰ میں کسی کو دیکھا۔

عثمان ابن شیبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے اپنے باپ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کی مسجد میں فلاں جگہ بیٹھ کر مسائل بیان فرمایا کرتے تھے، میں خود ان سے گفتگو کرتا، وہ علم و فضل کے درس دیتے تھے۔ مجھے ایک شخص نے کہا چھوڑو امام ابوحنیفہ کی باتیں تو دریائے دجلہ سے بھی گزر جاتی ہیں یعنی حد سے تجاوز کرتی جاتی ہیں، ابھی تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی علمی شہرت سارے عالم اسلام میں پہنچنے لگی اور دور دراز سے چل کر لوگ آپ کے پاس آنے لگے، میں نے اس دوست کو کہا دیکھو اب تو امام کی شہرت دجلہ سے کہیں پار چلی گئی ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ہم ایک بات کرتے تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے برخلاف بات کرتے اور تلامذہ بحث و تمحیص کے بعد اسی بات پر اتفاق کرتے۔ یہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک انداز تھا۔ پھر ایک وقت آیا کہ کوفہ کے بڑے بڑے مشائخ مل کر احادیث کے مطالب سمجھنے آپ کے پاس آتے، مجھے صحابہ کے آثار یا احادیث سے دو چار باتیں مل جاتیں تو میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیان کرتا، آپ بعض کو قبول فرما لیتے اور بعض کو دلائل کے ساتھ رد فرما دیا کرتے تھے اور فرماتے یہ حدیث صحیح نہیں ہے یا یہ حدیث غیر معروف ہے اور جس حدیث کو آپ صحیح قرار دیتے وہ سب کے لیے سند بن جاتی۔ ہم لوگ آپ سے پوچھا کرتے، آپ کو صحیح حدیث کا کس طرح علم ہو جاتا ہے؟ آپ فرماتے میں اہل کوفہ کے علم کو خوب جانتا ہوں، میری نگاہ احادیث کے اس ذخیرہ پر ہے جو صحیح ہیں اور وہ احادیث جو لوگ بلا سند پھیلا دیتے ہیں ان پر بھی میری نظر ہوتی ہے۔

ابو عمیرہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ صرف اہل کوفہ کے فقیہ اور عالم تھے بلکہ اس وقت عالم اسلام کے تمام آئمہ اور علماء کے راہنما تھے۔ اہل کوفہ کے علاوہ دوسرے شہروں کے علما پر بھی آپ کی نگاہ تھی، وہ صحابہ کرام کی روایت کردہ احادیث کو اپنی کتابوں میں لکھ رکھتے تھے، آپ کی ہر کتاب ابواب الفقہ ہوتی، آپ کی کتاب ”الصلوٰۃ“ اہل علم

کے سامنے ہے، اس میں وضو کے متعلق ہی علمی نکات پر نگاہ ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ایک ایک مسئلہ کو احادیث کی روشنی میں مرتب کیا اور اسے ”مجمع العلوم“ بنا دیا۔ اسی طرح آپ دوسرے موضوعات پر قیاس کریں کہ آپ نے ان مسائل کو احادیث کی روشنی میں کس قدر مرتب فرمایا تھا، آپ کے بیان کردہ تمام مسائل احادیث صحابہ اور اسلاف کے عمل کے عین مطابق ہیں۔ آپ نے ہمیشہ ہی آثار صحابہ سامنے رکھا۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کے شب و روز

امام زفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بیس سال سے زیادہ بیٹھنے کا موقع ملا، میں ایک ایک لمحہ آپ سے استفادہ کرتا رہا، میں نے دیکھا کہ آپ سے بڑھ کر مخلوق خدا کا کوئی بھی خیر خواہ نہیں تھا، آپ لوگوں پر شفقت فرماتے اور اہل علم کو تولد و جان سے چاہتے، آپ کے شب و روز اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزرتے مگر سارا دن تحقیق مسائل اور تدریس فقہ میں گزر جاتا، باہر سے آنے والے استفتاء کا جواب لکھتے، ذاتی طور پر مسائل پوچھنے والوں کو مطمئن فرماتے، مجلس میں بیٹھتے تو شاگردوں کے مجمع میں بیٹھتے اور باہر نکلتے تو مریضوں کی عیادت کرتے اور اگر کوئی مرجاتا تو اس کے جنازہ میں شرکت فرماتے۔ فقیر اور مساکین دروازے پر آتے تو رد سوال کی بجائے آپ ان کی خدمت کرتے۔ اپنے رشتہ داروں کی خبر گیری ضرور کرتے اور کوشش کرتے کہ ہر آنے والے کا مقصد پورا ہو۔ رات عبادت میں گزارتے اور اس خوبصورتی سے قرأت قرآن پاک ادا کرتے کہ دل کھل اٹھتا، یہی معمولات زندگی بھر قائم رہے، یہاں تک کہ آپ کا وصل ہو گیا۔

محمد بن فضیل نے خسیف بن عبدالرحمن سے حضرت امام اعظم کی ایک ملاقات کا تذکرہ کیا ہے۔ خسیف الجزائری کے امام اور فقیہ تھے۔ بڑے جاہ و جلال کے مالک تھے، کسی کو نظر میں نہیں لاتے تھے، جب امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پاس گئے تو آپ نے امام صاحب کو دور سے آتے دیکھا، ہمارا خیال تھا وہ اٹھ کر امام صاحب کا استقبال کریں گے مگر انہوں نے غالباً دیکھنے کے باوجود پرواہ نہ کی، حضرت امام نے بھی اپنے شاگردوں کو اشارہ کیا کہ نہایت ادب سے آگے بڑھیں، جب حضرت

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے بالکل قریب پہنچ گئے تو انہوں نے حضرت امام کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ کر ایک ایسا سوال کیا جو حیا کے بھی خلاف تھا اور تقریر کے بھی قابل نہ تھا، امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا ہاتھ ان سے چھڑا لیا، خسیف نے آپ کو اپنے قریب بٹھانے کی کوشش کی مگر آپ ساتھ بیٹھنے کی بجائے سامنے بیٹھے اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث شتر مرغ پوچھی، خسیف کہنے لگے مجھے ابو عبید بن عبداللہ نے یہ حدیث سنائی تھی، انہوں نے خود عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنی تھی، حدیث شتر مرغ میں اس کے ثمن میں قدر کے متعلق بات کی تھی، خسیف الجزائر کے ان محدثین میں سے تھے جو جلالت شان میں مشہور تھے مگر حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے باوجود ایک حدیث سننے کے لیے سب کچھ برداشت کیا۔

سعید بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھا، میں نے دیکھا کہ آپ جب زبان کھولتے تو یوں محسوس ہوتا کہ سمندر کی تہ سے نکالنے والے غوطہ خور نے لوگوں کے سامنے موتیوں کے ڈھیر سجادیئے ہیں۔ سعید بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ اہل دمشق کے امام تھے اور ان کی منفرد حیثیت تھی، ان کی ذات پر اہل دمشق کو پڑا فخر تھا۔ آپ کے ایک اور ہم عصر جو دمشق کے امام تھے احوص بن حکیم آپ نے بھی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے احادیث سنیں اور انہیں محفوظ کیا۔ آپ نے کئی صحابہ کرام کو دیکھا تھا اور ان سے بھی احادیث جمع کی تھیں۔

ضمیرہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم میں اتنا انہماک تھا کہ کوئی دوسرا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ آپ بلا اختلاف زبان میں مضبوط تھے، جو بات کہتے پتھر کی طرح مضبوط ہوتی، آپ کی زبان سے میں نے کبھی کسی کی برائی نہیں سنی۔

حکم بن ہشام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے ایک دن امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا آپ کے تمام فتوے مبنی برصواب ہیں آپ نے فرمایا کیا معلوم بعض انہیں مبنی برخطاء خیال کرتے ہوں۔

لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ مجھے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج کے لیے روانہ ہو رہے ہیں، میں نے بھی ارادہ کر لیا کہ اس سال حج کروں، چنانچہ رخت سفر

باندھا اور چل پڑا اور امام صاحب کو مکہ مکرمہ جا ملا۔ میں آپ سے مختلف مسائل دریافت کرتا گیا، آپ جواب دیتے گئے، اب میں نے مسائل جنایات، قصاص، قتل بالخطا، شہید عمد جیسے مسائل پر گفتگو کی، آپ نے فرمایا میں نے تمہارے سامنے جو مسائل بیان کیئے ہیں ان میں سے بعض ایسے ہیں جنہیں تم کوہ ابو قیس پر دے مارو، میں نے عرض کیا میں انہیں ابو قیس پر ضرور دے ماروں گا۔

حج کے مناسک مکمل کیئے تو اب ہم واپسی کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے اور کوفہ واپس آگئے دوسرے سال مجھے پتہ چلا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سال بھی حج کو جا رہے ہیں چنانچہ میں بھی تیار ہو گیا۔ مکہ مکرمہ میں آپ کو ملا اور دل میں خیال کیا کہ اب پھر کچھ مسائل پوچھوں گا مگر میں پوچھتا پوچھتا رک گیا، آپ نے خود ہی نادر کلمات اور مسائل بیان کرنے شروع کر دیئے جس سے میں مہسوت ہو کر رہ گیا، پھر آپ نے حج کے مسائل بیان کرنے شروع کیئے تو میرا دل باغ باغ ہو گیا۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعض مسائل بیان فرماتے فرماتے فرمایا کرتے تھے کہ ممکن ہے ممکن ہے اس میں آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا تتبع کیا کرتے تھے اور بعض اوقات لفظ خطاء کا استعمال فرمایا کرتے، اہلسنت لکھتے ہیں کہ عرب کا ایک قبیلہ لفظ خطاء سے یہ مراد لیا کرتا تھا کہ بظاہر اگرچہ لفظ خطاء بولا جائے گا مگر حقیقت میں ان کے نزدیک یہ کلمہ منقبت ہوتا ہے، اس لیے آپ سے عمر بھر سوائے اس کے کسی نے یہ کلمہ نہیں سنا تھا۔

لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ اہل مصر کے امام تھے اور علم حدیث اور فقہ میں مصریوں کے امام تھے۔ ایک بار خلیفہ ہارون الرشید نے آپ سے ملنے کی خواہش کی تو آپ بغداد تشریف لے گئے۔ ہارون الرشید نے آپ کو بڑے اعزاز اور انعامات سے نوازا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے مجھے کبھی کسی پر رشک نہیں آیا سوائے لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کے، افسوس میں نے ان کا زمانہ نہ پایا اور ان سے ملاقات نہ کر سکا، یہ حسرت میرے دل میں ہمیشہ رہی۔

عبداللہ بن عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد کو مسجد حرام میں دیکھا ان کے ارد گرد لوگوں کا زبردست ہجوم تھا، آپ کسی مسافر سے مناظرہ کر رہے تھے اور بڑے دقیق اور مشکل مسائل پر گفتگو فرما رہے تھے۔ میرے والد نے اس مسافر سے پوچھا کہ آپ کہاں سے تشریف

لائے ہیں؟ فرمایا اقصائے مغرب میں ایک شہر طنجہ ہے اس کے اگے کا سارا علاقہ کفرستان ہے، بھی تک اسلام آگے نہیں پہنچا، یہ شہر مکہ مکرمہ سے تقریباً پینتالیس سو میل دور تھا۔ میرے والد نے پوچھا آپ کے پاس اتنے دقیق اور مشکل مسائل کس طرح پہنچ گئے اور تم نے کس سے یہ مسائل حاصل کیئے ہیں؟ فرمایا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحریروں اور کتابوں سے۔ پوچھا، آپ کے پاس امام مالک اور امام اوزاعی کی تحریریں بھی پہنچی ہوں گی؟ انہوں نے فرمایا ہاں، مگر یہ تمام تحریریں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف ہیں۔ جو گہرائی اور عمق امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں پایا جاتا ہے اس کا کوئی دوسرا شخص مقابلہ نہیں کر سکتا اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علوم کی روشنی آج طنجہ کے در و دیوار کو روشن کر رہی ہیں۔

اعمش نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اگر علم صرف طلب اور ملاقات سے ہوتا تو میں آپ سے زیادہ فقیہ ہوتا، مگر فقہ تو اللہ کی عطاء ہے جسے چاہے دے۔

حارث بن مسلم رضی اللہ عنہ نے فرمایا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن مسائل کو ایک دن میں بیان فرماتے دوسرے آئمہ ان مسائل پر عمریں بسر کر دیا کرتے تھے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علوم سے تمام لوگ مستفیض ہوا کرتے تھے جبکہ دوسرے آئمہ کے علوم مخصوص طبقوں سے تعلق رکھتے تھے۔ ہارون بن مغیرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے علماء کرام سے سنا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ان کی نظیر نہیں ملتی تھی۔

بکیر بن معروف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی کہ کئی لوگ آپ کا گلہ کرتے ہیں، غیبت کرتے رہتے ہیں مگر میں نے آپ کی زبان سے کسی کی غیبت نہیں سنی۔ امام صاحب نے فرمایا، اللہ تعالیٰ جسے صبر عنایت فرماتا ہے اسے کسی کی غیبت کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بکیر بن معروف رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر میں نے کسی دوسرے شخص کو نہیں دیکھا۔ بکیر بن معروف رضی اللہ عنہ دامغان کے امام تھے۔ آپ ایک عرصہ تک امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں رہے اور آپ سے بعض علوم حاصل کیئے اور اپنے علاقہ میں پھیلاتے رہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فارسی میں بھی بات کرتے تھے

محمد بن عمران رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے میں نے توبہ بن سعد سے پوچھا کہ کیا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فارسی زبان سے واقف تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں، نہ صرف آپ واقف تھے بلکہ اس زبان کے ماہر تھے اور بڑی روانی سے گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ ایک شیعہ آپ کی خدمت میں آتا تھا وہ ہمیشہ عربی میں گفتگو کیا کرتا تھا، ایک دفعہ اس نے آپ کو سلام کیا جس کا دوسرا معنی بددعا نکلتا تھا، آپ نے اس کی اس شرارت کو بھانپ لیا اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا این بدمرد نسبت آپ نے تو مجھے سمجھایا مگر شیعہ یہ سمجھا کہ آپ نے میری تعریف کی ہے کہنے لگا جزاک اللہ یا ابی حنیفہ!

توبہ بن سعد مرو کے امام تھے اور مرو کی قضاء بھی آپ کی سپرد تھی۔ حسن سیرت کے مالک تھے، حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت میں رہ کر فقہ پر عبور حاصل کیا تھا۔ جب فوت ہوئے تو عبداللہ بن المبارک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت نے ہماری ہڈیاں توڑ دیں کیونکہ امام ابوحنیفہ توبہ بن سعد رضی اللہ عنہ تو ہمارے بہت بڑے امور کے لیے کفایت فرمایا کرتے تھے، وہ مشکل وقت میں ہماری ڈھال بن جایا کرتے تھے، وہ اللہ کی راہ میں کسی قسم کی ملامت اور تکلیف سے گھبرایا نہیں کرتے تھے، اب مجھے نظر نہیں آتا کہ ان کا کوئی قائم مقام ہوگا۔ وہ بڑی برکت والے بزرگ تھے، ہمارا عیش و آرام چھینا گیا، اب ہم ان کے بعد کس سے امید رکھیں گے، اپنی ہمتائیں کس کے پاس لے جایا کریں گے، ان کی موت کے صدمہ سے حضرت عبداللہ بن المبارک رضی اللہ عنہ نے ایک ماہ تک پڑھنا پڑھانا چھوڑ دیا تھا، بے پناہ مغموم اور محزون رہنے لگے تھے۔

محمد بن مزاحم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پہچان یوں ہوئی کہ میرا بھائی، ابوبشر سہل کی مسجد میں ایک دن نماز پڑھنے گیا، اچانک ایک شخص آیا تو میرے بھائی نے جگہ چھوڑ دی، وہ شخص آپ کی جگہ کھڑا ہو گیا، مجھے یقین ہو گیا کہ یہی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ نصر بن شمیل فرماتے تھے کہ تمام وہ باتیں جو تم امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف کہتے ہو نہ لکھا کرو، ہم لوگ غصہ میں بعض ایسی باتیں بھی کہہ دیتے ہیں جو ان میں سے نہیں ہیں۔

نصر بن شمیث رضی اللہ عنہ اصحاب الاحادیث میں سے ایک بلند پایا عالم تھے اور ان کی طرف داری بھی کرتے تھے، وہ خلیفہ عباسی مامون الرشید سے امداد اور منفعت حاصل کیا کرتے تھے یہاں تک کہ انہوں نے مامون الرشید سے کہا کہ آپ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں کو عمدہ قضاة سے ہٹا دیں، مامون الرشید تو خاموش رہے اسے معلوم تھا کہ سارے خراسان میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں کا بڑا اثر ہے اور حکومت ایسا اقدام کرتے ہوئے گہراتی تھی۔

نصر بن شمیث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا ایک بار ارادہ ہوا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بغداد میں آئے ہوئے ہیں میں ان سے ملاقات کروں تو بہت اچھا ہوگا اسی اثنا میں مجھے معلوم ہوا کہ ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہ بھی بغداد آئے ہوئے ہیں، میں نے سوچا کہ ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملنا بڑا ہی غیر مناسب ہے چنانچہ میں ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہ کی طرف چلا گیا، انہوں نے مجھے تقریباً دس احادیث سنائیں، مجھے ایک دوست نے اسی مجلس میں کہا یہ تمہارا پاگل پن ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھوڑ کر ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلے آئے ہو اسی دوران ایک مسئلہ سامنے آیا ایک شخص نے بتایا کہ اس مسئلہ میں امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ نے اپنے استاد امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول بیان کیا ہے۔ نصر بن شمیث کہنے لگے مریض نے مریض سے روایت کی ہے، وہاں قاسم بن شعبہ بھی بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے فرمایا نصر یوں نہ کہو! تمہیں یاد ہے کہ جب تم قاضی تھے تو تم مجھ سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتابیں مانگ کر پڑھا کرتے تھے اور مقدمات کے فیصلہ انہی تحریروں کی روشنی میں کیا کرتے تھے، نصر یہ بات سن کر سخت شرمندہ ہوا اور ندامت سے اس کے چہرے کا رنگ اتر گیا۔

فضل بن عبد الجبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے کسی نے بتایا کہ نصر بن شمیث ایک دن خالد بن صبیح کے پاس گئے، وہ ”مو“ کے قاضی اور مفتی تھے اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلامذہ میں سے تھے، نصر نے آپ کو سلام کیا تو خالد اس کے لیے تعظیماً کھڑا ہو گیا اور نہایت احترام و اعزاز سے بٹھلایا، انہوں نے اپنے دوستوں کو تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ آج ابوالحسن فضل بن عبد الجبار ہمارے پاس تشریف لائے ہیں، آپ لوگ ان سے استفادہ کریں، خالد کے شاگرد اور احباب

ان سے مختلف سوالات کرتے رہے، وہ انہیں جواب دیتے رہے، اس کے بعد ان مسائل کی باریکیوں پر گفتگو ہونے لگی تو نصر بن شمیل حیران رہ گئے کہ یہ لوگ کتنی گہرائی سے مسائل حل کر رہے ہیں نصر سنتے رہے مگر اٹھ کر چلے گئے، چند دنوں بعد وہ فضل بن سهل ذوالریاستین کے پاس آیا اور کہنے لگا آپ مجھے کوئی ایسا ضابطہ تحریر کر دیں کہ زمانہ بھر کے لوگ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوئی قول بیان نہ کریں اور نہ اس پر عمل کریں، فضل بن سهل نے اپنے اہل علم و فضل احباب کو بلا کر مشورہ کیا تو انہوں نے بیک زبان کہا ایسا تو ممکن نہیں بلکہ سارا عالم اسلام تمہاری خدمت کرے گا جس شخص نے آپ کو یہ بات کہی ہے وہ فاطر العقل معلوم ہوتا ہے۔ فضل بن سهل نے نصر سے کہا کہ اگر تمہاری تجویز خلیفہ وقت نے سن لی تو تمہیں سزا دے گا، میں خود بہت سخت ہوں، مگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے سامنے مجبوراً سر تسلیم کرنا پڑتا ہے۔

اسحاق بن بشر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات خلیفہ مامون الرشید کے پاس بیٹھا ہوا تھا، فضل بن سهل نے مجھے اپنے خواص سے بنا رکھا تھا، مجھے اپنے قریب بٹھایا اور مجھے بڑا عزاز دیا۔ میں بسا اوقات آپ کے خلوت کدے میں بھی چلا جایا کرتا تھا اور رات کے وقت اکثر میں اس کے ہاں وقت گزارا کرتا تھا، ایک رات نصر بن شمیل بھی مامون الرشید کے دربار میں ایک دعوت میں شریک تھا ہم لوگ کھانا کھا کر فارغ ہوئے تو مامون الرشید نے کہا اب کچھ علمی باتیں بھی ہو جائیں، آپ لوگ صاحب علم ہیں میں بھی استفادہ کروں گا۔ ابوحنیفہ نے کہا کہ میں نے نصر سے پوچھا آپ ایمان کے متعلق کیا خیال رکھتے ہیں؟ اس نے کہا کہ میں ان شاء اللہ مومن ہوں، میں نے سوال کیا تمہارے پاس قرآن پاک سے کوئی ایسی دلیل ہے کہ آپ اپنے ایمان کے متعلق ان شاء اللہ کہہ رہے ہو؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا ہے لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ آمنین ☆ میں نے کہا جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں داخل ہو چکے تھے یا باہر تھے؟ نصر کہنے لگے ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے باہر ہی تھے۔ میں نے نصر سے کہا کہ اگر اب تک تم ایمان سے باہر ہو تو ضرور کہو ان شاء اللہ، میں مسلمان ہوں۔ میری بات سن کر مامون الرشید ہنس پڑا اور نصر کو دیکھا تو وہ شرمندگی سے پانی پانی ہو چکا تھا۔

خالد بن صبیح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار بغداد کے چند سادات گہرانوں میں جھگڑا ہو گیا، وہ

میرے پاس آئے تاکہ میں فیصلہ کروں، دونوں فریق بحث کرتے رہے اور معاملہ طول پکڑ گیا، میں نے مدعیوں کو حکم دیا کہ گواہ پیش کرو، وہ گواہ لے کر آگئے، میں نے نہ تو گواہوں کی صفائی کا مطالبہ کیا اور نہ گواہوں سے گواہی لی، میرا خیال تھا کہ یہ حضرات چند دنوں میں خود بخود ہی صلح کر لیں گے مگر وہ اپنے اپنے موقف پر اڑے رہے، اب مدعیوں نے گواہوں کو پیش کرتے ہوئے اصرار کیا کہ آپ اپنا حکم نافذ کریں، میں نے گواہوں کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے ان کی صفائی ثابت کر دی، میں نے ان کے حق میں فیصلہ دے دیا۔

اس دوران مامون الرشید مرو کے دورے پر آیا ہوا تھا، مدعا علیم مامون الرشید کے پاس جا پہنچے اور میری شکایت کی کہ میں نے بلا تحقیق فیصلہ دے دیا ہے، مامون الرشید نے مجھے طلب کر لیا اور ساری بات سن کر فرمایا کہ آپ کو اتنی کیا جلدی تھی کہ فیصلہ کر دیا میں نے بتایا کہ میں تو ٹالتا رہا انہوں نے گواہ پیش کیے میں پھر بھی ٹالتا گیا، میرا خیال تھا کہ یہ لوگ صلح کر لیں گے مگر صلح نہ ہو سکی تو انہوں نے عدالت سے فیصلہ لینے پر اصرار کیا، میں نے گواہوں کی چھان بین کرنے کے بعد فیصلہ دے دیا۔ مامون الرشید نے پوچھا کہ آپ نے کس کے فتویٰ کی روشنی میں فیصلہ کیا؟ میں نے بتایا میرے سامنے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتویٰ بھی تھا مگر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ بھی موجود تھا، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے فیصلے میں نرمی تھی، میں نے بھی نرمی اختیار کر کے فیصلہ دے دیا۔ مامون الرشید نے کہا کہ احتیاط اور نجات کا یہی راستہ ہے کہ تمام امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ کیا کرو، جب تمہیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول مل جائے تو پھر اس سے تجاوز نہ کیا کرو۔

خالد بن صبیح رحمۃ اللہ علیہ ایک عرصہ تک امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت میں رہے اور آپ سے استفادہ کیا اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہ کو سارے خراسان میں پھیلا دیا۔ عبد اللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر امام بھی آپ کی عزت و توقیر کیا کرتے تھے اور جب موقع ملتا استفادہ بھی کیا کرتے تھے۔ رافع بن اشرس فرماتے ہیں کہ خالد بن صبیح خراسان کے فخر اور اہل مرو کے خاص بزرگوں میں شمار ہوتے تھے آپ کو فقہ امام ابوحنیفہ پر بڑا کمال حاصل تھا اور دین کی معرفت اور امانت پر بڑا عبور تھا۔ بڑے باحیا تھے، یوں معلوم ہوتا کہ ایک کنواری لڑکی ہے جو ہمیشہ پردے میں

رہتی ہے، مگر جب فقہ پر بات کرتے تو یوں معلوم ہوتا کہ علم و فضل کا چشمہ ابل رہا ہے۔

خالد بن صبح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے بہترین شاگردوں میں جو علم فقہ حاصل کرتے ہیں مگر فتویٰ دینے میں اجتناب کرتے ہیں۔ اس کے بعد وہ لوگ ہیں جو فتویٰ اس لیے دیتے ہیں کہ لوگوں کی دینی معاملات میں آسانی ہو جائے۔ مگر خیس ترین لوگ وہ ہیں جو قاضی بن کر فیصلے کرتے جاتے ہیں اور لوگوں پر حاکم بن کر حکم چلاتے ہیں۔

فضل بن عطیہ رضی اللہ عنہ ایک دن امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ نے ان سے پوچھا تمہارا بیٹا کیسے لوگوں کے پاس آیا جایا کرتا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ محدثین کے پاس جا کر احادیث لکھتا رہتا ہے۔ آپ نے فرمایا اسے کبھی میرے پاس لانا تاکہ دیکھوں کہ وہ کس حل میں ہے۔ فضل بن عطیہ ایک دن اپنے بیٹے کو آپ کے پاس لے آئے، امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے نہایت شفقت سے اپنے پاس بیٹھا لیا اور پوچھا تم کن کن لوگوں کے پاس آتے جاتے ہو اور وہاں کیا لکھتے رہتے ہو؟ اس نے عرض کی محدثین کے پاس جا کر احادیث لکھتا رہتا ہوں، اس لڑکے کے ہاتھوں میں کچھ کاغذات بھی تھے، حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ کاغذات لے کر پڑھنا شروع کیئے تو پہلی حدیث پر نظر پڑی وہ یہ تھی۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان ولد الزنا شر الثلاثة "کہ ولد الزنا تین سے زیادہ برا ہے" حضرت امام رضی اللہ عنہ نے پوچھا اس حدیث سے کیا مطلب لیتے ہو؟ اس نے بتایا، حضور جیسے الفاظ تھے میں نے ویسے ہی لکھ لیے ہیں۔ آپ نے فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون تم ایک حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب کر کے ایسا حکم لگاتے ہو جو جائز نہیں اور حلال بھی نہیں، یہ تو کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف بات ہے۔ قرآن مجید میں ہے :

☆ گل نفس بما کسبت رهنیة ☆

☆ پھر فرمایا لیجزی الذین اسوا بما عملوا ☆

☆ پھر فرمایا وان لیس للانسان الا ماسعی ☆

☆ پھر فرمایا ولا تجزون الا ماکنتم تعلمون ☆

☆ اور فرمایا ووجدوا ما عملوا حاضرا ☆

- ☆ اور فرمایا ولا یظلم ربک احدا ☆
- ☆ اور فرمایا وما ربک بظلام للعبید ☆
- ☆ اور فرمایا ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ ☆
- ☆ اور فرمایا ونضع الموازین القسط لیوم القیمة فلا تظلم نفس شیئا ☆
- ☆ اور فرمایا وما ظلمناہم ولكن كانوا هم الظالمین ☆
- ☆ اور فرمایا لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت ☆
- ☆ اور فرمایا ان احسنتم احسنتم لانفسکم وان اساتم فلہا ☆
- ☆ اور پھر فرمایا ولا تزر وازرة وزر اخرى ☆

آپ نے اور بھی بہت سی آیات کریمہ پڑھ کر اس سے پوچھا اب بتاؤ جس نے تمہیں یہ حدیث لکھوائی ہے اس نے کیا کیا؟ اس نے عرض کی اس نے قرآن پاک کی آیات کریمہ کے خلاف بات کی ہے اور اس گناہ سے اپنے اوپر عذاب واجب کر رہا ہے اور ظلم و ستم کی بات کر رہا ہے۔

فضل بن عطیہ نے یہ گفتگو سن کر حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کی اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے آپ اس حدیث کا صحیح مطلب بتادیں، آپ نے فرمایا ہمارے نزدیک یہ حکم خاص قسم کے ”ولد الزنا“ کے لیے ہے، ایسا ولد الزنا جو بڑا ہو کر اپنے ماں باپ جیسا عمل کرتا ہے، زنا کا ارتکاب کرتا ہے، دوسرے برے اعمال کا مرتکب ہوتا ہے، قتل چوری ڈاکہ اختیار کرتا ہے، اس لیے کہا گیا کہ ایسا ”ولد الزنا“ تین سے زیادہ برا ہے، اس کے ماں باپ تو صرف زنا کے مرتکب ہوئے تھے کفر نہیں کیا تھا مگر اس کا عمل کفر بھی ہے ایسا کفر جو زنا سے بھی برا ہے اور یہی تین میں سے زیادہ برا ہے۔

فضل بن عطیہ نے اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے کہا بیٹا علم یہ ہے جو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس نوجوان کو کہا کہ جو شخص صرف حدیث کا طالب ہے مگر اس کا مطلب اور تشریح سے ناواقف ہے وہ دین کو حاصل کرنے میں کوشاں تو ضرور ہے مگر اسے کچھ حاصل نہیں ہوگا اس کی کوشش رائیگاں جائے گی بلکہ بعض اوقات ایسا علم اس کے لیے وبال جان بن جاتا ہے۔ اس دن کے بعد وہ نوجوان (محمد بن فضل) حضرت امام

ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس میں آنے لگا۔

محمد بن فضل رحمۃ اللہ علیہ

محمد بن الفضل قبیلہ بنو اسد سے تھے، آپ بہت عرصہ بخارا کے علاقہ خشابین میں رہے اور وہاں ہی فوت ہوئے اور ”دارالرضی“ کے پاس دفن کر دیئے گئے۔

(مترجم کا نوٹ) ہم کتاب کے قارئین سے معذرت کے ساتھ چند گزارشات کرنا چاہتے ہیں کہ دین کی فضیلت اور احادیث کا مطالعہ کرنے میں کسی کو کلام نہیں مگر علم دین کو صحیح طور پر جاننے کے لیے ایک ”شعبہ علم الفقہ“ بھی ہے اور اس علم کے جاننے والے کو فقیہ کہتے ہیں۔ احادیث پاک کا جمع کرنا، ان کا حفظ کرنا بلاشک و شعبہ ایک اہم کام ہے مگر احادیث کا صحیح صحیح مطلب جاننا فقہا کا ہی کام ہے۔ حضرت سیدنا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حافظ احادیث تھے، تدوین احادیث میں ان کا نہایت اہم مقام ہے، وہ امام المحدثین ہیں، ورع و تقویٰ میں اپنے زمانے میں بے مثال تھے مگر جب آپ نے احادیث کی روشنی میں فتویٰ دینے کی کوشش کی تو اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔ یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ حضرت امام الائمہ محمد بن احمد ابی سہل الرضی (متوفی ۲۸۳ھ) نے اس واقعہ کو اپنی ”مبسوط“ میں لکھا ہے کہ حضرت امام محمد اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ چار پایہ کے دودھ کی حرمت رضاع کے قائل تھے۔ بخارا میں تشریف لائے تو اسی پر فتویٰ دینے لگے، یہ زمانہ ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ کا تھا، آپ نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو ایسا فتویٰ دینے سے منع فرمایا اور متنبہ کیا کہ فتویٰ دینا آپ کے بس کا روگ نہیں ہے مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی نصیحت کی پرواہ نہ کی بلا آخر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے فتویٰ پوچھا گیا کہ دو بچے اگر ایک ہی بکری کا دودھ پی لیں تو کیا وہ بہن بھائی بن جائیں گے؟ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً فتویٰ دے دیا کہ ان پر حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ ان کے اس فتویٰ پر علمائے کرام نے بڑا احتجاج کیا اور تلخی یہاں تک کہ بڑھی کہ آپ کو بخارا سے نکال دیا گیا۔

یہ واقعہ چار نادر الوجو آئمہ کرام کی معتبر اور مشہور کتابوں میں موجود ہے۔ آج کوئی صاحب علم اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ ہم اس واقعہ سے صرف یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ احادیث پاک کا صرف جمع کر لینا، حفظ کر لینا یا نقل کافی نہیں ہے، احادیث کی روایت کرنا بھی نہایت اہم کام ہے، مگر

ان احادیث سے مسائل کا انبساط کرنا اور ان احادیث سے صحیح مسئلہ دریافت کرنا صرف فقیہ کا ہی کام ہے اور فقہ علوم احادیث اور علوم تفسیر پر جامع ہے۔ ہم ایک مثال پیش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کئی مومنوں کو جہاد میں جانے سے منع فرمایا اور ایسے لوگوں کے لیے علم فقہ کے حصول اور دوسری ضروریات کو سرانجام دینے کی ذمہ داری عائد کی ہے۔ سورۃ توبہ میں ارشاد فرمایا :

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَفْقَهُوْا فِى الدِّينِ ☆ فقہ میں سب کے سب مومنوں کو میدان جہاد میں جانے کی اجازت نہیں دی، ایک گروہ ایسا بھی محفوظ ہونا چاہئے جو علم فقہ حاصل کریں اور لوگوں کے مسائل حل کریں، اس آیت کریمہ سے علم فقہ کا حاصل کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ مفسرین فقہ نے احکام دین کو مرتب کیا اور اس کے مسائل کو صحیح صحیح بیان فرمایا یہ دونوں فرائض ہیں، جہاد پر جانا فرض ہے مگر دونوں کو فرض عین کی بجائے فرض کفایہ قرار دیا گیا ہے۔ عبادت صوم و صلوٰۃ فرض عین ہیں مگر جہاد، تجارت، سفارت اور عدالت کے معاملات فرض کفایہ ہیں ایک شخص اتنا علم حاصل کرتا ہے کہ اسے اجتہاد کی صلاحیت حاصل ہو جاتی ہے تو وہ میدان جنگ میں جانے کی بجائے احکام اسلام کے نفاذ کا فریضہ سرانجام دے گا۔ اگر پورے شہر میں ایک شخص بھی اس مقام کو حاصل کر لیتا ہے تو معاشرے میں فرضیت پوری ہو جاتی ہے اور اس طرح فرض کفایہ کی ادائیگی سے سارے شہر کی طرف سے فرضیت پوری ہو جاتی ہے۔

ایسے جلیل القدر علم کو حاصل کرنا، اسے پھیلانا، حکم ربانی ہے۔ ایک فقیہ کے لیے اس سے بڑھ کر اور کونسی فضیلت ہو سکتی ہے وہ اسلامی احکامات کو صحیح انداز میں پیش کرتا ہے آج دنیائے اسلام پر نگاہ ڈالیں، عرب و عجم سے نکل کر برصغیر پاک و ہند کے علاوہ یورپ اور روس کے مختلف ممالک امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نقاہت اور دینی راہنمائی سے مستفیض ہو رہے ہیں۔ پوری امت کا تیسرا حصہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہ کی روشنیوں میں اپنے مسائل حل کر رہا ہے۔ آپ کے پیروکاروں میں بڑے بڑے ائمہ، اولیاء اللہ اور اہل علم و دانش موجود ہیں۔ ہمارے نزدیک امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوسرے مقتدا اماموں سے علم فقہ کی وجہ سے برتری حاصل ہے اور یہی وجہ ہے کہ آپ کو دنیائے علم میں سب سے اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ آج امام ابوحنیفہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کی پیروی کرنے والوں میں لاتعداد محدثین، متکلمین، صوفیاء، زہاد، اولیاء اللہ، اہل طریقت، فقہا حتیٰ کہ سربراہان مملکت اور حکمران موجود ہیں۔ دنیائے اسلام کے اکثر حکمران امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہ کے مقلد تھے۔ احادیث میں قیامت کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی علیہ السلام کا جس شریعت پر عمل ہوگا وہ بلاشبہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہ ہوگی۔ یہ ایک غیر معمولی شرف اور فضیلت ہے۔ (تمت حاشیہ من مترجم)

مکی بن ابراہیم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میں تجارت کیا کرتا تھا، ایک دفعہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا مکی تم تاجر آدمی ہو اگر علم کے بغیر تجارت کی جائے تو وہ وبال جان بن جاتی ہے بلکہ ایک جاہل تاجر بہت سی خرابیاں پیدا کرتا جاتا ہے، تمہیں پہلے علم حاصل کرنا چاہئے خصوصاً علم فقہ کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ مکی بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے تحصیل علم کے لیے ترغیب دیتے رہے حتیٰ کہ میں نے علم حاصل کرنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے علم سے وافر حصہ عطا فرما دیا، میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس احسان کا زندگی بھر ممنون رہوں گا، ہر نماز کے بعد میں ان کے لیے دعا کرتا ہوں اور ان کا جب بھی ذکر آتا ہے تو مجھے نہایت ہی مسرت اور راحت نصیب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی برکت سے مجھ پر علم کے دوازے کھول دیئے ہیں۔

ابو سلیمان جوزجانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک شان یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے علوم کی دولت سے نوازا تھا۔ ان کے تلامذہ اکٹھے ہو کر کسی مسئلہ پر گفتگو کرتے تو بعض اوقات بحث و تمحیص میں ان کی آوازیں بلند ہونے لگتیں۔ وہ مختلف موضوعات کو موضوع سخن بناتے مگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت ہی خاموشی سے ان کی گفتگو سنتے رہتے یوں محسوس ہوتا آپ مجلس میں تشریف فرما نہیں ہیں حالانکہ اس مجلس میں وقت کے جلیل القدر فقیہ اور ائمہ بیٹھے ہوتے تھے۔ ایک دن امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی مسئلہ پر گفتگو فرما رہے تھے اور یہ سب حضرات خاموش بیٹھے سنتے جا رہے تھے، ایک شخص نے کہا ”پاک وہ ذات ہے جس نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے ان حضرات کو خاموش کرایا۔“

ابو سلیمان رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمانہ بھر کے ایک نابغہ

ہیں۔ آپ کی گفتگو سے صرف وہی شخص روگردانی کرتا ہے جسے ان مسائل سے دلچسپی نہیں ہوتی تھی۔

ابو سلیمان رضی اللہ عنہ کا تعارف

ابو سلیمان امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے شاگرد تھے۔ عبادت و ریاضت میں مشہور تھے۔ ورع و تقویٰ میں بے مثال تھے۔ ایک دن وہ عباسی دربار میں مامون الرشید کے پاس بیٹھے تھے تو خلیفہ نے فرمایا اگر اسلام میں کسی نے اہل الشراء کے راہب کو دیکھنا ہو تو وہ ابو سلیمان رضی اللہ عنہ کو دیکھے۔ مامون الرشید نے آپ کو ایک بار عمدہ قضاة سوچنا چاہا تو آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا اس سلسلہ میں میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیروی کرتا ہوں۔ کچھ عرصہ کے بعد مامون الرشید نے آپ کو دوبارہ عمدہ قضاة سپرد کرنا چاہا تو آپ نے سات دن کی مہلت مانگی، مگر آپ نے پھر انکار کر دیا، مامون الرشید نے کہا تم جانتے ہو کہ اس انکار سے تم قید خانہ میں چلے جاؤ گے، آپ نے کہا اے امیر المومنین! آپ کو یاد ہو گا کہ میرے دو نیک بخت صاحب علم بھائی ہیں ایک سہیل بن مزاحم ہیں، جب آپ مرو کے دورے پر گئے تھے تو آپ نے انہیں عمدہ قضاہ پیش کیا مگر انہوں نے انکار کر دیا آپ نے انہیں سزا دی۔ آپ نے اس حکم پر نام ہو کر کہا تھا کہ میں آئندہ کسی کو اس عمدہ کو قبول کرنے پر مجبور نہیں کروں گا، اس لیے آپ کے عمدہ کے مطابق مجھے امید ہے کہ آپ مجھے مجبور نہیں کریں گے۔ مامون الرشید تھوڑی دیر سوچتا رہا پھر کہنے لگا آپ جائیے۔

یحییٰ بن سلیمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک دن میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا تھا، آپ کا صاحبزادہ حماد دوڑا دوڑا آیا اور کہنے لگا ابا جی سخت گرمی ہے، ناشتہ تیار ہے، آپ کے یہ سہان بھی گرمی کی شدت سے پہلے پہلے ناشتہ کر لیں تو اچھا ہے، آپ نے اپنے بیٹے کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے فرمایا بیٹا اب رات میں کمی آگئی ہے یہ گرمی شاہد اسی وجہ سے ہے۔

عمر بن محمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابو خزیمہ کے سامنے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہوا تو کہنے لگے وہ بہترین فقیہ اور فاضل بزرگ ہیں، تم نے ان کا ذکر کر کے خوش کر دیا۔

محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم بصرہ گئے ہماری خواہش تھی کہ بصرہ کے محدثین سے احادیث

نقل کریں۔ ہم ایک شیخ کی مجالس میں پہنچے، انہوں نے کاغذات نکالے اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ احادیث لکھوانے لگے، ایک بے ذوق شخص جو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مخالف تھا احادیث لکھنے سے انکار کرنے لگا، محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہ نے اس کی اس بے ذوقی کے پیش نظر اس سے احادیث لکھوانا بند کر دیں اور فرمایا میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس میں فلاں فلاں جلیل القدر فقیہ کو دیکھا تو آپ بات کرتے جاتے اور روتے جاتے جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسے ایسے بلند پایہ لوگ احادیث نقل کرتے تھے تو آج کے یہ لوگ کون ہوتے ہیں جو انکار کر رہے ہیں۔ ہم سب نے آپ کی منت سماجت کی، آپ کے آنسو تھمے، تب آپ نے احادیث لکھوانا شروع کیں اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہی احادیث لکھواتے گئے۔ جس سے ایک کم نصیب نے انکار کر دیا تھا۔

امام ابواسحاق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ان لوگوں پر ترس آتا ہے جو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علم کا حصہ لینے سے محروم رہے اور ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حازم مجتہد سے سنا انہوں نے فرمایا میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زہد، تقویٰ، عبادت، یقین، توکل اور اجتہاد کے بارے میں وضاحت طلب کی تو انہوں نے ہر موضوع پر علیحدہ علیحدہ تفسیر بیان فرمائی، ہر ایک کی واضح تعریف کرتے گئے، ایک دوسرے سے ممتاز بتاتے گئے، مجھے یوں محسوس ہوا کہ آپ ہر موضوع پر بہت بڑے عالم، صاحب علم و فضل، فقیہ اور زاہد اصحاب یقین اور مجتہد ہیں اور آپ تمام امور پر کامل عبور رکھتے ہیں۔

جعفر بن محمد علی حمیری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے باپ نے اپنے دادا سے سنا تھا کہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کی کتابیں انہی سے پڑھا کرتا تھا۔ میں کوشش کیا کرتا تھا کہ ان کی تحریروں میں کسی دوسرے کی تحریر کی ملاوٹ نہ ہونے پائے۔ امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتابوں کو ہی سامنے رکھتے تھے مگر بعض مقامات پر اپنی تحقیقات، تعلیقات و حواشی لکھ دیا کرتے تھے۔ میں ایسی کتابیں پڑھتا تو ان حواشی اور تعلیقات کو نظر انداز کر دیتا، ایک دن غلطی سے میں نے آپ کی کتاب میں کسی دوسرے کا قول بھی نقل کر لیا، آپ نے دیکھتے ہی فرمایا یہ تم نے کس کا قول نقل کر لیا یہ تو میرا نہیں، میں نے تسلیم کیا واقعی مجھ سے غلطی ہوئی ہے آئندہ محتاط

رہوں گا۔ آئندہ مجھے بھی امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کے حواشی ملتے تو میں ان پر سرخ نشان لگا دیا کرتا تھا کہ ملاوٹ میرے مطالعہ میں نہ آئے۔

ابن در اوردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسجد نبوی میں نماز عشاء کے بعد دیکھا وہ علمی گفتگو کر رہے تھے ایک امام بات کرتا تو دوسرا نہایت ادب اور خاموشی سے بات سنتا، دوسرا کرتا تو اس پر اعتراض یا انکار نہ ہوتا، یہ سلسلہ صبح کی نماز کی اذان تک جاری رہا اور میں بھی اس مجلس میں ساری رات خاموش بیٹھا سنتا رہا۔

سعید بن ابی عروبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب میں کوفہ میں آیا تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، ایک مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا حضرت عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے یوں فرمایا ہے، میں حیران تھا کہ سارے کوفہ میں کسی نے عثمان رحمۃ اللہ علیہ نہیں کہا سب لوگ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، مجھے معلوم ہوا کہ آپ حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر نہیں کر رہے تھے بلکہ عثمان البتی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر تھا۔ لوگ اسی عثمان کو معتزلہ کے طبقہ میں شمار کرتے تھے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ ان کے مذہب سے واقف تھے اس لیے انہیں رحمۃ اللہ علیہ کہہ کر لوگوں کی غلط فہمی کو دور کر دیا۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کرتے وقت رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے تاکہ شیعہ لوگ آپ کی روایت سن کر بدک نہ جائیں اور احادیث سے محروم نہ رہیں (واللہ اعلم بالصواب)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا شیخین کے متعلق عقیدہ

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک بار مدینہ منورہ میں حاضر تھا۔ حضرت امام ابو جعفر محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا اے میرے عراقی بھائی! میرے قریب آؤ، میں آپ کے قریب ہو گیا اور عرض کی حضور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق کیا خیال رکھتے ہیں، لوگ کہتے ہیں کہ آپ ان سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں؟ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے لگے معاذ اللہ مجھے رب کعبہ کی

قسم ہے یہ لوگ جھوٹے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں۔ اے ابوحنیفہ! تمہیں معلوم نہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی لخت جگر بیٹی ام کلثوم بنت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں دیا تھا، کیا تمہیں معلوم نہیں ام کلثوم کون تھیں؟ جن کی دادی خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں، حضرت خدیجہ تو تمام امت کی عورتوں کی سردار ہیں کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ام کلثوم کے نانا سید الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، اسی ام کلثوم کے بھائی حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے جو جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ اگر سیدنا عمرا ام کلثوم کے نکاح کے اہل نہ ہوتے تو یہ سارے حضرات کبھی اس بات پر راضی نہ ہوتے۔ میں نے عرض کی یہی آپ کا دین ہے، جو لوگ آپ کے خلاف باتیں بناتے ہیں وہ غلط گو اور جھوٹے ہیں۔ میں نے گزارش کی کہ آپ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ مجھے لکھ دیں تاکہ جو لوگ آپ پر بہتان باندھتے ہیں انہیں دکھا سکوں، آپ نے فرمایا وہ لوگ قلبی طور پر سیاہ ہیں، وہ میرے لکھے ہوئے کو بھی نہیں مانیں گے، میں آپ سے بالمشافہ بات کر رہا ہوں، میں نے تمہیں کہا تھا کہ میرے نزدیک نہ بیٹھو مگر تم بیٹھ گئے اور باتیں بھی کرتے رہے، جب تم میرے سامنے میری بات نہیں مانتے تو کوفے کے وہ لوگ میری تحریر کو کب مانیں گے۔ (یہ بات آپ نے مزاحاً کہی تھی تاکہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ سے تحریر کا اصرار نہ کریں۔)

بشر بن الحارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں عیسیٰ بن یونس کے ہاں بیٹھا تھا، وہاں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیا گیا، انہوں نے امام صاحب کے لیے دعا کی اور فرمایا کہ آپ ہمیشہ اللہ کی نافرمانی سے بچا کرتے تھے اور اللہ کے احکامات، شریعت پر کاربند رہا کرتے تھے۔

ایک وقت ایسا آیا کہ عبداللہ بن المبارک رضی اللہ عنہ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھوڑ دیا اور آپ سے قطع تعلق کر لیا۔ ابواسحاق (راوی) فرماتے ہیں کہ مجھے اس بات پر بڑا دکھ ہوا کیونکہ عبداللہ بن المبارک رضی اللہ عنہ کی یہ بات مجھے بڑی ناگوار لگی، میں ابراہیم بن شماس کے پاس آیا، میرا دل بھرا ہوا تھا، دماغ میں غصہ تھا، میں نے انہیں کہا مجھے یہ خبر آئی ہے کہ عبداللہ بن المبارک نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قطع تعلق کر لیا ہے۔ انہوں نے فرمایا معاذ اللہ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا، تم کیا کہہ رہے ہو، ابواسحاق کی رائے تھی کہ میری اس بات پر ابراہیم بن شماس انہیں ایک تھپڑ مار

رتا۔

یہ بات مختصر سی ہے کہ مگر اس واقعہ کے بعد یوں ہوا کہ احمد بن مردویہ سے بھی کہا گیا کہ ابراہیم بن شماس کہہ رہا ہے کہ عبداللہ بن المبارک نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھوڑ دیا ہے، آپ نے سن کر غصہ میں کہا کہ ابراہیم بن شماس کو جا کر کہہ دو کہ عبداللہ بن المبارک رضی اللہ عنہ کی تیس (۳۳) کتابیں تمہارے اس الزام کی تردید کرتی ہیں اور تمہاری اس عبارت کی تردید کرتی ہیں۔

ابو عبداللہ بن ابی حفص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں بعض حاسدوں اور طعنہ زنوں نے یہ بات بے پر اڑادی تھی کہ عبداللہ بن المبارک رضی اللہ عنہ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھوڑ دیا ہے، اس پر ایگنڈے میں حضرت عبداللہ بن المبارک رضی اللہ عنہ کے بعض شاگردوں کا بھی ہاتھ تھا، مگر حقیقت میں ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا کہ عبداللہ بن المبارک رضی اللہ عنہ نے ایک لمحے کے لیے بھی اپنے استاد امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھوڑا ہو۔

میں نے جب یہ واقعہ عبداللہ بن المبارک رضی اللہ عنہ کے ایک شاگرد حسن بن ربیع سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا یہ لوگ عبداللہ بن المبارک پر بہتان باندھتے ہیں، میں نے عبداللہ بن المبارک کے وصال سے تین دن پہلے تک انہیں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بیان کرتے سنا تھا اور امام صاحب کے مسائل بیان فرمایا کرتے تھے۔ پھر فرمایا جس نے آپ کو یہ خبر دی ہے اس کی تصدیق نہ کرنا وہ کذاب ہے۔

سلیم بن سالم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم مسعر کے حلقہ درس میں بیٹھے ہوئے تھے، ان کا حلقہ درس امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلقہ درس سے بہت قریب تھا، ہم ان سے سوال کرتے تو مسعر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسائل سے بات شروع کرتے۔ مجلس میں سے ایک شخص نے کہا مسعر ہم آپ سے اللہ اور رسول کا سوال کرتے ہیں تو آپ ان بدعتیوں کی باتیں شروع کر دیتے ہیں۔ مسعر اس شخص سے نہایت ناراض ہوئے اور فرمایا تمہاری اس بے ہودہ بات کا صرف یہی جواب ہے کہ تم میری مجلس سے اٹھ کر چلے جاؤ، تمہیں معلوم نہیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک چھوٹا سا شاگرد موسم حج میں کعبتہ اللہ میں کھڑا ہو جائے تو سارے عالم اسلام کے علماء اسے

سنتے ہی رہیں۔ اس کے بعد امام معمر نے یہ دعا پڑھی۔

اللهم آتانی القرب الیک بدعائی لابی حنیفة ☆ ”اے اللہ میں تیرا قرب حاصل کرنا چاہتا ہوں اور میں اس کے لیے امام ابوحنیفہ کا وسیلہ لایا ہوں۔“

امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا میں مجھ پر کسی کا کوئی حق نہیں سوائے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کیونکہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اتنا بھی گوارا نہ تھا کہ ان کے کسی شاگرد کے چہرے پر مکھی تک بیٹھے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی اپنے شاگردوں پر شفقت

ایک شخص امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس کا چہرہ متغیر تھا، آپ نے پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے بتایا کہ فلاں شخص کے گھر کی چھت گر گئی تو اس کی گردن ٹوٹ گئی ہے، آپ نے یہ بات سنی تو آپ کی چیخ نکل گئی۔ سارے لوگوں نے آپ کی چیخ کی آواز سنی، آپ نے اسے اپنے پاس بلایا، واقعہ کی تفصیل دریافت کی، آپ گہرا گئے، اسی وقت اٹھے اور ننگے پاؤں اس شاگرد کے گھر کی طرف دوڑے، فرمانے لگے کاش مجھے یہ قدرت ہوتی تو میں اس کی مصیبت اپنے اوپر لے لیتا، اس دن کے بعد آپ ہر روز اس کے گھر جاتے، اس کی تیمارداری فرماتے، ضروریات کا خیال رکھتے حتیٰ کہ وہ تندرست ہو گیا۔

عبداللہ بن عون رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ ابراہیم کی طرف ایک نفیس ریشمی کپڑا بھیجا اور کہلا بھیجا کہ یہ ہدیہ ہے۔ آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا، میں نے دوبارہ بھیجا اور کہا اسے چار سو درہم میں خرید لیجئے، انہوں نے کہا اگر میرے پاس چار سو درہم ہوتے تو میں شادی نہ کر لیتا۔ میں نے دریافت کیا، اے ابو عمر! کیا تمہاری بیوی نہیں ہے۔ مذاقاً آپ نے فرمایا ہے تو سہی مگر جب وہ حائضہ ہوتی ہے تو میں بھی حیض کے ایام سے گذرتا ہوں۔

ابو رجاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ لطفہ حضرت امام حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنایا، آپ نے فرمایا میں نے یزید بن کیت سے سنا ہے انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے، آپ نے فرمایا ایک بیوی والا سرور میں ہوتا ہے، دو بیویوں والا سرور میں ہوتا ہے اور

اگر کوئی شخص میری اس بات کو مذاق سمجھتا ہے تو اسے لکھ دو کہ ایک وقت آئے گا کہ اس کو اس کی صداقت پر یقین آجائے گا اور وہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات کی داد دے گا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہمارے معاشرے کی عورتیں اس حدیث کی صداقت پر گواہ ہیں، شاید ابراہیم نے ایسی ہی عورتوں کو دیکھ کر دوسری شادی کی آرزو نہیں کی تھی۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرنا ہو تو اس طرح انصاف کرو جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا تھا ورنہ اجتناب کرو۔ حضور ﷺ نے اپنی ازدواج سے جو عدل اور حسن سلوک کیا ہے اگر ایسا نہیں کر سکتے تو دوسری شادی کرنا ظلم ہے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بیان کرتے ہوئے کہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص ایک سے زائد بیوی رکھے گا اور انصاف نہیں کرے گا وہ قیامت کے دن دیکھے گا کہ اس کے جسم کا ایک حصہ پھرا ہوا ہوگا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت سے نکاح کرنے میں سلامتی ہے، دوسرے نکاح کرنے میں عدل کرنا بڑا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ سے سلامتی کی توفیق مانگنی چاہیے کہ ہر شخص کو گھر میں سکون اور عزت ملے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہاری عورتیں تمہاری مددگار ہیں۔

ان باتوں کے علاوہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورتوں سے انصاف کرنے کے متعلق بہت سی باتیں بتائیں۔ حضرت عبداللہ بن عون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باتوں سے بہت کچھ سیکھا تھا۔ آپ نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ اشعار کہے۔

بلاریب عیال ابی حنیفہ
تہجدہ وقتیاء الطریقہ
لتحمل من وظائفہ اوظیفہ

ائمة هذه الدنيا جميعا
وظائف ليله واليوم شئ
بنوا الايام ماكانت جميعا
وكفة فقہه ثقلت عيانا

وکفة فقہہ ثقلت عیاناً
وکفة فقہم جات خفیہ

ترجمہ : اس دنیا کے تمام آئمہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عیال ہیں۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات اور دن کے وقت مختلف وظائف پڑھا کرتے تھے۔ تہجد کبھی قضا نہ کرتے اور فتویٰ دینے میں کبھی غفلت نہ کرتے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہ کے سمندر سے ایک چلو تمام فقہا پر بھاری ہے اور تمام فقہا کے علوم کا پلڑا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت ہی ہلکا ہے۔ یہ اشعار میں نے (صاحب کتاب امام موفق) امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں کہے ہیں۔

مالنعمان فی الانام نظیر
ورع صادق و خلق جمیل
وتقی عاصم و صوت جہیر
ان یکن فی الوری امیر بحق
ولہ من جہاہ اہدی وزیر
فی سریر العلم اضحی و امسی
عالم العالمین شرقاً و غرباً
کل ذی امرۃ اسیر ہواہ
علم فتواہ والتہجد سرا
دوح فتیاء نوٹمار نصیر
وندی فائض و علم غزیر
وذری مخصب وصیت شہیر
فہولو تعلمون ذاک الامیر
لاتقل للامیر این الوزير
و سریر العلوم نعم السریر
جند نعمان و ہو جند خطیر
وہواہ لہ اسیر اسیر
فی لنیالیہ روضۃ والغدیر

فی جواب البسوال برق خطوف
وانا عضت الدواہی ثبیر

ترجمہ : لوگوں میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ وہ فتاویٰ کا بہت بڑا تناور اور پھل دار درخت ہیں۔ ان کی پرہیزگاری سچی ہے اور شکل و صورت میں نہایت حسین و جمیل

ہیں۔ وہ سخاوت کا بہتا ہوا دریا ہیں، وہ علم کا چشمہ ہیں، وہ متقی ہیں، صاحب عصمت ہیں، ان کی آرزوئیں بہت بلند ہیں اور ان کے علم و فضل کے کھیت ہمیشہ سرسبز و شاداب ہیں، ان کے علم کا تخت ہر صبح و شام بچھتا ہے۔ آپ علوم کے تخت پر کتنی شان سے جلوہ فرما ہوتے ہیں، مشرق و مغرب کے تمام علماء اور ائمہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لشکر ہیں۔ وہ خود خطیرہ قدرت کے لشکر میں سے ہیں، ہر عقلمند انسان خواہشات کا قیدی ہوتا ہے مگر دنیا کی تمام خواہشات امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیدی ہیں۔ وہ دن کی روشنی میں فتویٰ دیتے ہیں، رات کے اندھیروں میں عبادت کرتے ہیں، سحری کے وقت تہجد ادا کرتے ہیں، وہ چشمہ رحمت ہیں اور بلغ لطف و کرم ہیں، آپ کے پاس ہر سوال کا جواب چمکتی ہوئی تلوار کی طرح ہر وقت موجود ہوتا ہے۔



تینس واں باب

جیل میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی رات

ابو نعیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ عباسی منصور کے سامنے جیل سے باہر تشریف لائے تو اس نے حکم دیا کہ حضرت امام کو ستوں پیش کیئے جائے مگر آپ نے ستوں پینے سے انکار کر دیا، اس نے غصہ سے کہا آپ کو یہ ستوں پینے ہوں گے، مگر آپ نے پھر انکار کر دیا، اس پر حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربار سے اٹھے اور باہر جانے لگے، منصور غصے میں کانپ رہا تھا، پوچھا کہاں جا رہے ہو، آپ نے فرمایا جہاں سے آیا ہوں (یعنی جیل) کہتے ہیں آپ جیل واپس گئے تو اسی رات فوت ہو گئے۔

ابو جعفر منصور نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عمدہ قضاہ قبول کرنے پر مجبور کیا اور ساتھ ہی انعامات و اکرام کا لالچ دیا اور حکم دیا کہ آج سے تمام عالم اسلام کے قاضی آپ کے تحت ہوں گے اور اسلامی ممالک کے تمام دینی امور آپ کے حکم سے طے پائیں گے، اس پر بھی حضرت امام رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔ اب منصور نے سخت قسم کی قسم کھا کر کہا اگر آپ نہ مانیں گے تو آپ کو جیل جانا ہو گا آپ نے پھر انکار کر دیا تو اس نے حکم دیا کہ آپ کو قیدخانہ میں ڈال دیا جائے۔ اب ہر روز آپ کو پیغام پہنچاتا کہ آپ عمدہ قضاہ قبول کر لیں مگر آپ ہر بار انکار کر دیتے۔ ادھر آپ کے مخالف درباری اہلکار خلیفہ کو بھڑکاتے کہ یہ تو سخت آپ کی توہین ہے، اب منصور نے آپ کو دنیا کے مال و منال کی پیش کش کرنا شروع کی، انعام و کرام کا لالچ دیا مگر آپ نے اپنا ارادہ نہ بدلا اور حکم دیا کہ جیل کے سخت حصہ میں بھیجا جائے اور ہر روز جیل خانہ سے باہر لاکر عوام کے سامنے کوڑے لگائے جائیں چنانچہ یہ سزا دی جاتی رہی۔ ہر روز آپ کو جیل سے باہر لایا جاتا اور کوڑے مارے جاتے، اب منصور نے حکم دیا کہ آپ کے سر پر کوڑے مارے جائیں، آپ شدید درد سے ایک دن رو پڑے اور اللہ کی بارگاہ میں نہایت زاری سے دعا کی، کہتے ہیں کہ اسی رات آپ کا انتقال ہو گیا۔ آپ کا جنازہ

جیل سے اٹھایا گیا تو سارا بغداد اٹھ آیا اور لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ نماز جنازہ پڑھنے کے بعد آپ کو خیزران کے میدان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ پچاس ہزار لوگوں نے پڑھا

نعیم بن یحییٰ نے فرمایا کہ ایک بزرگ آدمی حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غیبت کیا کرتا تھا اسے کئی لوگوں نے کہا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس زمانے کی بلند پایہ امام اور فقیہ ہیں تم اس کام سے باز آ جاؤ مگر وہ پھر بھی غیبت کرتا رہتا، جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کی نماز جنازہ پر پچاس ہزار سے زیادہ آدمی آئے تو وہ حیرت زدہ ہو گیا کہ جس شخص کی میں غیبت کرتا رہا ہوں اس کا یہ مقام ہے۔ اس نے توبہ کی اور اپنے سابقہ گناہوں کی معافی مانگی۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کی وفات اگرچہ جیل میں ہوئی تھی مگر یہ زہر خورانی کا نتیجہ تھی، اب غیبت کرنے والے کا جب جنازہ اٹھا تو صرف دس آدمی وہ بھی اس کے رشتہ دار موجود تھے۔

ابن جریح رضی اللہ عنہ کو صدمہ

روح بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ۱۵۰ھ میں امام ابن جریح رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی خبر آئی، امام جریح رضی اللہ عنہ نے انا اللہ وانا الیہ راجعون کہا اور نہایت اندھو گئیں ہو کر فرمایا افسوس آج عالم اسلام سے علم اٹھ گیا، فقہ کا آفتاب غروب ہو گیا۔ ابن جریح رضی اللہ عنہ بھی چند دنوں بعد اسی سال فوت ہو گئے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب فوت ہوئے تو آپ کی عمر ستر سال تھی اور آپ ۱۵۰ھ میں فوت ہوئے تھے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا غسل

محمد بن الحسین نے فرمایا کہ جب حسن بن عمارہ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غسل دیا تو فراغت کے بعد فرمانے لگے کہ اے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ پر اللہ کی رحمت نازل ہو، آپ ہمارے فقیہ اعظم تھے۔ عبادت گزار تھے اور زہد و تقویٰ میں بے مثال تھے، فضائل خیر کے

جامع تھے۔ اے اللہ! ان کی قبر خیر و برکت سے بھر دے۔ اے امام! آپ کے جانے کے بعد ہمیں مسائل دینیہ کے حل کرنے میں بے پناہ مشکلات آئیں گی اور ہمارے علماء کرام مسائل کے جواب میں شرمسار اور پریشان رہیں گے۔ یاد رہے کہ حسن بن عمارہ رضی اللہ عنہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شیوخ اساتذہ میں سے تھے اور اہلحدیث کے فقہا اور اکابر میں شمار ہوتے تھے۔

احمد بن بدیل فرماتے ہیں کہ میرے والد نے فرمایا کہ جب ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیل میں تھے تو دربار عباسی کی طرف سے بار بار پیغامات آتے کہ آپ عمدہ قاضی القضاء قبول فرمائیں مگر آپ ہمیشہ انکار کر دیتے، جیل سے باہر لا کر آپ پر کوڑے برسائے جاتے، اس طرح آپ کو ایک سو دس کوڑے مارے گئے، اس کے باوجود آپ نے یہ عمدہ جلیلہ قبول نہ کیا۔ منصور نے ایک بار حکم دیا کہ آپ کو جیل کے دروازے پر بٹھا دیا جائے، آپ کو بٹھا دیا گیا اور منصور نے حکم دیا کہ منصب قضاء پر نہیں جاتے تو یہاں سے ہی فتویٰ جاری کر دیا کریں، جتنے فتوے آئیں یہاں سے جاری کر دیا کریں۔ آپ کے پاس حکام فتاویٰ اور فیصلے بھیجتے مگر آپ ان کا جواب لکھنے سے انکار فرماتے اور کہتے کسی کے حکم سے فتویٰ نویسی نہیں کی جائے گی۔ منصور اس پر بھی آتش زریا ہوا اور کہا جیل میں لے جا کر زیادہ سختی کی جائے، بڑی سختیاں کی جانے لگیں مگر آپ نے خلیفہ کی بات نہ مانی۔ دربار کے امراء اور علماء نے منصور کو مشورہ دیا کہ اب آپ کو رہا کر دینا چاہئے اور انہیں اپنے مکان میں مقید کر کے فتویٰ نویسی کا حکم دیا جائے، چنانچہ آپ کو گھر میں مقید کر دیا مگر اعلان ہوا کہ کوئی شخص آپ سے نہ مسائل پوچھے نہ فتویٰ صرف سرکاری کاغذات بھیجے جاتے مگر آپ ان پر فتویٰ صادر نہ فرماتے، چنانچہ اسی حالت میں آپ کا وصال ہو گیا۔ ابو نعیم فرماتے ہیں کہ آپ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۰ھ میں وصال ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر ستر سال تھی۔

ابن شقیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دو عقابوی (ٹکٹکیوں) کے درمیان لٹکا کر دس کوڑے لگائے گئے اور کہا گیا کہ قضاة قبول کر لو مگر آپ نے انکار کر دیا۔ سلیمان التیمی کے سامنے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہوا تو آپ کے بارے میں لوگوں نے ست گفتگو کی، آپ نے انہیں ڈانٹ کر کہا تم اس شخص کے کردار کو جانتے نہیں کہ ابن ہبیرہ نے آپ کو دس کوڑے مار کر قضاة کا عمدہ قبول کرنے پر مجبور کیا تھا مگر آپ نے صاف انکار کر دیا۔

سلیمان بن طرخان بصرہ کے ایک عظیم امام اور زہد و تقویٰ میں مشہور تھے۔

داؤد بن راشد الواسطی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ میں عینی شاہد ہوں کہ جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوڑے مارے جاتے تھے اور انہیں مجبور کیا جاتا تھا کہ آپ عمدہ قضاة قبول کر لیں، میرے سامنے آپ کو دس کوڑے روزانہ مارے جاتے مگر آپ انکار ہی کرتے رہے۔ جب یہ مسلسل سزا دی جانے لگی تو آپ ایک دن رو پڑے، اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں قضاة کے صلاحیت نہیں رکھتا، مگر یہ لوگ باز نہیں آتے، اب آپ کو مسلسل انکار پر جیل کے باہر لایا جاتا اور لوگوں کے سامنے کوڑے مارے جاتے۔ اس طرح ایک سو دن کوڑے مارے گئے مگر آپ نے قضاہ قبول کرنے سے ہمیشہ انکار کیا۔ یہی داؤد بن راشد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خفیہ طور پر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگا کرتے تھے اللھم اذفع عنی شرھم ”اے اللہ مجھے ان کے شر سے محفوظ رکھ“ بہر حال جب آپ نے منصب قضاة قبول کرنے سے انکار کر دیا تو اور تکالیف کے علاوہ آپ پر کھانے پینے کی اشیاء میں بھی کمی کر دی گئی اور قیدخانہ کی سختیاں بڑھا دی گئی اور حکومت عباسیہ کو آپ کے ارادہ کو تبدیل کرنے کے لیے کوئی چارہ کار نہ رہا تو آپ کو جیل میں زہر دیا جانے لگا اور اس طرح آپ کی شہادت ظاہری اور خفیہ طریقوں سے واقع ہوئی۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن منصور کے دربار میں بیٹھے تھے تو ایک درباری شخص نے آکر پوچھا کیا جب خلیفہ وقت مجھے کسی آدمی کے قتل کا حکم دے تو میں اسے قتل کر دوں اور یہ ابتلاع شرعی طور کیا حیثیت رکھتی ہے؟ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص سے پوچھا کہ کیا امیرالمومنین ناحق قتل کا حکم بھی دیا کرتے ہیں اس نے کہا نہیں ایسا کبھی نہیں ہوا، آپ نے فرمایا اگر حق پر قتل کرنے کا حکم ہوتا ہے تو ضرور بجالاؤ، اسی دوران حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ایک پانی کا پیالہ پیش کیا گیا جس میں زہر ملا ہوا تھا خلیفہ نے حکم دیا کہ آپ اسے پی لیں مگر آپ نے انکار کر دیا، بار بار حکم دیا گیا مگر آپ انکار کرتے رہے اور فرمایا میں خودکشی پر نہ اعانت کرتا ہوں، نہ حکم مانتا ہوں، آپ کو اس جبر و اکراہ کے بعد واپس بھیج دیا گیا اور جیل کے اسی کمرے میں محبوس کر دیا گیا۔ تھوڑے دنوں بعد آپ جیل میں ہی فوت ہو گئے۔ آپ کی نماز جنازہ کے لیے سارا بغداد امنڈ آیا اور لاکھوں لوگوں نے شرکت کی۔ بغداد میں ہی آپ کو دفن کر دیا گیا۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ اٹھا

ابورجاء الہروی (یعنی عبداللہ بن واقد رضی اللہ عنہ) اہل ”ہرات“ کے امام تھے، آپ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حسن بن عمارہ نے غسل دیا تھا میں بدن مبارک پر پانی ڈالتا جاتا تھا، میں نے دیکھا کہ آپ کا جسم نہایت نفیس اور نازک ہے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ عبادت و ریاضت نے آپ کے جسم کو نہایت کمزور کر دیا تھا۔ حسن بن عمارہ غسل دے چکے تو حضرت امام کی بے حد تعریف کی اور آپ کے بعض واقعات زندگی کا تذکرہ کرتے رہے۔ حسن بن عمارہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے متعلق ایسی گفتگو فرمائی کہ سننے والے لوگ دھاڑیں مار کر رو دیئے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ اٹھایا گیا تو بغداد کے لوگوں کا سمندر تھا جن میں اکثر دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ ہم سابقہ صفحات میں حسن بن عمارہ رضی اللہ عنہ کی گفتگو جو حضرت امام ابوحنیفہ کی عبادت و ریاضت پر مشتمل تھیں لکھ آئے ہیں۔

حسن بن یوسف رضی اللہ عنہ بغداد کے ایک نہایت صالح اور عبادت گزار آدمی تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازے پر اس قدر لوگ آئے کہ آپ کی نماز جنازہ چھ بار پڑھنا پڑی۔ ہر بار اتنا بڑا ہجوم ہوتا کہ دور دور تک صفیں کھڑی نظر آتیں، آخری بار نماز جنازہ آپ کے بیٹے حماد بن ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

منصور بن صبیح رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ بغداد کے بڑے بڑے بازاروں میں سے گزارا گیا اور بازاروں کے دونوں طرف مرد و زن کھڑے آپ کے جنازے کا جلوس دیکھتے رہے۔ ہر شخص کی زبان پر تھا کہ امام رضی اللہ عنہ کو صرف اس لیے شہید کیا گیا کہ آپ نے عمدہ قضاہ (چیف جسٹس) قبول نہیں فرمایا تھا۔

علی بن عینی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک شخص نے بتایا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کی مارکیٹ میں کپڑے کے بیوپاری تھے، آپ ریشمی کپڑوں کا بیوپار کرتے تھے، دن کو کاروبار کرتے، مگر ساری رات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کھڑے رہتے۔ دن کو آپ کے شاگرد حدیث و فقہ کی تعلیم حاصل کرتے تھے، اگر کوئی عام آدمی آتا تو آپ نہایت نرمی اور شائستگی سے بات کرتے تھے، کسی

پر نہ غصہ نہ کرتے، نہ جھگڑا، آپ کی گفتگو کا دلوں پر اثر ہوتا، اس کے باوجود کوفہ کے گورنر ابن ہبیرہ نے عمدہ قضاة قبول کرنے سے انکار کرنے پر سخت سزائیں دیں۔ یہ بات کرنے والا بغداد کا ایک عام شہری تھا، وہ بھی ان واقعات کو بیان کرنے کے بعد سوال کرتا ہے کہ کیا آپ لوگوں نے اسلامی تاریخ میں کبھی ایک بھی شخص کا نام سنا ہے جسے چیف جسٹس کا عمدہ دیا گیا ہو تو اس نے انکار کر دیا ہو اور انکار پر اتنا اصرار کیا کہ کوڑے تک کھائے ہوں، امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے تلامذہ شاگردوں اور عام لوگوں پر احسان فرمایا کرتے تھے، ان کی ضروریات کو یوں پورا کرتے اور فرمایا کرتے تھے کہ جنم اور مقاتل دونوں فاسق ہیں، میں ان دونوں کے نظریات سے بیزاری کا اعلان کرتا ہوں۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امت محمدیہ کے متکلم تھے۔ حلال و حرام کی تمیز رکھتے تھے، اس پر عمل کرتے تھے، جب آپ حدیث بیان فرماتے تو لوگ یہ نہیں کہا کرتے تھے کہ ابراہیم کا قول ہے بلکہ اسے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول یا فتویٰ جان کر قبول کیا کرتے تھے۔

حکم بن ہشام فرماتے ہیں کہ میں حلب گیا تو ایک شخص میرے پاس آ کر کہنے لگا مجھے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ سناؤں، میرے پاس ایک ایسا شخص بھی آیا جو بد بخت ہمیشہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقائص بیان کرتا تھا، میں نے پہلے شخص کے سامنے آپ کے اوصاف بیان کیئے اور بتایا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کو کافر نہیں کہا کرتے تھے تاوقتیکہ کہ وہ شخص خود دائرہ اسلام سے باہر نہ چلا جاتا، آپ اپنے ہر محب کی خیر خواہی چاہتے تھے۔ وہ عظیم الامانت تھے، جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کے پاس بے شمار امانتیں موجود تھیں جو لوگوں کو لوٹادی گئیں۔ آپ کی امانت داری کی وجہ سے بادشاہ وقت نے آپ کو بیت المال اور سرکاری امانت خانوں کی چابیاں سپرد کیں مگر آپ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ان امانتوں پر میرا اختیار نہیں ہے۔ آپ کو امانت کے متعلق آخرت کے عذاب کا پورا پورا علم تھا۔ میں نے یہ واقعہ ”مناقب صمیری“ سے مختصر بیان کیا ہے لیکن آخر میں اس شخص نے کہا تھا کہ جیسے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصاف بیان کیئے گئے ہیں میں نے ان سے بہتر کہیں نہیں سنے تھے۔

عمدہ قضاة کی قبولیت کے لیے خلیفہ کی کوشش

ابو جعفر منصور سلطنت عباسیہ کے حکمران تھے، اس نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ

عنه کو کوفہ سے بغداد طلب فرمایا اور عمدہ قضاة (چیف جسٹس) کی پیش کش کی مگر آپ نے پیہم اصرار کے باوجود انکار کر دیا۔ خلیفہ منصور کبھی تو آپ کو انعامات و احوال پر گفتگو کر کے آمادہ کرنے کی کوشش کرتا تھا کبھی نہایت نرمی اور انکساری سے آمادہ کرتا مگر حضرت امام اس کی ہر ادا کو ٹال جاتے۔ اب اس نے ایک تدبیر نکالی اور حکم دیا کہ آپ دربار عباسیہ کے دروازہ پر اپنا علیحدہ دفتر بنالیں اور لوگوں کے دینی مسائل کے جوابات دیتے رہیں، آپ ایک عرصہ تک دفتر میں بیٹھے رہے مگر آپ نے ایک بھی سوال کا جواب نہ دیا۔ آپ کی اس بات پر بھی خلیفہ سخت ناراض ہوا، خلیفہ نے آپ کو واپس کوفہ نہ جانے دیا اور طرح طرح کی سزائیں دے کر شہید کر دیا۔

منصور (خلیفہ عباسیہ) نے ایک نیا شہر آباد کیا اس میں اپنا دارالخلافہ بنایا اور اپنے بیٹے مہدی کے لیے مسجد رصافہ بنائی۔ اب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا گیا اور اس عظیم الشان مسجد کی امامت کے لیے کہا گیا مگر آپ نے اس امامت سے بھی انکار کر دیا، اس نے آپ کو دھمکی دی کہ اگر نہ مانو گے تو کوڑے ماروں گا، آپ نے پوچھا واقعی آپ سچ کہتے ہیں، آپ چند دنوں تک مسجد میں رہے مگر کوئی مسئلہ پوچھنے نہ آیا آخر ایک دن ایک ٹھٹھیار ایک شخص کو پکڑ لایا اس نے آکر کہا اس شخص کے ذمہ میرے دو درہم اور چار دانگ ہیں، اس نے مجھ سے برتن بنوایا تھا، اس کی مزدوری اس کے ذمہ ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا خدا کا خوف کرو اس ٹھٹھیار کی مزدوری کے پیسے دے دو۔ اس نے کہا یہ جھوٹ کہتا ہے، میرے ذمہ اس کا کوئی روپیہ پیسہ نہیں، آپ نے صفار (ٹھٹھیار) سے پوچھا تو اس نے کہا کہ یہ قسم کھالے، امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ مدعا علیہ یوں قسم کھائے کہ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ شخص قسم کھانے کو بھی تیار ہو گیا، جب حضرت امام نے دیکھا وہ تو قسم پر پوری طرح آمادہ ہے تو آپ نے اس کی گردن پر زور سے تھپڑ مارا اور ایک تھیلی گری جس میں دو درہم نکلے آپ نے یہ دو درہم ٹھٹھیار کو دے دیئے اور فرمایا یہ دو درہم تیرے ہیں جس کا تو نے مطالبہ کیا تھا، ٹھٹھیار تو دو درہم لے کر چلا گیا امام صاحب کو اس چھوٹے سے واقعہ کے بعد بخار ہو گیا آپ پھر چھ دنوں بعد فوت ہو گئے۔

عباس دھوری نے اس واقعہ پر اتنا اضافہ کیا ہے کہ ابو الفضل عباس نے فرمایا کہ ”مقابر خیزران“ میں آپ کا مزار بنایا گیا یعنی جب باب القطنین سے داخل ہوں تو دو یا تین قبریں چھوڑ کر

بائیں ہاتھ امام صاحب کی قبر بنائی گئی (یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ کا وصال ہوا تھا اب تو الحمد للہ آپ کا شاندار مزار بنایا گیا ہے، ایک بلند و بالا گنبد ہے اور ساتھ ہی ایک عالیشان مسجد اور مدرسہ قائم ہے اور زیارت گاہ عوام و خواص ہے۔ مترجم)

بہت سے تذکرہ نگار اس بات میں اختلاف کرتے ہیں کہ آیا آپ کی موت کوڑوں سے ہوئی تھی یا زہر خورانی کا نتیجہ تھی۔ عبد اللہ بن مطیع کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے بتایا کہ میں نے ایک جنازہ ابو جعفر کے محلات کے طاقتوں میں جو باب خراسان سے نزدیک تھے آتے دیکھا اسے چار آدمی اٹھا کر لے جا رہے تھے اور صرف ایک آدمی اس جنازے کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کس کا جنازہ ہے، اس کا کیا نام ہے، لوگوں نے مجھے بتایا کہ یہ ابو حنیفہ کا جنازہ ہے جسے قیدخانہ میں کوڑوں کی ضرب سے مار دیا گیا۔ ہم باب الخراسان کے باہر آئے تو ایک منادی نے سارے شہر میں اعلان کیا، لوگو ابو حنیفہ! کا جنازہ ہے آؤ جنازہ پڑھ لو۔ یہ آواز سنتے ہی سارا بغداد امنڈ آیا ہر طرف سے لوگ دوڑے دوڑے آنے لگے، ابھی جنازہ باب الخیراں تک پہنچا تھا تو لوگوں کا ایک سمندر تھا جو جنازہ کے ارد گرد جمع ہو گیا تھا، نماز جنازہ پڑھی گئی مگر لوگ مزید پہنچتے رہے حتیٰ کہ دوسری بار جنازہ پڑھایا گیا، ابھی چند لمحے گزرے تھے کہ ایک بہت بڑا ہجوم جمع ہو گیا اس طرح آپ کا تیسری بار جنازہ پڑھا گیا، دفن کرنے میں دشواری تھی جنازہ کو دور دراز لے جایا گیا، میں نے لوگوں سے پوچھا کہ آپ کو اتنی دور کیوں دفنایا جا رہا ہے تو مجھے بتایا گیا کہ خلیفہ کے محلات کے ارد گرد لوگوں کی غصب شدہ زمین ہے یہاں امام کو نہیں دفنایا جائے گا اور مقبرہ خیزراں جو وقف شدہ زمین تھی اور پاکیزہ اور طیب تھی آپ کو دفن کر دیا گیا۔

خلیفہ منصور نے قیدخانہ میں ہی آپ کو زہر دلویا تھا جس کی تفصیلات سابقہ صفحات میں گذر چکی ہیں لیکن منصور نے احساس ندامت کو کم کرنے کے لیے بیس دن گذرنے کے بعد آپ کے مزار پر آکر نماز جنازہ ادا کی تھی، جب اسے بتایا گیا کہ آپ کو ان کی وصیت کے پیش نظر مقبرہ خیزراں میں دفن کیا گیا ہے تو منصور نے کہا ابو حنیفہ اللہ تجھ پر رحم فرمائے تو نے زندگی میں بھی مجھے شکست دی اور موت کے بعد بھی مجھے شرمندہ کیا ہے۔

”مناقب صمیری“ میں یہ واقعہ لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ باب الخیزراں تک آپ کا جنازہ

پہنچا تو ایک ناواقف نے آگے بڑھ کر آپ کی نماز جنازہ پڑھائی میں نے پوچھا کہ وہ کون شخص ہے لوگوں نے بتایا بنو تمیم کا ایک آدمی ہے، امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قبیلے کے موالی تھے، پھر آپ کو مقبرہ خیزران میں دفنایا گیا۔

عمدہ قضاة کے حکم نامے جاری کر دیئے گئے

عبید بن اسماعیل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ خلیفہ عباسی منصور نے تین علمائے وقت کو بغداد میں اپنے دربار میں طلب فرمایا یہ حضرات امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری اور شریک بن عبداللہ تھے۔ تینوں کے نام عمده قضاة کا حکم نامہ پہلے سے ہی تیار تھا۔ منصور نے حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کو حکم نامہ دیتے ہوئے کہا، آپ بغداد کی قضاہ پر مقرر کیئے گئے ہیں، وہاں چلے جائیں اور فوراً کام شروع کر دیں۔ شریک رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا یہ ہے آپ کا حکم نامہ آپ کو کوفہ کا قاضی مقرر کیا گیا ہے آپ فوراً کوفہ پہنچئے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا یہ ہے آپ کا حکم نامہ آپ قاضی القضاہ کے منصب پر فائز کیئے گئے ہیں اور آپ بغداد اور اس کے تمام مضافات کے فیصلے کیا کریں گے۔ پھر منصور نے اپنے حاجب (پرائیویٹ سیکرٹری) کو بلا کر کہا آپ ان حضرات کو سرکاری سہولتوں کے ساتھ اپنے اپنے منصب تک پہنچائیں۔ شریک نے تو اپنا حکم نامہ لیا اور کوفہ کو روانہ ہو گئے۔ سفیان ثوری رضی اللہ عنہ نے عون (حاجب دربار) کو بلایا اور خلیفہ منصور کو کہا انہیں میرے ساتھ بھیجئے، یہ مجھے میرے گھر تک پہنچا آئیں، عون کو ساتھ لیا اور گھر پہنچے اور اپنے گھر کے طاقچے میں شاہی حکم نامہ پھینکا اور خود گھر چھوڑ کر بھاگ نکلے اور یمن جا پہنچے۔ وہاں آپ نے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سنانا شروع کر دیں، آپ نے یمن میں اس قدر محنت اور انہماک سے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان فرمایا کہ بعض اوقات سارا سارا دن ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر احادیث بیان فرماتے جاتے۔ ہشام بن یوسف اور عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہما نے اس زمانہ میں آپ سے روایات سنیں اور ازبر کی تھیں، اس طرح آپ نے چار ہزار احادیث سنائیں۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عباسی دربار میں کھڑے تھے، خلیفہ کا حکم نامہ اٹھایا اور بر ملا عمده قضاہ سے انکار کر دیا۔ منصور اس حکم عدولی پر سیخ پا ہو گیا اور جلاذ کو حکم دیا کہ امام ابوحنیفہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کو باہر لے جا کر سو کوڑا مارا جائے اور انہیں قیدخانہ میں بند کر دیا جائے۔ آپ ایک عرصہ جیل میں رہے، سزائیں جھیلتے رہے، کوڑے کھاتے رہے، آخر کار موت کے دروازے پر پہنچ گئے۔

یحییٰ بن نصر نے کہا کہ کوڑوں کی سزا کے باوجود امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثابت قدم رہے مگر آخری دنوں میں آپ کو زہر دے دیا گیا جس سے آپ کی موت واقع ہوگی۔

حضرت ابراہیم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جن دنوں دعویٰ خلافت کیا اور خلیفہ عباسی کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا، آپ ان دنوں بصرہ میں تھے، خلیفہ منصور عباسی کو معلوم ہوا کہ اعمش اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابراہیم بن عبداللہ کی حمایت کرتے ہیں اس کی وجہ یہ تھی کہ ابراہیم بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک خط لکھا تو آپ نے خط کھولے بغیر اسے چوما تو جاسوسوں نے خلیفہ کو اطلاع دی کہ امام ابوحنیفہ تو ابراہیم بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مل گئے ہیں۔ منصور نے فیصلہ کر لیا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ختم کر دیا جائے چنانچہ انہی دنوں آپ کو زہر دیا گیا، وفات کے بعد آپ کے چہرے پر زہر کے سبز نشانات ظاہر ہو گئے تھے، وفات کے بعد آپ کے گھر کو دیکھا گیا تو قرآن حکیم کے علاوہ کوئی چیز آپ کے گھر سے برآمد نہ ہوئی۔

عبدالعزیز بن عصام نیشاپور میں آیا جایا کرتے تھے انہوں نے فرمایا میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کی تھی آپ نے حضرت سے دریافت کیا کہ آپ نے عمدہ قضاہ سے کیوں انکار کر دیا، آپ نے بتایا کہ جب مجھے منصور نے عمدہ قضاہ کے لیے حکم دیا تو میں نے کہا میں اس منصب کی صلاحیت نہیں رکھتا، منصور کہنے لگا آپ اس لائق ہیں، آپ جھوٹ کہہ رہے ہیں، حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے ایک جھوٹا شخص چیف جسٹس کیسے مقرر کیا جاسکتا ہے۔ آپ کا جواب سن کر منصور سٹ پٹا اٹھا اور آپ کو قیدخانہ میں بھیج کر کوڑے مارنے کی سزا دی۔ منصور نے امام صاحب کو کہا آپ نے تو مجھے لاجواب کر دیا، اب سزا کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

راوی نے عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا، کیا آپ نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوڑے کھاتے دیکھا تھا؟ تو انہوں نے فرمایا ہاں، میرے سامنے آپ پر کوڑے برسائے گئے

تھے۔ میں نے آپ کو خلیفہ منصور کے سامنے مار کھاتے دیکھا تھا، میرے سوا وہاں کوئی نہیں جاسکتا تھا، میں نے دیکھا کہ آپ کو ننگے بدن کوڑے مارے گئے اور جیل سے باہر لا کر عام لوگوں کے سامنے سزا دی گئی، میں نے کوڑوں کے نشانات آپ کے بدن پر اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے اور ان سے خون رس رہا تھا۔

ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ عبدالصمد بن علی بن عبداللہ بن عباس دربار میں آئے، عبدالصمد ابو جعفر منصور کے چچا تھے، وہ جلدی سے ابو جعفر کے پاس پہنچے اور کہنے لگے منصور یہ تم نے کیا کیا تم نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوڑے نہیں مارے اپنے آپ پر ایک لاکھ تلواریں ماری ہیں، یہ تو اہل عراق کے بہت بڑے فقیہ ہیں بلکہ دنیائے اسلام کے امام ہیں۔ انہوں نے منصور پر اتنا دباؤ ڈالا کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے گھر لے آیا، نیا لباس پہنایا اور بڑے اعزاز سے آپ کو گھر بھیجا۔

عبدالرحمن روایت کرتے ہیں کہ خلیفہ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب قید کا حکم دیا تو قید کے دوران اکثر آپ کو اپنے پاس بلایا کرتا تھا اور آپ کو کہتا آپ عمدہ قضاہ قبول کر لیں آپ کو رہا کر دیا جائے مگر آپ نہ مانتے تھے، پھر آپ کو انعام و اکرام کی لالچ دی مگر آپ انکار کرتے گئے، جب انتہا ہو گئی تو خلیفہ نے کہا کہ اب آپ کو ہر روز قید خانہ سے باہر لے کر جا کوڑے مارے جایا کریں گے، کئی دنوں تک مسلسل کوڑے لگائے گئے، آپ کئی بار اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے حتیٰ کہ آپ کا آخری وقت آگیا۔ آپ کا جنازہ اٹھایا گیا تو سارا بغداد اٹھا آیا اور لوگ دھاڑیں مار کر روتے تھے، آپ کی کئی بار نماز جنازہ پڑھی گئی اور آپ کو خیزراں کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ ۱۵ شوال ۱۵۰ھ کو فوت ہوئے تھے، ہم سابقہ صفحات پر بعض روایات کی روشنی میں لکھ آئے ہیں کہ آپ کا وصال رجب ۱۵۰ھ کو ہوا تھا، اکثر روایات میں آپ کا وصال رجب ۱۵۰ھ میں ہی ملتا ہے۔ یہ روایت اہلحدیث کے امام ابو بکر خطیب بغدادی نے بھی لکھی ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات رجب ۱۵۱ھ میں ہوئی تھی مگر ہمارے نزدیک یہ روایت صحیح نہیں اور اس کی کہیں دوسرے ذرائع سے سند نہیں ملی۔

محمود بن عمر الزمخشری نے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ کی وفات رجب یا شعبان ۱۵۰ھ میں بغداد

کے شہر میں واقع ہوئی تھی، اس وقت آپ کی عمر ۷۰ سال تھی۔ بعض تذکرہ نگاروں نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے اسباب لکھتے ہوئے لکھا ہے کہ منصور کے دربار کا ایک بہت بڑا امیر حسن بن قحطبہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور عرض کی آپ میرے کردار سے بخوبی واقف ہیں کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے، آپ نے فرمایا کیوں نہیں، اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی چیز کی کمی نہیں مگر ایک شرط ہے کہ جس چیز سے توبہ کرو آئندہ کے لیے کچھ بھی ہو جائے اس پر قائم رہو، اس نے کہا حضور میں نے حکومت وقت کے حکم پر کئی بے گناہوں کو قتل کیا ہے، میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ آئندہ اس گناہ میں ملوث نہ ہوں گا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر تم نے یہ عہد نبھایا تو اللہ تعالیٰ تیری توبہ قبول کرے گا۔

حسن بن قحطبہ یہ معاہدہ یا عہد کر کے چلا گیا، انہی دنوں حضرت ابراہیم بن عبداللہ (اہلسنت میں سے تھے) نے علم بغاوت بلند کیا اور عباسی حکومت کے خلاف آواز اٹھائی، خلیفہ منصور نے حسن بن قحطبہ کو حکم دیا کہ جاؤ اور ابراہیم بن عبداللہ کا سر قلم کر کے میرے پاس لاؤ۔ اب حسن بن قحطبہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ ابو جعفر منصور خلیفہ عباسی نے مجھے سخت حکم دیا ہے کہ میں ابراہیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو قتل کروں، امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اب تمہارے عہد اور توبہ کی آزمائش کا وقت آگیا ہے اگر تم اپنے عہد پر قائم رہے تو توبہ قبول ورنہ تم اسی سابقہ گناہ پر قائم رہو گے۔

یہ سن کر حسن بن قحطبہ نے فیصلہ کر لیا کہ وہ ابراہیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو قتل نہیں کرے گا اور اس کے لیے دربار کی طرف سے ہر سزا قبول کر لے گا، اس نے وصیت کر دی میں خود قتل ہونا پسند کروں گا مگر کسی بے گناہ کو قتل نہیں کروں گا، چنانچہ حسن بن قحطبہ نے منصور کے سامنے اپنا استعفیٰ پیش کر دیا اور انہیں بتایا کہ چونکہ میں نے توبہ کر لی ہے اس لیے میرا استعفیٰ قبول فرمائیے میں ابراہیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے خلاف تلوار نہیں اٹھا سکتا، میں اپنی سابقہ خدمات سے بھی توبہ کرتا ہوں، اس بات پر جعفر غصے میں بھڑک اٹھا اس پر اس کے بھائی حمید نے آگے بڑھ کر خلیفہ جعفر کو کہا۔ امیر المومنین میں دیکھ رہا ہوں کہ حسن کئی دنوں سے بدلے بدلے ہیں اس لیے انہیں کچھ نہ کہیں میں ابراہیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو قتل کروں گا اور آپ دیکھیں گے کہ میں اس مہم میں کامیاب رہوں گا

چنانچہ خلیفہ کے حکم سے حمید لشکر لے کر چلے گئے، دوسری طرف جعفر نے حسن بن قحطبہ کی نگرانی کے لیے اپنے ایک خاص جاسوس کو مقرر کیا اور حکم دیا کہ دیکھو یہ شخص میرے کن کن مخالفین کے پاس آتا جاتا ہے، کن کن علماء کی باتوں کو سنتا ہے اور کون کون اس کے پاس آتے ہیں۔

حسن بن قحطبہ قید خانہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا جایا کرتا تھا، خلیفہ ابو جعفر منصور نے جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زہر خوارنی کا حکم دیا تو اس نے یہ بھی حکم دیا کہ حسن بن قحطبہ کو بھی زہر دے دیا جائے تاکہ اس واردات کا کوئی گواہ زندہ نہ رہے، حسن اتفاقاً حسن بن قحطبہ کو اس زہر خورانی کا بروقت علم ہو گیا اس نے علاج کرایا تو اس کی جان بچ گئی۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ موت کے دروازے پر

ابو حسان زیادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قید خانے میں جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو موت سامنے نظر آتی دکھائی دی تو آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ میں گر پڑے ابھی انہوں نے سجدہ سے سر نہیں اٹھایا تھا کہ روح پرواز کر گئی ”اناللہ وانا الیہ راجعون“ یہ بات نہایت مستند اور جوہر کی طرح خالص ہے اور اس کی صحت سے کسی کو انکار نہیں ہے اس کے راوی حنفی نہیں شافعی ہیں اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کے مذہب میں بڑے متعصب بزرگ ہیں، ان کے ہاں یہ ایسی حدیث ہے جو حنفیوں کی کتابوں میں بھی نہیں ملتی۔ یہ ان حق پسند شوافع کی دیانت کی دلیل ہے، اللہ تعالیٰ ایسے سچے لوگوں پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا سن وفات

خلیفہ بن خیاط صاحب الطبقات المعروف بشبابہ نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنو تمیم بن ثعلبہ کے موالی میں سے تھے۔ آپ ۱۵۰ھ میں فوت ہوئے تھے۔ محمد بن سعد کاتب الواقدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ۱۵۰ھ میں ہوا تھا اور آپ بنو تمیم بن ثعلبہ بن وائل کے موالی میں سے تھے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حماد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے والد ستر سال کی عمر میں فوت ہوئے تھے۔ ابو نعیم کی

روایت میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی تھی۔ ابو نعیم اور دوسرے علماء تاریخ نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جب وصال ہوا تو آپ کی عمر ستر سال تھی، آپ کی زینہ اولاد میں سے صرف حماد بن ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ ان کے علاوہ آپ کا کوئی بیٹا نہیں تھا۔

ابو نعیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ بغداد میں فوت ہوئے اور خیزران میں سپرد خاک کیئے گئے۔ آپ کی نماز جنازہ حسن بن عمارہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی تھی۔ بشر بن ولید نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات جیل میں ہوئی تھی۔ ابو جعفر منصور خلیفہ عباسی آپ کو خلافت عباسیہ کا چیف جسٹس مقرر کرنا چاہتا تھا مگر آپ نے انکار کر دیا، اس نے آپ کی تقرری کی قسم کھالی مگر آپ نہ مانے، آپ نے فرمایا کہ خلیفہ کے لیئے قسم کا کفارہ ادا کرنا آسان ہے، خلیفہ نے آپ کے انکار کو توہین خلافت تصور کرتے ہوئے جیل میں بھیج دیا۔ آپ وہاں فوت ہو گئے، ہم اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل قصیدہ پیش کرتے ہیں۔

وطھیرھا النعمان نحو جنانہ
بالا صغیرین لسانہ و جنانہ
ولسانہ رطب بحسن بیانہ
ومتی سلو الفقه عن نعمانہ
فی طرفہ ان یخل عن انسانہ
عجبا لبحر لف فی اکفانہ
سبکتہ شعلۃ فکرہ فی خانہ
طل الثقاۃ فناک من بستانہ
فہوالذی کتبوہ فی دیوانہ

عزالشریعة اذمضی کشافہا
عمرالتقی والشرع اکثر عصرہ
فجنانہ معنی الشریعة ماہد
فالفقہ یشکوینمہ وضیاعہ
لانفقدا الانسان طرفۃ عینہ
عجابا لقبر فیہ بحر زاخر
ان راح فقہ خالص فہوالذی
اوفاح ورد تہجد قد زانہ
اوطار منشورالعلوم الی الوری

و بطعمه فاعرفه من لبنانه
فتوسموها من طراز بنانه
عندالسوال فذاجمان عمانه
بالبحث يسقى فهو من سعدانه
فى كل مصر وهى فضل خوانه
فمحاه بالآيات من فرقانه
وقد استراح الخلق فى ايوانه
ليعيش مامونا على سلطانه
سخط الاله وذا الى رضوانه

اوراق تفاح القياس بنشره
او عجبت صلة سماحة حاتم
اوسرنا فقر جمان فائق
اواذ رايتم روض فقه ناضرا
نصبت موائد طعمهن فوائد
قد جاء اهل زمانه بزبورهم
قد شد ايوان القياس بكده
قدسه المنصور سما مزعفا
مضيا الى لحد يهما هذا الى

حسانه انا مرتج فى مدحه
حسنى شفاعته الى حسانه

ترجمہ : آج شرعی امور کے حل کرنے میں مشکلات پیش آرہی ہیں کیونکہ ان کے حل کرنے والا دنیا سے رخصت ہو گیا ہے۔ آج اس کا کوئی مددگار نہیں رہا یعنی حضرت نعمان (ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جو داخل جنت ہو گئے ہیں ان کی ساری عمر تقویٰ میں گذری اور شریعت کی پاسداری کرتے رہے۔ زبان اور قلب کے لحاظ سے آپ نے عوام الناس میں زندگی بسر کی۔ آپ کا دل شریعت کی گہرائیوں سے مالا مال تھا۔ آپ کی زبان شریعت کے بیان میں رطب اللسان رہتی تھی۔ آج فقہ یتیم ہو گیا، وہ اپنی یتیمی پر قائم رہا ہے۔ حضرت نعمان کے بغیر کون اسے تسلی دے سکتا ہے۔ ہم اپنی آنکھ کی پتلی کو آنکھ سے جدا نہیں کر سکتے۔ اسی طرح امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دنیائے علم سے جدا ہوئے تو علم کی روشنیاں ماند پڑ گئیں۔ اس قبر پر تعجب آتا ہے جس پر علم و فضل کا اتنا بڑا سمندر محو خواب ہے۔ اس سمندر پر تعجب آتا ہے جو ایک کفن میں لپیٹا ہوا ہے۔ اگر فقہ کا بلغ خوشبو سے مہکا تو صرف امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہ سے مہکے گا۔ تہجد کا ورد مہکا تو آپ کے

نوافل سے اسے زینت بخشی آج لاکھوں فقیہ آپ کے باغ سے سیراب ہو رہے ہیں۔ آج دنیا میں علوم کے دفتر لوگوں تک پہنچ رہے ہیں۔ تو یہ دفتر وہی ہیں جنہیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرتب کیا تھا۔ قیاس کا سبب آپ کی ذہانت اور خطابت سے بارونق ہوا۔ آپ نے اس نفیس پھل کو چکھا پھر اسے دنیا میں پھیلا دیا۔ تم حاتم طائی کی سخاوت پر تعجب کرتے ہو، وہ تو حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انگلیوں کے پوروں کا صدقہ ہے۔ کیا یہ چمک دار موتی تمام خزانوں کو جگمگا رہے ہیں جب کہیں اچھائی کا سوال اٹھتا ہے تو حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمان کے خزانے کا موتی بن کر نمایاں ہوتے ہیں۔ دنیا میں فقہ کا باغ اگر پر رونق ہے تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چشمہ علم و فضل سے سیراب ہو کر ہوا ہے۔ آپ کے دسترخوان پر طرح طرح کی لذیذاتیں سچی ہوئی ہیں۔ سارا جہاں آپ کا پس خوردہ کھا رہا ہے سارا زمانہ اپنے علم و فضل کی کتابیں لایا مگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہ کے فرمان کی آیات نے انہیں منسوخ کر کے رکھ دیا۔ آپ نے قیاس کا ایک مضبوط محل تیار کیا جہاں سے تمام مخلوق نے اپنا ایمان مضبوط کیا۔ آپ کو منصور نے زہر دیا، منصور کا خیال تھا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے گا اور اس کی سلطنت کو زوال نہیں آئے گا دونوں اپنی اپنی قبروں میں اتر گئے۔ منصور اللہ کے غضب میں ہے اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رضوان الہی کے باغوں میں آرام فرما رہے ہیں۔ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا احسان مند ہوں، ان کی مدح لکھ رہا ہوں، اللہ اس کے احسان کو بہتر شفاعت عنایت فرمائے۔ آمین



امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی مدح میں کہے گئے چند اشعار

کنا من الذین قبل الیوم فی سعة
قوم اذا اجتمعوا صاحبوا کانهم
قاموا من السوق اذ قلت مکاسبهم
اما الغریب فامسوا لاعطاء لهم
حتی بلینا باصحاب المقابیس
ثعالب صیحت بین النواویس
فاستعملوا الرای عندالفقرو البوس
وفی الموالی علامات المغالیس

ترجمہ : آج سے پہلے ہمارے سامنے دین کی وسعتیں تھیں، ہم اصحاب قیاس کو ملے ہیں۔ آج لوگ جمع ہو کر رو رہے ہیں۔ وہ بے بس ہیں، ان کے کاروبار ٹھپ ہو گئے ہیں، وہ فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرنے لگے ہیں، آج لوگ ایسے مسافر بن گئے ہیں جن کے پاس کوئی سامان نہیں، کوئی زاد نہیں، ایک موالی میں ہی قیاس کی دولت تھی۔

یہ اشعار حمیری نے کہے تھے، آپ نے فرمایا جب ان اشعار کو زندگی میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے تلامذہ نے سنا تو انہیں شاق گذرے، یہ مایوس کن صورت حال بیان کی گئی تھی، مگر س کے بعد حمیری نے یہ اشعار کہے۔

اتیناهم بمقیاس صلیب
اذ اسمع الفقیہ بهاوعاها
یاآثار اتہ عن سواة
مصیب من طراز ابی حنیفہ
واثبتها بحبر فی صحیفہ
من الماضین مسندة غریفہ

فاوضح للخلائق مشکلات نوازل کن قد ترکت وقیفہ

ترجمہ : آج لوگ ہمیں طعن و تشنیع سے مغموم کر رہے ہیں، ہمارے عجیب و غریب فتاویٰ ان کے سامنے آرہے ہیں، ہم ان کے سامنے ایک مضبوط قیاس اور میزان لے آئے ہیں جو بنی برصواب ہے۔ ہم امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریق کار کو لے سند پیش کرتے ہیں۔ جب آپ کی فقہ سنائی جاتی ہے تو لوگ اسے یاد کر لیتے ہیں بلکہ اسے اہل علم و دانش صحیفہ دل پر نقش کر لیتے ہیں۔ آپ نے وہ آثار جمع کیئے جسے اسلاف نے مرتب کیا تھا اور بہترین سند کے ساتھ بیان کیا تھا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دین کے مشکل مسائل کو لوگوں کے لیئے آسان کر دیا تھا۔ ایسے مسائل جنہیں امام نے موقوف کر کے چھوڑ دیا تھا آج تک حل نہیں ہو سکے۔

یہ اشعار جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچے تو آپ کو بڑی خوشی ہوئی۔ ساور وراق کہتے ہیں کہ ہمیں ایک دن کوفہ سے دعوت ولیمہ آئی، یہ سخت گرمی کا موسم تھا، بے پناہ گرمی پڑ رہی تھی، مجلس میں پہنچے تو ہجوم کی وجہ سے کوئی جگہ نہ ملتی تھی جہاں بیٹھ سکیں، امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں ایک صدر کی حیثیت سے جلوہ فرماتے، مجھے دیکھتے ہی فرمانے لگے ساور آپ ادھر آجائیں اور میرے پاس بیٹھیں، یہ بڑی وسیع جگہ ہے، یہاں ٹھنڈک ہے، میں آپ کے پاس جا بیٹھا تو مجھے محسوس ہوا کہ میرے اشعار میرے کام آگئے ہیں۔

سفیان کہتے ہیں کہ جب ہم اٹھ کر چلے گئے تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساور کو روک لیا، بعد میں ساور نے مجھے بتایا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرے کہے گئے اشعار پر بڑی مسرت کا اظہار کیا اور تین سو درہم انعام عطا کیا۔ میں حضرت امام کی اس محبت اور شفقت کو زندگی بھر نہیں بھولا، ایک اور روایت میں ہے کہ ساور آپ کے اخلاق سے اس قدر گرویدہ ہوا کہ ساری زندگی آپ کی خدمت میں گزار دی۔

عبداللہ بن المبارک

حضرت عبداللہ بن المبارک رضی اللہ عنہ نے ایک مجلس میں فرمایا اگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نہ ہوتے تو ہم دوسرے لوگوں کی طرح شریعت کے مسائل سے ناواقف ہی رہتے۔ پھر آپ نے اشعار پڑھے۔

فہمت مقالکم فاجبت عنہ
لان ابا حنیفہ کان برا
روی آثارہ فاجاب فیہا
ولم یک بالعراق لہ نظیر
جوابا فی مدیح ابی حنیفہ
نقیبا عابدًا لا مثل جیفہ
کطیران الصقور من المنبفہ
ولا بالمشرقین ولا بکوفہ

ترجمہ : اے دوست میں نے تیری گفتگو سنی، یہ گفتگو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح میں تھی، میں اس کے جواب میں یہ اشعار کہہ رہا ہوں، امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے محسن تھے، صاف ستھرے تھے، عابد تھے اور بے مثال تھے، آپ نے آثار نبوی کی روایات سے مسائل حل کیے، آپ کی مسائل اس پرندے کی سی ہے جو اپنے گھونسلہ کو ہر طرح مضبوط بنا لیتا ہے، عراق میں ان جیسا کوئی عالم دین نہیں ہے، مشرقین ان کی مثال نہیں لاسکتے، کوفہ میں ان کے مقابلہ کا کوئی اہل علم نہیں ہے۔

حارثی کہتے ہیں کہ مجھے بعض حضرات نے بتایا کہ یہ اشعار بھی عبداللہ ابن المبارک رضی اللہ عنہ نے ہی کہے تھے۔

لقد زان الباد ومن علیہا
بآثار وفقہ فی حدیث
فما ان بالعراق لہ نظیر
امام المسلمین ابوحنیفہ
کآیات الزبور علی الصحیفہ
ولا بالمشرقین ولا بکوفہ

ترجمہ : آج دنیائے اسلام کے شہروں اور ان میں بسنے والوں کو امام المسلمین حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم نے زینت بخشی ہے، آثار احادیث اور قرآنی آیات کو صحیح صحیح پیش کیا اور فقہ سے ہمارے دماغ روشن کر دیئے۔ ان کی مثال سارے عراق میں نہیں ملتی ان کی نظیر مشرقین میں نہیں ملتی، ان کی مثال سارے کوفہ میں نہیں ملتی۔

کیا قرآن مخلوق ہے؟

ابو مقاتل حفص بن سلم رضی اللہ عنہ سے ایک سوال کیا گیا (آپ اہل سمرقند کے امام تھے) یعقوب بلخی کے والد گرامی کہتے ہیں کہ میں اس مجلس میں موجود تھا۔ یہ سوال تھا کہ کیا کلام اللہ غیر مخلوق ہے؟ امام حفص رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو ایسا کہتا ہے وہ کافر ہے، آپ کو آپ کے بیٹے نے کہا آپ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نظریہ پیش کریں وہ کیا فرماتے تھے، انہوں نے فرمایا ہاں مجھے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا کہ اگر اس مسئلہ کو صحیح پیش نہ کر سکو تو وعدہ کرو اسے بیان نہیں کرو گے، میں اچھی طرح یاد رکھتا ہوں کہ آپ نے ایسا ہی کہا تھا۔ آپ اپنے زمانہ میں فقہ، علم، ورع کے امام تھے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بات کی ضمانت تھے کہ ان سے اہل بدعت اور اہلسنت کی پہچان ہو۔

نوٹ : آج ہمارے زمانہ میں امام اہلسنت احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اہل بدعت کے مقابلہ میں اہلسنت کی پہچان ہیں۔ مترجم

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم پر کوڑے برسائے گئے یہ بیان کرتے ہوئے امام حفص رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار پڑھے۔

بآبۃ من الفتیا طریقہ
مبین من طراز ابی حنیفہ
وکتان یحاک ولا قطیفہ
و تلحظ عنده الجحجج الضعیفہ
بعید الغور فرضتہ نظیفہ
غزار العلم مشیخہ حصیفہ

اذا ما للناس یوما قایسونا
اتیناہم بمقیاس عنید
طرازلیس من غنم وقطن
تدل له المقائس حین تبنی
لان اباحنیفہ کان بحرأ
روی الآثار عن نبل ثقات

فماس مقائسا اعیت قضاة
ولم یقس الامور علی هواه
فاوضح للخلائق مشکلات
بآثار اته عن سراة
فمن یحکم حکومته یوفق
بمنظرة وتبصرة لطیفه
ولکن قاسها بتقی وخیفه
نوازل کن قدرکت وقیفه
من الماضین مسنلة عریفه
لقصد غیر جائرة محبفه

وقول الناقضین علیه فیها
کھبط قطابا جنحة نشیفه

ترجمہ : جب لوگوں نے دینی مسائل پر فتویٰ دینے پر مجبور کیا تو ہم نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات کو بطور مقیاس اور میزان پیش کیا۔ آپ نے فقہ کا جو کپڑا تیار تھا وہ نہ تو بکریوں کے بالوں سے بنایا گیا تھا نہ روئی سے تیار ہوا تھا، نہ ریشم کے تاروں سے بنایا گیا تھا اور نہ ہی اون سے۔ ان کی فقہ کے سامنے تمام قیاس سرنگوں ہو گئے اور عجز کا اعتراف کرنے لگے، ان کی کمزور دلیلیں بے کار ہو کر رہ گئیں۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو ایک سمندر تھے جو انتہائی گہرا اور صاف ستھرا تھا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فقہ روایات بیان کی تھیں۔ آپ نے آثار صحابہ کو پیش کیا تھا، دنیا بھر کے علماء کرام نے آپ کی بزرگی کو تسلیم کیا تھا۔ آپ گہری نگاہ اور لطیف شرعی بصیرت سے اہل علم و فضل کو حیران کر دیا کرتے تھے۔ آپ نے اپنی نفسانی خواہشات پر قیاس نہیں کیا۔ ہاں آپ کا قیاس تقویٰ اور اللہ کے خوف پر تھا۔ آپ خلق خدا کی مشکلات دور فرمایا کرتے تھے۔ ایسے ایسے حوادث آسان فرما دیتے جن کا کوئی حل نظر نہیں آتا تھا۔ آپ کے پاس سابقہ حضرات کے جو آثار پہنچے آپ نے انہیں نہایت مستند طور پر پیش کیا۔ آج جو حکومتیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلوں کی روشنی میں چلیں گی وہ کامیاب رہیں گی۔ ایسی حکومتوں کو کوئی ڈر اور خطرہ نہیں ہوگا۔ آپ کے مخالفین کی باتیں ایسی ہی ہیں جیسے قطا (ایک پرندہ) پر ٹوٹنے پر گر جاتا ہے۔

عبداللہ بن المبارک رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار کئی جگہ لکھے پائے گئے ۔

وجدت اباحنیفة کل یوم
وینطق بالصواب و یصطفیہ
بمقیاس یقائسہ باب
کفانا موت حماد و کانت
ورد شماتة الاعداء عنا
رایت اباحنیفة حین یؤتی

بزید نبالة و یزید خیرا
اذا ما قال اهل الجور جورا
فمن نا تعلمون له نظیرا
مصیبتہ لنا امرا کبیرا
وافشی بعدہ عملاً کثیرا
ویطلب علمہ بحرا غزیرا

اذا ما المعضلات تدا فعتها
رجال القوم کان بها بصیرا

ترجمہ : میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یوں پایا کہ ہر روز ان کی بزرگی اور برتری میں اضافہ ہوتا گیا۔ وہ ہمیشہ صواب کی بات کرتے، صواب کا انتخاب فرماتے، جب کہ ظلم والے ظلم کی باتیں کرتے تھے۔ وہ اپنی عقل سے ایسا قیاس کرتے تھے جیسے انہوں نے ایک مقیاس اور میزان رکھا ہوا ہو۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے استاد حماد رضی اللہ عنہ کی موت پر اتنا ملال کیا کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ حماد رضی اللہ عنہ کی موت ہم سب کے لیے ایک مصیبت تھی۔ آپ نے اعداء کی گالیوں کے اثرات زائل کر دیئے تھے، یہ لوگ بہت بڑھ چڑھ گئے تھے، میرے نزدیک امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بحر بیکراں تھے۔ آپ سے جو علم کے موتی حاصل کرتا یہ موتی قیمتی اور طیب ہوتے تھے۔ وہ مشکل مسائل جنہیں بڑے بڑے علماء اور ائمہ نے مشکل جان کر نظر انداز کر دیئے تھے وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہی بصیرت نے حل کر دیئے۔

علی بن الحسین بن الاسود طوسی فرماتے ہیں ۔

الفقه منا ان اردت تفقها
طاوس منا و ابن سیرین الذی
و الجود والمعروف للمنتاب
جمع التقی والعلم بالاحساب

واخوهم مکحول يعرف فقہہ
اتیناهم بمقیاس صلیب
اذا سمع الفقیہ بهاوعاها
بآثار اتہ عن سراة
وعطامنا لیس بالکذاب
مصیب من طراز ابی حنیفہ
واثبتہا بحبر فی صحیفہ
من الماضین مسنلة غریفہ

فاوضح للخلائق مشکلات
نوازل کن قد ترکت وقیفہ

ترجمہ : تم لوگ ہم سے فقہ چاہتے ہو پھر جو د و سخا بھی اور نیکی اور محنت بھی، ہمارے درمیان طاؤس اور ابن سیرین رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر علمائے دین موجود ہیں، ان کے بھائی مکحول ہیں جن کی فقاہت بہت مشہور ہے۔ پھر عطاء ہیں جن کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس بات میں کوئی جھوٹ نہیں بصرہ میں ایک جید عالم حسن بصری ہیں وہ بھی ہمارے محسن ہیں۔ تفتیش کر لیں انہوں نے ہر عالم سے بڑھ کر کتابیں لکھی ہیں مگر اس کے باوجود اگر آپ لوگ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کریں گے تو تمام گردنیں جھک جائیں گی۔ لوگوں نے ہزاروں علماء کی فقاہت پر اعمکو کیا اور یوم القضاء کو ان علماء کا جواب نہیں وہ لوگ مسئلہ قضاء پر صاحب تفسیر اور صاحب عقول تھے مگر ان تمام کے مقابلہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک درخشندہ آفتاب تھے۔

ابو سعید رازی اہل کوفہ کی ہمیشہ تحقیر کیا کرتے تھے۔ وہ اہل مدینہ کو اہل کوفہ سے بہتر جانتے تھے۔ ایک کوئی نے (جس کا لقب شرشیر تھا) نے اہل مدینہ کی مذمت میں شعر لکھے ۔

عندی مسائل لا شرشیر یحسنہا
ولیس يعرف ہذا الدین یعلمہ
لاتسألن مدینیاً فیکفرہ
ان سیل عنہا ولا اصحاب شرشیر
الا حنیفہ کوفیۃ الدور
الا عن الیم والمثنی والزیبر

ترجمہ : میرے پاس چند مسائل ہیں، نہ انہیں شرشیر اچھا سمجھتا ہے، نہ اس کے دوست اچھا سمجھتے ہیں، اس دین کو کوئی نہیں جانتا، ہاں اگر کوئی جانتا ہے تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جانتے ہیں، وہ

گوہر کے ایک گوہر نایاب ہیں، اہل مدینہ سے کوئی سوال نہ کرو، اگر کرو گے تو مجبوراً انہیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔

ابوسعید کہتے ہیں کہ جب یہ اشعار مدینہ منورہ کے علماء کے سامنے پیش کیئے گئے اور یہ بھی بتایا گیا کہ ان اشعار میں تمہاری توہین کا پہلو نکلتا ہے اس کو جواب دینا چاہیئے تو ان میں سے ایک نے یوں کہا۔

لقد عجبت لغاوستاقہ قدر
قال المدینة ارض لا یکون بها
وکل امرا ذاماحم مقبور
الا الغناوا لالبم والزیبر
لقد کذبت لعمر اللہ ان بها
قبر النبی وخیر الناس مقبور

ترجمہ : مجھے اس گمراہ شاعر کے کلام پر تعجب ہوتا ہے جسے تقدیر یہاں تک کھینچ لائی ہے۔ یہ بات ضروری نہیں کہ ہم جس بات کا ارادہ کر لیں وہ ہمارے اختیار اور قدرت میں بھی ہو۔ اس نے یہ کہا ہے کہ مدینہ پاک وہ زمین ہے جس میں کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ تو اس نے سخت جھوٹ بولا ہے۔ بخدا مدینہ پاک وہ شہر ہے جس میں نبی پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام فرما رہے ہیں یہ بات تمام فضائل پر فضیلت رکھتی ہے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مزار کا گنبد

ابوالحسن علی بن ہبہ اللہ بن عبد اللہ بن عبد السلام الکاتب بغدادی نے کہا کہ جب ابوسعید المستوفی نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر گنبد بنایا تو شہر بغداد اس کے قریب تھا۔ یہ گنبد سارے شہر میں نمایاں نظر آتا تھا۔ میں نے جب اسے پہلی بار دیکھا تو دوڑا دوڑا گیا، قصبہ میں داخل ہوا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار نوربار کی زیارت کی۔ اس وقت ہمارے ساتھ سید ابو جعفر مسعود بن الحسن عباسی بھی تھے۔ انہوں نے اسی وقت یہ اشعار کہے۔

الم تر ان العلم کان مضیعاً
فجمعه هنا المغیب فی اللحد

کذلک کانت هذه الارض ميتة فانشرها جود العميد ابي سعد

ترجمہ : کیا تم نہیں دیکھ رہے علم ضائع ہو گیا، زمانے میں علم کی خزانوں کو اس قبر میں رکھ دیا ہے۔ یہ علاقہ ویران تھا مگر آج سردار ابو سعد کی سخاوت اور نفاست نے اسے آباد کر دیا ہے۔
سارو وراق نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح میں یوں کہا ہے ۔

وما ارضى لذى ادب و دين
وكيف يحل ان يوذى فقيه
اقنا دعوا القضاة لوجه امر
فقولوا ما بدا لكم وخوضوا
بان يهدى الاذى لابي حنيفة
له فى الدين آثاراً شريفة
وضافوا بالمسائلة الغيفة
ففى ايدى صحابته القطيفة

قضاة الناس والفقهاء منهم
واهل العلم والسير العفيفة

ترجمہ : میں اس شخص سے کبھی راضی نہیں جو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر فقیہ کو ایذا پہنچائے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایسے فقیہ کو ازیت دی جائے جس کا دین آثار شریفہ پر قائم ہے۔ جب قاضیوں کو کسی مسئلہ کے حل کے لیے طلب کیا گیا تو سب کے سب خاموش رہ گئے۔ صرف امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسئلہ حل کیا مگر یہ لوگ تو صرف قضاہ کا عمدہ چاہتے تھے۔ جسے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پاؤں کے تلے روند چکے تھے۔ ان قاضیوں سے کہا گیا کہ جو کچھ تمہیں معلوم ہے بیان کرو۔ وہ سب کے سب چپ رہے آج عوام کے قاضی، فقہا اور اہل علم اچھی شہرت کے مالک ہیں مگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثال نہیں ملتی۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی فضیلت

من جنة الخلد المنيرة ناضره

قبر الامام ابي حنيفة روضة

من تحته المکرّمات النادره
سلاح نجم فی السماء الزاهره

منا ینابیع العلوم غزیرة
فعلیه من رب الانام سلامه

ترجمہ : امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار جنت الخلد کا ایک روشن اور بارونق باغ ہے۔ اس میں علوم کے چشمے اہل رہے ہیں۔ اس کے نیچے ایک نادر اور قیمتی شخصیت آرام فرما ہے۔ اس کے رب الانام کا اس پر سلام ہو اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے جب تک آسمانوں پر ستارے چمک رہے ہیں۔

شیخ الاسلام امام خراساں ابوالفائز محمد بن منصور الرضی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”النظم النبیه فی التنبیہ علی بطلان التشبه“ میں مندرجہ ذیل اشعار لکھے ہیں، یہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بہترین قصیدہ ہے، اس میں تیس اشعار ہیں، ہم صرف چند اشعار لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

فتجددت فی اظہر البرہان
منکبین مناہج الاذہان
سبق الجواد البحر یوم رھان
بالاقحوان الغض والحونان
فتصیح من طرب صباح اذان
من خاطر الحبو الرضی النعمان
تنسیک حسن شقائق النعمان
وصنائع تزری بوشی عمان
تفری فری العضب وهویمانی

درسوا علوم صحایف مدرّوسه
متمسکین بسنة و شریعة
وشاہم النعمان سیفاً ظاہرا
ما الروض فاح غدا غب سمانه
فرعت بلابلہ منارز برجد
یاغض من کتب سقاها ماطر
قد زانها بحقائق و دقائق
لابی حنیفة فی العلوم بدائع
وله اذ ادجت العویصة حجة

تلھیک عن درد بسلک جمان
 فی العلم واقتبسوا علی الازمان
 داود ذاک العالم الربانی
 حبر الشریعة ذالفنی الشیبانی
 فاقت مناط الوهم والحسبان
 مستصرین مواقع الحسبان
 یعری الی حجج تنیر متان
 قد کان یخباهم له المملوان
 یابی تدنس عرضه الابوان

ومسائل قد صاغها بدلائل
 لله در عصابة نشا وابه
 وشاهم یعقوب ثمة بعده
 وحوی فروع اصوله وفصولها
 فبنی سماء للعلوم رفیعة
 فثوی بهار صد ترامی حجة
 فاتوا بفقہ واضح مستنبط
 قاموا لابلاء العلوم وانما
 من کل حو طاهر اعرافه

من آية متلوة اوسنة
 مروية صینت عن للبهتان

ترجمہ : آپ نے ایسے صحائف سے علوم حاصل کیئے تھے جو اہل علم و فضل زندگی بھر پڑھتے آئے تھے۔ انہیں اپنے دل و دماغ میں نئی زندگی ملی، انہوں نے ہمیشہ سنت رسول اور شریعت سے ہی تمسک کیا۔ وہ تمام طریقوں پر خوب جھک پڑے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تلوار (علم) کو ظاہری طور پر سنوارا۔ میدان کارزار میں ان کا گھوڑا ہمیشہ اپنی تیز رفتاری سے سبقت لے جاتا رہا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم و فضل کا بلوغ کتنا مہکا ہوا ہے۔ اس کی خوشبو زمینوں کو معطر کرتی ہوئی آسمان کی بلندیوں تک پہنچ گئی ہے۔ اس کی نورانی شعاعوں سے جیسے زبرجد کی روشنیاں پھیلتی گئیں۔ اذان کی آواز سے یہ روشنیاں مزید دلکش ہوتی گئیں۔ وہ کتابیں جو دنیا بھر میں مقبول و محبوب ہوئیں وہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیضان سے حصہ لے کر سامنے آئی تھیں۔

محمد بن ثابت الخجندی شافعی رحمۃ اللہ علیہ مدرس نظامیہ نے یہ اشعار پڑھے تو فرمایا۔ ”کہ میرے

والد امام ثابت خجندی رحمہ اللہ نے ائمہ کرام کے قصائد لکھے ہیں جو بہت ہی طویل ہیں۔ (ہم ان اشعار کو قارئین کرام سے معذرت کے ساتھ ترک کر رہے ہیں۔ مترجم



پچیس واں باب

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کے مزار پر دعاؤں کی قبولیت

یونس بن داود کشتی رضی اللہ عنہ کے متعلق معلوم ہوا کہ آپ مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام تھے۔ وہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت رکھتے تھے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گالیاں دے رہا ہے۔ انہوں نے دعا کی اے اللہ! آج کوئی ایسا کرشمہ دکھا کہ یہ شخص زمین میں دھنس جائے۔ دیکھتے ہی دیکھتے خواب میں ہی وہ شخص زمین میں دھنس گیا۔ انہیں اس خواب سے بڑی وہشت ہوئی مگر خیال آیا کہ کیوں نہ اسے اپنے پاؤں سے روند کر مزید زمین میں دھنسا دوں، وہ شخص ان سے چمٹ گیا اور کہنے لگا ٹھہر جاؤ، ٹھہرے تو دیکھا تو اس مردے کو زمین نے باہر پھینک دیا ہے۔ اس کے ماتھے پر سیاسی کا ایک داغ تھا، اس کے بعد انہیں بادل کا ایک ٹکڑا دکھائی دیا اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جھنڈا اٹھائے ہوئے ہزاروں لوگوں کے آگے آگے تشریف لے جا رہے ہیں۔

حفص بن غیاث رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد میں نے آپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا معاملہ کیا؟ فرمایا مجھے بخش دیا گیا، میں نے پوچھا آپ کے قیاس (رائے) کا کیا بنا؟ فرمایا میرا قیاس عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا نکلا، میں نے حضرت حذیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی خوش و خرم پایا۔

امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وصال کے بعد امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خواب میں ملاقات کا شرف حاصل ہوا، دیکھا کہ آپ ایک بہت بڑے وسیع محل میں جلوہ فرما ہیں، آپ کے اردگرد آپ کے شاگردوں کا بہت بڑا حلقہ بنا ہوا ہے، آپ نے فرمایا کانغذ، قلم اور دوات لاؤ۔ میں اٹھ کر قلم دوات لے آیا، آپ نے کانغذ پر کچھ لکھنا شروع کیا، میں نے عرض کی حضور! آپ کیا لکھنا

چاہتے ہیں؟ فرمانے لگے میں اپنے ان شاگردوں کے نام لکھنا چاہتا ہوں جنہیں اللہ تعالیٰ نے جنت عطا فرمائی ہے۔ میں نے بڑھ کر عرض کی حضور میرا بھی نام لکھ دیں، آپ نے فرمایا تمہارا نام بھی لکھ لیا ہے۔

عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ جب بغداد میں آئے تو آپ نے لوگوں کو کہا مجھے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر لے چلو، ہم وہاں پہنچے تو میں نے بلند آواز سے کہا، اے استاد من! ابراہیم (نخعی) فوت ہو گئے ہیں۔ انہوں نے اپنی مسند پر اپنا جانشین بٹھایا، آپ کے استاد حماد بن سلمان فوت ہوئے تو انہوں نے اپنی مسند پر اپنا جانشین بٹھایا، مگر آپ فوت ہوئے تو مجھے بتائیے آپ نے اپنا جانشین کیوں نہیں چھوڑا؟ یہ کہہ کر عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ بہت روئے اور روتے روتے گر پڑے۔

ابومعاز فضل بن خالد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ایک عورت ہمیشہ میرے اعصاب پر چھائی رہی اور میں اس کے لیے دکھ اٹھاتا رہا، ایک رات مجھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، اپنی تکلیف کا اظہار کیا اور شکایت کی کہ وہ غالب ہے اور مجھے دکھ پہنچاتی ہے فرمایا کہ سرکہ ثقیل پینا اور اس میں پانی نہ ملانا خالی سرکہ پینا۔ ابومعاز بن فضل بن خالد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے پانی ملائے بغیر سرکہ پیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا بخش دی، آپ فرماتے ہیں کہ خواب میں مجھے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یاد آئے تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم کے متعلق آپ کا کیا ارشاد ہے؟ آپ نے فرمایا اس کے علم کے تو تمام لوگ محتاج ہوں گے۔

ابوسعید سمعانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر حیا مانع نہ ہوتا تو میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کے قریب اپنا گھر بناتا اور ساری زندگی بسر کرتا لیکن اب میں نے آپ کے ذکر خیر اور دعا پر زندگی وقف کر دی ہے۔

مقاتل بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ میں اپنے معاصرین میں تفسیر کے امام تھے۔ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، کہنے لگا اے ابوالحسن! میں نے گذشتہ رات خواب میں دیکھا ہے کہ ایک شخص سفید براق پوشاک پہنے آسمان سے اتر رہا ہے وہ بغداد کے مسیب مینارہ پر اترتا جو بغداد کی

تمام عمارتوں اور میناروں سے اونچا ہے۔ اس کے بعد سارے شہر میں اعلان ہونے لگا کہ لوگو! آؤ زیارت کرو۔ مقاتل بن سلیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم نے یہ خواب دیکھا ہے تو آج دنیائے اسلام کا سب سے بڑا عالم رخصت ہو گیا ہو گا۔ صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ گذشتہ روز امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ یہ خبر سنتے ہی مقاتل خوب روے اور کہنے لگے آج وہ رخصت ہو گیا جو امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشکلات آسان کیا کرتا تھا۔

ایسی ہی ایک دوسری روایت ہے کہ عبدالحکیم بن میسرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم امام مقاتل کے پاس بیٹھے تھے، اس وقت آپ کی مجلس میں پانچ ہزار لوگ موجود تھے، آپ نے دائیں بائیں دیکھا مجمع میں ایک شخص اٹھا اور اعلان کیا لوگو! اگر تم مجھے اچھا آدمی سمجھتے ہو تو مقاتل کے سامنے میری گواہی دو۔ سب نے کہا حضور یہ شخص ایک نیک سیرت اور پسندیدہ خصائل انسان ہے۔ جائز اشتہادہ، مقبول القول اور سچے اطوار کا مالک ہے۔ اب اس شخص نے جناب مقاتل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اب آپ میرا ایک خواب سنئے اس نے مذکورہ بالا خواب سنایا۔

ھیاج بن سہام اہل ہرات کے امام اور مقتداء تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت میں بارہ سال رہا ہوں، میں نے آپ سے بڑھ کر کوئی شخص عبوت گزار اور فقیہ نہیں دیکھا۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہے، امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بلند جگہ جھنڈا لیئے کھڑے ہیں، میں نے پوچھا حضرت آپ کیوں کھڑے ہیں؟ فرمایا میں اپنے ساتھیوں کا انتظار کر رہا ہوں تاکہ انہیں ساتھ لے کر میدان حشر میں چلوں، میرے دیکھتے ہی لاکھوں لوگ جمع ہو گئے اور آپ انہیں لے کر چل پڑے، آپ کا جھنڈا بلندیوں پر لہرا رہا تھا، ہم بھی پیچھے پیچھے ہو لیئے۔ یہ خواب میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنایا تو زار و قطار رونے لگے اور فرمانے لگے اللہ تعالیٰ ہماری عاقبت خیر کرے۔

امام ازہر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے دو شخص کھڑے تھے، میں ان دونوں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم و فضل پر اعتراض کیا کرتا تھا، میں نے غور سے دیکھا دونوں (حضرت ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما) ہیں میں نے آگے بڑھ کر ان دونوں سے پوچھا کیا

میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک بات پوچھ سکتا ہوں؟ انہوں نے فرمایا پوچھو، مگر خبردار آواز اونچی نہ ہونے پائے۔ میں آگے بڑھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا امام ابوحنیفہ کے علم کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ فرمایا انہیں تو ”علم خضر علیہ السلام“ حاصل ہے۔ میں صبح اٹھتے ہی اپنے سابقہ خیالات سے تائب ہو گیا۔

ابی طیب صحابی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے تین ستارے زمین پر آرہے ہیں، چند دنوں میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام مسعر رحمۃ اللہ علیہ اور امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ میں نے یہ خواب امام مقاتل کو سنایا تو آپ نے رو کر فرمایا واقعی یہ علماء آسمان و زمین کے ستارے تھے۔

عبدالحکیم بن میسرہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں حماد بن ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا ان کے پاس ایک حدیث محفوظ تھی جسے میں حاصل کرنا چاہتا تھا، میں نے اس حدیث کے بیان کرنے کی استدعا کی، بڑی خوشامد کی مگر آپ نے فرمایا میں نے حدیث سنائی ختم کر دی ہے۔ میں نے خواب میں اپنے والد گرامی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا اور پوچھا کہ آپ سے اللہ تعالیٰ نے کیا سلوک فرمایا تو آپ نے کہا افسوس! افسوس! جاؤ احادیث نہ سنایا کرو، احادیث کی روشنی میں قیاس اختیار کرو، یہ بات مجھے تین بار کہی گئی۔ حافظ ابو عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ (حکیم) حاکم نیشاپوری ”مستدرک“ کے مصنف ہیں۔

ازالہ وہم

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے حماد کو بعض احادیث کو ترک کرنے کا کہا تھا۔ یہ ان احادیث کے بارے میں تھا جو قرآن پاک کے فرامین سے ہٹ کر بعض لوگوں نے احادیث کے نام منسوب کر دی تھی۔ یہ احادیث موضوع تھیں، جھوٹی تھیں، امام صاحب نے اپنے بیٹے کو ایسی احادیث کی بجائے قیاس اور رائے اختیار کرنے کا حکم دیا تھا۔

مسعر بن عبد الرحمن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں کعبۃ اللہ میں رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان والی جگہ میں سو رہا تھا، میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا

تم اس جگہ سو رہے ہو جہاں سے دعا کی جائے تو اللہ سے کوئی حجاب نہیں ہے، میں یہ خواب دیکھ کر گبھراہٹ میں اٹھ بیٹھا اور جلدی جلدی دعا کرنے لگا اور عرض کی یا اللہ اہل ایمان کی خیر ہو۔ اہل اسلام کی خیر ہو۔ یہ کہتے کہتے مجھے دوبارہ نیند نے آدوچا اور بے بس ہو کر دوبارہ سو رہا۔ خواب میں مجھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی، آپ میرے قریب جلوہ فرماتے، میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا میں کوفہ میں ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علم حاصل کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا تم ان سے علم حاصل کرو، اس پر عمل کرو، وہ بہت اچھے فقیہ ہیں، میں یہ بات سنتے ہی جاگ اٹھا تو موزن فجر کی اذان دے رہا تھا، وضو کیا، نماز کی تیاری کرنے لگا، میں اس سے پہلے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہایت ہی برے الفاظ میں یاد کیا کرتا تھا مگر آج کی خواب کے بعد مجھے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ محبوب ترین نظر آنے لگے، میں نے اپنی سابقہ گستاخیوں کی معافی مانگی اور استغفار کی۔

صالح بن خلیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے خواب میں نبی پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی، دیکھا کہ آپ کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی کھڑے ہیں، اسی اثنا میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آگے بڑھ کر آپ کی بے حد تعظیم کی، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس منظر کو دیکھ کر بہت خوش ہو رہے تھے۔

یعقوب بن ابی یوسف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جس رات نوفل بن حیان فوت ہوئے تھے میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے تمام مخلوق خدا کھڑی ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی چادر رحمت اوڑھے تشریف لا رہے ہیں، آپ حوض کوثر کے کنارے کھڑے ہیں، دور دور تک صحابہ کرام اور مشائخ عظام کھڑے ہیں، ہر ایک کا چہرہ نور سے جگمگا رہا ہے، میں نے دیکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بائیں ہاتھ ایک سفید ریش بوڑھا جس کا جسم برف کی طرح سفید اور صاف ہے کھڑا ہے، وہ آگے بڑھا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا چہرہ اپنے نورانی چہرے کے قریب فرمایا، میں بھی آگے بڑھا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہوتا گیا۔ میں نوفل کو دیکھنا چاہتا تھا، وہ میرا ہمسایہ تھا میں دائیں بائیں نظر دوڑا رہا تھا، دیکھا تو نوفل حوض کے قریب کھڑا ہے، اس کے ہاتھ میں

دو برتن ہیں جو پانی سے بھرے ہوئے ہیں، اس نے جو نبی مجھے دیکھا تو آگے بڑھا، مجھے دیکھ کر مسکرایا، میں نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا، اس نے سلام کا جواب نہایت محبت اور شفقت سے دیا۔ میں نے پانی مانگا، فرمانے لگے آج تو پانی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے ہی مل سکتا ہے، میں نے دیکھا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انگلی کے اشارے سے مجھے پانی دینے کا حکم دے رہے ہیں، اس نے مجھے ایک پیالہ پانی دیا، میں نے خود پیا اور جب خوب سیر ہو گیا تو اپنے شاگردوں کو دیا، وہ بھی پیتے گئے، میں حیران رہ گیا کہ پیالہ میں سے پانی کا ایک قطرہ بھی کم نہ ہوا، وہ پانی دودھ سے زیادہ لذیذ، سفید اور برف سے زیادہ ٹھنڈا، شہد سے زیادہ میٹھا تھا۔ میں نے نوفل سے پوچھا وہ کون بزرگ ہیں جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں ہاتھ کھڑے ہیں، فرمایا یہ خلیل اللہ علیہ السلام ہیں۔ میں نے کہا وہ کون ہیں جو ان کے قریب کھڑے ہیں؟ حضرت نوفل رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ میں مختلف حضرات کے متعلق پوچھتا گیا، مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشرہ مبشرہ کی زیارت کرا دی گئی، میں ان سب بزرگوں کے نام انگلیوں پر گنتا رہا، آنکھ کھل گئی تو میں سترہ حضرات کو شمار کر چکا تھا اور میری انگلی وہاں آکر رکی جہاں سترہ پورے ہوئے۔

احمد بن ابی الحورای رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک شخص نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا، آپ ایک خوبصورت مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ یہ مسجد فضا میں معلق ہے، ہزاروں لوگ آپ کے ارد گرد جمع ہو کر آپ کو دیکھ رہے ہیں، آپ نے مسجد سے سر باہر نکال کر فرمایا لوگو! اپنے اللہ سے ڈرو، احمد بن ابی الحورای رضی اللہ عنہ نے جب یہ واقعہ ابو سلیمان رضی اللہ عنہ کو سنایا تو وہ بے حد خوش ہوئے۔

اسی طرح کی ایک اور حکایت کی روایت کی گئی ہے کہ ایک شخص نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا، آپ ایک تخت پر جلوہ فرما ہیں، آپ کے پاس ایک بہت بڑا رجسٹر رکھا ہوا ہے، اس پر آپ بعض لوگوں کے نام اور ان کے لیے انعامات لکھتے جارہے ہیں، اس شخص نے دریافت کیا حضور اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا معاملہ کیا اور یہ رجسٹر کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے عمل اور میرے مسلک کو قبولیت عطا فرمائی ہے اور مجھے بخش دیا ہے، پھر امت رسول اللہ

ﷺ کے لیے میری دعائیں اور شفاعت بھی قبول فرمائی ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کتنے علم والے کے نام لکھ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا جسے اتنا علم ہو کہ راکھ سے تیمم ناجائز ہے تو اس کا نام بھی لکھ لیتا ہوں۔

میں نے یہ اشعار آپ کی ہی شان میں کہے ہیں۔

رات الهداة مبشرات منامها	لابی حنیفة خبرها و امامها
ولقد رای النعمان روضة احمد	داعی الغواة الی ہمی اسلامها
فانتاب روضة بهجة نبوية	نهرية تحوی عظام عظامها
عبروا اکراه بان سجنی جاهداً	فی الارض روضة دینه بشمامها
للہ نفس بالشریعة برة	کشافه لجلالها و حرامها
احیت لیالیها بقلب شاغلی	للشرع حتی عاش فی ایامها
ان الائمة فاخرته وهل تری	یوما کهام البیض مثل حسامها

وحطام دنیاہم علی هاماتہم

قد باض اذلم یرن نحو حطامها

نوٹ : یہ ترجمہ مولانا محمد فیض احمد اویسی بہاولپوری مدظلہ العالی نے یکم ذوالحجہ ۱۴۱۷ھ کو حرم شریف میں مکمل کیا تھا۔

چوبیسواں باب

امام ابوحنیفہ کے منہ سے نکلے الفاظ عربوں کے محاورے بن گئے

تاج الاسلام ابوسعید السمعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے بعض عبارات میں نقائص کو دیکھا تو انہیں متروک قرار دے دیا اور ان کی جگہ ایسے الفاظ اور جملے استعمال کیے جو اہل عرب کی فصاحت کے آئینہ دار تھے۔

یوسف بن خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بارہا حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ شعر پڑھتے سنا۔

کفی حزنا ان لا حیاة ہنیتہ
ولا عمل یرضی بہ اللہ صالح

(ترجمہ) انسان کو غم کے لیے اتنا کافی ہے کہ اس کی زندگی خوشگوار نہ گذرے اور اس کا کوئی عمل ایسا نہ ہو جس سے اللہ خوش نہ ہو۔

زفر بن الہذیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس کا علم انسان کو محارم الہی سے نہیں روکتا وہ ہمیشہ خسارے میں رہے گا۔ ایسے نافرمانوں کا اللہ کے ہاں کوئی مقام نہیں ہے۔

فضیل بن دکین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر دنیا میں فقہاء اور علماء میں سے کوئی ولی اللہ نہیں تو پھر دنیا میں کوئی ولی اللہ نہیں ہے۔

یحییٰ بن زیاد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے

فرمایا اے بصرہ والو! تم ہم سے زیادہ پرہیزگار ہو، مگر ہم تم سے زیادہ فقیہ ہیں۔ اسی لیے لوگوں میں مشہور ہے کہ اہل کوفہ فقہ کی زیادہ روایات بیان کرتے ہیں۔ مگر بصرہ والے گریہ زیادہ کرتے ہیں۔ میں نے اپنے ایک قصیدہ میں اسی طرف اشارہ کیا ہے اور وہ قصیدہ میرے بچپن کے زمانہ کا ہے، اس کا ایک شعر یہ ہے۔

الفقہ کوفی النجار مہذب
والنحو بصری فتم تمامی

”فقہ کوفی انجار اور مہذب ہے، اور علم نحو بصری ہے۔“

بچپن کے زمانہ میں، میں نے خوارزم میں چند خطبات لکھے تھے جنہیں بلاد شام میں خوب رواج ملا اور بار بار پڑھا جاتا تھا۔ ابوسعید صنعائی فرماتے ہیں کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ سفیان ثوری رضی اللہ عنہ سے روایت لینا کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ ثقہ ہیں، میں ان سے روایت لیتا ہوں، میں صرف ان روایات کو ترک کرتا ہوں جس کی انہوں نے سند ابواسحاق اور حارث سے لی ہے۔ پھر وہ احادیث جو انہوں نے جعفر جعفی سے روایت کی ہیں۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جعفر جعفی کذاب ہے۔ زید ابوعمیاش بھی کذاب ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب میں فرمایا گیا ہے کہ میں نے سفیان بن عیینہ سے سنا تھا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جعفر جعفی سے ایک ایسی انوکھی بات سنی جس سے مجھے خطرہ ہوا کہ کہیں ہم پر مکان کی چھت نہ گر جائے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ شخص جعفر جعفی کا عقیدہ رکھتا تھا۔ عیسیٰ بن شاذان فرماتے ہیں کہ میں نے ڈیڑھ سو ایسی احادیث جمع کی ہیں جنہیں جعفر جعفی نے اپنے اسانید کے ساتھ بیان کیا تھا اور ان میں اکثر اضافے کر دیئے تھے اور کئی جھوٹی باتیں ملا دیں تھیں۔

ابوقطن فرماتے ہیں کہ مجھے شعبہ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف خط دے کر بھیجا تاکہ میں ان سے احادیث سن سکوں۔ میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے خط پڑھا اور آفرین و تحسین فرمائی اور فرمایا یعم خشوا المصر شعبہ ”شعبہ نے

مصر کو بھرپور فرمایا ہے ”مناقب حمیری“ میں یہ واقعہ لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ اس جملہ سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک نامعلوم شعبہ کی تعریف کی ہے یا مذمت (کیونکہ ”خشو“ کا معنی فرقہ خشویہ کے اثر و رسوخ پر بھی اشارہ کرتا ہے۔)

ابراہیم بن مکی فرماتے ہیں کہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور الحسن بن عمارہ رحمۃ اللہ علیہ قرات کے امام تھے اور فن قرات کو برابر سمجھتے تھے۔ حسن بن زیاد نے فرمایا کہ حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جن لوگوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جنگ کی وہ حق پر نہیں تھے، حق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف تھا۔ اگر اس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کا مقابلہ نہ کرتے تو لوگوں کو حق و باطل میں تمیز کرنا مشکل ہو جاتا۔

محمد بن زید بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیغام بھیجا کہ آپ اپنی جنگ میں لوگوں سے مدد مانگیں اور آپ اس حالت میں کمزور لوگوں کو جمع کر کے مضبوط کریں، اس حالت میں دوسروں سے مدد مانگنا ضروری ہے اس طرح آپ کے کمزور ساتھیوں کی امداد ہوگی۔

ابو جعفر روایت فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا تھا کہ میں چالیس سال تک ہر نماز کے بعد ۸۰ بار استغفار کرتا رہا کہ مجھ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں جو کوتاہیاں ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے۔

ابراہیم بن سويد النجفی فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا تھا (کیونکہ ابراہیم بن عبد اللہ بن الحسن نے خاندان عباسیہ کے خلاف مزاحمت کی اور علم جہاد بلند کیا تو میرے نزدیک امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کوئی مکرم نہیں تھا) کیا اس زمانہ جہاد میں آپ کے نزدیک حج کی فرضیت زیادہ ہے یا جہاد کی؟ آپ کیوں شریک جہاد نہیں ہوتے؟ آپ نے فرمایا حج کے بعد ابراہیم بن عبد اللہ بن الحسن کے ساتھ مل کر جہاد کرنا پچاس حجوں سے افضل ہے۔

حسن بن زیاد فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ بیشک حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس وقت

جنگ کی تھی جب انہوں نے آپ سے بیعت بھی کی، حلف بھی اٹھایا اور پھر خلاف ہو گئے۔ ہمارے نزدیک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر تھے۔

حضرت حسن بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تو آپ امام محمد بن عبداللہ بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لے لے کر روتے تھے، آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، آپ اہل بیت کی محبت میں سرشار تھے اور خلافت عباسیہ کو غلط سمجھتے تھے۔

حسین بن ارجی فرماتے ہیں کہ ایک عورت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئی، یہ وہ زمانہ تھا جب امام ابراہیم نے خلیفہ عباسی کے خلاف علم جہاد بلند کیا تھا۔ اس عورت نے عرض کی میرا بیٹا لشکر ابراہیم میں شامل ہو کر میدان جہاد میں جانا چاہتا ہے، مگر میں اسے روک رہی ہوں۔ آپ نے فرمایا اسے مت روکو۔ حماد بن ایمن فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شریک ہونے کی ترغیب دیتے تھے۔

جعفر الاحمر نے فرمایا کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا، آپ نے اس کا جواب دیا، میں نے کہا یہ شہر سدا آباد رہے جب تک آپ یہاں مقیم ہیں، اس پر کوئی آفت نہیں آسکتی۔ آپ نے اس کے جواب میں یہ شعر کہا۔

خلت الدار فسدت غیر سود

ومن الشفاء تفردی باسودو

(ترجمہ) ”دیار خالی ہو گیا، سرداروں کے بغیر شہر ویران ہو گئے، یہ اس شہر کی بد قسمتی ہے کہ سرداروں سے خالی ہو گیا۔“

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے استاد حماد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابراہیم رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے ہمیں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے زیادہ محبت ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس جنگ میں عدل و انصاف کا مظاہرہ کیا تھا۔ اہل اسلام ہمیشہ

باغیوں کے خلاف تلوار اٹھاتے ہیں۔ عبد اللہ بن حبیب کلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی میں یہ اشعار اکثر سنا کرتا تھا۔

عطاء ذی العرش خیر من عطایک
وسیبہ واسع یرمی و ینظر
انتم یکدر ماتعظون منکم
واللہ یعطی فلا من والکدر

(ترجمہ) ”عرش والے کی نعمتیں تمہارے انعامات سے بدرجہا زیادہ ہیں۔ اس کی عطاء بہت وسیع ہے، اس کی امید بھی ہے اور اس کا انتظار بھی، بخلاف اہل دنیا کے انعامات و اکرام کے، تم لوگ جب کچھ دیتے ہو تو دل بوجھل اور میلا کر لیتے ہو، اللہ تعالیٰ بے شمار انعامات دیتا ہے، مگر نہ اسے جتنا ہے اور نہ ناگواری کا اظہار فرماتا ہے۔“

عبد العزیز بن رواد نے ایک دن امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی کہ آپ کو خلیفۃ المسلمین (بادشاہ وقت) نے دعوت دی ہے مگر آپ نہیں گئے، اب اس نے مجھے دعوت دی ہے، جب میں اس کے ہاں جاؤں تو میں لو امر و نہی کا حق ادا کروں گا۔ آپ میری راہنمائی فرمائیں تا کہ میں ثابت قدم رہ سکوں، لیکن آپ مجھے جو کلمات سکھائیں ان میں امن و سلامتی کا پیغام ہو، گستاخی اور بغاوت کی بونہ آئے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب تم خلیفہ کے پاس جاؤ تو پہلے السلام علیکم کہو، پھر خاموشی سے کھڑے رہو کیونکہ اب بات کرنا خلیفہ کا حق ہے۔ جب وہ آپ سے کوئی سوال کرے تو اگر آپ کو اس کا جواب آتا ہو تو احسن طریقے سے بیان کرو، اگر جواب نہ آتا ہو تو کہنا اے امیر المؤمنین! آپ دنیا کو چار وجوہات سے طلب کرتے ہیں۔ شرافت اور بزرگی کے لیے مگر آپ کو اس کی ضرورت نہیں کیونکہ آپ شریف النسب خاندان سے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اعلیٰ نسل سے ہیں، عم رسول کی اولاد سے ہیں، اگر آپ مزید ملک کے طالب ہیں تو میرا خیال ہے اب آپ کو چنداں ضرورت نہیں کیونکہ آپ کی مملکت کی سرحدیں عرب و عجم تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اگر آپ مل جمع کرتے ہیں تو اب آپ کو اس کی

بھی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ آپ کے خزانے مال و زر سے بھرے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنا دیا کہ حد و شمار سے باہر ہے۔ اب صرف ایک بات رہ جاتی ہے کہ آپ اللہ سے ڈریں، اعمال صالح پر مزید کام کریں، اپنی نیکیوں کی نہریں جاری کریں، جن امور سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو روکا ہے ہر قیمت پر رک جائیں، جن کا حکم دیا ہے اس میں دیر نہ کریں، اللہ تعالیٰ آپ کو دین دنیا میں کامیاب و کامران فرمائے گا اور آخرت میں خوشحال فرمائے گا۔ محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تقریر لکھ لی۔

عبدالعزیز بن رواہ فرمایا کرتے تھے ”اصحاب الرائے“ سنت رسول کے دشمن ہیں۔ فرمایا حدوریہ (خارجی لوگ) اور اہل ہوا (بدعتی اور بد مذہب) سے اجتناب کرو۔ یسین زیات اصحاب الحدیث کے فقہا میں سے تھے، وہ فرماتے ہیں کہ اصحاب الحدیث کے نزدیک ”اصحاب الرائے“ سنت (احادیث) کے دشمن ہیں۔ ”اصحاب الرائے“ اہل ہوا (بدعتی اور بد مذہب) ہوتے ہیں۔ ہاں! امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اصحاب السنن تھے، وہ اپنے تمام فیصلے احادیث و سنت کی روشنی میں کیا کرتے تھے۔

ابن عیینہ فرماتے ہیں میں ایک دن حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس کے نزدیک سے گذرا، آپ اس وقت کوفہ کی جامع مسجد میں اپنے شاگردوں کے حلقہ میں جلوہ فرماتے تھے۔ آپ کے شاگرد مسجد میں زور زور سے بول رہے تھے، میں نے آگے بڑھ کر کہا، ابوحنیفہ! یہ مسجد ہے اس میں آپ کے شاگردوں کا شور اچھا نہیں لگتا۔ آپ نے فرمایا، انہیں چھوڑیے یہ اس وقت تک مسائل نہیں سمجھتے جب تک اونچی آواز سے انہیں بار بار تکرار نہ کر لیں۔ (یعنی مسجد میں دینی مسائل میں گفتگو کرنے کی ممانعت نہیں)

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اپنے استاد امام حماد رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں رات کے وقت حاضر ہوتے اور اپنے رفقاء کے ساتھ فقہ فہمی کے لیے اپنے استاد مکرم سے گفتگو کیا کرتے تھے۔ شفیق استاد بھی کافی رات گئے تک بیدار رہتے، استاد نے اپنے گھر میں ایک مرغ پال رکھا تھا جو رات کے اول حصے میں اذان دیتا، امام حماد رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی جو نہی مرغ اذان دیتا تو آپ تمام کام چھوڑ کر گھر چلے جاتے۔ ایک دن امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے مرغ! خدا تجھے رسوا کرے تو ہماری تعلیم (فقہ) کو منقطع کر دیتا ہے۔ اے منحوس مرغ! تو نے رات کے اول حصہ میں ہی بولنا

ہوتا ہے، ہم تیری آواز سے علم کی روشنیوں سے محروم ہو جاتے ہیں۔

ہشیم بن عدی طائی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں، امام ابوحنیفہ اور ابو بکر شبلی کوفہ میں ایک قاری کی بیمار پرسی کے لیے اس کے گھر گئے، ان کا گھر شہر سے ذرا فاصلے پر تھا۔ ہمارے ایک ساتھی نے کہا جب ہم ان کے سامنے جائیں تو ان کے سامنے صبح کا ناشتہ کریں گے، ہم ان کے پاس بیٹھے ہی تھے کہ ہمارے ایک ساتھی نے قرآن پاک کی ایک آیت پڑھی وَلَنْبَلُونَكُمْ بِشَى مِنْ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ يَهْتَئِرُ كَرْمِضٍ نَظْرًا أَوْ يُسْرِئُهَا أَوْ يَكْبِتُ رَءْسَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ اگرچہ یہ ایک لطیف گفتگو تھی مگر مریض قاری نے ان احباب کو کچھ درہم دیئے اور معذرت کرتے ہوئے کہا یہ کچھ کھالینا۔

مفضل کوفی نے کہا کہ ہم کوفہ کے ایک محلے میں نکاح کی ایک مجلس میں شریک ہوئے، ہمارے ساتھ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ شریک کے علاوہ چند اور احباب بھی تھے۔ شرکائے مجلس میں سے کسی نے بھوک کا گلہ کرتے ہوئے اہل خانہ کو پوچھا کھانے میں کیا دیر ہے، انہوں نے بتایا کہ ہم امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتظار کر رہے ہیں، آدمی بھیجا ہے بس آہی رہے ہوں گے۔ مزید وقت گذر گیا، بھوک نے پھر دستک دی، اب سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اٹھے اور فرمایا تاحل ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں آئے، اس نے کہا نہیں! سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی ناگواری کا اظہار کیا۔ اہل خانہ نے کہا آپ ہی خطبہ نکاح پڑھ دیں، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے شریک کو کہا، اس نے کہا نہیں، آپ اس کام کا زیادہ حق رکھتے ہیں۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا لو وہ آگئے، اب وہی نکاح اور خطبہ ارشاد فرمائیں گے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی بیٹھے ہی تھے کہ صاحب خانہ نے نکاح پڑھانے اور خطبہ ارشاد فرمانے کا کہا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ کی حمد و ثناء کی اور فرمایا حضرات کلام کثیر ہے مگر اس کا حکم مختصر ہے۔ کلام اس وقت تک ختم نہیں ہوتی جب تک اسے خود ختم نہ کیا جائے لیکن بہترین کلام وہ ہوتا ہے جس میں رضائے الہی ہو اور سب سے برا کلام وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو۔ یہ کہہ

کر آپ نے عقد نکاح کیا، ایجاب و قبول کے کلمات کہے۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے شریک سے کہا یہ کام یوں سرانجام دینا ابوحنیفہ کا ہی حصہ ہے۔

لوگوں نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت معاویہ اور صفین کے مقتولین کے بارے میں سوال کیا، آپ نے فرمایا میں اللہ سے ڈرتا ہوں میری زبان سے کوئی ایسی بات نہ نکل جائے جس میں اللہ کی رضا نہ ہو اور قیامت کے دن مجھے جواب دینا پڑے۔ میں ان معاملات میں شریک نہیں تھا اور مجھے ان معاملات کی جوابدہی کے لیے مکلف نہیں بنایا گیا۔ میں تو صرف ان معاملات کا جواب دے سکتا ہوں جن کا مجھے مکلف بنایا گیا ہے۔

ایک بد مذہب پر تنقید

عبدالرحمن بن اصنع فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا ہے کہ جعفر جعفی ایک کذاب اور بد مذہب آدمی ہے، اس نے اپنے آپ کو ہلاک کر لیا ہے، وہ اپنی خواہش نفسانی کا اظہار کرتا رہتا ہے، میرے نزدیک سارے کوفہ میں اس سے بڑا کوئی امیر بھی نہیں اور اس سے بڑھ کر کذاب بھی نہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے شاگردوں اور دوسرے احباب کو جعفر جعفی کے پاس جانے سے روک دیا تھا۔ آپ ایسے بد مذہب علماء کی صحبت سے بھی لوگوں کو محفوظ رکھتے تھے۔

یحییٰ بن عینیہ نے فرمایا کہ میں نے ملک غور کے سعدی سے سنا تھا کہ انہوں نے چند تحائف حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھیجے تھے، آپ نے چند دن بعد میرے تحائف سے دگنے تحائف مجھے بھیج دیئے، میں نے کہا اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ آپ یوں جواب دیں گے تو میں تحفہ نہ بھیجتا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی اس بات کا برانہ منایا اور فرمایا ایک دوسرے کی بڑھ چڑھ کر خدمت کرو، اللہ تعالیٰ محبین کو دگنا اجر دیتا ہے۔ ابتداء کرنے والے سے سبقت لے جانے والا زیادہ اجر پاتا ہے۔

حضرت ابوصلح فرماتے ہیں کہ مجھے نبی پاک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث یاد ہے کہ آپ نے فرمایا جو تمہارے لیے بھلائی کرے اس کا بدلہ دو، اگر بدلہ نہ دے سکو

تو اس کی تعریف کرو، اس کا شکریہ ادا کرو۔ میں نے کہا حضور یہ حدیث مجھے میری تمام دنیاوی دولت سے قیمتی ہے۔

عبدالعزیز بن مسلم فرمایا کرتے تھے میں نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ وہ پیدل ہی کہیں جا رہے ہیں، میں نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا اور عرض کی حضور مجھے قیس بن مسلم کی وہ حدیث سنائیں جس میں گائے کے دودھ کا بیان ہے۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ! اور کہا افسوس ہے کہ تمہیں حدیث سننے کا شوق تو ہے مگر ادب کا خیال نہیں۔ (یعنی راہ چلتے چلتے حضور ﷺ کی پاک حدیث کا پوچھنا ادب کے خلاف ہے) ان لوگوں کو یہ خیال نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی احادیث میں اپنے جلال اور جمل کے پہلو رکھے ہیں۔ اہل علم کو چاہئے کہ ادب، ورع اور وقار سے رہیں اور احادیث کے لیے ادب برقرار رکھیں۔ اب تم جاؤ کل آکر حدیث سن لینا۔ میں اس حدیث کو سننے بغیر ہی واپس آگیا۔

محمد بن ابراہیم بصری روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک دن امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مغموم اور فکر مند پایا۔ میں نے پوچھا حضرت خیر تو ہے آج آپ متفکر اور مغموم ہیں۔ آپ نے فرمایا مطلوب سامنے ہے۔ اسی طرح ایک دن میں آپ کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا امام نے جب یہ پڑھا وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ ☆ تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کانپ اٹھے آپ کا کندھا ہلنے لگا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے جس نے اقتدار اور منصب بلا وقت طلب کیا وہ زندگی میں ذلیل و خوار ہو گا۔ سہیل بن مزاحم نے فرمایا کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے سنا تھا آپ اپنے تلامذہ کو مخاطب کر کے فرما رہے تھے اگر تم علم سے بھلائی طلب نہ کرو گے تو توفیق ایزدی سے محروم ہو جاؤ گے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اور مجلس میں فرمایا کہ مجھے اس قوم پر تعجب ہے جو ظن اور گمان سے بات کرتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وساطت سے یقینی علوم عنایت فرمائے ہیں۔

سہیل بن مزاحم نے بتایا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ

میرے ہزاروں شاگردوں میں سے بااعتماد شاگرد تیس ہیں۔ ان میں سے دس تو مقتدر فقہا ہیں، بعض صلحاء ہیں جو فتویٰ دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں، دس قضاة ہیں، یہ حضرات قاضی بن کر شریعت کے مطابق فیصلہ کرنے کی اہلیت کے مالک ہیں اور یہی میرے بہترین رفقاء ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ابو یوسف سے زیادہ قابلیت کے مالک ہیں۔ پھر امام زفر بھی عمدہ قضاة کے لائق ہیں۔ سہیل بن مزاحم فرمایا کرتے تھے آج ان دونوں کے علاوہ دوسرے تمام شاگرد فوت ہو چکے ہیں۔ سہیل بن مزاحم ” مرو “ کے کبار آئمہ میں سے تھے۔ انہیں فقہ حنفی پر بڑا عبور حاصل تھا، وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس سے فیض یافتہ تھے۔ وہ سارے خراساں کے عباد اور زہاد میں شمار ہوتے تھے۔

عبدالربہ فرمایا کرتے تھے جو شخص محض دنیا کے مفاد کے لیے علم حاصل کرتا ہے وہ علم کی روحانی برکات سے محروم ہو جاتا ہے۔ جو شخص دل میں علم کی چاشنی نہیں لیتا وہ ساری عمر محروم العلم رہتا ہے، ہاں جو شخص علم دین کی اشاعت کے لیے پڑھے گا اللہ اسے دین اور دنیا کے اسباب سے مالا مال کرے گا۔

نوح بن دراج فرماتے ہیں کہ مجھے ایک دن حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھ کر فرمایا نوح میں دیکھ رہا ہوں تم ابواب الفقہاء کے لیے بڑے حریص دکھائی دیتے ہو۔ مجھے تمہارے فہم و فراست پر تعجب آتا ہے۔ مگر یاد رکھو تمہاری یہ سعی ایک دن تمہارے لیے فساد کا باعث ہوگی۔ راوی کہتا ہے کہ نوح بغداد کا قاضی مقرر ہوا آخری عمر میں آنکھوں کی بصارت سے محروم ہو گیا، نابینا ہونے کے باوجود تین سال تک عمدہ قضاة پر فائز رہا۔ لوگوں کو معلوم نہ ہوتا تھا کہ وہ معذور ہے یا نابینا ہے۔ وہ ظرافت طبعی اور حیلہ کی وجہ سے ہر موقع پر اپنی علیت کا لوہا منوا لیتا تھا۔ بخارا کا رہنے والا تھا مگر اس کی پیدائش اور تعلیم کوفہ میں ہوئی تھی، اس نے ساری عمر بخارا میں گذاری۔

ابومقاتل نے بتایا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جو شخص قاضی بنا دیا گیا وہ گہرے دریا میں غرق کر دیا گیا خواہ وہ کتنا تیراک ہو، کتنا زیرک ہو، دریا سے باہر نہیں آسکے گا۔

حسن بن بلخی اہل بلخ کے امام ہو گزرے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا تھا کہ سب سے بڑی اطاعت یہ ہے کہ اللہ پر ایمان ہو اور سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ اس سے کفر کیا جائے۔ جو اللہ کی اطاعت کرتا ہے وہ بڑی نعمت کا مالک ہوتا ہے اور بہت بڑے گناہوں سے بچ جاتا ہے۔ جس سے کفر اور ایمان کے درمیان نادانستہ طور پر غلطیاں ہوں گی اللہ اسے بخش دے گا۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم مہربن ذر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ایک شخص روتا ہوا آیا، وہ اپنے بیٹے کی موت پر زار زار رو رہا تھا، اسے کہا گیا تم تین بار اللہ وانا الیہ راجعون پڑھو، اس نے پڑھا، اٹھ کر بیٹے کی تجئز و تکفین میں مصروف ہو گیا۔ دفنانے سے پہلے وہ دوبارہ آیا، ہم تمام اٹھے اور اس کی نماز جنازہ میں شریک ہوئے، جب اسے قبر میں اتارا گیا تو اس کے باپ نے یہ دعا کی۔

اللهم هذا بنی فر متعنی به مامتعنی فی الدنیا و فتیہ اجله و رزقه ولم تظلمه
اللهم فماد عوتنی من الاجر فی مصیبتی هذا فقد دھبت جمیع ذلک له فھب لی
عذابه ولا تعنیه ☆

(ترجمہ) اے اللہ! یہ میرا بیٹا ذر ہے اسے جتنا عرصہ دنیا میں مجھے نفع پہنچانے کے لیے رکھا، اس میں جتنا رزق پورا دیا ہے اس میں کوئی کمی نہیں کی۔ اے اللہ! تو نے اجر کا وعدہ فرمایا ہے، تو آج اسے پورا کر۔ اس لیے مجھے اس خدمت کی وجہ سے اس عذاب سے بچا اور عذاب آخرت سے دور رکھ۔ اس کی یہ دعا سن کر تمام لوگ رو پڑے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آج تک ایسا کوئی زندہ آدمی نہیں دیکھا جس کی دعا اتنی جلد قبول ہوئی ہو اور میں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جو اس بچے پر نہ رویا ہو، اور جسے آخرت کے خوف سے اجر ضائع ہونے کا ڈر ہو، یہ صرف اس شخص سے ہو سکتا ہے جو زندگی میں اللہ سے ڈرتا رہا ہو۔

شفیق بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا اے ابراہیم! اللہ تعالیٰ نے آپ کو عبادت صالح ادا کرنے کا بڑا موقعہ دیا تھا کاش! آپ دینی علوم سے بھی حصہ پالیتے، کیونکہ علم ہی ”راس العبادت“ ہے اور اس علم پر ہی تمام امور کا قوام ہے۔ امام ابراہیم نے اپنی ابتدائی زندگی میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کے درس میں بیٹھ کر احادیث سنی تھیں۔ اعمش، محمد بن زیاد جیسے بزرگوں سے بھی علمی فوائد حاصل کیئے تھے۔

ابو رجاہ ہروی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو حدیث کا طالب ہے احادیث کو یاد کرتا ہے مگر فقہ نہیں سیکھتا تو وہ ایسے پنساری کی طرح ہے جو ادویات تو جمع کر لیتا ہے مگر ان کے استعمال کو نہیں جانتا، اسے کوئی کامل طبیب آکر بتاتا ہے کہ یہ دوائی اس بیماری کے لیئے مفید ہے۔ طالب الحدیث احادیث کا مطلب نہیں جانتا اور اسے فقیہ ہی آکر بتاتا ہے کہ اس حدیث سے یہ راہنمائی ملتی ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا گیا کہ فلاں مسجد میں لوگ فقہ کے مسائل پر غور و خوض کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ان کی کوئی راہنمائی کرتا ہے، کیا وہاں کوئی ماہر فقہ بھی ہوتا ہے؟ لوگوں نے بتایا نہیں، آپ نے فرمایا پھر وہ کیا سمجھیں گے۔

سہل بن مزاحم فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بات سنی تھی کہ قاضی فیصلہ کرتے وقت سنت رسول کو سامنے رکھے اسے ترک نہ کرے، اگر اسے سنت رسول سے راہنمائی نہ ملے تو دوبارہ غور کرے اور جب تک سنت رسول تک رسائی نہ ہو اس کا فیصلہ نامکمل ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے علقمہ اور اسود کا تذکرہ ہوا اور پوچھا گیا ان میں کون افضل ہے۔ آپ نے فرمایا بخدا میں جب ان کا تذکرہ سنتا ہوں تو دونوں کو دعا دیتا ہوں اور ان کے لیئے استغفار کرتا ہوں۔ یہ ان کی بزرگی کی وجہ سے ہے، میں دونوں میں سے کسے افضل کہوں، اس لیئے جو شخص علم سے گفتگو کرتا ہے اور اسے یہ گمان نہ ہو کہ اس سے اللہ سوال نہیں کرے گا اور یہ نہیں پوچھے گا کہ تم نے کتنے فتوے دیئے ہیں، کتنے فیصلے کیئے ہیں تو اس کے لیئے آسانی ہو جاتی ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کرتے تھے کہ میرے استاد امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلاف کے بہترین خلف ہیں۔ افسوس اب ان کا کوئی خلف نہیں۔ ان کی علمی عظمت کو کوئی دوسرا نہیں پہنچ سکا، بخدا ان کی مثل روئے زمین پر نہیں ملتی۔

خليفة ابو منصور (عباسی) نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا آپ ہمارے دربار میں کیوں تشریف نہیں لاتے، آپ نے فرمایا جب میں آپ کے قریب ہو جاؤں گا تو بڑے فتنہ میں پڑ جاؤں گا، جب مجھے آپ سے دوری ہوگی تو میں غمزدہ اور معذرو ہو جاؤں گا، مجھے آپ کے دربار میں کوئی کام نہیں جسے کرانے کے لیے میں امید لے کر آؤں۔ میرے پاس آپ کی کوئی چیز نہیں جس کا مجھے ڈر ہو، آپ کے پاس تو وہ لوگ آئیں گے جنہیں آپ کے سوا کوئی نہیں ملتا اور مجھے آپ کی دولت کی ضرورت ہی نہیں۔

بعض تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کلمات عیسیٰ بن موسیٰ کو کہے تھے جب وہ کوفہ کا گورنر تھا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس موقع پر یہ دو شعر پڑھے۔

کسر جزو وقعب ماء
وسحق ثوب مع اسلامہ
خیر من العیش فی نعیم
یکون من بعدھا ندامہ

(ترجمہ) روٹی کا ایک ٹکڑا اور پانی کا ایک پیالہ اور پھٹا پرانا کپڑا ہو تو انسان سلامتی میں رہتا ہے۔ عیش کی زندگی میں نعمتیں جتنی بڑھتی جائیں گی اس میں ندامت زیادہ ہوتی جائے گی۔

وکیع بن جراح کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھ رہا تھا کہ آپ نے سب سے زیادہ علمی استفادہ کس سے کیا ہے اور فقہ میں کس سے زیادہ استفادہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا ”قطع تعلقات“ سے۔ آپ نے وضاحت فرمائی، ضرورت کی چیز لینے سے ہاتھ کھینچ لیا اور سوالات کے لیے کبھی ہاتھ نہ پھیلا یا نہ بڑھایا۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص فقہ اور اس کے جاننے والوں کی قدر نہیں کرتا وہ ثقیل المحاسبہ ہے۔ وہ لوگوں سے نشست و برخاست تو کرتا ہے مگر نہ کچھ حاصل کرتا ہے نہ کسی کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ آپ نے یہ اشعار پڑھے۔

علامنا ثقال الناس فی کل بلدة
فیارب لاتغفر لکل ثقیل

(ترجمہ) ہم نے ہر شہر کے تمام لوگوں سے نشست و برخاست ختم کر ڈالی ہے۔ اے اللہ! اسے نہ بخش جو کثرت سے نشست و برخاست کا رویہ اختیار کرتا رہتا ہے۔

لوگوں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صبح کی نماز کے بعد چند مسائل پوچھے، آپ نے ان کے جوابات دیئے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ دوسرے علماء تو اس وقت گفتگو کرنے یا مسائل بتانے کو مکروہ کہتے ہیں ایسا کیوں ہے؟ آپ نے فرمایا اس سے بڑھ کر اور کیا نیکی ہو سکتی ہے کہ بلا توقف حلال و حرام کی تمیز کر دی جائے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرتے ہیں اور اس کی مخلوق کو ان کے معاصی سے بچاتے اور ڈراتے ہیں اس لیے کہ کشتول جب سامان سے خالی ہو جاتی ہے تو صاحب کشتول بھوکا رہ جاتا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے جو شخص مجھے غصہ دلاتا ہے میں اس کے لیے یہ دعا کرتا ہوں یا اللہ اسے مفتی بنا دے، یہ ایک انسان کو مصیبت میں مبتلا کرنے کی سخت دعا ہے بلکہ بددعا ہے۔ یہ ایک مشکل ترین کام میں پھنسنے کی دعا ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا یہ معمول تھا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسائل کے مقابل میں اپنی عبارات بھی لکھ لیتے تاکہ ان سے موازنہ کیا جاسکے۔ ایک دن حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان تحریروں کو دیکھا تو فرمایا کون میرے مسائل کے سامنے اپنی تحقیقات لکھتا رہتا ہے، عرض کی گئی ابو یوسف، آپ نے فرمایا اے قصہ گو! اپنے مسائل کو میرے مسائل کے سامنے لکھ کر اچھی طرح غور کر تاکہ تجھے قدر و منزلت معلوم ہو جائے۔ ابو مطیع فرماتے ہیں کہ جب ہم امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محفل سے فارغ ہو کر باہر آئے تو مجھے امام زفر نے پکار کر فرمایا اے ابو مطیع ”صناد“ کونہ بھولنا۔

اسحاق بن الحسین فرماتے ہیں کہ کپڑے کے ایک بیوپاری نے بازار میں آکر امام ابوحنیفہ کی دکان کا پتہ پوچھا اور کہا کہ یہاں ایک فقیہ کپڑے کا کاروبار کرتا ہے۔ آپ نے سن کر فرمایا فقیہ نہ کہو وہ تو ایک مفتی ہے اور وہ بھی زبردستی مفتی بن گیا ہے۔ (یہ امام اعظم کی کسر نفسی تھی) اصل اور

حقیقی مفتی بننا دور کی بات ہے۔

عیسیٰ بن زید رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اربا آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے، آپ نے عیسیٰ بن زید کو اٹھ کر اپنے پاس بٹھالیا اور فرمایا آپ کے جد امجد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بات ناگوار تھی کہ کوئی کھڑا ہو کر کسی کا ادب بجالائے۔ صرف تین مقامات پر کھڑا ہونا جائز ہے، امیر المومنین صاحب سلطنت کے لیے، صاحب علم کے لیے اور ذہن شرافت کے لیے۔ یہ سلطنت، علم اور شرافت کا احترام ہے۔

یزید بن الحکمت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ایک شخص آپ سے مناظرہ کر رہا تھا اس نے غصے میں آکر حضرت امام کو کہا ”خدا کا خوف کیجئے“ یہ سن کر حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سم گئے، آپ کا رنگ فق ہو گیا، چہرہ زرد ہو گیا اور خوف الہی سے سر جھکا لیا اور فرمایا میرے بھائی اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے اس سے بڑھ کر اللہ کا محتاج کون ہوگا جسے عجائب وقت کی نصیحت حاصل ہو جبکہ لوگوں کی زبانوں پر اس کے علم کا چرچا ہو اور وہ کس نفسی سے نگوں سار ہو کر اللہ کی رضا طلب کرے۔ حضرت امام نے فرمایا میں تو ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے سلامتی طلب کرتا ہوں اور یاد رکھو میں اس وقت تک علمی بات کرتا ہوں جب مجھے یقین ہوتا ہے کہ میں سچا ہوں۔

حضرت امام کے تقویٰ کی ایک مثل

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن فرمایا جب کوئی عورت اٹھ کر چلی جائے تو اس کی خالی جگہ پر نہ بیٹھو جب تک وہ جگہ ٹھنڈی نہ ہو جائے۔ عورت کے جوتے کا تذکرہ نہ کرو اس کے چھوٹے بڑے جوتے کا بھی ذکر نہ کرو کیونکہ اس بات سے اس کے پاؤں اور ایریوں کا تصور سامنے آئے گا اور اس کے حسن و رعنائی کی طرف خیال جائے گا۔ اس طرح انسان فسق اور غلط سوچ کی طرف مائل ہوتا جائے گا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس راستہ سے گزرتے آپ کبھی دائیں یا بائیں نہ جھانکتے، آپ کو یہ معلوم بھی نہ ہوتا کہ ان کے دائیں بائیں عورت جارہی ہے یا مرد۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے کبھی یہ جرات نہیں کی کہ اپنے آپ کو فقیہ یا مفتی کہوں یا کہلاؤں۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اگر کوئی شخص آتا اور کہتا یہ بات یوں ہے اور یہ بات یوں ہے، ادھر ادھر کی باتیں کرتا تو آپ فرماتے ادھر ادھر کی باتوں کو چھوڑو بسا اوقات اس کی بات کو کٹ کر فرماتے جن باتوں سے لوگ ناخوش ہوں ان کے بیان سے بچو خواہ وہ گفتگو کتنی ہی اچھی ہو۔ اللہ اس شخص کو معاف فرمائے جو ہمارے پاس ناگوار بات کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو ہمارے سامنے صرف دین کی بات کرتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما کی مناجات

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ مناجات کیا کرتے تھے۔

○.... اے اللہ! اگرچہ میرے اعمال تیری اطاعت کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے لیکن میری آرزوئیں تیری رحمت کے مقابلہ میں بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔

○.... اے اللہ! میں خائب اور خاسر ہو کر تیرے دروازے سے کیسے محروم جاسکتا ہوں، مجھے یقین ہے کہ تیرے جو دو کرم سے محروم نہیں رہوں گا۔

○.... اے اللہ! اگر میری رائے اس بات سے پوشیدہ ہے کہ کونسا امر میرے لیے مفید ہے تو میری اصلاح فرما لیکن میرے یقین اور ایمان سے پوشیدہ نہیں کہ کوئی امر ایسا ہو گا جو مجھے نفع پہنچائے گا۔

○.... اے اللہ! تو نے میرے نفس کو ایمان کی دولت بخشی ہے، میرے نفس کو دوزخ کی آگ میں ڈال کر ذلیل نہ کرنا۔

○.... اے اللہ! جب ہم تیرے کلام میں تیرے سخت عذاب کی باتیں پڑھتے ہیں اور پھر تجھے اسی کتاب (کلام اللہ) میں ”غفور الرحیم“ دیکھتے ہیں تو ہمیں امید ہو جاتی ہے کہ تو ہم پر رحم فرمائے گا اور عذاب سے نجات دے گا، اگرچہ ہماری کوشش ہماری آرزوئیں تیری رحمت سے بہت کم ہیں لیکن تو اپنے کرم اور اپنی رحمت کو ہم پر نازل فرما۔ بے شک تو زندگی بھر مجھ پر رحم فرماتا رہا، احسان کرتا رہا، اب میرے مرنے کے بعد بھی اپنی رحمتوں اور احسانات کے دروازے کھلے رکھ۔

○.... اے اللہ! اگر تو بخش دے تو تیرا فضل ہو گا، اگر تو عذاب کرے تو تیرا عدل ہو گا، تیرے عدل سے ہمیں خوف آتا ہے مگر تیرے فضل سے ہماری امیدیں ہری ہو جاتی ہیں، تیرے انعامات شاہد ہیں کہ تیرا فضل و کرم زیادہ ہے۔

○.... اے اللہ! میں جس رحمت کا امیدوار ہوں اگر میں اس کا اہل نہیں تو تو اپنے فضل سے میری جان پر جو دو کرم فرما کر درگزار فرما۔

○.... اے اللہ! تو نے ہمیشہ نیکی کا حکم دیا ہے۔ مامورین میں تو ہی حق رکھتا ہے اگرچہ تو نے ہمیں التجائیں کرنے کی اجازت دی ہے مگر تو التجا سے بڑھ کر ہم پر فضل کرتا ہے۔

○.... اے اللہ! تو نے دنیا میں میرے عیوب چھپائے ہیں، آخرت میں مجھے اس کی زیادہ ضرورت ہے کہ تو انہیں پوشیدہ رکھے۔ مجھے برسر میدان حشر رسوا نہ ہونے دینا۔

○.... اے اللہ! جس طلب میں میں نے اپنی زندگی گزار دی ہے اس پر مجھے رو نہ فرماتا۔

○.... اے اللہ! مجھے خالص توبہ کی توفیق عطا فرما، اس کی حلاوت مجھے چکھا بلکہ اپنی رحمت کی ٹھنڈک میرے دل میں پہنچا دے۔

○.... اے اللہ! میں دنیا میں تیرا ہی مجیب ہوں، تیرا ہی عبد ضعیف ہوں، میرا قلب حزین ہے، میری جان ناتواں ہے، میں نے ساری زندگی گریہ و دعا میں بسر کی ہے۔

○.... اے اللہ! جو کسی کے پاس حاجت ہوتی ہے وہ اس کی طلب کرتا ہے، تیری ذات سے کئی بھروسے ہوتے ہیں، مجھے تو تیری ذات کا ہی بھروسہ ہے، میں اپنی حاجتیں تیرے پاس ہی پیش کرتا ہوں اور صرف تجھ سے ہی اپنی حاجت کا طالب ہوں۔

○.... اے اللہ! میری حاجت پوری فرما تو ہی حاجتیں پوری کرنے والا ہے، مجھے اپنی رحمت سے بخش دے، دوزخ سے آزاد فرما دے، مجھے صبح و شام کے گناہوں کی آلائش سے محفوظ رکھ، میری غلطیاں معاف فرما۔

عیسیٰ بن عمرو نحوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جن دنوں میں کوفہ آیا تو لوگوں نے مجھے بتایا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دنوں اہل علم و فضل کا مرجع ہیں، میں آپ کی مجلس

میں حاضر ہوا، آپ سے ایک شخص مسئلہ پوچھ رہا تھا، آپ اس کا جواب دے رہے تھے۔ آپ نے جواب میں غلطی کی تو میرے دل میں خیال آیا کہ یہ شخص امام ابوحنیفہ نہیں ہو سکتا یہ کوئی اور ہے، آپ نے مجھے غور سے دیکھا اور محسوس کیا کہ میں ان کے جواب سے مطمئن نہیں ہوں۔ آپ نے دوبارہ اسی مسئلہ کو بیان فرمایا اور اب کچھ بہتر طریقے سے بیان کیا اور میرے خیالات کی اصلاح فرماتے ہوئے کہا آج آپ میری دعوت قبول فرمائیں، میں نے ہاں کر دی، آپ مجھے اپنے دسترخوان پر لے گئے، جب ہم کھانا کھا کر فارغ ہوئے تو میں نے دیکھا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روٹی کے دو چھوٹے ٹکڑے اٹھا رہے ہیں جو کھانا کھاتے گرے تھے، میرے دیکھتے ہی دیکھتے آپ نے یہ ٹکڑے کھا لیے، پھر ایک سوکھے درخت سے تنکا کٹ کر خلال کرتے ہوئے فرمایا اکل الوغم والی الفغم ”وہ شے جس میں بدبو نہ ہو وہ حلال ہیں“ اس کا مطلب یہ تھا کہ غم کھاؤ، فغم چھوڑ دو۔ ہمارے خیال میں راوی نے یہ الفاظ لکھتے ہوئے غلطی کی ہے اصل الفاظ یوں ہیں اکل الفغم ودع الوغم یعنی ”طعام کا بقیہ کھاو یہ“ فغم ”وہ ہے جو کھانے کے بعد دانتوں میں رہ جائے اسے کھا لو اور ”وغم“ وہ ہے جو خلال سے نکالا جائے۔ فقہا کا یہی جواب ہے کہ خلال سے نکلنے والے ٹکڑے کھانے جائز ہیں مگر ایسے ٹکڑے جو حلوں کر جائیں یا ان کا مزہ بدل جائے اسے باہر پھینک دینا چاہیے۔

حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کسی محدث سے حدیث سننا ”سمع“ کہلاتا ہے، یعنی اس کے منہ سے کہتے ہوئے سننا۔ پھر فرمایا تم نے نہیں دیکھا کہ اگر کسی سے یہ سوال کرو کہ تم نے صبح کا کھانا کھایا ہے تو وہ کہے گا ہاں! کیا اسے یوں کہنا چاہیے کہ میں نے فلاں سے سنا ہے کہ میں نے صبح کا کھانا کھایا ہے، کیا یہ بات زیادہ درست ہے یا پہلی؟

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے، وہ امام المدینہ تھے، وہ اپنے وقت کے تمام فقہا کے امام تھے، مطرف بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں سترہ سال گزارے تھے، میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے اپنی کتاب ”موطا امام مالک“ کسی کے سامنے پڑھ کر سنائی ہو۔ وہ اس بات سے انکار کرتے تھے کوئی کہتا کہ حدیث کی سمع کافی نہیں جب تک کہ محدث کے منہ سے نہ سنے، صرف لکھا ہوا پڑھنا سمع میں نہیں آتا۔ قرآن پاک کافی ہے تو حدیث بھی کافی ہے، قرآن

بذات خود حدیث ہے مگر قرآن پاک صحابہ کرام نے لکھ کر نہیں پڑھا بلکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے سماع کیا تھا، لکھے ہوئے اوراق تو بعد میں سامنے آئے تھے۔

ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے انہوں نے فرمایا کہ ابن شبرمہ نے ایک دن امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا کاش آپ ابن ہبیرہ (گورنر کوفہ) سے کوئی منصب قبول کر لیتے اور دو باتوں سے تم قید و بند سے نجات پا لیتے۔ یہ مصائب ختم ہو جاتے، کوڑے نہ کھاتے اور دوسری سزائیں نہ پاتے۔ کیا تم نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات نہیں سنی کہ دو الفاظ ایسے ہیں جن سے تمام مصائب ٹل جاتے اور کوڑے دفع ہو جاتے ہیں، جب تم سے اب سوال کیا جائے تو اس پر ہل کر دو۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن شبرمہ کی یہ نصیحت آمیز گفتگو سنی تو آپ نے فرمایا میں تو عذاب الہی سے آخرت میں نجات چاہتا ہوں، مجھے اس دنیاوی عذاب اور مصائب کی کوئی پرواہ نہیں کرنی چاہیے، جسے اپنے نفس کی عزت درکار ہوتی ہے اسے دنیا اور دنیا کی تمام چیزیں آسان ہوتی ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال ہوا کہ ایک شخص روزہ کی حالت میں طلوع فجر تک کھانا پیتا، جمع کرتا رہے اور اسے کوئی سمجھ دار انسان کہے کہ آدمی رات کو طلوع فجر ہو گئی ہے، امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا خاموش تم بڑی عقل کے مالک ہو لنگڑی عقل کی سوچ سے بات نہ بنایا کرو۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ تمام لوگ اگر عبد (غلام) ہوتے تو میں تمام کے تمام کو آزاد کر دیتا اور ان پر کوئی احسان نہ جتا۔ ایک اور مقام پر فرمایا اگر تمام گھاس کھانے والے جانور میرے قبضہ میں ہوتے تو میں انہیں صدقہ کر دیتا، ایک اور جگہ فرمایا کہ ذنوب (گناہ) دوستوں کے لیے جمع نہ کرو اور دنیا کامل و دولت مبغوض لوگوں کے لیے جمع نہ کیا کرو، یہاں دوست سے مراد اپنا نفس ہے اور مبغوض سے مراد اپنا ورثہ ہے، میں نے آپ کی شان میں چند اشعار کہے ہیں۔ (ترجمہ)

۱۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال بلاشبہ بے مثل ہوتے ہیں مگر اپنے حسن کی وجہ

سے مثل بن جاتے ہیں۔

- ۲- اقوال میں آپ فرید الرہرتھے اور افعال میں آپ وحید العصر تھے۔
- ۳- تمام آئمہ نے اپنے قیاس کے قیدی آزاد کر دیئے مگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے وہ غلاموں کی طرح نظر آتے ہیں۔
- ۴- ہاں! ہاں! انہوں نے اپنے قیاس کو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قیاس پر ڈھلا، وہ ان کی نصیحت اور علماء کے غلام ہیں۔
- ۵- تادمہ بند شہروں کے علوم کو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیئے کھول دیا گیا تھا آپ ”فاتح الاقفل“ ہیں، آپ نے علم کے دروازے کھول دیئے تھے۔
- ۶- لوگوں کے علوم کے ٹیلے پست ہیں، انہوں نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علمی پہاڑوں سے حصہ لیا تھا۔
- ۷- وہ اپنے فتاویٰ کے اظہار کی وجہ سے شیر غاب ہیں۔ آپ کے شاگرد شیر اور دوسرے آئمہ آپ کے سامنے شیر کے چھوٹے چھوٹے بچے نظر آتے ہیں۔



چسواں باب

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کی اپنے شاگردوں کو وصیتیں

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، ایک دن ہم چند افراد حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر جمع ہوئے تھے۔ باہر زوردار بارش ہو رہی تھی، ہم سارے آپ کے شاگرد ہی تھے۔ ان میں داؤد طائی، عافیت الاودی، قاسم بن معن المسعود، خفص بن غیاث الجعفی، وکیع بن الجراح، مالک بن مغول، زفر بن الہذیل کے نام قابل ذکر ہیں (رحمۃ اللہ علیہم)۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ نے ہم سب کو مخاطب کر کے فرمایا تم سب میرے دل کا سرور ہو، آنکھوں کی ٹھنڈک ہو، حزن و ملال کی جلاء ہو، میں نے تمہارے لیے فقہ کی سواری تیار کی، اسے سجالیا اور اس کی لگام تمہارے ہاتھ میں پکڑا دی، ایک وقت آنے والا ہے کہ وقت کے بڑے بڑے اہل علم تمہارے فیصلے سنا کیا کریں گے، تمہارے سامنے غلام بن کر آئیں گے، تم میں سے ہر ایک عمدہ قضاة کے لائق ہے۔ میرے لائق شاگردوں میں سے دس تو ایسے ہیں جو قاضی بنیں گے اور ملک کے قاضیوں کے سردار ہوں گے۔ آج میں تمہیں اللہ کے نام پر چند سوال کرنا چاہتا ہوں اور اس کا وسیلہ تلاش کر کے تمہیں چند نصیحتیں کرنا چاہتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے آج تمہیں علمی جلالت سے نوازا ہے۔ یاد رکھو منصب قضاة پر فائز ہو کر اپنے آپ کو حکمرانی کے تصور کی ذلت سے بچانا۔ صرف لوگوں کے مسائل حل کرنا۔ ان کا حکمران نہ بننا۔ اگر تمہیں قاضی بنا دیا جائے تو لوگوں کو انصاف مہیا کرنا۔ اگر حالات میں کوئی خرابی محسوس کرو تو فوراً منصب قضاہ سے علیحدہ ہو جانا اور تنخواہ اور دولت کی لالچ میں اس منصب سے چپے نہیں رہنا۔ ہاں! اگر ظاہر و باطن ایک ہوں تو پھر قضاة کے منصب پر قائم رہ کر اللہ کی مخلوق کی امداد کرنا۔ ایسے لوگ جو تمام امور دنیا سے علیحدہ ہو کر محض اللہ کے رضا کے لیے عمدہ قضاة قبول کرتے ہیں ان پر تنخواہ حلال ہے۔ لوگوں سے سامنے پردے نہ لگا دینا۔ ان کے لیے اپنی عدالتوں کے

دروازے کھلے رکھنا، پانچ وقت کی نماز جامع مسجد میں حاضر ہو کر ادا کرنا اور نماز کے بعد اعلان کرنا کہ جسے انصاف کی ضرورت ہو اس کے لیے عدالت کے دروازے کھلے ہیں۔ عشاء کی نماز کے بعد تین بار اعلان کرنا۔ اگر بیمار ہو جاؤ اور عدالت میں نہ جاسکو تو اتنے دنوں کی تنخواہ نہ لینا۔

یاد رکھو انصاف نہ کرنے والے قاضی کی امامت باطل ہوتی ہے۔ ایسے قاضی کا فیصلہ بھی درست نہیں ہے۔ اگر کوئی گناہ یا جرم کرے تو قاضی کا فرض ہے کہ اس کو روکے یا سزا دے۔
حسن بن بجلی المرغینائی نے آپ کی وصیتیں لکھ کر اپنا ایک نوٹ لکھا ہے کہ اگر امام (خلیفہ) اللہ تعالیٰ اور اس کے درمیان کوئی ایسا گناہ کرتا ہے جس پر سزا لازم آتی ہو اس پر حد لگائی جائے، کوئی حاکم ظلم کرے یا رعایا کے کسی فرد سے زیادتی کرے تو قاضی کا فرض ہے کہ اس کے خلاف فیصلہ سنائے۔

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کا وصیت نامہ

(یوسف بن خالد ستمی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک وصیت نامہ ترتیب دیا تھا جو برصغیر پاک و ہند میں اردو ترجمہ کے ساتھ کئی بار طبع ہو چکا ہے، ہم قارئین سے معذرت کے ساتھ اسے شریک کتاب نہیں کر رہے۔)

نوح بن ابراہیم نے فرمایا کہ میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چند احادیث کے معانی پوچھے ہیں، آپ ان کی تفسیر و تشریح بیان فرماتے۔ بعض مقالات پر ایسے دقیق نکات آتے اور ان سے جو فقہی مسائل آتے آپ ان پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالتے۔ میں نے قضاہ و حکام کے متعلق سوالات کیئے تو آپ نے فرمایا نوح کیا تم قضاہ کے منصب کا دروازہ کھٹکھٹانا چاہتے ہو۔ میں ”مو“ ”پہنچا اور تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ خلافت عباسیہ کی طرف سے مجھے قاضی بنا دیا گیا۔ ان دنوں ابھی امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندہ تھے میں نے آپ کو خط لکھا کہ مجھے مجبوراً قاضی کا منصب قبول

کرنا پڑا ہے، میں آپ سے معذرت چاہتا ہوں، آپ اس منصب سے کبیدہ خاطر ہوا کرتے تھے مگر میں نے مجبوراً اس عہدے کو قبول کیا ہے۔

حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے میرے خط کا جواب براہ راست تو نہ دیا میرے ایک دوست کو خط لکھا کہ مجھے نوح کا خط بھی ملا اور اس کے عہدہ قضاة پر تقرر کا پیغام بھی ملا، وہ ایک بہت بڑے عظیم امتحان میں پھنس گئے ہیں۔ اس کام میں تو بڑے بڑے اکابر عہدہ برآں نہیں ہو سکے۔ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ نوح کو باندھ کر دریا میں پھینک دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اس مصیبت سے نجات دے۔ میں اس کے لیے دعا مانگ رہا ہوں کہ وہ تقویٰ کا دامن تھامے رکھے کیونکہ ان تمام امور کا دارومدار تقویٰ پر ہے اور قیامت کے دن صرف تقویٰ سے ہی نجات ہوگی۔ اس سے تمام مصائب دور رہتے ہیں اور تمام امور اس سے خاتمہ بالخیر پر پہنچتے ہیں۔

قضاة کے مختلف امور کا ادراک ناممکن ہے، اسے صرف وہ فقیہ اور علماء سرانجام دے سکتے ہیں جنہیں احادیث پر پوری پوری نظر ہو۔ مسائل کے مطابق حقائق جانتے ہوں، اصول علم کو کتاب و سنت کی روشنی میں حاصل کرتے ہوں۔ اقوال صحابہ ذہن نشین ہوں۔ پھر بصیرت علمی سے ان کے نفل اور اطلاق میں مہارت رکھتے ہوں۔ جب کوئی ایسا مسئلہ سامنے آئے کہ اس کا حل عام حالات میں مشکل ہو تو کتاب و سنت و افعال آثار صحابہ و اقوال صحابہ پھر اجماع کتاب و سنت، اجماع صحابہ سے بت بن جائے تو بہتر ورنہ ان کی روشنی میں قریب تر رہ کر فیصلہ کرتے ہوں۔ ان اصولوں پر شواہد قائم کر کے فیصلہ کرنے کی صلاحیت ہو، مگر یہ اصول وہی ہوں جو قرآن و سنت یا اقوال و آثار صحابہ سے متعلق کیئے ہیں۔ اس کوشش کے بلوجود اہل بصیرت اور اہل معرفت سے مشورہ کر لینا ضروری ہے کیونکہ ”راسخون فی العلم“ سے مشورہ لینا ارباب بصیرت کا وظیرہ رہا ہے۔ ملا یدرک لہ کے اندھیرے مقالات سے گزرنے کے لیے ایسی روشنی کی ضرورت ہوتی ہے۔

قاضی کے لیے فیصلہ کرنے کا طریقہ

فقہ میں یہ اصول مقرر کیا گیا ہے کہ جب آپ کے سامنے دونوں فریق (مدعی اور مدعا علیہ) آجائیں تو کمزور اور طاقتور، اعلیٰ اور ادنیٰ دونوں کو ایک جیسی جگہ دی جائے گی، انہیں مخاطب کرنے یا

انہیں بات کرنے کا ایک جیسا موقعہ دیا جائے۔ ان سے کوئی ایسی بات نہیں کرنا چاہیے جس سے طاقتور امیر آدمی کی حوصلہ افزائی ہو، غریب اور کمزور کی دل شکنی ہو، جب دونوں عدالت میں موجود ہوں تو انہیں علیحدہ علیحدہ ایک جیسی جگہ دی جائے، ان کی بات سنتے وقت نہایت نرمی اختیار کی جانی چاہئے، انہیں بلا خوف و خطر اپنی بات کرنے کا موقعہ دیا جانا چاہیے، وہ اپنی بات کو آرام سے کھل کر لیں۔ اگر درمیان میں کوئی بات دریافت کرنا ضروری ہو یا اس کی وضاحت مطلوب ہو تو نہایت نرمی سے دونوں کو یکساں موقعہ دیں، اگر ان میں سے کوئی اپنی فضیلت یا حیثیت کا رعب ڈالے تو اسے روک دیا جائے اور اسے سمجھا دیں کہ عدالت میں مساوات اور یگانگی سے بات کی جائے گی۔ جب دونوں اپنے معاملات بیان کر چکیں تو فیصلہ کرتے وقت کسی قسم کا غضب غصہ یا گرمی کا اظہار نہیں ہونا چاہیے، فیصلہ کرتے وقت قاضی کو بھوک کی وجہ سے نکاہت نہیں ہونی چاہیے، نہ ہی اسے زیادہ کھانے کا بوجھ ہونا چاہیے، اسے حاضر دماغی اور صحت قلبی کے ساتھ فیصلہ کرنا چاہیے۔

اگر کوئی ایسا مقدمہ سامنے آئے جس میں قاضی کے رشتہ دار بھی شریک ہوں تو اس مقدمہ کا فیصلہ کرتے وقت عجلت سے کام نہیں لینا چاہیے بلکہ کئی کئی بار سوچنا چاہیے، فریقین کو موقعہ دیں کہ وہ عدالتی فیصلہ سے پہلے اگر آپس میں صلح کر سکتے ہوں تو کر لیں۔ اس سلسلہ میں اگر انہیں تاریخیں بھی دینا پڑیں تو کوئی حرج نہیں۔ اگر وہ کسی صورت صلح نہیں کرتے تو پھر عدالت کا فیصلہ آنا چاہیے، کوئی ایسا فیصلہ نہ دیا جائے جب تک دونوں طرف سے بیانات گواہ یا دستاویزات کو سامنے نہ لایا جائے۔ کسی گواہ کو تلقین نہ کی جائے، مجلس میں کوئی ایسی بات نہ کی جائے جس سے ایک فریق کی حوصلہ افزائی اور دوسرے کی تذلیل کا پہلو نکلتا ہو۔ اپنے رشتہ داروں کے معاملات میں زیادہ محتاط ہونا چاہیے۔ فریقین میں سے کسی کی دعوت قبول نہیں کرنی چاہیے۔ اس سے دوسرے کو الزام تراشی کا موقعہ ملتا ہے۔ عدالت میں کوئی ایسی بات نہ چھیڑیں جس سے ایک فریق کی حوصلہ افزائی ہوتی ہو۔ اللہ کی رضا اور تقویٰ کو سامنے رکھا جانا چاہیے اور اس سے ہی مدد مانگنی چاہیے۔ اس میں سلامتی ہے اور اللہ کی رحمت برستی ہے۔

امام نوح بن ابی مریم

ہم سابقہ صفحات پر عدالتی فیصلوں کے سلسلہ میں امام نوح بن ابی مریم کا ذکر کر آئے ہیں

امام نوح بن ابی مریم رحمۃ اللہ علیہ اہل ” مرو “ کے امام تھے۔ آپ چار امور میں بڑے ماہر تھے اور آپ کا لقب ” الجامع “ تھا۔ فن مناظرہ، درس الفقہ، مذاکرۃ الحدیث، مغازی کی معرفت اور تحقیق۔ مجلس القرآن والادب و النحو۔ ان امور کی مہارت کا یہ نتیجہ تھا کہ بہت سے اہل علم جمعہ کے دن آپ کی ان مجالس میں حاضر ہوتے اور علم و فضل سے اپنا اپنا حصہ لیتے۔

حضرت نوح رحمۃ اللہ علیہ کا لقب ” الجامع “ اس لیے پڑا تھا کہ آپ مجالس کے جامع تھے۔ مجالس الاثر، اقوال الاحادیث (امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیقات کی روشنی میں) مجلس النحو اور مجالس الاثر کی وجہ سے آپ اپنے وقت کے آئمہ کبار میں شمار ہوتے تھے۔ مشرقی ایشیا کے وسیع علاقہ میں آپ کی وجہ سے فقہ حنفی کی اشاعت و ترویج ہوئی تھی۔ وہ جلالت القدر عالم دین تھے۔ آپ سے شعبہ اور ابن صریح نے روایت کی ہے۔ اس جلالت اور بزرگی کے باوجود آپ ہمیشہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہی تحقیقات کو مشعل راہ بناتے تھے اور ان سے بہت سی روایات کو آگے بیان کیا کرتے تھے۔ جب فوت ہوئے تو عبداللہ ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ جیسے عظیم الشان محدث تعزیت کے لیے پہنچے۔ دور دراز سفر کر کے ان کے گھر گئے اور تین دن تک تعزیت کی مجالس میں شرکت کرتے رہے۔

توبہ بن سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ راستہ چلتے چلتے کوئی مسئلہ نہ پوچھا کرو اور نہ ہی اس وقت مسئلہ پوچھا کرو جب میں مجلس میں دوسرے افراد سے مصروف گفتگو ہوا کروں۔ پھر ایسے موقع پر مسئلہ نہ پوچھو جب میں جانے کے لیے کھڑا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں ایک دن میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ کسی کام کے لیے گھر سے نکلے ہی تھے کہ میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ راستہ میں آپ سے ایک مسئلہ پر گفتگو شروع کر دی۔ میرے پاس نوٹ بک تھی، میں آپ کی بات سن کر اس میں نوٹ کرتا جاتا۔ میں دوسرے دن آپ کی مجلس میں حاضر ہوا تو آپ اپنے تلامذہ کے ایک حلقہ میں بیٹھے سبق پڑھا رہا تھے۔ میں نے دیکھا کہ آپ وہی سوالات وضاحت سے بیان فرما رہے تھے جنہیں میں نے ایک دن پہلے دریافت کیا تھا۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ آپ کل کے جوابات کے برعکس بیان فرما رہے تھے۔ میں نے عرض کی کل تو آپ نے مجھے ان سوالات کے یوں جوابات لکھوائے تھے آج کیا بات ہے آپ ان کے

بالکل برعکس جواب دے رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں نے تجھے روکا تھا کہ راستہ چلتے ہوئے نہ سوال کیا کرو، نہ جواب لکھا کرو۔ آپ نے یہ بھی فرمایا جب میں تکیہ لگائے آرام کر رہا ہوں اس وقت بھی سوالات نہ کیا کرو۔ ایسے مواقع پر صحیح جوابات نہیں ہوتے کیونکہ انسان ست اور آرام کی حالت میں ہوتا ہے اور دماغ کی توانائیاں کمزور پڑ جاتی ہیں۔ آئندہ کے لیے احتیاط سے سوالات کریں اور نہایت محنت سے جوابات سپرد قلم کیا کریں۔

(نوٹ) کتاب کے اس مقام پر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا ایک وصیت نامہ لکھا ہوا ہے، اس کا اردو ترجمہ کئی دفعہ چھپ چکا ہے، ہم قارئین سے معذرت کے ساتھ اسے نظر انداز کر رہے ہیں۔
(اصل کتاب کا صفحہ ۱۱۲ دیکھیں)



مذہب اسلام پر مذہب امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی برتری

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ جب کوئی شخص آپ سے کوئی مسئلہ دریافت کرتا تو آپ فرماتے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کا یوں جواب دیا کرتے تھے۔ جس نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وسیلہ بنایا وہ دین اسلام میں کامیاب ہو گا۔

حضرت امام ابو بکر عتیق بن داؤد الیمانی فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص پوچھے کہ تم حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کو دوسرے مذہب پر کیوں فوقیت دیتے ہو تو آپ فرماتے ہیں تو امام رضی اللہ عنہ کے ہی مذہب کو فوقیت دوں گا کیونکہ وہ اقدم اور اقوم ہے، وہ سبق، روق، احصر، اجمع، اسل، امسح، افرض، امحض، اصعب، اعرب اور اوضح ہے۔ وہ کتاب اللہ کو اپنی بنیاد بناتا ہے، وہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا راہنما بناتا ہے، وہ صحابہ کرام کی اتباع کرتا ہے، وہ سلف صالحین کے نظریہ کو قائم رکھتا ہے، وہ اسلاف کے اقوال کو اہمیت دیتا ہے۔ وہ اخلاف کی طرف رجوع کرتا ہے، وہ اصحاب علم کے لیے اعلم ہے اور مسائل کے لیے اقویٰ ہے۔ اس پر جو لوگ عمل کرتے ہیں وہ اچھے نتائج پر پہنچتے ہیں اور بلندی افکار کے مالک بنتے ہیں اور اوق اور مشکل معاملات کو حل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ وہ قیاس میں مضبوط اور مسائل کے اثبات میں مستند ہے۔ جو لوگ آپ کے نقش قدم پر چلیں گے وہ معاملات دینیہ میں پکے اور اعلیٰ داعی الی الخیر ثابت ہوں گے۔ وہ کھانے پینے میں اطیب اور پاکیزہ چیزوں کا استعمال کریں گے۔ خرید و فروخت میں عادل اور امین ہوں گے۔ وہ لوگوں کے اموال کو باطل طریقے سے حاصل کرنے کا تصور تک بھی نہیں کریں گے۔ کھیتی باڑی کے معاملات میں احکام شریعت کو سامنے رکھیں گے اور ادائیگی صلوة میں سرگرم عمل ہوں گے، اس میں سستی یا کوتاہی نہیں کریں گے، وہ صلہ رحمی میں اپنی مثل آپ ہوں گے۔ احکام شریعت کے اجراء میں مشاق اور عادل ہوں گے، وہ اپنی زبان کو فضولیات سے محفوظ رکھیں گے۔ اقتداء کرتے وقت بہترین مقتدی ہوں گے

اور امامت کے وقت بہترین امام ہوں گے۔ ان کے دسترخوان مساکین کے لیے کھلے ہوں گے، ان کے ہاتھ سے کسی حیوان یا مویشی کو بھی اذیت نہیں پہنچے گی۔ وہ بے شوہر مستورات کو نکاح کرنے کی ترغیب دیں گے اور یتیموں کے احوال کی نگرانی اور انصاف کریں گے۔ وہ قرآن پاک کی قرأت نہایت صاف اور خوش الحانی سے کریں گے اور جب ان کے سامنے قرآن مجید پڑھا جائے گا تو وہ نہایت ادب اور خاموشی سے سنیں گے۔ وہ اپنے امام سے بہت کم سوال کریں گے۔ تضمین میں احسن اور تدوین میں مستعد ہوں گے۔ نماز کے بعد دعاؤں میں افضل ہوں گے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دین پر چلنے والے اپنے وعدے پر پکے ہوں گے اور بیمن میں اونی (وفا کرنے والے) ہوں گے۔ وہ اپنے ایمان پر یقین سے قائم ہوں گے۔ طلاق کے معاملات میں فقہ کی باریکیوں کو نگاہ میں رکھیں گے۔ قیدیوں پر سختی نہیں کریں گے۔ وہ دشمن کو قتل کرنے کی بجائے قید کرنے کو ترجیح دیں گے۔ وہ عوام پر اخراجات کرنے میں اولیت کریں گے۔ شادی بیاہ اور ولیمہ کی تقریبات میں اسلام کے احکام کو سامنے رکھیں گے۔ اس میں ہوشیار بھی ہوں گے اور خراج دل مگر اسراف اور بیجا رسوم سے اجتناب کریں گے۔ وہ اکثر ایسے کام کریں گے جو مساکین کی فلاح اور بہبود پر مشتمل ہوں۔ وہ خرچ کرنے میں سخی بھی ہوں گے اور محتاط بھی ہوں گے، ادائیگی حج میں مستعد رہیں گے، سفر حج کو خوشی خوشی طے کریں گے۔ وہ عبادت کے اوقات کو مد نظر رکھیں گے۔ وہ شاہد فی المقل پر جرح کا خوب جواب دیں گے۔ مالی معاملات میں انصاف سے احسن فیصلے کریں گے، اگر نذر مانیں گے تو اسے پورا کرنے میں دیر نہیں لگائیں گے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بذاب خود عقلا کو عقلی گفتگو کر کے مطمئن کرتے ہیں اور عورتوں کو مردلانے کے فیصلوں میں تاخیر سے کام نہیں لیتے۔ وہ رات کو وتر ادا کرنے میں سنت نبوی کو سامنے رکھتے ہیں اور عید الفصحی کے واجبات کو ادا کرنے میں فرصت اول میں اقدام کرتے ہیں، اپنے وعدوں کو پورا کرتا، انہیں وقت پر ایفا کرتا، آپ کی زندگی کا معمول رہا ہے۔ حدود کو نافذ کرنے میں بڑی احتیاط سے فیصلہ کرتے تھے۔ تلاوت قرآن کو نہایت نفیس طریقے سے ادا فرماتے تھے۔ وہ سب سے پہلے نماز میں کھڑے ہوتے اور سب سے آخر میں فارغ ہوتے تھے۔ وہ لوگوں پر حسن ظن رکھتے تھے اور عقلمند اور باتمیز احباب کے ایمانی قوتوں کو اجاگر کرتے تھے۔ ادائیگی زکوٰۃ میں

اولین فرصت میں ادا کرتے، جانور کو ذبح کرنے میں نہایت احتیاط فرماتے تھے اور مستعمل چیز سے کراہت کرتے تھے۔ نماز کو اتنے خلوص سے ادا کرتے جیسے وہ اللہ کو دیکھ کر عبادت کر رہے ہوں۔ اگر کسی واقف خاندان سے مرد غائب ہو جائے یا لاپتہ ہو جائے تو اس خاندان کا خیال رکھتے مگر اس کے گھر نہ جاتے تھے۔ لوگوں کے عیوب کو بیان کرنے کی بجائے اس پر پردہ ڈالتے اور دکھ درد میں شریک ہوتے، تنگ دست اور مغلوب کا عذر قبول کرنے میں دیر نہ کرتے تھے۔ اولاد کو انعام و اکرام دینے میں بڑے کشادہ دست تھے۔ وہ نمازوں کو فوت ہونے یا قضا ہونے سے پہلے ادا کرتے۔

وہ ادائیگی حج میں اکمل، قربانی دینے میں اول، لبیک پکارنے میں بلند آواز، قربانی کے ہدی میں کثرت اور عمدگی کا خیال رکھتے تھے۔ طواف کعبہ اور سعی میں بڑی تیزی فرماتے تھے، اگر کوئی معاملہ سخت یا ناقابل حل آتا تو قرعہ اندازی میں تاخیر نہ کرتے۔ علم ارحام میں اللہ تعالیٰ کے قوانین کی روشنی میں گفتگو فرماتے تھے۔ وہ اپنے وقت کے باتوقیر امام تھے۔

وہ دارالحرب اور دارالسلام کی حدیں متعین کرنے میں نہایت دیانت سے کام لیتے۔ ماہ صیام میں زوال عذر میں بڑے محتاط تھے۔ عورتوں کے قتل کرنے حتیٰ کہ ان پر حدود نافذ کرنے میں بڑا تامل فرماتے تھے۔ نابالغ بچوں کو نماز کی اقداء میں رکھتے تھے۔ قربانی کے جانوروں کو زیادہ سے زیادہ قربان کرتے تھے۔ دیہات اور شہروں کے معاملات کو ان کے حالات کی روشنی میں حل فرماتے۔ جادوگروں اور کاہنوں کو سزا دینے میں تاخیر نہ کرتے۔ صوفیائے خام سے دور رہتے۔ عجز و نیاز کرنے والے اہل علم کی قربت حاصل کرتے تھے۔ غنا و سماع کی محافل سے دور رہتے تھے۔ عبادت گزار اور متقی لوگوں سے دوستی رکھتے تھے۔ لہو و لعب کی محافل سے دور رہتے۔ شطرنج اور دوسری مجلسی کھیلوں کے عادی لوگوں کی شہوت قبول نہ کرتے تھے۔ بلاعذر روزہ نہ رکھنے والوں کو سزا دلواتے۔ اعتقادی معاملات میں شک و شبہ سے ہلاتر رہتے تھے۔

دشمن کے لیے شدت اور سختی کرتے۔ بری تدبیر کرنے والوں سے نہایت سختی سے بچتے۔ باغی لوگوں سے قتل و جدال میں دیر نہ کرتے تھے۔ زمین میں فساد کرنے والوں کا کوئی لحاظ نہ کرتے تھے۔ صدقات کی ادائیگی میں پہل کرتے۔ فقرا اور مساکین کو سب سے پہلے صدقہ دیتے تھے۔ سفر کے فاصلوں کو طے کرنے میں جلدی کرتے۔ عورتوں کی عدت کے معاملہ میں نہایت احتیاط فرماتے۔

فقیر اور غنی کے درمیان فرق رکھتے تھے۔ صغیرہ و کبیرہ گناہ میں فرق فرماتے۔ بیٹا اور ناپینا کے حالات کو سامنے رکھ کر فیصلے کرتے۔ چوروں کے ہاتھ کاٹنے میں فوری عمل کرتے۔ مسلمانوں کو بیت المال میں مل جمع کرنے کی ترغیب دیتے۔ معذور اور تندرست کے فرق کو سامنے رکھتے۔ ولد ایشہ اور ولد المفرور میں فرق رکھتے۔ حجت شرعی قائم کرنے میں مضبوط، کسی دوسرے کی ملکیت سے فائدہ اٹھانے سے اجتناب کرتے تھے۔ نذیہ و قضاء میں بہتر اقوال پر عمل کرتے تھے۔ بیع سلم میں جہالت کی روایات کو علیحدہ کرتے، عرب و عجم کے معروضی حالات کو سامنے رکھتے۔ عورت کو بلا محرم سفر کی اجازت نہ دیتے۔ آپ خاندانوں کی عظمت برقرار رکھنے کے لیے ہاشمی اور ابو مطلبی کے خاندانوں کے درمیان فرق رکھتے تھے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو بڑی احتیاط سے سرانجام دیتے تھے۔ زندہ اور مردہ میں فرق رکھتے۔

تراویح کو سختی سے ادا کرتے اور کراتے۔ پیداشدہ بچے اور جنبین کے مسائل کو نہایت احتیاط سے حل فرماتے تھے۔ طلاق بدعتہ اور طلاق سنیہ کے دوران عورتوں کو نفقہ دلانے میں زور دیتے۔ دولت مندوں کو صدقہ نہ دینے پر ہدایت فرماتے۔ زندیقوں و سزا دلانے میں کوتاہی نہ کرتے تھے۔ اعتکاف کے دوران تقویٰ اور احتیاط کو سامنے رکھتے۔ ہمسایوں کے حقوق کا خیال رکھتے۔ کینروں اور غلاموں کے حقوق کو سختی سے نافذ فرماتے۔ وصیت میں عجیب تر اقوال پر عمل فرماتے۔ مسئلہ عریہ میں احسن تلویل پر عمل کرتے۔ بیع و شرا میں جہاں سود کا احتمال ہوتا اس سے دور رہتے۔ ضعیفوں پر رحم کرتے اور مساکین پر لطف کرم فرماتے تھے۔ اقارب کی وراثت میں بڑی سمجھ داری سے فیصلے کرتے تھے۔

ہم نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معمولات اور اوصاف بیان کرنے میں کسی قسم کا مبالغہ نہیں کیا اور نہ ہی ہمیں دوسرے ائمہ کرام سے برتری کا اظہار مقصود ہے۔ تمام ائمہ اسلام اپنے اپنے دائرہ اختیار میں نہایت ہی برگزیدہ تھے اور شریعت کے احکام کے نفاذ میں درست فیصلے کیا کرتے تھے، مگر ہم امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ترجیحات کو بیان کر رہے ہیں۔ اگر علم کو ایک شخصیت میں مرکوز کر لیا جائے تو ہم امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک مثالی شخصیت قرار دیں گے اور ہم واضح کریں گے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب تمام ائمہ

کرام سے فضیلت رکھتا ہے۔ وہ ایک روشنی کا مینار ہے، وہ ہر آنکھ کو نظر آنے والا ہے، جس طرح انگلیوں میں انگوٹھا نمایاں ہے اسی طرح آپ کا مذہب تمام ائمہ کے مذاہب میں نمایاں ہے۔ وہ زبان کو نوک کی طرح اور دل کو گراہیوں کی طرح نمایاں ہے۔ جس طرح دائیں ہاتھ کو بائیں پر فوقیت ہے اسی طرح امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کو دوسرے مذاہب پر فوقیت ہے۔ وہ الفاظ میں معانی بیان کرتے جاتے ہیں اور ان میں کوئی ابہام نہیں رہتا۔ ہم تمام دوسرے مذاہب اور اہل علم کو آپ کے مذہب کا طفیلی تصور کرتے ہیں۔

آپ علمی معانی کو نہایت عمدگی سے لوگوں کی راہنمائی کے لیے بیان فرماتے ہیں۔ ہم نے جس انداز سے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معمولات کو بیان کیا ہے ہر صاحب علم و ورع کے لیے لازم ہے کہ ان پر غور کرے اور تسلیم کرے۔ میں نے جو کچھ بیان کیا وہ سچائی اور حقیقت پر مبنی ہے۔ اس میں بے جا غور یا بلاوجہ تعریف نہیں بلکہ حقائق کا مرقع ہے۔ ہر صاحب علم پر دوسرا صاحب علم موجود ہوتا ہے مگر انصاف کے تقاضے پورے کرنے والوں کو چاہیے کہ نہایت غور سے فیصلہ کرے۔ میں نے خالصتاً امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم پر روشنی ڈالی ہے اور جو کچھ بیان کیا ہے وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت کو سامنے رکھ کر کیا ہے۔ اب اہل علم و بصیرت کا کام ہے کہ اس معیار کو سامنے رکھیں۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد کئی ائمہ اسلام آئے مگر ہم امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات کو ”مقدم الائمہ“ قرار دیتے ہیں۔ وہ جبر ہیں، وہ معمم ہیں، وہ عظیم الشان ہیں، وہ ربانی العلم ہیں، وہ معدن الفہم ہیں، وہ دوحۃ العلم ہیں، وہ فقہ کا اصل اور خاصہ ہیں، وہ امام الائمہ ہیں، وہ سراج الامت ہیں، علم دین کی تدوین و تشریح میں صف اول میں کھڑے ہیں۔ آپ نے علم شریعت کو سب سے زیادہ پھیلایا، اسے محفوظ و مضبوط کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی تائید و توفیق سے نوازا، ان کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری امت کی راہنمائی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا جامع کمالات بنایا کہ آپ کے بعد آپ کا ہم پایہ کوئی پیدا نہیں ہوا۔ آپ کے معاصرین میں بھی کوئی دوسرا آپ کا ہم پایہ نہیں تھا، اگرچہ یہ لوگ علم و فضل میں یکتائے روزگار تھے اور بے مثل تھے مگر حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آفتاب علم و فضل کے سامنے وہ ستارے

تھے۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کے تلامذہ پر ایک نظر

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں سے تجاوز کرتی ہے مگر ہم یہاں چند سربر آوردہ روزگار تلامذہ کا ذکر کرتے ہیں۔

- (۱) امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری رحمۃ اللہ علیہ
- (۲) حضرت امام محمد بن الحسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ (ذوالفہم والبیان، ماہر الفقہ و علم اللسان)
- (۳) امام زفر بن النذیل تمیمی رحمۃ اللہ علیہ (عالم الباہر و العلم الزاہر فقیہ الماہر)
- (۴) امام حسن بن زیاد اللؤلؤی رحمۃ اللہ علیہ (بیدار معزز، فہیم و فقیہ، صاحب ورع و تقویٰ)
- (۵) امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ (فقیہ، بصیر، صاحب علم التفسیر مخیر فی الدین)
- (۶) عبداللہ بن المبارک الروزی رحمۃ اللہ علیہ (آپ زاہد ابن زاہد، قادر الکلام، فقیہ ذواللسان، قائم علی

السنن النبویہ)

(۷) بشر بن غیاث المرسی رحمۃ اللہ علیہ (فقیہ اعظم، ماہر علم الکلام)۔

(۸) عاینہ بن یزید الادوسی رحمۃ اللہ علیہ

(۹) حضرت داود طائی رحمۃ اللہ علیہ

ہم نے ان چند جلیل العلم و القدر شاگردوں کا ذکر کیا ہے یہ اپنے زمانے میں شریعت کے جسم کی آنکھ تھے اور دنیائے اسلام میں نہایت ارفع اور اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ وہ ذوق فہم و بصیرت اور ارباب فقہ و علم الکلام تھے۔ وہ علوم حدیث اور سیرت میں کمال رکھتے تھے۔ وہ قرآن کی تفسیر کو نہایت قابلیت سے بیان فرمایا کرتے تھے۔ وہ علوم نحو و لغت میں ماہر تھے۔ وہ معدن الفقہ و العلم تھے۔ وہ قادر الکلام تھے اور علوم شریعت کے باکمل ائمہ تھے۔

ایک اعلان

آج دنیائے علم و فضل میں کوئی ایسا امام نہیں ہے جس کے شاگردوں میں ایسے لوگ ملتے

ہوں جس طرح امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ ان ائمہ کے مقابلہ میں کسی مذہب میں ایسی بلند پایہ شخصیتیں نہیں ملتیں۔ ہم یہاں مشہور شاعر فردق کا ایک شعر نقل کرتے ہیں جو اس نے جریر کے متعلق کہا تھا۔

اولئیک اصحابی فجنی مثلہم
اذا جمعنا یا جریر المجامع

(ترجمہ) یہ ہمارے اصحاب ہیں ان کی مثل کوئی دوسرا لاؤ اے جریر! جب وہ جمع ہوتا ہے تو ان کے مثل دوسرا نہیں ملتا۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی مجلس شوریٰ

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اپنے مذہب کی بنیاد رکھی تو آپ کے یہ جلیل القدر ساتھی آپ کی مجلس شوریٰ کے اراکین تھے۔ آپ ان کے مشورے سے مسئلہ کو طے فرماتے تھے۔ ان سے مشورہ لیتے، ان کی تائید حاصل کرتے تھے۔ یہ تمام حضرات احکام شریعت کی اشاعت میں اجتہاد کرتے اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تائید کرتے تھے۔ یہ لوگ تمام عالم اسلام کی بہتری کے لیے کام کرتے رہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا کہ کوئی اجتہادی مسئلہ طے کرتے تو ان حضرات سے مشورہ ضرور لیتے تھے۔ یہ حضرات جو اعتراض اٹھاتے آپ اس پر اپنی رائے دیتے اور جب تک یہ تمام اصحاب متفق نہ ہو جاتے آپ اس مسئلہ کا فیصلہ نہ کرتے تھے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد آپ کے شاگرد امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی طریق کار اپنایا، یہی دہ ہے کہ ہم اس اصول مشاورت کو دوسرے مذاہب سے اعلیٰ اور برتر قرار دیتے ہیں۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ کے اصول مرتب کیے، جب یہ مذہب اصولی طور پر قرآن و احادیث کی بنیادوں پر اجتہادی اور شورائی انداز سے استوار ہوا تو اسے تمام مذاہب پر فوقیت ملی۔ اس میں حقانیت ہے، اصول پرستی ہے اور دل و دماغ اس کے نظریات کو قبول کرتے ہیں۔ اس طرح یہ طریقہ مذہب حنفی مستقل اصولوں پر کام کرتا رہا اور عالم اسلام میں آپ کی مقبولیت اور اہمیت بڑھتی گئی۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے طریق کار واضح کرنے میں اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال رہی۔ اس میں مختلف اقوال ہی نہیں رکھے گئے بلکہ یہ متفقہ اقوال پر مرتب ہوا اور ہر مسئلہ پر ایک اصول مرتب کیا گیا تاکہ لوگوں کو آسانی بھی ہو اور صحیح راہنمائی بھی مل سکے۔ اس میں مختلف وجوہات، مختلف اختلافات اور مختلف اقوال کو نہیں رکھا گیا بلکہ اس میں صواب ہی صواب ہے۔ ہر مسئلہ کا قطعی جواب ہے جو ”خیر القرون قرنی“ میں مرتب ہوا ہے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب العہد نبوی زمانہ کی یادگار ہے جس میں کئی جلیل القدر صحابہ کرام کے اقوال اور اکثر تابعین کے علمی افکار ہیں۔ جوں جوں زمانہ اصحاب نبوی سے دور ہوتا گیا اس میں کئی روایات اور اقوال غیر معتبر آتے گئے، انسان گواہی کی طلب سے پہلے گواہی دینے لگا۔ قسم کی ضرورت سے پہلے قسمیں دینے لگا۔ اس طرح انسانی خواہشات کو ترجیح دینے لگا اور دین کو آہستہ آہستہ ثانوی حیثیت ملنے لگی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ شریعت، صداقت اور عدالت میرے زمانے میں مستحکم ہے۔ اس کے بعد دوسرا زمانہ آئے گا، پھر تیسرا زمانہ آئے گا، پھر چوتھا، اس کے بعد لوگوں میں صداقت کی بجائے کذب آنے لگے گا اور لوگ کھلے بندوں جھوٹ بولنے لگیں گے۔ صدق کی کمی ہو جائے گی۔ یکشرفیہم السمن ”ان میں موٹاپا زیادہ ہو جائے گا“ یعنی انسان دنیا کے کاروبار کو دین پر ترجیح دینے لگے گا۔ اس کے اندر دنیا کی دولت جمع کرنے کی خواہش بڑھ جائے گی۔ وہ ساری دنیا کو اپنی داڑھوں کے نیچے دبانے کی کوشش کرے گا۔ وہ جانوروں کی طرح اپنا پیٹ بھرنے اور اپنی ذات کے متعلق سب کچھ سمیٹنے کی کوشش کرے گا۔ دل کمزور ہو جائیں گے، خواہشات بڑھ جائیں گی اور روح مرقی جائے گی۔ جسم موٹے ہو جائیں گے۔

یہی مقام ہے جب حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا کہ جب تمہیں حاجات دنیا مجبور کریں تو ان سے کنارہ کش ہو جاؤ، انہیں پورا نہ کرو، یہاں تک کہ تمہاری خواہشیں خود بخود دم توڑ دیں۔ زیادہ کھانے سے عقل زائل ہو جاتی ہے، حکمت تو خالی پیٹ ہی پرورش پاتی ہے۔ ہم اس موضوع پر باب چوبیس (۲۴) میں تفصیل سے ذکر کر آئے ہیں، چنانچہ وہ قرن (زمانہ) جس میں نبی کریم صاحب کوثر و تنیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود تھے عدالت کی گواہی سچی ہوتی

تھی۔ آپ کے بعد کے ادوار میں اس گواہی کی صداقت میں کمی آتی گئی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے لوگ کھاتے ضرور تھے مگر اتنا کھاتے کہ جسمانی قوت برقرار رہ سکے، اس سے زیادہ کھانا حیوانات کے لیے تھا۔ یہ کھانا اور جسمانی قوت و بحال رکھنا بھی صرف عبادت الہی کے لیے ہوتا، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب سچی گواہی اور عدل و انصاف پر قائم ہے۔ آپ نے صحابہ کرام کا زمانہ دیکھا تھا، تابعین کے زمانہ میں رہے تھے، تبع تابعین کو ترتیب دی۔ آپ نے صحیح روایات کی روشنی میں فیصلے کیے۔ انہیں ہی مشعل راہ بنایا، صحابہ کرام سے براہ راست احادیث سنیں تھیں۔ قرن ثانی کے آخر اور قرن ثالث کے ابتدائی ایام کو دیکھا تھا، پھر آپ اسی زمانہ میں فوت ہوئے۔ آپ نے قرن ثانی میں ساری زندگی گزاری، اسی میں تعلیم حاصل کی، اسی میں فتاویٰ جاری کیے، آپ اندازہ لگائیں ایسا مبارک زمانہ کسی دوسرے امام کو کب ملا ہے۔

معاندین امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک گزارش

ہم امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معترضین سے سوال کرتے ہیں کہ آپ لوگ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کو اولیت نہیں دیتے، اعلیٰ و افضل نہیں مانتے، آخر کیوں؟ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلیل قدر صحابہ کا مشاہدہ کیا، یہ قرون اولیٰ کا ایک حصہ ہے۔ قرون ثانی کا شباب ہے، فقہ اسلامی کی بنیاد رکھی جا رہی ہے، دیانت ہے، عدالت ہے، پرہیزگاری ہے اور جس ترتیب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمانوں کی ترتیب و تقسیم فرمائی تھی اس میں سے آپ کو وافر حصہ ملا تھا۔

اس زمانہ کی فضیلت محتجج بیان نہیں۔ قرآن پاک اور احادیث گواہی دیتے ہیں اولم یروا انا مافی الارض تنقصها من اطرافها ☆ مفسرین اس آیت کی تفسیر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس سے مراد علماء کرام کی موت ہے، برگزیدہ لوگوں کی رحلت ہے۔ اس لیے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اسلام کی اصل عدالت ہے، اس پر جب غیر صدقہ انداز چھا جائے گا تو انصاف میں نقص آجائے گا۔ آپ نے یہ اس لیے فرمایا کہ آپ صدق و عدل کے زمانہ میں پیدا ہوئے، اس زمانہ میں نشوونما پائی، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ قاضی اس وقت تک گواہی قبول نہ

کرے جب تک اسے یقین نہ ہو جائے کہ گواہ عادل اور صادق ہے۔ اگر مدعی گواہ کی دیانت پر اعتراض نہ بھی کرے پھر بھی قاضی کو گواہی لیتے وقت گواہ کی صداقت کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ ہمارے دور میں کذب اور خیانت کا دور دور رہا ہے۔ ہم فتویٰ دیتے ہیں مگر گواہی کا خیال نہیں کرتے، یہی وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ ”خیر القرون“ میں سے ہے اور اس کی فضیلت دوسرے امامان مذاہب سے ہر حالت میں زیادہ ہے۔

وہ زمانہ عدالت اور دیانت کا زمانہ تھا، وہ اس دور کا واحد امام تھا جسے تاریخ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ آپ نے اس دور کے صدق و صفا کے سامنے جو فیصلے کیئے، جو فتوے دیئے وہ اہمیت کے حامل ہیں اور ہر صاحب علم شخص مانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی شریعت کی خود حفاظت کرنی ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون ☆ یہ ذکر صرف قرآن پاک ہی نہیں اللہ کا قانون اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت بھی ہے جو اللہ کی حفاظت میں رہیں گے۔

شریعت کی تدوین میں اولیت

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے امام ہیں جنہوں نے شریعت کی تدوین فرمائی تھی۔ آپ سے پہلے روایات موجود تھیں، احادیث موجود تھیں مگر تدوین شریعت نہ ہوئی تھی۔ وہ اصول مرتب نہیں ہوئے تھے، وہ قاعدے وضع نہیں ہوئے تھے جس سے شریعت سامنے آئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اکابر تابعین کو جہاد و اسفار سے فرصت نہ مل سکی کہ وہ تدوین شریعت کی طرف توجہ دیتے، وہ شریعت کے قوانین کو مرتب نہ کر سکے، وہ کتابیں نہ لکھ سکے، وہ قرآن پاک و احادیث کی روشنی میں اجتہادی نتائج کو ترتیب نہ دے سکے، وہ قوت حافظہ پر اعتماد رکھتے تھے اور اپنے مشاہدہ اور سماعت پر فیصلے کیا کرتے تھے۔ ان کے دل اور دماغ علوم کے صندوق تھے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شریعت لائے تو اسلامی سلطنت مستحکم بنیادوں پر قائم ہو چکی تھی۔ اسلامی معاشرہ ترتیب دیا جا رہا تھا، صحابہ کرام کی رحلت اور اہل علم و فضل کا مختلف ممالک میں پھیل جانے سے علم دین بکھر رہا تھا۔ آپ نے یہ خطرہ محسوس کیا کہ اگر یہی صورتحال رہی اور کوئی کام نہ

ہوا تو مستقبل میں آنے والے لوگ اپنی مرضی کی شریعت بناتے جائیں گے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ لوگوں سے علم نہیں چھینا جائے گا بلکہ علماء کرام اور اہل علم کی موت سے ختم ہو جائے گا۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شریعت کو مرتب کرنے کا آغاز کیا۔ سب سے پہلے طہارت کے مسائل کو سامنے رکھا، پھر نماز کے مسائل کو مرتب فرمایا، پھر عبادت کے مختلف طریقوں کو ترتیب دیا، انسانی معاملات کو مرتب کیا، وصایا اور وراثت کو ترتیب دی اور ان کو آخر میں رکھا گیا کیونکہ یہ انسانی زندگی کے آخری حصے کے مسائل ہیں۔ حضرت کی ترتیب اور تدوین شریعت کتنی شاندار ہے، یہ کام وہی کر سکتا ہے جسے شریعت کے تمام علوم و فنون پر ماہرانہ دسترس ہو اور یہ وہی شخص کر سکتا ہے جو شریعت کے احکام میں نہایت بصیرت اور ذہانت کے ساتھ معاملہ کرنے کی اہلیت رکھتا ہو۔ آپ کے بعد میں آنے والے ائمہ نے آپ کی ان بنیادوں کو بلند کیا، آپ کے مسائل کو بنیاد بنا کر اجتہاد کیا اور شرعی فیصلے کیے۔ آج اگر غور کیا جائے تو تمام مذاہب حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روشنیوں کو پھیلانے میں مصروف نظر آتے ہیں۔ ان کی ساری کتابیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ترتیب پر تیار کی گئیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جیسے امام فرمایا کرتے تھے کہ تمام ائمہ کرام امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عیال ہیں۔

امام جریج رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ایک شخص امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گلہ کر رہا تھا، آپ نے فرمایا عزیز من! اسے چھوڑو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس علوم شریعت کے تین حصے ہیں اور دوسرے ائمہ کے پاس صرف ایک حصہ ہے۔ اس نے پوچھا کیسے؟ آپ نے فرمایا علم سوال و جواب کا دوسرا نام ہے اور اس سوال و جواب سے علم کی اشاعت اور تدریس ہوتی ہے۔ اس فن میں سب سے زیادہ کام امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا ہے اور ہزاروں اہل علم کے سوالات کے جوابات دیئے ہیں۔ یہ آدھا علم ہے، اب حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے سوالات کے جوابات بھی دیئے ہیں جن میں سے نصف مخطی تھے۔ اس طرح ثواب کو خطا کے مقابلہ میں دیکھا جائے تو مزید علم سامنے آتا ہے۔ اس طرح بعض سوالات پر بعض علماء کرام نے اختلاف کیا مگر بعض نے اتفاق کیا۔ اس طرح چوتھائی علم ایسا تھا جس سے اہل علم مطمئن نہ ہوئے مگر بعض ایسے

سوالات تھے جن کے جوابات آپ نے دینا پسند نہ فرمائے حالانکہ آپ کو جوابات آتے تھے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری شریعت کی حفاظت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ شریعت کی سب سے پہلی تدوین امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی تھی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم کو اپنی حفاظت میں لیا ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیگر موضوعات سے پہلے ”علم میراث“ کے مسائل کو مرتب فرمایا تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ علم الفرائض اور علم میراث نصف علم ہے۔ تعلموا الفرائض ماہنا من دینکم وانہا نصف العلم ”علم الفرائض سیکھو یہ دین کا نصف علم ہے۔“ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے جو کتاب لکھی وہ شروط پر تھی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولایاب کاتب ان یکتب کما علم اللہ ☆ ”لکھنے والا لکھوانے والے سے انکار نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے علم دیا ہے۔“

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ معلم شریعت ہیں۔ شروط وہ شعبہ علمیہ ہے جو علم کی انتہا پر مشتمل ہوتا ہے۔ مذاہب العلماء اور ان کے مقالات سے آگاہ ہونا ہی شروط ہے۔ اس لیے کہ علم شروط فقہ کی تمام کتابوں پر حاوی ہے اور اس کے ذریعہ جملہ مذاہب میں دخل ہوتا ہے تاکہ کوئی فقہی یا حاکم نقص یا فتح کی غلطی نہ کھائے، علم شروط وضع ہو چکا ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس کاوش سے آنے والے قاضی اور منصف غلطی نہیں کریں گے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ اس علم شروط کی تدوین امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے ہو چکی تھی تو ہم اس پر تعجب کریں گے۔ اس علم کی تدوین امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے کسی نے نہیں کی تھی۔ کوئی کتاب کوئی کوئی تحریری دستاویز آج تک ہمارے سامنے نہیں آئی جس سے معاندین کا یہ دعویٰ ثابت ہو سکے۔ صحابہ کرام میں سے یا تابعین میں سے ایک شخص ایسا سامنے لائیں جس نے یہ کام کیا ہو۔

یہ پہلی دلیل ہے جو حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام ائمہ سے ممتاز فی العالم کرتی ہے اور آپ کا دین افضل المذاہب ہے۔ آپ نے نہ صرف شروط کو وضع کیا بلکہ نہایت دقیق مسائل کا حل پیش کیا، جن مسائل کا استخراج ناممکن تھا۔ ان مسائل کو بھی آپ نے حل کر دکھایا۔

جبر و مقابلہ کے علوم کی تدوین

امام ابو بکر رازی رحمۃ اللہ علیہ نے ”شرح جامع کبیر“ میں فرمایا ہے کہ میں نے جامع کبیر کے بعض مسائل ایسے بزرگ کے سامنے پیش کیئے جو ان علوم پر خلوی تھے اور ماہر مانے جاتے تھے۔ وہ مدینۃ السلام میں رہتے تھے۔ ان کا اسم گرامی ابوالحسن بن عبدالغفار تھا۔ وہ سن کر دنگ رہ گئے اور فرمانے لگے میں نے اس سے پہلے یہ مسائل کہیں نہیں دیکھے اور فرمایا آپ نے نحو پر عجیب و غریب مسائل بیان کیئے ہیں۔ جب انہیں بتایا گیا کہ یہ مسائل حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحریروں سے لیئے گئے ہیں تو آپ فرمانے لگے انہیں تو وہی شخص وضع کر سکتا ہے جو سیبویہ اور خلیل جیسے ائمہ کا ہم پایہ ہو۔ بخدا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو ان علوم پر بھی استاد کامل ہیں۔ متنبی کا یہ شعر آپ پر کتنا موزوں آتا ہے ۔

امام رست للعلم فی کنہ صدرہ

جبال الجبال الارض فی جنبہا

(ترجمہ) جس امام کو اس علم پر مہارت ہے وہ انتہائی نکتہ تک پہنچا ہے۔ وہ اتنا بڑا کوہ علم ہے کہ زمین کے تمام پہاڑ اس کے سامنے مٹی کا ڈھیر دکھائی دیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوئی ہم عصر آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ اگر کوئی دعویٰ بھی کرتا ہے تو اپنے عجز کا اظہار کرے گا۔ اسے آپ کے سامنے شرمسار ہونا پڑے گا۔ ان علوم کے باوجود آپ ریاضت اور عبادت میں بے مثل تھے۔ آپ کثرت عبادت میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ نے عمر عزیز کا زیادہ حصہ حج و عمرہ میں وقف کر دیا تھا۔

شوافع کے تاثرات

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ماننے والوں کا دعویٰ ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب سب سے اعلیٰ اور اقدم ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ قریشی الاصل تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قریش سے علم حاصل کرو اور انہیں علم سکھاؤ۔ وہ کہتے ہیں کہ آئمہ مذاہب میں صرف

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہی قریشی ہیں، آپ ابن عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

ہم ایسے حضرات کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ علم کا معیار نام و نسب اور قبیلے پر نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی علم کسی خانوادے کی میراث ہے۔ علم فقہ کے مقابلہ میں نسب کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ قرآن پاک کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ لقمان حکیم ایک حبشی غلام تھے، ان کے ہونٹ موپے، بدن سیاہ اور کمزور تھا۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انہیں ولقد آتینا لقمان الحکمة ☆ ” ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی “ الحکمة معرف بلام بنا کر انہیں تمام علوم حکمت کا ماہر قرار دیا۔ یہ استغراقی اور عمدی دونوں لحاظ سے اعلیٰ و حکمت کے مالک تھے۔ اہل علم نے حکمت کو علم فقہ قرار دیا ہے۔ مفسرین قرآن نے لکھا ہے کہ قرآن مجید میں جہاں جہاں حکم اور حکمت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اس سے مراد فقہ ہی ہے۔ یہ حکمت بنی آدم کو عطا فرمائی گئی ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خیر العلم و افضل سے نوازا گیا تھا۔ اگر ہم علوم کی تمام صفات کو سامنے رکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ علم شریعت صحابہ کرام سے نلے کر آج تک مختلف حضرات میں رہا ہے اور اس میں ہزارہا غیر قریشی بھی ملتے ہیں، ان میں اکثر غلام ہیں، موالی ہیں، تابعین میں سے علم شرح کا ماہر ایک بھی قریشی الاصل نہیں۔ عرب کے مختلف قبائل کے لوگ اور آزاد شدہ غلام علم شریعت کے ماہر نظر آتے ہیں۔ قاضی شریعت غلام تھے، انہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے اصلی اور اعلیٰ قریشی نے مسند علم پر بیٹھایا تھا۔ اپنے وقت کا قاضی تسلیم کیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو آپ سے شریعت کے مسائل دریافت کرنے سے بھی ہچکچاتے نہیں تھے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینۃ العلم کے دروازے ہیں۔ آپ صحابہ کرام کے ہوتے ہوئے بھی قاضی شریعت (غیر قریشی) کو ترجیح دیا کرتے تھے۔ قاضی شریعت کے بغیر صحابہ کا اجماع بھی تسلیم نہ کیا جاتا تھا۔ علقمہ بن قیس حضرت عبداللہ کے شاگرد تھے، قریشی نہیں تھے۔ جب عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو آپ کی وفات کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا افسوس آج ”ربانی العلم“ فوت ہو گیا۔ حضرت عمر بن شریل رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریشی نہیں تھے ان کا علمی مقام صحابہ کرام نے تسلیم کیا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اکثر جن اصحاب سے مشورہ لیتے تھے ان میں حضرت عبداللہ ابن

عباس، عبد اللہ بن مسعود، طلحہ، اسود اور مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے صحابہ تھے۔ آپ کا یہ فتویٰ بھی غیر قریشی سے اخذ کیا گیا ہے کہ جسے آنکھ کی تکلیف ہو وہ لیٹ کر نماز ادا کر سکتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن میں سے اکثر قریش نہیں تھے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان سے فتویٰ لیتے تھے باوجودیکہ وہ صاحب علم اور جلیل القدر افراد تھے۔

حضرت اسود، حضرت مسروق، حضرت ابو عبد الرحمن سلمی، شفیق بن سلمہ، ابراہیم و شعبی رحمۃ اللہ علیہم تمام کے تمام موالی تھے، غلام تھے۔ جب ابراہیم مخفی رحمتہ اللہ علیہ فوت ہوئے تو شعبی نے کہا کہ کوفہ کا سب سے بڑا فقیہ فوت ہو گیا ہے۔ انہیں کہا گیا آپ بھی ایسا کہتے ہیں حالانکہ آپ سے بڑھ کر آج فقہ میں کوئی نہیں، فرمانے لگے واقعی اہل مکہ کا سب سے بڑا فقیہ فوت ہو گیا۔ یہ بات درست ہے کہ آج مکہ مکرمہ میں مجاہد و عطاء جیسے فقیہ موجود ہیں مگر ابراہیم واقعی سب سے بڑا فقیہ تھا۔ آپ نے مزید کہا آج مدینہ کا سب سے بڑا فقیہ چلا گیا۔ عرض کی گئی آپ کیا فرما رہے ہیں مدینہ منورہ میں سالم بن عبد اللہ جیسے فقیہ موجود ہیں۔ عروہ ہیں، زبیر ہیں، آپ نے فرمایا عالم اسلام کا سب سے بڑا فقیہ فوت ہو گیا۔ یہ سب لوگ عبد اللہ کے شاگرد ضرور تھے مگر قریشی نہیں تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب کوفہ میں تشریف لائے تو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفات پا چکے تھے۔ اس وقت ابن مسعود کے تلامذہ مسجد کوفہ میں لوگوں کو فقہ پڑھا رہے تھے۔ اس وقت مسجد میں چار سو قلمدان پڑے تھے جن سے یہ حضرات علمی باتیں لکھا کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ابن مسعود ان لوگوں کو اس شہر کے چراغ بنا کر چھوڑ گئے ہیں۔ ان غلاموں میں جنہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کوفہ شہر کا چراغ کہا تھا عبیدہ سلمانی، سعید بن جبیر، حسن بصری، ابن سیرین، ابو العالیہ، ابو صالح، بازام، (ام ہانی کے غلام) تمام کے تمام کے غلام تھے۔ دوسری طرف مجاہد، عطاء، طاوس، عکرمہ، نافع اہل حجاز کے جلیل القدر فقیہ تمام غلام تھے۔ مکحول، عمر بن دینار، یحییٰ بن ابی کثیر تمام غلام تھے، ان غلاموں نے فقہ کو آسمان کی بلندیوں تک پہنچا دیا مگر شافعی حضرات صرف اہل قریشی کی فضیلت کو تلاش کر رہے ہیں۔

ایک اور غلط فہمی

شافعی حضرات امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت اس لیے بھی ثابت کرتے ہیں کہ آپ ابن عم رسول کی اولاد میں سے تھے۔ یہ حقیقت ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا نسب واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملتا ہے، عبدمناف کے بعد دسواں یا نواں جد ہے۔ یہ تو کوئی قائدہ مسلم نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسب ملنے پر افضلیت دی جائے اور ہر نسب کی نسبت کو ابن عم رسول کہہ کر افضل قرار دیا جائے۔ اگر اس بات کو تسلیم کر لیا جائے تو سارا عرب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابن عم ہیں۔ ہر ایک کو کسی نہ کسی طرح سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت ہے۔ کسی کا نسب نفر سے ملے گا کسی کا ملاکہ سے کسی کا حضرت اسماعیل علیہ السلام سے۔

شافعی حضرات کا ایک اور اعتراض

شافعی حضرات کہتے ہیں کہ ائمہ قریش سے ہی ہوں گے، یہ ایک مہمل دلیل ہے۔ کیا آپ قریشی امام کو ”امام الصلوٰۃ“ مراد لیتے ہیں یا ”امام فی العلم“ کہتے ہیں۔ پھر ”امام فی الخلافت“ بھی قریش ہی سے ہو گا۔ یہ احادیث اجماع صحابہ کے خلاف ہے۔ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں آپ نے فرمایا یونکم اقراء کم ”تمہاری نماز کا وہ امام ہو گا جو تم میں سے اچھا قاری ہو گا۔“ اس زمانہ میں قاری سب سے زیادہ علم والے کو کہتے تھے۔ اس وقت قرآن پاک کا پڑھنا، اس کے احکامات کو جاننا قاریوں کا کام تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یقرء کم قریشی ”تمہاری امامت قریشی کرائیں“ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہل قبا کا امام مقرر کیا تھا حالانکہ اس وقت وہاں قریشی صحابہ بکثرت موجود تھے، معاذ تو قریشی نہیں تھے۔ صحابہ کرام نے اجماعی طور پر نماز تراویح کا بندوبست کیا تو سب سے پہلے جسے امام مقرر کیا گیا ابی بن کعب تھے۔ ابی بن کعب کو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام مقرر کیا تھا، یہ قریشی نہیں تھے، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے خود و تروں میں آیت الکرسی پڑھنے کی روایت اسی حدیث سے لی ہے اور فرمایا جب ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ میں نماز تراویح کی امامت کرائی تو و تروں میں قنوت پڑھی تھی اور رمضان شریف کے روزوں میں پڑھی گئی۔ یہ تمام لوگ جانتے ہیں کہ ابی بن کعب انصار مدینہ تھے، قریش میں سے نہیں

تھے۔

صحابہ کرام کا اجماع ہے کہ جب جمعہ کی نماز کی امامت کا سوال سامنے آئے تو تمام لوگوں میں سے جو اعلم فقیہ ہو اسے امامت کے لیے منتخب کیا جائے۔ ایسے ہی خلیفہ اسلام اور سلطان وقت نہ ہو تو اعلم اور فقیہ امامت کرائے گا۔

شافعیوں کا ایک وہم

زیر بحث حدیث کو اگر تمام شافعی قریش کے لیے ”امامت فی العلم“ مراد لیتے ہیں تو یہ بات بھی کتاب اللہ، احادیث رسول ﷺ اور اجماع صحابہ کے خلاف ہے۔ ہم سابقہ صفحات میں لکھ آئے ہیں کہ حضرت لقمان حکیم علم و حکمت کے امام تھے۔ ان کی اقتداء کی جائے وہ حبشی غلام تھے۔ اس لیے حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقدیم و افضلیت الائمة من القریش نہیں بنائی جا سکتی، یہ سنت رسول کی بھی مخالفت ہے، آپ نے فرمایا اصحابی کالنجوم باہم اقتدیہم اہتدیہم ”میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں ان ہی کی اقتداء کرو ہدایت پاؤ گے۔“ یہ تمام صحابہ کے لیے ہے، اس میں قریش اور غیر قریشی تمام صحابہ شامل ہیں۔

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود یمن کا گورنر مقرر فرمایا تھا، وہ معلم القرآن بھی تھے، قاضی بھی تھے مگر انصارتھے حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے قریشی صحابی بھی موجود تھے۔ صحابہ نے اجماع کے طور پر اکثر غیر قریشی صحابہ (موالی اور آزاد کردہ غلاموں) کو ائمہ تسلیم کیا ہے۔



اکتیس واں باب

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی

اس باب میں سات فصلیں ہیں۔

- ۱... فصل اول ... امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے مولد، نسب اور اخلاق پر مشتمل ہے۔
- ۲... فصل دوم ... امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے علوم پر مشتمل ہے۔
- ۳... فصل سوم ... وہ مسائل جن کا جواب آپ نے بالبدایتہ "دیا تھا۔
- ۴... فصل چہارم ... آپ کی نصیحتوں اور حکیمانہ اقوام پر مشتمل ہے۔
- ۵... فصل پنجم ... آپ کے وہ اقوال جو آپ نے وقت کے امراء اور خلفاء کے سامنے بیان کیے تھے۔
- ۶... فصل ششم ... آپ کے ان عدالتی فیصلوں پر مشتمل ہے جو آگے چل کر اسلامی عدل و انصاف کی بنیاد بنے۔
- ۷... فصل ہفتم ... ان ائمہ اور فضلاء کے مناقب جو آپ کے ہم عصر تھے۔



فصل اول

حضرت امام یوسف رضی اللہ عنہ کا مولد اور خاندانی نسب

امام ابو جعفر لٹھادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام قاضی ابو یوسف ۱۱۳ھ کو پیدا ہوئے طلحہ بن محمد نے آپ کا نسب یوں لکھا ہے۔

ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن حیسنی بن سعد اخوان النعمان بن سعد بن حبیب الانصاری۔ آپ کے آبا میں سے سعد شخص وہ ہیں جنہیں غزوہ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تھا تاکہ جنگ میں شریک ہونے کی اجازت مل جائے مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں کم عمر ہونے کی وجہ سے اجازت نہ بخشی اور حبیب بن سعد اخوان النعمان بن سعد وہ شخص ہیں جن کا نسب نامہ یوں ہے۔ سعد بن بکیر بن معاویہ بن قحافہ بن بلیل بن سدوس بن عبد مناف بن ابی اسامہ بن شممہ بن سعد بن عبد اللہ بن قدار بن ثعلبہ بن معاویہ بن زید بن الغوث بن بحبلہ۔ سعد کی والدہ کا نسب نامہ بھی یوں ہے۔ حنیث بنت مالک بن عمرو بن عوف تھا۔

قاضی ابو یوسف رضی اللہ عنہ نے اپنا نسب نامہ اس طرح لکھا ہے کہ ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن سعد بن حنیبہ البجلی۔ حضرت ابن حبیب بھی جنگ احد میں کم عمری کی وجہ سے روک دیئے گئے تھے۔ آپ مدینہ سے کوفہ ہجرت کر آئے اور یہیں فوت ہوئے۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی اور جنازہ میں پانچ تکبیریں پڑھی گئیں۔ (یاد رہے کہ زید بن ارقم کو نماز جنازہ کی پانچ تکبیریں یاد تھیں مگر بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا جس کا آپ کو علم نہ تھا۔)

نعمان بن سعد بھی وہی بزرگ ہیں جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے احادیث روایت کرتے

ہیں۔ آپ اجناف کے نزدیک ثقہ راوی ہیں۔ اسی طرح سعد بن بجر انصار کے مشہور صحابہ میں شمار ہوتے ہیں۔ سعد کے والد بجر زمانہ جاہلیت میں کفر پر مرے تھے۔ لیکن وہ خوات بن جبیر عمرو بن عوف کے حلیف تھے اور خوات کی بیوی اسی خاندان سے تھی۔ اسی حنیث سے حضرت سعد پیدا ہوئے تھے۔ آپ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے پہلے مسلمان تھے اور سعد کو اس وقت نصرت نصیب ہوئی تھی جب انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پہنچی تو آپ نے اسلام قبول کر لیا اور انصار مدینہ میں شامل ہو گئے۔

ابن ماکولا کا بیان ہے کہ سعد ابن جبیر بن معاویہ بجلی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی تھی۔ ان کی والدہ حنیثہ سے معروف تھیں، یہ مالک کی بیٹی تھیں اس لیے انہیں سعد بن حنیثہ کہا جاتا ہے۔ انہی کی اولاد سے قاضی ابو یوسف یعقوب رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے تھے۔ آپ کا مولد کوفہ کے نواح میں ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو انصاری کیوں کہا گیا؟

قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے اجداد کا شمار انصار اوس میں ہوتا ہے۔ میرے دادا سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ خندق میں شریک تھے۔ آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا اور جنگ میں جانے کی اجازت طلب کی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کم عمر ہونے کی وجہ اجازت نہ دی مگر سر پر دست شفقت پھیرا جس کا نشان ہمارے خاندان میں کئی پشتوں تک رہا۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اپنے سر پر ہاتھ پھیر کر یہ نشان دکھایا کرتے تھے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ

احمد بن علی الخطیب نے فرمایا کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی زندگی کوفہ میں گذاری اس لیے انہیں ہم کوئی کہتے ہیں۔ عمدہ قضاة پر فائز ہونے کے بعد دار الخلافہ بغداد میں قیام پذیر ہوئے۔ انہوں نے کوفہ کے علاوہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغداد میں احادیث سنیں اور علوم فقہ میں مہارت حاصل کی۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ آپ نے اس

کے جلیل القدر آئمہ احادیث سے استفادہ کیا۔ ان میں حضرت ابواسحاق شیبانی، سلیمان تیمی، یحییٰ بن سعید الانصاری، سلیمان الاعمش، ہشام بن عروہ، عبداللہ بن عمر العمری، حنظلہ بن ابی سفیان، عطاء بن السائب، محمد بن اسحاق بن یسار، حجاج بن ارطاق، حسن بن دینار، کیث بن سعد بن ایوب بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ ان حضرات کے علاوہ بھی آپ نے محدثین عصر کے بہت سے حضرات سے علمی استفادہ کیا مگر آپ نے جس انداز سے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیر تربیت فقہ، علم الکلام پر عبور حاصل کیا اس کے اثرات آپ کی ساری زندگی میں نمایاں اور درخشاں رہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ

امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے چند تلامذہ اپنے وقت میں بہت مشہور ہوئے ان میں محمد الحسن شیبانی، بشر بن الولید الکندی، علی بن الجعد، امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، عمر بن محمد الفائد، احمد بن منیع، علی بن مسلم الطوسی، عبدوس بن بشر، الحسن بن شیب، (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) یہ حضرات دنیائے اسلام کے قیمتی خانوادہ کے آخرین حضرات تھے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ منصب قضاة پر

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو موسیٰ الہادی بن المہدی (خلیفہ عباسی) نے سب سے پہلے بغداد میں طلب کر کے عمدہ قضاة کے لیے منتخب کیا۔ ہارون الرشید خلیفہ بنے تو آپ کو دنیائے اسلام کا قاضی القضاة (چیف جسٹس) مقرر کیا گیا۔ اگرچہ یہ منصب احناف کے نزدیک بدعت حسہ کہلاتا ہے مگر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے عدل و انصاف کی جو روایت قائم کی اس پر عالم اسلام فخر کرتا ہے۔

قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ایک ثقہ امام اور قاضی کی حیثیت سے زندہ رہے۔ آپ کی ثقاہت کو یحییٰ بن معین، احمد بن حنبل، علی بن المدینی جیسے جید آئمہ نے تسلیم کیا۔ آپ کے پیچھے ایک بیٹا یوسف آپ کی علمی یادگار رہا۔ انہیں بھی خلیفہ ہارون الرشید نے قاضی القضاہ کے عمدہ پر مقرر کیا تھا مگر بعض مورخین لکھتے ہیں کہ قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ابو الخیری وہب بن وجد القرظی کو قاضی القضاة مقرر کیا گیا تھا۔

فصل دوم

قاضی ابویوسف رضی اللہ عنہ کی ابتدائی زندگی

قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اپنے حالات لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے حدیث اور فقہ کے طالب علم کی حیثیت سے کوفہ میں وقت گزارا۔ تنگ دست اور مفلوک الحال گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ میرے والد مجھے ایک دن حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لے گئے، میں وہاں پڑھنے لگا۔ میرے والد نے گھر آکر مجھے کہا بیٹا حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھا کرو یہ بے ادبی کا انداز ہے۔ دنیاوی اعتبار سے ان حضرات کی برابری کا تصور بھی دل میں نہ لانا۔ ہم غریب لوگ ہیں، ان امراء کی خوراک مرغن ہوتی ہے، ہم سوکھی پھکی روٹی کھا کر گزارا کرتے ہیں، وہ دنیا دار ہیں، ہم مفلس ہیں، بہت سے امور میں تم پیچھے رہ جاؤ گے، تمہارے لیے اپنے غریب والد کی خدمت کرنا ہی کافی ہے۔ یہ باتیں کہہ کر میرے والد محترم نے مجھے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس میں جانے سے روک دیا۔ ادھر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے غیر حاضر پا کر میرے احباب اور واقف کار لوگوں سے پوچھا کہ یعقوب کیوں نہیں آرہا انہوں نے بتایا اسے تو اس کے والد نے روک رکھا ہے۔ ادھر میرے دل کی کیفیت یہ تھی کہ میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس میں حاضر ہونے کے لیے بیتاب تڑپتا رہتا۔ آخر کار میں ایک دن تنگ دل ہو کر باپ کی پابندیاں توڑ کر آپ کی مجالس میں جا پہنچا۔ آپ نے بڑی شفقت سے غیر حاضری کی وجہ پوچھی تو میں نے اپنی غربت اور والد کے حکم پر نہ آنے کا بتایا۔ اس دن تو میں آپ کی مجلس میں احادیث سنتا رہا لیکن جب میں گھر جانے لگا تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا، جب تمام لوگ چلے گئے تو آپ نے مجھے ایک تھیلی دی یہ درہموں کی بھری ہوئی تھی۔ فرمایا اس سے گزارا کرو پھر اللہ مالک ہے۔ میں نے اسے کھولا تو ایک سو درہم تھے۔ آپ نے

جاتے ہوئے حکم دیا کہ میرے حلقہ درس میں آجایا کرو۔ یہ درہم ختم ہو گئے تو پھر بندوبست کریں گے۔ چنانچہ اس دن کے بعد میں باقاعدگی سے حلقہ درس میں آنے لگا۔

تھوڑے دنوں بعد آپ نے مجھے ایک اور تھیلی دی اس طرح آپ وقتاً فوقتاً میری امداد فرماتے اور کسی کو علم نہ ہوتا۔ آپ نے مجھے یہ کبھی نہ پوچھا کہ سابقہ روپے کس طرح خرچ کیئے وہ اپنے طور پر محسوس کر لیتے کہ اب سابقہ روپے ختم ہو چکے ہوں گے، ادھر میں ان انعامات کو نہایت احتیاط سے خرچ کرتا۔ ایک وقت آیا کہ میرے پاس خاصہ روپیہ جمع ہو گیا اور میں محسوس کرنے لگا کہ میں مالدار اور خوشحال ہو گیا ہوں۔

میں مسلسل آپ کے حلقہ درس میں آتا رہا، علمی استفادہ کرتا رہا اور ایک وقت آیا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے ایک طرف دنیاوی مال سے خوشحال کر دیا اور دوسری طرف علم و فضل میں ممتاز بنا دیا۔ مجھ پر علم کے دروازے کھل گئے، میں اپنے استاد مکرم امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شکریہ کن الفاظ میں ادا کروں۔

قاضی امام ابو یوسف یعقوب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور تحریر میں بتایا کہ میرے والد ابراہیم بن حبیب کا جب انتقال ہوا تو مجھے اپنی والدہ نے نظر شفقت سے پالا، میری والدہ مجھے ایک دھوبی کے ہاں لے گئی اور ملازم رکھ دیا، میں وہاں بے چین رہتا، اس نے مجھے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درس میں لا بٹھایا، میری والدہ حلقہ درس میں آئیں اور مجھے اٹھا کر دوبارہ دھوبی کے پاس چھوڑ آئیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے شوق اور تڑپ کو دیکھتے، پھر والدہ کی سختی پر نگاہ ڈالتے۔ میری والدہ بار بار حضرت امام کے پاس آئیں اور دھوبی کے پاس سے میرے بھاگ جانے کی شکایت کرتیں۔ ایک دن کہنے لگیں اس بچے کو آپ کے علاوہ کوئی استاد نہیں ملتا اور یہ یتیم بچہ غربت زدہ ہے، میں سوت کلت کر اپنے گھر کا خرچہ چلاتی ہوں اور یہ کام پر جانے سے گھبراتا ہے، میری دلی خواہش ہے کہ یہ دھوبی کے پاس رہ کر ہنر سیکھے اور بڑا ہو کر اپنی زندگی آرام سے گزارے، مگر یہ بچہ میرے قابو میں نہیں آتا۔ حضرت نے فرمایا اسے میرے پاس چھوڑ دو یہ علم پڑھے گا، بڑا ہو کر حلوہ کھائے گا جس میں باداموں کی گریاں ہوں گی اور ایسا حلوہ شاید ہی کسی کے نصیبوں میں ہو۔

جناب ابو یوسف رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میری ماں نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ

عنه کی بات سنی تو ناراض ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی اور غصہ میں کہنے لگی او بوڑھے تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے! یہ یتیم بچہ اور یہ نکما بچہ اس لائق ہے کہ حلوہ کھائے گا اور وہ بھی باداموں کی گریاں ملا ہوا۔ بایں ہمہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فضل کیا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دامن شفقت میں لے لیا۔ علم کی دولت سے ملا ل کر دیا۔ دنیاوی آسائشوں سے خوش کر دیا۔ ایک وقت آیا کہ میں اسلامی سلطنت کا قاضی القضاہ مقرر ہو گیا اور ہارون الرشید کے ساتھ بیٹھ کر اس کے دسترخوان پر کھانا کھاتا۔

ایک دن خلیفہ ہارون الرشید از راہ شفقت میرے گھر خود تشریف لے آئے اور ساتھ ہی نفیس قسم کا حلوہ لائے اور دسترخوان پر رکھ کر فرمانے لگے ابو یوسف ایسا حلوہ روز روز تیار نہیں ہوتا یہ خاص طور پر تمہارے لیے تیار کروایا گیا ہے۔ میں نے دریافت کیا یا امیر المومنین یہ خاص کھانا کیا ہے؟ انہوں نے بتایا یہ ایسا حلوہ ہے جسے روغن بادام میں ایک خاص طریقے سے تیار کیا گیا ہے۔ میں سن کر بے اختیار ہنس پڑا۔ ہارون الرشید کہنے لگے یہ ہنسنے کا کیا موقعہ ہے؟ میں نے عرض کی بس میں آپ کی عنایات خسروانہ پر ہنسا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت باکرامت رکھے۔ ہارون الرشید میرے اس جواب پر مطمئن نہ ہوا اور پھر نہایت لجاجت سے ہنسنے کی وجہ پوچھی میں نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ واقعہ سنایا تو وہ حیران رہ گیا اور کہنے لگا واقعی علم ایک ایسی دولت ہے جس کا کوئی چیز مقابلہ نہیں کر سکتی۔ یہ دنیاوی نفع بھی دیتا ہے اور بلند منصب پر بھی لا بٹھاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ میرے شفیق استاد امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بیشمار رحمتیں نازل فرمائے۔ وہ جو بات کرتے عقل سے بھرپور ہوتی اور اللہ کے انوار سے درخشاں ہوتی۔ وہ حالات کو صرف سر کی آنکھ سے نہیں دیکھا کرتے تھے دل کی بصیرت سے دیکھتے تھے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فراست کا انداز صرف اس ایک واقعہ سے ہی کیا جاسکتا ہے۔

حضرت قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ابن ابی لیلیٰ کے پاس آتا اور چند لمحات آپ کی مجلس میں بیٹھتا مگر میرے دل میں خیال آتا کہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھی جاتا ہوں اور آپ کے مخالف ابن ابی لیلیٰ کے پاس بھی آتا ہوں وہ بھی میری نہایت عزت کرتے ان کے ہاں جب کوئی مشکل مسئلہ آتا تو مجھے فرماتے جاؤ یہ مسئلہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھ کر مجھے بتاؤ، میں آتا مسئلہ پوچھتا ابن ابی لیلیٰ کو بتاتا پھر وہ اپنی طرف سے لوگوں کو جواب

دیتے مگر وہ حسد کی وجہ سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برے بھلا بھی کہتے رہتے۔ اس وجہ سے مجھے ان سے نفرت ہو گئی اور اب میں نے وہاں جانا چھوڑ دیا۔

امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ نے اس نفرت کی ایک اور وجہ بھی بیان کی ہے کہ میں ابن ابی لیلیٰ کی مجلس میں آیا کرتا تھا ان سے بڑا تعلق قائم تھا۔ ابن ابی لیلیٰ نے اپنی بیٹی کا نکاح کیا تو اس میں شکر بکھیری گئی، میں بھی دوسرے لوگوں کی طرح جھپٹ کر شکر لے رہا تھا مجھے دیکھ کر ابن ابی لیلیٰ نے کہا اس طرح جھپٹ کر شکر لینا مکروہ ہے۔ میں نے کہا شکر کو جھپٹ کر لینا مکروہ ہے مگر شادی بیاہ کے موقع پر جھپٹ کر لینا مکروہ نہیں ہے۔ کہنے لگے آج سے میرے لیے اس مسئلہ کو تبدیل کر دیجئے۔ مجھے خیال آیا کہ کیا مسئلے تبدیل بھی کیئے جاسکتے ہیں؟ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سارا واقعہ بیان کیا پھر میں کبھی ادھر نہ گیا اور میرے دل میں یہ بات گھر کر گئی کہ یہ ابن ابی لیلیٰ جیسے لوگ اپنی مرضی سے مسئلے تبدیل کراتے رہتے ہیں۔

قاضی ابو یوسف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد ایک دن حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے میرا بیٹا آپ کے پاس آتا جاتا ہے، یہ نہ دن کو گھر رہتا ہے نہ رات کو گھر میں آرام کرتا ہے۔ بس آپ کے ارد گرد دوڑتا رہتا ہے۔ میں غریب آدمی ہوں، عیال دار ہوں، اب ناتواں ہوں، اسے سمجھائیے اب یہ ہمارے لیے کچھ کمائے، ہمارا سہارا بنے، آپ اسے ہدایت کیجئے کہ کچھ وقت آپ کے پاس گزارے، پھر کسب معاش کی طرف توجہ دے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے ابواسحاق اسے اپنے حال پر چھوڑ دو، تمہارا یہ بچہ ایک دن اس مقام پر ہوگا کہ بڑے بڑے دولت مند اس پر رشک کریں گے۔ میرے والد نے ٹھنڈی آہ بھر کر کہا ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ جیسے شخص کو زیب نہیں دیتا کہ آپ غریب بچوں کو اس طرح کام سے روکیں اور ایسی باتیں کریں اور ہم غریبوں کی غربت کا مذاق اڑائیں۔ میں سخت تنگ دست ہوں، عیال دار ہوں، کوئی ذریعہ معاش نہیں، ہم برباد ہو جائیں گے۔ مگر آپ رشک کی باتیں کرتے ہیں، حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اچھا تم جاؤ فکر نہ کرو کچھ کرتے ہیں۔

میرے والد چلے گئے، دوسرے لوگ بھی چلے گئے، امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے اپنے پاس بلایا اور کہا تم نے مجھے اپنی غربت اور بے سروسامانی کا حال کیوں نہیں بتایا۔ میں

نے عرض کی حضور مجھے شرم آتی تھی کہ آپ کو اپنا حل بتاتا۔ آپ نے فرمایا آج کے بعد تمہارے سارے گھر کی کفالت میرے ذمہ ہے، اس دن کے بعد آپ لوگوں کی نظروں سے بچا کر اتنا کچھ دے دیتے کہ میں عیال داری کے اخراجات سے بری الذمہ ہو گیا۔ میں آپ کی مجالس میں حاضر رہنے لگا، ایک وقت آیا کہ آپ نے مجھے علم و فضل کے اس مقام پر لا کھڑا کیا کہ لوگ واقعی مجھ سے رشک کرتے اور رؤساء بغداد میرے پیچھے پیچھے دوڑتے۔

عبدالحمید الہمانی نے فرمایا کہ یعقوب کا والد حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں آتا اور اپنے بیٹے کو بازو سے پکڑاٹھا کر لے جاتا مگر جو نبی یعقوب کو موقع ملتا وہ بھاگ کر پھر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں آبیٹھتا۔ ایک دن یعقوب کا باپ آپ کے پاس آیا اور روتے روتے کہنے لگا کہ میرا بیٹا یعقوب میرا نافرمان ہو گیا ہے اور آپ اس کی نافرمانی پر اس کی مدد کر رہے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تمہارا کیا مطلب ہے؟ اس نے کہا میں چاہتا ہوں کہ یہ پڑھنا چھوڑ دے اور میرے ساتھ چل کر بازار میں کوئی محنت مزدوری کرے۔ میں عیال دار ہوں، خرچ پورا نہیں ہوتا، ہمارا پیٹ پالے۔ امام صاحب نے فرمایا آج کے بعد اس کے عیال کی کفالت ہمارے ذمہ ہے۔ اس کے والد نے کہا میں اس بات پر راضی نہیں ہوں۔ آپ نے فرمایا تم اپنے بیٹے کو علم حاصل کرنے سے روک رہے ہو، تم جاؤ ہم تمہاری کوئی امداد نہیں کر سکتے۔ البتہ یعقوب کی تمام ضرورتوں کا ہم خیال رکھیں گے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ابو یوسف نے میری مجلس میں جس لگن سے بیٹھ کر علم حاصل کیا کوئی دوسرا نہیں کر سکا۔ وہ ہزاروں مشکلات اور رکاوٹوں کے باوجود علم حاصل کرتا رہا۔ اگر داؤد طائی بھی اس لگن سے علم حاصل کریں تو ان سے بھی ہزاروں لوگوں کو فائدہ مل سکتا ہے۔ (یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت داؤد طائی بھی آپ سے علم حاصل کر رہے تھے۔)

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی بیوی فرماتی ہیں کہ ابتدائی دور میں ہم لوگ بڑے ہی تنگ دست تھے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس کوفہ میں اہل علم و فضل کا مرجع تھیں۔ ابو یوسف بھی باقاعدگی سے وہاں پہنچتے اور کئی کئی دن گھر نہ آتے، گھر فاتے ہوتے، ایک دن تنگ آکر میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں خود گئی اور اپنے خاوند کے رویہ کی شکایت کی۔ آپ نے

فرمایا کچھ عرصہ صبر کرو عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ یہ فقر و فاقہ دور ہو جائے گا اور لوگ تمہارے خاوند پر رشک کیا کریں گے اور اس دن کے بعد حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے خاوند کو کچھ نہ کچھ دے دیتے اور ہماری گذر اوقات ہوتی رہتی۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے میرے خاوند کو وہ انعامات اور فتوحات ہونے لگیں کہ لوگ دنگ رہ گئے۔ ایک شخص نے آپ کو پوچھا کہ ان دنوں آپ کا کیا حال ہے کہنے لگے میرے پاس ایک سو نچر اور تین سو گھوڑے ہیں۔ اس زمانہ میں یہ حالت بغداد کے امراء کے ہاں ہوتی تھی۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں بچہ تھا، میری ماں مجھے ایک قصار (تیلی) کے پاس کام سیکھنے کے لیے بٹھا دیا، میں روزانہ اس کے پاس جاتا، راستہ میں ایک مسجد تھی جہاں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک حلقہ درس تھا، ایک دن میں وہاں بیٹھ گیا، مجھے آپ کی گفتگو نے اتنا محو کیا کہ اٹھنے کی جی نہ چاہا، جو روٹی گھر سے لایا تھا وہ سامنے ایک بقل کے پاس رکھ دیتا، فارغ ہوتا روٹی لے کر کھا لیتا۔ اس طرح پورا ہفتہ گذر گیا، ایک دن میری والدہ نے کہا بیٹا تمہارا استاد نہ تو تمہیں کچھ سکھاتا ہے اور نہ کچھ دیتا ہے یہ کہہ کر مجھے وہاں سے اٹھایا اور ایک موچی کے پاس بٹھا آئی اور کہنے لگی اسے ہر روز مزدوری دیا کرو۔ اس نے کہا بی بی یہ بچہ تو ایک ماہ سے مسجد میں بیٹھا رہا، کبھی باہر نکلا ہی نہیں اسے کیا مزدوری ملے گی۔ میری ماں نے سختی سے کہا خبردار اب تم بھاگ کر کہیں گے۔ ادھر حضرت امام ابو یوسف نے کئی لوگوں سے میرے متعلق پوچھا مگر کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ آخر ایک دن میں خود ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، پوچھا کہاں رہے ہو؟ میں نے بتایا کہ میری ماں نے مجھے مارا اور ایک کام پر بٹھا کر پابند کر دیا کہ کہیں نہ جاؤں۔ حضرت امام ابو یوسف نے میری بات سن کر مجھے پچاس درہم دیئے اور فرمایا یہ اپنی والدہ کو دے دینا اور کہنا مجھے اس شیخ نے دیئے ہیں۔ میں نے ماں کو پچاس روپے دیئے تو اس نے پوچھا کہاں سے لائے ہو، میں نے بتایا کہ جس مسجد میں بیٹھتا ہوں اس شیخ نے دیئے ہیں۔ میری ماں نے کہا اچھا پھر اسی کی خدمت میں رہا کرو جو کام کے بغیر مزدوری دے دیتا ہے۔



فصل سوم

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سوالات کے جوابات دیتے ہیں

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ایک دن ایک خوبصورت گھوڑے پر سوار جارہے تھے۔ آپ کا نوکر آپ کے پیچھے پیچھے جارہا تھا۔ کسی نے پوچھا آپ کو خیال نہیں آتا آپ گھوڑے پر سوار ہیں اور نوکر بیچارہ پیچھے دوڑا دوڑا آرہا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں اپنے نوکر کو کسی کرایہ دار کو دے دوں اور وہ کرائے دار کے پیچھے پیچھے دوڑتا رہے۔

خلیفہ عباسی موسیٰ کا ایک مسئلہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی عدالت میں پیش ہوا۔ بظاہر فیصلہ تو موسیٰ کے حق میں ہوا مگر موسیٰ نے پوچھا ابو یوسف! آپ میرے مد مقابل کو کس طرح مطمئن کریں گے؟ آپ نے فرمایا وہ کہتا تھا کہ میں آپ سے قسم لوں کیونکہ اس کے پاس گواہ ہیں جو گواہی دینے کے لیے تیار ہیں۔ خلیفہ موسیٰ نے کہا کیا آپ کی یہی رائے ہے کہ میں قسم کھاؤں؟ آپ نے کہا ہاں! ورنہ آپ کو اپنا بلغ مدعی کو دینا ہو گا۔ خلیفہ موسیٰ نے کہا ابن ابی لیلیٰ کی عدالت نے تو فیصلہ میرے حق میں دیا ہے۔ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر آپ قسم نہ کھائیں گے اور مدعی گواہ لے آیا تو آپ کو بلغ دینا پڑے گا۔ خلیفہ نے قسم نہ کھائی، قاضی ابو یوسف نے خلیفہ کا بلغ مدعی کو دے دیا۔

بشر بن الولید فرماتے ہیں کہ میں ایک دن قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا تھا، وہاں ایک عجیب بات چل نکلی، لوگوں نے بشر سے کہا وہ بات بتائیں۔ بشر نے کہا مجھے قاضی ابو یوسف نے کہا میں بستر پر سونے والا تھا کہ کسی نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا، میں چادر اوڑھ کر باہر آیا، دیکھا کہ دروازے پر ہرثمہ بن یمن کھڑا ہے۔ اس نے کہا آپ کو امیر المومنین (خلیفہ) بلا رہے ہیں۔ میں نے اسے کہا اے حاتم! مجھے آپ کا بے حد احترام ہے مگر تم دیکھ رہے ہو کہ میں تمہارے سامنے کس حالت میں کھڑا ہوں اور میں کس طرح خلیفہ کے پاس جا سکتا ہوں، مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ خلیفہ نے مجھے کتنے

اہم کام کے لیے اس وقت بلایا ہے۔ اگر تم امیرالمومنین کو ٹال سکتے ہو تو بہتر تاکہ میرا معاملہ کل تک معلق رہے اور کوئی بہتر صورت نکل آئے۔ ابو حاتم نے کہا حضور مجھے ضیاع وقتی کے لیے کوئی بہانہ بھائی نہیں دیتا۔ آپ نے پوچھا آپ کس طرح آگئے، ابو حاتم نے بتایا مجھے خلیفہ کے خادم خاص نے حکم دیا ہے کہ میں ابھی آپ کو خلیفہ کے پاس لے آؤں۔ میں نے کہا اچھا اتنا کرو کہ میں بدن پر پانی بہا لوں اور کچھ لباس بدل کر اس پر خوشبو لگا لوں، شاید اس میں کوئی بہتری ہو اور کوئی صورت نکل آئے۔ وہ انتظار کرنے لگا۔

میں اندر گیا، غسل کیا، بہترین لباس پہنا، بہترین خوشبو لگائی، ہم دونوں خلیفہ کے محل کے طرف چل دیئے۔ ہمیں ایوان کے دروازہ پر خلیفہ کا خادم خاص سرور ملا ابو حاتم نے کہا میں امام ابو یوسف کو بلا لایا ہوں۔ میں نے سرور کو کہا تم مجھے جانتے ہو، میرے منصب کی اہمیت کو سمجھتے ہو، مجھے اس وقت کیوں بلایا گیا ہے، کیا تم جانتے ہو کہ اس وقت امیرالمومنین کو کیا کام آپڑا ہے، اس نے کہا مجھے معلوم نہیں کہ کیا کام ہے۔ میں نے پوچھا کہ خلیفہ کے پاس اس وقت کون بیٹھا ہے؟ اس نے بتایا عیسیٰ بن جعفر، میں نے پوچھا کوئی اور، اس نے کہا کوئی نہیں، بس دونوں بیٹھے ہیں۔ خادم نے کہا آپ چلے جائیں دونوں باغ میں قالین پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ زمین پر پاؤں مارنا، وہ پوچھیں گے کون ہے، آپ اپنا نام بتا دینا وہ آپ کو بلا لیں گے۔ میں نے ایسے ہی کیا، جب میں قریب پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ قالین پر بیٹھا ہے، اس کے دائیں جانب عیسیٰ بن جعفر بیٹھا تھا۔ میں نے السلام علیکم کہا تو خلیفہ نے دیکھ کر کہا معاف کرنا، ہم نے آپ کو بے وقت زحمت دی ہے، میں نے عرض کی آپ نے مجھے ہی نہیں بلکہ میرے اہل خانہ کو بھی سخت تکلیف سے دوچار کیا گیا ہے۔ وہ ڈر رہے ہیں کہ خدا معلوم کیا بات ہے کہ امیرالمومنین نے اس وقت طلب فرمایا ہے۔ خلیفہ نے کہا آپ تشریف رکھیں میں بیٹھ گیا، میرے دل میں کئی قسم کے خطرات آرہے تھے۔

خلیفہ میری طرف متوجہ ہوا اور فرمایا اے یعقوب! آپ کو معلوم ہے کہ آپ کو اس وقت کیوں بلایا گیا ہے، میں نے کہا مجھے کچھ معلوم نہیں، خلیفہ نے بتایا یہ عیسیٰ بن جعفر ہیں، ان کی ایک لونڈی ہے، میں نے اسے کہا ہے کہ اسے میرے ہاتھ بیچ دو مگر اس نے انکار کر دیا ہے، میں نے کہا اچھا اسے میرے لیے بیہ کر دو، اس نے پھر بھی انکار کر دیا ہے۔ آپ گواہ رہیں میں اس خوبصورت

لونڈی کے لیے اتنا بیتاب ہوں کہ اگر اس نے کوئی جلدی فیصلہ نہ کیا اور اس نے آج یہ لونڈی میرے حوالے نہ کی تو میں اسے قتل کر دوں گا۔ میں نے عیسیٰ کو کہا لونڈی دے دو کیوں انکار کرتے ہو اور اپنی جان خطرے میں ڈالتے ہو۔ اس نے کہا آپ جلدی نہ کریں، میری بات بھی سن لیں، میں نے کہا کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ نہ تو میں اس لونڈی کو بیچوں گا اور نہ ہیہ کروں گا، اگر میں ایسا کروں گا تو میری بیوی کو تین طلاقیں۔ میں نے ہارون الرشید کی طرف دیکھ کر کہا حضور اب کیا حکم ہے۔ اس نے کہا کہ کیا اس کی ضد کا کوئی علاج نہیں ہے، کیا آپ کے پاس اس کا کوئی حل ہے۔ میں نے کہا ہاں! میں نے بتایا کہ یہ آدمی لونڈی فروخت کر دے، آدمی ہیہ کر دے، اب نہ اس کی قسم ٹوٹے گی نہ اس کی بیوی کو طلاق ہوگی کیونکہ آدمی کام سے مکمل کام نہیں ہوتا۔ عیسیٰ بن جعفر نے زور دے کر پوچھا کیا ایسا ہو سکتا ہے۔ میں نے کہا ہاں! آپ مکمل لونڈی کو نہ فروخت کریں، نہ ہیہ کریں، چنانچہ عیسیٰ بن جعفر نے نصف لونڈی فروخت کر دی اور سو دینار وصول کر لیے اور نصف ہیہ کر دی اور گھر جا کر اپنی لونڈی خلیفہ کے پاس لے آیا اور کہا یہ لونڈی لے لیجئے، آپ کو مبارک ہو۔ آج میں طلاق سے بچ گیا اور قسم کے کفارے سے بھی بچ گیا۔

خلیفہ نے کہا یعقوب ایک بات رہ گئی ہے، میں نے کہا وہ کونسی بات، یہ لونڈی ہے اس کا استبراء ضروری ہوتا ہے مگر میرے لیے اس کے بغیر ایک رات بسر کرنا بھی گوارا نہیں۔ میں اس کی جدائی ایک رات کے لیے بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ میں نے کہا امیر المومنین اب یہ لونڈی آپ کی ملکیت ہے، اسے ابھی آزاد کر دیں اور اس سے نکاح کر لیں کیونکہ آزاد عورت کے لیے استبراء ضروری نہیں۔ اس نے لونڈی کو آزاد کر دیا، پھر پوچھا اب اس کے ساتھ میرا نکاح کون پڑھائے گا؟ میں نے کہا آپ اپنے دو ملازمین سرور اور حسن کو بلا لیں اور انہیں نکاح کے گواہ بنا لیں، میں نے ایجاب قبول کرایا خطبہ پڑھا اور دونوں گواہوں کی موجودگی میں نکاح ہو گیا۔ دو سو دینار حق مقرر ہوا اسی وقت لا کر لونڈی کے حوالے کر دیئے گئے۔ اس کے بعد مجھے خلیفہ نے کہا اب آپ نے ہم دونوں کی مشکل کی حل کر دی ہے۔ اب آپ تشریف لے جاسکتے ہیں۔ خلیفہ نے سرور کو بلا کر حکم دیا کہ یعقوب (امام ابو یوسف) کو دو سو دینار عطا کیئے جائیں اور اس کے اہل و عیال کے لیے بیس خلعتیں دی جائیں۔

بشر بن الولید فرماتے ہیں اس واقعہ کے بعد یعقوب (امام ابو یوسف) نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ میں نے اس معاملہ میں کوئی شرعی غلطی تو نہیں کی میں نے کہا کوئی غلطی نہیں کی۔ آپ نے فرمایا میرے انعام میں آپ کا حصہ ہے۔ آپ نے مجھے مشورہ دینے پر دسواں حصہ دیا، میں شکریہ ادا کر کے گھر کو روانہ ہوا، میں اٹھ کر گھر آنے ہی والا تھا کہ ایک بڑھیا آگئی اور آکر کہنے لگی امام ابو یوسف آپ کو رات والی کینز سلام پیش کرتی ہے اور شکریہ ادا کرتی ہے کہ آپ نے اسے غلامی سے آزادی دلائی، آزاد خاتون کی حیثیت سے اس کی شادی خلیفہ عباسی سے کرادی۔ اس نے آپ کو ایک سو دینار بطور شکریہ بھیجا ہے۔ ابو یوسف نے فرمایا میں ایسے معاملات میں نذرانے قبول نہیں کیا کرتا۔ بچی کو آزادی مل گئی، خلیفہ سے شادی ہو گئی، وہ خوش ہو گئی ہے مجھے اس کام پر خوشی ہوئی ہے۔ یہ نذرانہ مجھے قبول نہیں۔ بشر کہتے ہیں کہ ہم نے منت سماجت کی، آپ نے ہماری بات مان لی مگر سارا نذرانہ اور انعام ہمیں انعام دے دیا۔

یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے ساتھ مکہ مکرمہ میں تھا، آپ کے پاس محدثین مکہ اور مدینہ کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی، ان کے علاوہ اشراف مکہ بھی موجود تھے، امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو ام جعفر (خلیفہ کی ماں) نے ہدیہ بھیجا جو مختلف اشیاء پر مشتمل تھا۔ مجلس میں سے ایک شخص نے فرمایا کہ اگر تمہیں کوئی ہدیہ بھیجے تو قبول کر لو اور ہدیہ کو مجلس میں بیٹھے ہوئے لوگوں میں تقسیم کر کے ایثار اور مروت کا مظاہرہ کرو۔ قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ نے اس شخص کی بات سن لی۔ آپ نے فرمایا تمہاری بات بالکل درست ہے مگر وہ ایسا ہدیہ تھا جس میں کھجوریں، پنیر، انگور اور کشمش وغیرہ ہوتے تھے۔ ایسا ہدیہ نہ تھے تم دیکھو یہ تو خزانے ہیں۔

سفیان بن وکیع بن الجراح فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے یہ بات سنی کہ مجھے امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ آپ ان مسائل کے متعلق کیا فرماتے ہیں کہ جو آج کل زیر بحث آرہے ہیں۔ میں نے عرض کہ حضور نے مسائل کا حل تو آپ ہی جانتے ہیں، مجھے صرف ایک شکایت ہے کہ آپ مسجد میں بلند آواز سے باتیں کرتے ہیں یہ اچھی بات نہیں، رسول خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں بلند آواز سے گفتگو کرنا یا شور مچانے سے منع فرمایا ہے۔ آپ فرمانے لگے تو آپ میرے ساتھ فقہ کا کوئی مسئلہ بیان فرمائیں، میں نے دوران گفتگو پر جوش آواز

سے بات کی تو آپ نے فرمایا سفیان تم مسجد میں بلند آواز سے بات کرتے ہو کیا یہ مکروہ نہیں ہے۔
بس اتنی سی اجازت ہے کہ دین کے مسائل بیان کرتے وقت تھوڑی سی آواز بلند کر لی جائے۔

وکیع رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ایک دن میں اور ابن ابی زاہدہ اور سفیان بن لمینہ مسجد کوفہ میں بیٹھے تھے، اس وقت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد کے ایک کونے میں تشریف فرما تھے۔ ہمارے دوستوں کی باتوں کی مسجد میں آواز آرہی تھی، امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ اٹھے ہمارے ساتھ آکر بیٹھ گئے، انہیں ابن عیینہ نے کہا کیا امام ابوحنیفہ مسجد کا حق نہیں جانتے، اگر جانتے ہیں تو پھر یہ شور کیوں برداشت کرتے ہیں، ان لوگوں کو کیوں نہیں روکتے۔ امام ابو یوسف سوال سن کر خاموش ہو گئے اور اس کے بعد ہمارے درمیان ایک مسئلہ پر بحث چھڑ گئی۔ ابن عیینہ نے بات کی میں نے مخالفت میں دوسری بات کر دی، ہم ایک دوسرے کے جواب الجواب میں آوازیں بلند کرتے گئے۔ امام ابو یوسف نے کہا سبحان اللہ! اب تم ہی مسجد میں آواز بلند کر کے گفتگو کر رہے ہو اور ہم پر الزام بھی لگاتے ہو یہ کہہ کر اٹھ کر وہاں سے چلے گئے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی آواز بڑی بھاری تھی، بولتے تو سننے والوں پر دہشت طاری ہو جاتی تھی، پھر آواز علم و فضل کے موتی بکھیرتی چلی جاتی، سننے والے لوگ پتھر ہو جاتے، میں نے کسی دقیق مسئلہ پر گفتگو کرتے سنا، آپ کی زبان سے یوں دلائل نکل رہے تھے جیسے کمان سے تیر نکلتے ہیں۔ آپ کے مقابلہ میں کسی کو بات کرنے اور کہنے یا جواب دینے کی جرات نہیں ہوتی تھی۔ ہم حیران تھے کہ یہ شخص کتنا قادر الکلام ہے اور کس انداز سے اپنے مقاصد بیان کرتا ہے۔ مسائل، معانی اور اسرار کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے آسان فرمادیا تھا، وہ رواں دواں بات کرتے جاتے تھے۔

علی بن خشرم رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میں اس مجلس میں موجود تھا جب کسی نے حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ سے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا کہ اس نے قسم کھائی ہے کہ اگر میرا یہ کام نہ ہو تو میرا تمام مال و اسباب مساکین کو دے دیا جائے، اب اگر وہ کام نہ ہو سکا تو اس کے مال کے متعلق کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس کے لیے ایک ہی صورت ہے کہ وہ اپنا مال ایسے شخص کو دے دے جس پر اسے پورا پورا اعتماد ہے، جو کچھ لمحوں بعد اسے لیا ہو مال واپس کر دے۔ اس دوران وہ کام کرے جس کا اس نے عہد کیا تھا، ناکامی کے دوران کسی قسم کے مال و منال کا مالک

نہیں تھا۔ (یہ ایک شرعی حیلہ ہے جس کے جواز کو چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔ ہم احناف اسقاط کا شرعی حیلہ ان ہی فیصلوں کی روشنی میں کرتے ہیں مترجم) یہ فیصلہ سن کر سائل نے پوچھا کیا ایسا فیصلہ کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا؟ آپ نے جواب دیا حضور ﷺ نے تو ایسا کبھی نہیں کیا، نہ فرمایا تھا تو پھر آپ نے یہ فیصلہ کیوں کیا، ایسے فیصلے تو یہودی کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں پر لعنت فرمائی ہے، ان پر جانوروں کی چربی حرام تھی مگر وہ چربی بیچ کر اس کی قیمت وصول کرتے اور دوسری ضروری اشیاء خرید کر کھاتے۔ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا بندہ خدا کہاں یہ فیصلہ اور کہاں یہودیوں کا وہ فیصلہ، دونوں فیصلوں میں بڑا فرق ہے۔ انہوں نے حرام چیز کو حلال کرنے کے لیے فیصلہ کیا اور ہمارے سامنے جو مسئلہ آیا تھا اس میں ان کا مال حلال تھا، اس کا اپنا تھا، وہ چاہتا تھا کہ اس کا حلال مال اس کی قسم کی وجہ سے حرام نہ ہو جائے، سائل اٹھ کر باہر چلا گیا۔

یوسف بن خالد بیان کرتے ہیں کہ مجھے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ میرے پاس ربیعہ الزائی اور یحییٰ بن سعید قاضی کوفہ آئے۔ یحییٰ نے ربیعہ کو کہا کہ اس شہر کے لوگوں پر تعجب ہے کہ انہوں نے ابو حنیفہ جیسے آدمی کی رائے پر اتفاق کر لیا ہے۔ آپ نے انہیں مشکوک الاعتبار جان کر اپنے شاگرد امام ابو یوسف، امام زفر اور چند دوسرے شاگردوں کے پاس بھیج دیا اور حکم دیا کہ ربیعہ الزائی سے مناظرہ کریں اور اسے مطمئن کریں، وہ ان کے پاس آئے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے ان سے پوچھا تمہارا اس شخص کے متعلق کیا حکم ہے جس کے دو مالک ہوں، ایک مالک اپنا حصہ آزاد کر دے تو کیا یہ فیصلہ شریعت کی رو سے صحیح ہے؟ ربیعہ کہنے لگا ایسا نہیں ہو سکتا یہ ناجائز ہے، اس میں ضرر ہے، نقصان ہے، انسان آزاد ہوتے ہوئے بھی غلام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ضرر جائز نہیں۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے پوچھا کہ اگر دوسرا بھی اسے آزاد کر دے تو ربیعہ کہنے لگا اب جائز ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ تم نے اپنے فیصلے کو کیوں بدل دیا تم نے پہلے شخص کے آزاد کرنے پر اسے ناجائز قرار دیا۔ اب دوسرے نے وہی کام کیا تو تم جائز کہہ رہے ہو، تمہارے نزدیک تو پہلے شخص کے کہنے سے غلام آزاد نہیں ہوا تھا ابھی غلام ہی تھا مگر دوسرے نے آزاد کیا تو تم نے اسے جائز قرار دیا ہے۔ ربیعہ آپ کے اس اعتراض پر حیران رہ گئے اور خاموش ہو کر گھر چلا گیا۔

ہم نے یہ حدیث الحارثی کے طریق پر روایت کی ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ روایت ربیعہ کو سنائی تو وہ کسی اور مسئلہ کے متعلق تھی مگر امام ابو یوسف کے ذہن میں تھی، انہوں نے اس مسئلہ کے حل کرنے کے لیے ربیعہ کو لاجواب کر دیا۔ جن دنوں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ قاضی القضاہ تھے اور خلیفہ ہارون الرشید عباسی کا دور تھا تو آپ کی عدالت میں ایک مقدمہ آیا۔ ایک مسلمان نے ایک نصرانی ذمی کو قتل کر دیا تھا، اس کے خلاف گواہوں نے گواہی بھی دے دی تھی اور واقعہ کی حقیقت ثابت کر دی۔ نصرانی کے وارث عدالت کی وساطت سے قاتل سے قصاص کا مطالبہ کر رہے تھے۔ قاتل نے مہلت مانگی اور وعدہ کیا کہ فلاں دن فیصلے پر عمل کروں گا۔ جب وعدہ کا دن آیا تو قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ مسند قضاہ پر تشریف فرما تھے اور حکم دیا کہ فیصلے کے کلغزات لائے جائیں۔ اسی دوران اس وقت کا مشہور شاعر ابوالمغربی عدالت میں آگیا، اس نے ان عدالتی کلغزات میں اپنا رقعہ ملا دیا جس پر یہ شعر لکھا تھا۔

یا قاتل المومن بالکافر
جرت ومال عادل کالجائر
یا من بہ بغداد وا اطرافها
من فقہاالناس او شاعر

ترجمہ : اے ایک مومن کو کافر کے عوض قتل کرنے والے، تم ظالم ہو، عادل نہیں ہو، عادل ظالم نہیں ہو سکتا، تم بغداد اور اطراف کے قاضی ہو، کیا تم قاضی عادل ہو یا شاعر؟

جار علی الدین ابو یوسف
بقتله المومن بکافر
نوجو او بکو اخوتی دینکم
واصطبرو اقلا حبر الصابر

ترجمہ : آج ابو یوسف دین پر ظلم کر رہا ہے۔ وہ مومن کو کافر کے قتل کے بدلے قتل کرنے پر تلا

ہوا ہے۔ اے بھائیو! تم اپنے دین پر ماتم کرو، اس پر نوحہ کرو اور صبر کرو اس لیے کہ صبر کے لیے اجر ملے۔

قاضی ابو یوسف نے جب یہ اشعار پڑھے تو کٹھنات ایک طرف رکھ دیئے، اپنا دفتر بند کر دیا، اٹھے اور خلیفہ ہارون الرشید کے پاس چلے گئے۔ اس کے ہاں سارا واقعہ سنایا اور اشعار بھی پڑھ کر سنائے اور یہ بھی بتایا کہ اس مقدمہ کا فیصلہ سننے کے لیے لوگوں کا ایک مجمع جمع ہے۔ میں سابقہ فیصلہ سنانے سے ڈرتا ہوں کہ کہیں فساد نہ ہو جائے۔ بات وہی حق ہے جو اشعار میں کہی گئی ہے۔ ہارون الرشید نے آپ کو کہا پھر آپ معذرت کر لیں۔ قاضی اپنے دفتر آئے مقتول کے وارث جمع تھے، فیصلہ سننے کے لیے بیتاب تھے، قاضی ابو یوسف نے انہیں مخاطب کر کے کہا تمہارے دو گواہ شہادت دیتے ہیں کہ مقتول مرتے دم تک جزیہ ادا کرتا رہا ہے، یہ تو خون باطل ہے، اس کا قاتل قصاص میں قتل نہیں کیا جاسکتا۔

ابراہیم الخراج نے فرمایا کہ میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے پاس حاضر ہوا تو آپ سخت بیمار تھے، مجھے دیکھ کر فرمانے لگے فلاں مسئلہ کا کیا حل ہے؟ میں نے کہا اس سخت بیماری میں آپ کو مسئلہ کے حل کی پڑی ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں، آپ مسئلہ کا حل تو بتائیں، ہم مسئلہ حل کریں۔ بیماری سے نجات تو اللہ نے دینی ہے آپ یہ بتائیں ”شیطان“ کو پیدل کنکر مارنے افضل ہیں یا سوار ہو کر؟ میں نے کہا سوار ہو کر (جمرات کرنا) کنکر مارنا افضل ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے غلط کہا ہے، پھر میں نے کہا پیدل چل کر کنکر مارنا افضل ہے، آپ فرمانے لگے تم نے پھر غلط کہا، میں نے عرض کی پھر آپ ہی فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کنکریاں مارنے کے بعد وقوف نہیں سوار ہو کر کنکریاں مارنا افضل ہے، کنکریاں مارنے کے بعد فوراً چلے جانا چاہیئے اگر کنکریاں مارنے کے بعد وقوف کرنا ہے تو پیدل کنکریاں مارنا افضل ہے کیونکہ اگلے کام کے لیے اس طرح بہتر ہے۔

بشر بن الولید نے فرمایا کہ ایک دن میں نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ مجھ سے اعمش نے ایک مسئلہ دریافت کیا، میں نے مسئلہ بتایا تو پوچھنے لگے یہ جواب تم نے کہاں سے سیکھا، میں نے جواب دیا کہ آپ کی بتائی ہوئی اس حدیث سے، اس پر میں نے حدیث سنائی، وہ سن کر کہنے لگے اے یعقوب! یہ حدیث میں نے اس وقت یاد کی تھی جب تمہارے ماں باپ کی ابھی شادی

بھی نہیں ہوئی تھی مگر میں آج تک اس حدیث کو بطور مسئلہ بیان نہیں کر سکا۔ تمہاری یادداشت کا کیا کہنا کہ اس حدیث کی روشنی میں مسئلہ کو حل کر دیا۔

اس ضمن میں مجھے ابن ابی عمر نے ایک واقعہ سنایا کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ایک دن حجاج بن ارطالت کے ہاں تشریف لے گئے وہ اس وقت کوفہ کا قاضی تھا اور امام ابو یوسف ابھی ایک فقیہ تھے۔ آپ نے اس سے لونڈی کے پیٹ میں اس بچے کے متعلق سوال کیا جسے حمل کے دوران کسی نے گرا دیا تھا۔ قاضی نے کہا کہ لونڈی کی قیمت کا بیسواں حصہ ادا کیا جائے۔ امام ابو یوسف نے پوچھا یہ تم نے کہاں سے لیا؟ اس نے بتلایا کہ (آزاد عورت) کے پیٹ کے بچے سے، قاضی یوسف کہنے لگے کہ پیٹ کے بچے کے متعلق تو یہ حکم ہے کہ اگر کسی نے اس کے پیٹ پر مارا اور بچہ مردہ پیدا ہوا تو مارنے والے پر جرمانہ ہے۔ اگر پیدا ہونے کے بعد مرا تو دیت دینا ہوگی۔ حجاج نے کہا ہاں مسئلہ تو ایسا ہی ہے۔ امام ابو یوسف نے فرمایا تم نے معاملہ برعکس کر دیا، لونڈی کے پیٹ میں بچہ مر گیا زندہ بچے کی قیمت بڑھادی اس لیے کہ وہ زندہ ہو کر نکلے گا تو اس کی قیمت دو درہم ہوگی جبکہ اس کی ماں کی قیمت ایک سو درہم تھی۔ حجاج نے کہا ہاں بیٹھے جب اس عمر میں تمہاری تحقیقات کا یہ عالم ہے تو مجھے بڑے آئمہ اور علماء کرام سے مسئلہ پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ تم لوگوں سے نہ ملا کرو اس سے تو میری قدر و قیمت ختم ہو جائے گی اور تم تو میرے فیصلوں پر اپنی رائے دیکر مجھے رسوا کرتے پھرو گے تم لوگوں سے نہ ملا کرو۔

بکار بن قینبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ہلال الرائی سے سنا وہ کہتے تھے کہ جب امام ابو یوسف ہمارے ہاں تشریف لاتے تو ہمارے دروازے کے سامنے شہر کے علماء اور محدثین جمع ہو جاتے تھے۔ ہر شخص آپ سے دوستی اور محبت کا دم بھرتا تھا اور کہتا کہ امام ابو یوسف میرے خاص دوست ہیں اور اس طرح ہر ایک کی خواہش ہوتی کہ وہ پہلے امام صاحب سے ملاقات کرے، امام ابو یوسف انہیں دیکھ کر فرماتے واقعی یہ میرے مشترکہ دوست ہیں۔ ایک دفعہ علماء اور محدثین کے دو طبقے دروازے پر جمع ہو گئے ہر ایک کو گمان یہ تھا کہ آپ ان کے ہیں، حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے میں تو آپ سب کا مشترکہ دوست ہوں۔ میں محدث بھی ہوں، فقیہ بھی ہوں، میں کسی طبقہ کو ایک دوسرے پر ترجیح نہیں دیتا، ہاں میرا ایک مسئلہ ہے جو اسے حل کر دے گا میں اس کی

قابلیت کا اعتراف کروں گا۔ وہ یہ ہے کہ میں نے ایک دن لوگوں کے مجمع میں ہاتھ بڑھایا تھا، میری انگلی میں ایک قیمتی انگوٹھی تھی، ایک شخص نے آگے بڑھ کر از رہ عقیدت انگوٹھی دانتوں میں دے کر چبا ڈالی اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دی۔ آپ حضرات اپنی اپنی رائے دیں کہ ایسے شخص کا کیا کیا جائے۔ محدثین نے رائے دی کہ وہ شخص پہلے انگشتری کی طرح نئی انگشتری بنا کر دے، دوسروں نے کہا کہ اسے توڑنے سے جو نقصان ہوا وہ اسے پورا کرے، میں نے آگے بڑھ کر کہا خدا کے بندو! اس مسئلہ کا حل یہ ہے کہ یہ ٹوٹی پھوٹی انگوٹھی اس شخص کو دے دی جائے جس نے یہ حرکت کی تھی اور اس سے صرف اس سونے کی قیمت وصول کر لی جائے جو انگشتری میں لگا ہوا تھا۔ ہاں اگر انگوٹھی کا مالک اسے اسی حالت میں رکھنا چاہے اور کوئی معاوضہ طلب نہ کرے تو یہ ایک اچھا کام ہے، چبانے والے پر کچھ نہیں۔ میری یہ بات سن کر تمام حاضرین خوش ہوئے۔ امام ابو یوسف نے مجھے قریب بلایا داد دی، شاباش کہی اور اپنے پاس لا کر بٹھایا اور میرے ساتھیوں کو بھی اپنے قریب بلالیا۔ آپ نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے بتایا میرا نام ”بلال“ ہے۔ آپ نے فرمایا ان شاء اللہ تم ایک دن قمر بن کر چمکو گے اور کاتب کو بلا کر یہ مسئلہ لکھوا دیا۔

اس مسئلہ کو صاحب ”کتاب الصرف“ نے ایک اور انداز میں پیش کیا ہے کہ دونوں اپنے حال پر رہیں گے، میں نے عرض کیا کہ اس مسئلہ کی نوعیت بالکل اس کے برعکس لکھی گئی تھی۔ آپ نے فرمایا دونوں اپنی اپنی جگہ درست ہیں حالات اور واقعات کی تبدیلی سے بعض دفعہ مسائل کے جوابات مختلف ہوتے ہیں۔

ابوالولید الطیبی نے کہا اس دن میں بھی اصحاب الرائے کے ساتھ تھا۔ اس دن سب سے پہلے جس شخص نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے بات کی تھی وہ حسن بن صالح بن حی تھے۔ ان کے دل میں کوئی بات کھٹکی تو آپ نے لوگوں کی طرف دیکھ کر کہا بخدا آج جتنا مجھے حسن بن صالح سے بات کرنے میں خوف آیا ہے کبھی نہیں آیا۔ گویا اس نے مجھے شعبہ کے سامنے پیش کر دیا ہے، میں کھڑا ہو گیا اور کہا اللہ مجھے وہ مجلس نہ دکھائے جس میں ابوالکلام موجود ہوں، میں اسی پریشانی میں باہر نکلا راستہ میں خیال آیا خوف کس چیز کا، وہاں ایک وزیر تھا، دوسرا قاضی القضاہ (چیف جسٹس) مجھے ان سے ڈرنا نہیں چاہیے چنانچہ میں دوبارہ واپس آ گیا، اس وقت امام ابو یوسف املا سے فارغ ہو چکے تھے۔

ان کے ذہن پر میرا ہی خیال سوار تھا۔ وہ مجھے بغداد سے ہی جانتے تھے، میں بغداد کے قیام کے دوران ان کے پاس آیا جاتا کرتا تھا، مجھے فرمایا ہشام ادھر آؤ، ابو سہام میں بھلائی ہے لیکن میں نے حسن بن صالح جیسا کوئی ذہین عالم نہیں دیکھا۔

علامہ نیشاپوری فرماتے ہیں کہ جب امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ منصب قضاة پر جلوہ فرما ہوئے تو آپ کے ہاں اسماعیل بن حملو بن امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے (یعنی ان کے استاد مکرم کے پوتے) اس وقت امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دو فریق ایک دوسرے کے مخالف مقدمہ لے کر کھڑے تھے۔ آپ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے مطابق فیصلہ فرمایا تو اسماعیل بن حملو نے اٹھ کر فرمایا آپ تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلے کے خلاف فیصلہ کیا کرتے ہیں آج آپ کو کیا ہو گیا ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہم حضرت امام کی زندگی میں ان کی مخالفت دیدہ دانستہ کیا کرتے تھے تاکہ آپ ہمارے سامنے کوئی مزید نکتہ لائیں اور ہمیں راہنمائی ملے، حقیقت یہ ہے کہ آج تک ایسا کوئی فیصلہ نہیں کیا گیا جو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلے یا رائے کے خلاف ہو۔

ایک دفعہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ عباسی ہارون الرشید کے ساتھ حج پر گئے۔ دونوں ایک باپردہ کجاوہ میں سفر کر رہے تھے۔ دوران سفر امام ابو یوسف کو کھانسی آئی تو آپ نے پردہ ہٹا کر کھنکار باہر پھینکا، خلیفہ ہارون الرشید نے کہا تم جانتے نہیں کس کے ساتھ سفر کر رہے ہو اور یہ عامیانه حرکت کیوں کر رہے ہو۔ امام ابو یوسف نے کہا مجھے معلوم ہے کہ میں جس کا شریک سفر ہوں اسے اپنی خلافت پر بڑا ناز ہے مگر ساتھ ہی فرمایا آپ کو معلوم ہے آپ کس کے ساتھ سفر کر رہے ہیں، ہارون الرشید نے بتایا مجھے معلوم ہے ابو یوسف چیف جسٹس ممالک عباسیہ کے ساتھ بیٹھا ہوں، میں نے کہا ہاں یہ درست ہے مگر آپ خلیفہ ہو کر اپنے نسب پر فخر کرتے ہیں، آج ہزاروں قریشی نسب کے لوگ موجود ہیں، کئی قریشی ہاشمی مکہ مدینہ کوفہ اور بغداد میں موجود ہیں، سینکڑوں لوگ نسب کی وجہ سے آج خلافت کے دعویدار ہیں مگر میں علم و فضل کی وجہ سے اس مقام پر ہوں کہ حسب و نسب کے برعکس میرا کوئی جواب نہیں۔ خلیفہ ہارون الرشید امام ابو یوسف کی بات سن کر خوش بھی ہوا اور لاجواب بھی اور کہنے لگا کاش میں خلیفہ نہ ہوتا ایک اونٹ کا ساربان ہوتا مگر علم و فضل میں کمال حاصل کرتا اور

لوگ میری تلاش میں دور دور سے دوڑے آتے۔

محمد بن سلمہ اپنے زمانہ کے بہت بڑے فقیہ تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ خلیفہ ہارون الرشید بیت اللہ کی طرف روانہ ہوئے تو ان کے برابر ہی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی سواری چل رہی تھی، جب تمام حجاج عرفات کے میدان میں پہنچے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے ہارون الرشید کو اشارے سے بتایا کہ وہ مصلیٰ پر کھڑے ہو کر دو رکعت نماز کی امامت کرائیں۔ جب نماز ہو گئی تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہو گئے اور اعلان کیا اے اشراف مکہ! اے اہل مکہ! تم اپنی نماز پوری کر لو چار رکعت ادا کر لو، آپ کے امام خلیفہ ہارون الرشید مسافر ہیں، وہ کسر ادا کر رہے ہیں۔ یہ سن کر مجمع میں سے ایک شخص اٹھا اور کہنے لگا ابو یوسف میں تم سے اور تمہارے استاد سے بڑا عالم ہوں۔ اس مسئلہ کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ امام ابو یوسف نے فرمایا تم اگر عالم ہوتے تو نماز کے دوران گفتگو نہ کرتے، وہ لاجواب ہو کر خاموش ہو گیا۔ ادھر ہارون الرشید یہ بات سن کر بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کاش میں اتنا عالم دین ہوتا اور لوگوں کے مسائل کے جوابت دیتا۔

اس واقعہ کو ایک اور شخص نے بتایا کہ خلیفہ ہارون الرشید امام ابو یوسف کے اس جواب سے ہنس پڑے اور فرمایا یہ قیمتی جواب عربوں کے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے۔ (عربوں میں سرخ اونٹ نہایت اعلیٰ سمجھا جاتا ہے۔) امام ابو یوسف کی عدالت میں ایک دن خلیفہ کا وزیر علی بن عیسیٰ گواہی دینے آیا، اس نے گواہی دی مگر امام ابو یوسف نے اسے مسترد کر دیا۔ وزیر نے خلیفہ ہارون الرشید کے پاس شکایت کی، ہارون الرشید نے امام ابو یوسف کو بلایا اور پوچھا آپ نے میرے وزیر کی گواہی کو کیوں مسترد کر دیا؟ آپ نے فرمایا میں نے سنا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ انا عبدالخلیفہ میں خلیفہ کا غلام ہوں اور شریعت میں غلاموں کی گواہی ناقابل قبول ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ میں نے اس لیے گواہی رد کر دی کہ میں نے سنا ہے کہ یہ باجماعت نماز ادا نہیں کرتا، اس دن کے بعد وزیر ابن عیسیٰ نے گھر کے ایک کونے میں مسجد بنالی جس میں پانچوں وقت باجماعت نماز ادا کیا کرتا تھا۔

موسیٰ الہادی تحت خلافت پر بیٹھا تو اس نے ایک نہایت ہی خوبصورت اور خوش اندام لونڈی دیکھی، وہ عورت کے روپ میں چاند کا ٹکڑا تھی، خلیفہ کا دل اس پر ٹوٹ پڑا، اس نے اپنے

وزیر کو حکم دیا کہ اسے ہر قیمت پر خرید کر میرے پاس لایا جائے۔ جب اس کو بے پناہ دولت دے کر خرید لیا گیا تو علماء کرام نے فرمایا کہ لونڈی کا استبراء ضروری ہے۔ علماء کی یہ بات سن کر خلیفہ حیران رہ گیا اور سوچنے لگا اب کیا کروں، استبراء کو ایک وقت درکار ہے مگر اس کے اندر ایک تو آگ لگی ہوئی تھی، وہ کہنے لگا کاش آج امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوتے تو وہ میری مشکل حل فرماتے۔ اس نے پوچھا کیا امام ابوحنیفہ کا کوئی شاگرد ہے جو مسائل فقہ میں طاق ہو، لوگوں نے امام ابو یوسف کا نام لیا۔ خلیفہ نے آپ کو بلایا اور آپ کے سامنے وہ مسئلہ رکھا۔ آپ نے پوچھا آپ کے دربار کے دوسرے فقہانے کیا حل پیش کیا ہے۔ اس نے بتایا کہ علماء کرام کا کہنا ہے کہ لونڈی تو استبراء کے بغیر حلال نہیں ہو سکتی۔ ایک حیض انتظار کریں، پھر استبراء کریں مگر میرے لیئے یہ دونوں باتیں ناگوار ہیں۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اب ایک صورت رہ گئی ہے آپ لونڈی کے مالک کو روپے دے کر اسے اپنے قبضہ میں لے لیں اور اس لونڈی کو آزاد کر دیں، پھر اس کا نکاح کسی بااعتماد غلام سے کر دیں جو خلوت کیئے بغیر اسے فوراً طلاق دے دے جب وہ مطلقہ ہو جائے تو یہ لونڈی آپ کے لیئے حلال ہے، بغیر خلوت صحیحہ کے عدت کی بھی ضرورت نہیں۔ خلیفہ بہت خوش ہوا، اس نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو دس ہزار دینار انعام دیا۔

ایک مسجد ویران ہو گئی کسی نے امام محمد بن الحسن سے پوچھا کہ ایسی مسجد کا کیا حکم ہے، آپ نے فرمایا مالک کی ملک میں واپس لوٹ آئے گی۔ اس فتویٰ پر اس شخص نے ویران مسجد پر قبضہ کر کے اپنا مکان بنا لیا۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے گزرے تو مسجد کی جگہ مکان دیکھ کر حیران رہ گئے، پوچھا یہاں تو محمد بن الحسن کی مسجد تھی، لوگوں نے بتایا کہ یہ فتویٰ تو اسی امام محمد بن الحسن کا ہے کہ ویران مسجد مالک کی ملکیت میں چلی جاتی ہے اس مسئلہ پر آئندہ صفحات میں مفصل گفتگو ہوگی۔

ایک دن ایک خاتون حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئی کہنے لگی مجھے رات کو احتلام ہو جاتا ہے میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا تم چکی اٹھایا کرو۔ دوسرے دن وہ پھر آئی آپ نے پوچھا تمہارے احتلام کا کیا بنا، کہنے لگی اب تو میں چکی اٹھائے پھرتی ہوں، آپ نے پوچھا کیا تمہارا شوہر ہے۔ اس نے کہا میں نے نکاح نہیں کیا، آپ نے فرمایا تم نکاح کر لو یہی تیرا علاج ہے۔

ایک دن آدمی رات کے وقت خلیفہ ہارون الرشید کا قاصد آیا اور کہنے لگا آپ فوراً خلیفہ کے محل میں پہنچیں ایک نہایت ضروری کام ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ گھبرا گئے کہ خدا خیر کرے یہ وقت اور خلیفہ صاحب کی طرف سے طلبی، بہر حال آپ جس لباس میں تھے اسی میں چل پڑے اور خلیفہ کے محل میں جا پہنچے اور جاتے ہی السلام علیکم کہا، خلیفہ نے جواب دیا تو آپ کی تسلی ہوئی، خلیفہ نے کہا یعقوب میرا قیمتی زیور گم ہو گیا ہے، مجھے ایک لونڈی پر شک ہے وہ میری بڑی پیاری اور خاص لونڈی ہے، میں اس پر سختی بھی نہیں کر سکتا ہوں! میں نے قسم کھائی تھی کہ اگر آپ اس کی چوری کی تصدیق کر دیں تو میں آج رات ہی اسے قتل کر دوں لیکن بلا تحقیق میں قتل نہیں کرنا چاہتا۔ آپ لونڈی سے تحقیق کریں شاید کوئی صورت نکل آئے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب اس لونڈی کو ایک نظر دیکھا تو وہ مجھے چاند کا ٹکڑا نظر آئی، وہ حسن و جمل میں یکتائے روزگار تھی، میں نے اس سے پوچھا تمہارے پاس زیور ہے یا نہیں؟ اس نے کہا خدا کی قسم میرے پاس زیور نہیں، میں نے اسے کہا اگر تم بچنا چاہتی ہو تو جو الفاظ میں تمہیں پڑھاؤں انہیں یاد کر لو اور ان کے علاوہ کوئی لفظ نہ کہنا۔ اس نے وعدہ کر لیا، میں نے اسے کہا جب تمہیں خلیفہ پوچھیں کہ تم نے زیور چرایا تھا تو بلا جھجک کہہ دینا کہ ہاں! جب وہ کہے کہ لے آؤ تو فوراً کہنا میں نے نہیں چرایا۔ امام ابو یوسف نے یہ الفاظ اس لونڈی کو بار بار یاد کرائے اور خود خلیفہ کے پاس آکر بیٹھ گئے۔

اب ہارون الرشید نے لونڈی کو بلا کر پوچھا کیا تم نے زیور چرائے ہیں؟ اس نے فوراً کہا ہاں، پھر خلیفہ نے اسے کہا تو جاؤ لے آؤ، وہ کہنے لگی میں نے تو نہیں چرائے، مجھے خدا کی قسم میں نے نہیں چرائے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفہ ہارون الرشید کو کہا اے امیر المومنین! لونڈی اقرار اور انکار میں سچی ہے لیکن قسم کھانے میں گنہگار نہیں ہوتی، اس طرح خلیفہ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور حکم دیا کہ امام ابو یوسف کو ایک لاکھ درہم انعام دیا جائے۔ خلیفہ کے مصاحب نے کہا اس وقت تو روپیہ نہیں خزانہ بہت دور ہے، رات کا وقت ہے، صبح دے دیں گے۔ خلیفہ نے کہا قاضی ابو یوسف نے رات کے وقت ہمیں آزاد کرایا ہے اور ہم اس کے انعام کو کل تک نلتوی نہیں کر سکتے۔ اچھا اب فوراً آٹھ تھیلیاں اٹھا کر لے جاؤ اور انہیں گھر تک پہنچا آؤ۔

ایک بار خلیفہ ہارون الرشید اپنی بیگم ملکہ زبیدہ سے ناراض ہو گئے، جھگڑا یہاں تک پہنچا اور زبیدہ نے خلیفہ کو اتنا غصہ دلایا کہ اس نے کہہ دیا کہ اگر آج رات تم نے میری سلطنت میں گزاری تو تمہیں تین طلاقیں، یہ الفاظ کہنے کے بعد جب اس کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو اسے سخت ندامت ہوئی اور پچھتانے لگا کہ میں نے کیا کر دیا، مجھے تو زبیدہ سے اتنی محبت ہے کہ اس کے بغیر رہ نہیں سکتا فقہ اور آئمہ کو جمع کیا، مسئلہ کا حل دریافت کیا مگر انہوں نے کہا آپ کی سلطنت کی سرحدیں اتنی وسیع ہیں کہ اگر ملکہ ساری رات سفر کرے تو بھی کسی سرحد سے باہر نہیں جاسکتیں، اب تو انہیں تین طلاقیں ہو جائیں گی۔ ایک شخص نے خلیفہ ہارون الرشید کو کہا ایسے معاملات میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہی بصیرت کام آیا کرتی تھی مگر اب وہ فوت ہو چکے ہیں، ہاں! ان کا ایک نوجوان شاگرد ہے آپ کہیں تو اسے بلا لاؤں۔ امام ابو یوسف آئے تو خلیفہ نے کھڑے کھڑے اپنا مسئلہ پیش کیا اور اپنی غلطی کا اعتراف بھی کیا۔ امام ابو یوسف فرمانے لگے آپ کی ملکہ رات بھر مسجد میں رہے، مسجد آپ کی سلطنت میں نہیں ہے اور نہ ہی مسجد آپ کے قبضہ میں ہے ان المساجد اللہ مسجدیں اللہ کا گھر ہیں، کسی اور کی نہیں۔ خلیفہ اس جواب سے بڑا خوش ہوئے اور اس دن سے امام ابو یوسف کو قاضی القضاة (چیف جسٹس) بنا دیا۔

ایک دن خلیفہ ہارون الرشید نے قاضی القضاة امام ابو یوسف کی خدمات سے خوش ہو کر فرمایا کہ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتائیں، امام ابو یوسف نے کہا ویسے تو ایوان خلافت سے میرے لیے بہت سے انعمت و احسانات جاری ہوتے رہتے ہیں مگر میں ایک مشکل میں ہوں، آپ مجھے اس سے نجات دلا سکتے ہیں، میں نے بچپن میں ایک قسم کھائی تھی وہ ابھی تک میرے ذمہ ہے جس سے میں آپ کی لداؤں کے بغیر عمدہ برا نہیں ہو سکتا۔ خلیفہ نے پوچھا کہ وہ کیا قسم ہے؟ امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پڑھا کرتا تھا، میری ماں مجھے پڑھنے سے روکتی تھی اور بار بار امام موصوف کے پاس آکر میری تعلیم بند کرانے کے لیے اصرار کیا کرتی تھی۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خواہش تھی کہ میں پڑھ جاؤں، ایک دن آپ نے میری ماں کو تسلی دینے کے لیے قسم کھائی کہ خدا کی قسم میں اس بچے کو خلیفہ کے دربار کا ایسا حلوہ کھلاؤں گا جو کسی کو نصیب نہ ہوا ہو گا اور وہ حلوہ خاص خلیفہ کے لیے ہی تیار ہو گا، پھر جس برتن میں حلوہ پیش کیا جائے گا وہ خلیفہ

کے بغیر دوسرا استعمال میں نہیں لاسکے گا۔ میرا ہمسلیہ ایک متشدد یہودی تھا اس نے اپنی عبادت گاہ بنائی تو میرے گھر کا راستہ تنگ کر دیا، میں نے اسے بار بار کہا مگر وہ کہنے لگا اگر تم خلیفہ عباسی کے شاہی کجاوے پر بیٹھ کر آؤ گے تو اس وقت میں اپنا عبادت خانہ توڑ دوں گا اور اسلام قبول کر لوں گا، یہ دونوں کام میرے لیے مشکل تھے، میں نے بھی قسم کھالی کہ میں شاہی کجاوے پر بیٹھ کر ہی آؤں گا یا امیر المومنین یہ دونوں کام آپ ہی قضا کرا سکتے ہیں، آپ ایسا ضرور کریں، میں نے کئی بار آپ کو نہایت مشکل اور نازک مسائل سے بچایا ہے۔

خلیفہ نے اسی وقت خدام خاص کو حکم دیا کہ میرے لیے خاص حلوہ تیار کرو اور خاص برتن میں لاؤ۔ حلوہ تیار ہوا پیش کیا گیا اور دونوں نے کھلایا۔ اس طرح اس کی ایک قسم پوری ہو گئی، اب خلیفہ نے حکم دیا کہ میری خاص سواری لائی جائے اس پر شاہی کجاوہ رکھا جائے، امام ابو یوسف اس پر سوار ہو کر اپنے پرانے گھر جائیں گے، امام ابو یوسف شاہی کدو فر سے اپنے گھر پہنچے، خدام خلافت اور لاؤ لشکر ساتھ تھا۔ یہودی کے عبادت خانے کی وجہ سے راستہ تنگ تھا، اس شان و شوکت سے اندر ہی نہیں جایا جاسکتا تھا، امام ابو یوسف نے یہودی کو کہا اب تو راستہ کھول دو، اس نے اپنا عبادت خانہ گرا دیا اور آپ کو اپنے پرانے گھر جانے کا راستہ دینا پڑا۔ اس نے آپ کو اس منصب اور شان و شوکت میں دیکھا تو اسلام قبول کر لیا۔ اس طرح آپ کی دوسری قسم یا خواہش بھی پوری ہو گئی۔

ایک دن ایک شخص حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی عدالت میں پیش ہوا اور کہنے لگا میں نے آپ کی اجازت کے بغیر ہی ایک امیر آدمی کو آپ کا نام لے کر رقعہ لکھا تو اس نے مجھے بہت سامل دے دیا اگر آپ مجھے بخش دیں تو یہ مل میرے لیے حلال ہو جائے گا۔ آپ نے اسے گرفتار کرا دیا اور حکم دیا کہ یہ مل اس شخص کو واپس کرو جس سے تم نے جھوٹ بول کر لیا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ میں نے آپ کے استاد امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لے کر ایک رئیس سے مل لیا تھا تو انہوں نے تو مجھے بخش دیا تھا اور آپ مجھے گرفتار بھی کرا رہے ہیں اور مل بھی واپس دلا رہے ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو مجھے یہاں تک اجازت دے دی تھی کہ اگر آئندہ تجھے ضرورت ہو تو میرا نام لے کر کسی امیر سے اپنا مطلب نکل لیا کرو۔ قاضی ابو یوسف نے فرمایا میں ابو حنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نہیں ہوں، میں یعقوب ہوں، ابو یوسف ہوں۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فقیہ تھے، فیاض تھے، غریب پرور تھے، وسیع الحال تھے، صاحب مال و منال تھے، لوگ ان کی تعظیم کرتے تھے، ان کے نام پر مل دے کر خوش ہوتے تھے، تم نے یہ حرکات کی تھیں تو ان کے علم و فیاضی اور وسیع نظری کی وجہ سے کی تھیں اور کامیاب ہو جاتے تھے، میں ان کے دسترخوان کا نوالہ بردار ہوں، خلیفہ کا ملازم ہوں، خلیفہ کی پناہ میں رہتا ہوں، تو میرا نام لے کر جو مل لیتا ہے لوگ خلیفہ کے ڈر اور خوف سے دے دیتے ہیں، یہ ایک جرم ہے، میں تجھے ایک دن کی مہلت دیتا ہوں مل واپس کر آؤ ورنہ سزا ملے گی۔ دوسرے دن اسے بلا کر پوچھا تو نے مل واپس کیا ہے یا نہیں اس نے بتایا کہ میں واپس کر آیا ہوں۔ اب امام ابو یوسف نے اپنی طرف سے اسے اس مل سے دگنادے دیا اور فرمایا یہ حلال ہے، اسے استعمال میں لاؤ اور جب تمہیں دوبارہ ضرورت پڑے تو میرے پاس چلے آؤ۔



فصل چہارم

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی حکمت آمیز باتیں اور پرہیزگاری

- ۱- امام ابو یوسف قرآن پاک کی تفسیر کے ماہر تھے۔ مغازی رسول کے حافظ تھے اور ایام العرب سے پوری پوری واقفیت رکھتے تھے۔ علم فقہ پر مکمل عبور حاصل تھا۔
- ۲- آپ فرمایا کرتے تھے جسے حیا و شرم نہیں اسے قیامت کے دن ندامت اٹھانی پڑے گی۔
- ۳- نعمتوں میں اعلیٰ تین چیزیں ہیں، نعمت الاسلام، نعمت صحت اور نعمت استغنا ان تینوں نعمتوں کے بغیر زندگی مصیبت کا گھر رہتی ہے۔
- ۴- اگر علم الرائے حاصل کرنا چاہتے ہو تو روٹی زیتون کے ساتھ کھائیے جس کے جگر میں گرمی ہو وہ کھجور اور انجیر استعمال نہ کرے۔
- ۵- علم ایک ایسی دولت ہے کہ تم اس کے ایک حصہ سے بھی فائدہ نہیں اٹھا سکو گے۔ جب تک تم اپنے بدن کا سارا حصہ اسے نہ دے دو۔
- ۶- ابراہیم الحریص فرمایا کرتے تھے احادیث کو ہر جگہ بیان نہ کرتے جانا، اس طرح تم بدنام ہو جاؤ گے۔ اور دنیا کی دولت محنت اور بصیرت سے حاصل کرنا، کیمیا گری سے دولت نہ کمانا ہمیشہ تنگ دست رہو گے۔ علم، علم الکلام کے ذریعہ حاصل نہ کرنا اس سے تم محتج رہو گے اور مسئلہ پر معذرت کرنی پڑے گی۔
- ۷- یحییٰ بن یحییٰ نے فرمایا کہ میں نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو موت کے دروازے پر دیکھا وہ فرما رہے تھے، میں اپنے تمام فتاویٰ اور فیصلوں سے رجوع کرتا ہوں۔ صرف کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ حاصل کرتا ہوں۔
- ۸- قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ منصب خلافت حاصل کرنے کے بعد ہر روز دو سو رکعت نفل شکرانہ

پڑھا کرتے تھے۔ اسی طرح امام ابن سہمہ بھی ساری زندگی ہر روز دو سو نوافل پڑھتے رہے حتیٰ کہ دونوں بڑھاپے میں کمزور ہو گئے۔

۹- فضیل بن عیاض نے فرمایا کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے سچ فرمایا فقہ میں وہ کامیاب ہو سکتا ہے جسے نہ دنیا کا خیال ہو نہ آخرت کا۔

۱۰- قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے لوگو نیک ارادہ کرو، اللہ تمہیں علم کے خزانے دے گا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ میں جب بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے پاس گیا تو بائین منصب و شوکت وہ مجھے اٹھ کر ملے۔ اگر کوئی دوسرا انہیں اٹھ کرنے ملتا تو آپ اسے بھی تواضع اور عزت سے ملتے کئی بار وہ مجھے ملنے آئے مگر میں ازراہ تکبر ان سے اٹھ کر نہیں ملا مگر مجھے بعد میں ندامت ہوئی۔

۱۱- اسحاق بن لبی اسرائیل نے فرمایا کہ مجھے ابو یوسف نے بتایا کہ فقہ حاصل کرنا ہو تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس میں آیا کرو، میں نے ساری زندگی آپ کی مجالس میں گزاری، آپ کے منہ سے جو حدیث سنی اسے ازبر کر لیا۔ جن دنوں محمد بن اسحاق ”صاحب مغازی رسول“ کوفہ میں قیام پذیر تھے تو میں ان کی مجالس میں جا کر مغازی رسول سنا کرتا تھا، وہ ہمیں مغازی سناتے، ان دنوں مجھے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس میں جانے کا موقع نہ ملا۔ میں پورا ایک مہینہ مغازی سنتا رہا حتیٰ کہ ان کی ساری کتاب یاد کر لی۔ ایک ماہ بعد امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا یعقوب! تم نے کیا کیا کہ ایک پورا مہینہ نائمہ کر لیا۔ میں نے بتایا کہ میں محمد بن اسحاق کی خدمت میں رہا، ان سے مغازی سنتا رہا، امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یعقوب اب تم ان کے پاس جاؤ تو ان سے طالبات کے معرکے کی تفصیلات پوچھنا اور یہ بھی پوچھنا کہ اس وقت جالوت کا جھنڈا کس کے ہاتھ میں تھا۔ میں نے عرض کی حضور یہ پرانی باتیں ہیں اور بہت پرانے واقعات پوچھتے اچھا نہیں لگتا۔ مجھے اگر وہ اس کا جواب نہ دے سکے تو انہیں ندامت ہوگی مگر مجھے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

۱۲- داؤد بن رشید کہا کرتے تھے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واحد شاگرد حضرت امام

ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ تھے جن پر آپ کو ناز تھا۔ میں ابویوسف رضی اللہ عنہ کی مجالس میں بیٹھتا تھا، جب وہ احادیث بیان فرماتے تو مجھے یوں محسوس ہوتا ایک دریا ہے جو ٹھاٹھیں مارتا بہہ رہا ہے۔ وہ علم فقہ پر گفتگو کرتے تو یوں محسوس ہوتا کہ ایک بحر بیکراں ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں۔ علم الکلام پر بات کرتے تو ایک تیز رو چشمہ ابلتا دکھائی دیتا جو ہر مسئلہ کو بیان کرتا جاتا۔

۱۳ - امام ابویوسف فرمایا کرتے تھے کہ میں علم الفرائض کے لیے حضرت علی اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اقوال کو سند بناتا ہوں۔ اگر ان دونوں میں کہیں اختلاف ہوتا ہے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول کو حجت بناتا ہوں، ان دونوں کا اختلاف اجتہاد پر مبنی تھا، مگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اجتہاد مشاہدہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ترجمان تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلوں (قضاة) کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا القضاکم علی "قضا کے معاملات میں تم سب سے علی فائق ہیں۔"

۱۴ - حضرت امام ابویوسف رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک مجلس میں مجھے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حیض و نفاس کے مسائل پر گفتگو سننے کا موقع ملا، مجھے اس کی وسعت کہیں دوسری مجالس میں نصیب نہیں ہوئی۔ علم نحو پر گفتگو سننے کے لیے میں ایک ایسے شخص کے پاس جاتا جو اس فن کا امام تھا۔

ہارون الرشید خلیفہ عباسی فقہ میں بڑا مکمل رکھتا تھا، آپ کے ایک قریبی ساتھی نے کمایا امیرالمومنین آپ نے ابویوسف کو ضرورت سے زیادہ سر پر چڑھا لیا ہے حالانکہ آپ خود بھی فقہ میں درجہ مکمل کو پہنچے ہوئے ہیں۔ آپ ان کے منصب اور مراتب بدھاتے جاتے ہیں۔ ہارون الرشید نے بتایا کہ میں نے علم فقہ کی روشنی میں ہی ان کا انتخاب کیا ہے انہیں مناصب دیئے ہیں اور ان کی قدر افزائی کرتا ہوں۔ بخدا میں نے علم کے جس شعبہ میں ابویوسف کا امتحان لیا وہ اس میں فائق نظر آیا۔ وہ ہمارے ساتھ علم الحدیث پڑھا کرتا تھا، ہم لکھتے جاتے تھے مگر وہ دماغ میں حفظ کرتا جاتا تھا، ہم مجلس حدیث سے اٹھتے تو وہ ہمارے لکھے ہوئے ایک ایک حرف کو زبانی سناتا جاتا بلکہ ہماری تحریر کہیں چھوٹ جاتی تو ہم اس کے حافظہ سے اس کی اصلاح کرتے۔ میں نے ساری مملکت عباسیہ میں ایک شخص بھی نہیں دیکھا جو آپ سے فقہ اسلامی میں مقابلہ کر سکے۔ بڑے بڑے فقیہ ان کے سامنے طفل

کتب دکھائی دیتے ہیں۔ میں تو ان کے سامنے نہایت چھوٹا ہوں، جب وہ علماء اور فقیہ حضرات کی محفل میں بیٹھتے ہیں تو ان کے پاس کوئی کتاب، کوئی تحریر نہیں ہوتی، وہ بات کرتے جاتے ہیں جیسے کوئی کتاب لکھ کر سامنے رکھی ہو۔ وہ دن کو عدالتی معاملات میں مصروف رہتے ہیں رات کو علماء کی مجالس میں درس دیتے ہیں۔ پھر فارغ اوقات میں ہمارے پاس آتے ہیں اور خود پوچھتے ہیں کہ تمہارے کیا کیا مسائل ہیں، ہم بیان کرتے ہیں تو ایک ایک مسئلہ پر تسلی بخش جواب دیتے ہیں اور ہماری مشکلات حل کرتے جاتے ہیں۔ وہ فی البدیہہ ایسے نکات بیان کرتے جاتے ہیں کہ ہماری مجلس میں بیٹھنے والے علماء بھی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ان تمام مصروفیات کے باوجود اپنے مذہب میں مضبوط ہیں، اپنے نظریہ میں استقامت کا پہاڑ ہیں۔ وہ یقین اور ایقان کی ایک چٹان ہیں۔

خالد بن صبیح فرماتے ہیں کہ میں ایک دن امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کی مجلس میں حاضر ہوا مگر پورے ایک ماہ تک مشکل مسائل جمع کرتا رہا تاکہ ان سے پوچھ سکوں، میں ان سے بغداد میں ملا، میں نے پوچھا کہ آپ کوفہ چھوڑ کر بغداد کیوں آگئے، انہوں نے مجھے جواب تو نہ دیا مگر میں ایام حج تک ان کے ساتھ رہا، میں مسائل بیان کرتا جاتا، وہ نہایت عمدگی سے جواب دے کر مجھے مطمئن کرتے۔ میں نے حج کے لیے اپنا ارادہ ظاہر کیا تو فرمانے لگے تم جانتے ہو میں بغداد کیوں آیا ہوں، میں نے عرض کی نہیں، فرمانے لگے کہ کوفہ میں مجھے غربت اور تنگ دستی نے آگھیرا تھا۔ میں کثیر العیال ہوں، میرا ارادہ ہے کہ دربار خلافت کے قریب رہوں، امراء کا دروازہ کھٹکھاؤں شاید کوئی ملازمت مل جائے۔ اس طرح میں اپنے اہل و عیال کی کفالت کر سکوں گا، مگر اے ابوالشیم! تم مجھے مشورہ دو کہ میں ایسا کر لوں یا نہ کروں، میں نے کہا آپ نے مجھ سے مشورہ طلب کیا ہے تو میرا صائب مشورہ ہے جس میں آپ کی خیر خواہی ہو، میری رائے ہے کہ اگر آپ نے علم رضائے الہی کے لیے پڑھا ہے تو صبر اختیار کرو اور ان امراء کے دروازے پر نہ جاؤ اور تنگ دستی کو اپناؤ، ایک وقت آئے گا کہ اللہ تعالیٰ خود ہی اپنے خزانوں سے عنایت فرمائے گا۔ اگر آپ نے یہ سارا علم دنیا داری کے لیے حاصل کیا تھا تو پھر آگے بڑھے جہاں سے جو کچھ ملتا ہے اٹھاتے جائیے اور اپنے بچوں کا پیٹ بھرتے جائیے۔ ان دنوں بغداد میں روزگار کی کمی نہیں ہے، میں حج پر جا رہا ہوں آپ کو دو سو درہم دیتا ہوں اس سے گذارا کریں، حج سے واپس آؤں گا تو حتی المقدور مزید خدمت کروں گا۔ ابوالشیم فرماتے ہیں کہ میں

نے دو سو درہم دے کر انہیں امراء کے دروازہ پر جانے سے روک دیا۔ میں خود حج پر چلا گیا واپس آ رہا تھا تو مجھے بغداد کے باہر ہی کسی شخص نے بتایا کہ امام ابو یوسف قاضی القضاة کے عہدے پر لگ گئے ہیں۔ میں ان سے ملا انہوں نے میری نصیحت اور امداد کے لیے شکر یہ ادا کیا۔

امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے جس شخص نے علم الکلام کے ذریعہ علم الحدیث حاصل کیا وہ زندیق ہو جائے گا۔ جس نے کیمیا کے ذریعہ مال کمایا وہ مفلس ہو جائے گا، جو شاذ احادیث پر فتویٰ دے گا وہ جھوٹا ہو جائے گا۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ عمر کے ایک حصہ میں برسام کی بیماری میں مبتلا ہو گئے تھے، جب ذرا آفاقہ ہوا تو لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کے حافظہ پر بیماری کے کیا اثرات مرتب ہوئے ہیں، فرمانے لگے مجھے قرآن پڑھتے پڑھتے رکاوٹ محسوس ہوتی ہے مگر دوسرے علوم تو یوں میرے سامنے ہیں جیسے کوفہ کی گلیاں۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ روزانہ علی الصبح مجلس علم میں حاضر ہوتے مگر بعض اوقات غیر معمولی تاخیر کر دیتے، وہ ان اوراد میں مشغول رہتے جو ان کے لیے مخصوص تھے۔ وہ ان اوراد سے محروم نہ رہتے تھے۔ لوگوں نے کئی بار اس تاخیر کی وجہ پوچھی مگر آپ ٹل جاتے اور وقت پر نہ آتے۔

ہمارے پاس ایک دن توبہ بن سعد مزوری تشریف لائے، آپ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاص شاگرد تھے، فقہ اور دین کے دوسرے مسائل آپ سے ہی پڑھے تھے۔ لوگوں نے آپ سے سفارش کی کہ آپ انہیں اس تاخیر سے روکیں، وہ آپ کے ہم سبق ہیں، ہم درس ہیں، استلو بھائی ہیں، توبہ بن سعد امام ابو یوسف کے گھر اس وقت تشریف لے گئے جب وہ وظیفہ میں مشغول تھے اور عرض کی اگر آپ علی الصبح لوگوں میں جا کر علم پڑھائیں تو علم دین کی اشاعت ہوگی اور اس کے اثرات دور دور تک پہنچیں گے اور یہ کام وظیفوں اور اوراد سے کم نہیں ہے۔ امام ابو یوسف نے توبہ بن سعد کی بات سن کر تبسم فرمایا کہ جس شغل میں میں صبح مشغول ہوتا ہوں اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہوتا۔ حضرت توبہ نے فرمایا یہ بات درست ہے مگر علم کی اشاعت کے لیے کتاب اللہ کا نزول ہوا ہے، اسی کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معبوث ہوئے تھے، یہی عمل صحابہ کرام کا تھا، تابعین کا تھا، یہ بات سن کر امام ابو یوسف خاموش ہو گئے مگر اس کے بعد آپ نے اپنا معمول بنا لیا کہ

صبح سویرے وقت پر مجلس علم میں تشریف لے آتے اور تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری ہو جاتا۔ ابو خزیمہ بن محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ وہ امام زفر کی خدمت میں ہر روز حاضر ہوتے اور دینی مسائل دریافت کرتے تھے اور بعض مسائل پر ان سے بحث بھی کرتے، میں دلیل طلب کرتا، پھر تنقیحات پر آتا، بحث طویل ہوتی تو آپ فرماتے اب میرے پاس مزید دلیلیں نہیں ہیں۔ میں اس مسئلہ پر مزید بحث نہیں کر سکتا اس اعتراض کے باوجود امام زفر علم و زہد کی وجہ سے اتنے عزیز تھے کہ میں انہیں چھوڑ بھی نہیں سکتا تھا۔ اس طرح عرصہ گذر گیا، امام زفر علم الحساب، وصیاء کے مسائل، قرأت اور عورتوں کے مخصوص مسائل حیض و نفاس پر اچھی گفتگو فرماتے تھے۔ میں ان کی مجالس کی برکت سے اپنے مقاصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ دوسری طرف امام ابو یوسف علیہ الرحمہ فقہ کے مسائل میں امامت کے مقام پر فائز تھے۔ دینی علوم کے اصول و فروع کو جانتے تھے، حساب کی باریکیوں کے ماہر تھے۔ میں ان کے ہاں آنے جانے لگا تو مجھے اطمینان ہوا، مجھے ایسے ایسے نکتے منکشف ہوئے جنہیں میں پہلے نہیں جانتا تھا۔ وہ مسئلہ پر گفتگو بھی فرماتے اور چہرے پر طلال کے آثار بھی نہ لاتے۔ وہ معلم بھی تھے اور محسن بھی، میں ان کے پاس مقیم ہو گیا اور دن رات ان کی گفتگو کو لکھتا جاتا۔ میرے پاس آپ کی املا کا ذخیرہ جمع ہو گیا یہاں تک کہ لوگ میرے پاس وہ دلائل حاصل کرنے آتے جو کتابوں میں نہیں تھے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ دو مسئلوں میں مجھے بل برابر فرق محسوس ہوا مگر میں انہیں حل نہ کر سکا۔ یہ مسائل میرے دل میں کھلکتے تھے، مگر اب میرے استاد امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود نہ تھے۔ داؤد بن رشید الخوارزمی نے فرمایا کہ میرے والد نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر چند مسائل پوچھے، یہ مسائل ان کے دل میں کھلکتے تھے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں جواب دیا، واپس گھر آئے تو وہ مطمئن تھے، مگر چند مسائل ذہن سے اتر گئے وہ شرم کی وجہ سے دوبارہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جانے سے ہچکچاتے تھے مگر وہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چلے گئے ان کے سامنے مسائل پیش کیے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد کی زبانی سے ان مسائل کا حل پیش کیا جس سے میرے والد کو تسلی ہو گئی۔

حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سال امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حج

کرنے گئے، وہ راستہ میں بیمار ہو گئے، ہم ”بیر میمونہ“ پر منزل گیر ہو گئے۔ اسی دوران آپ کی بیمار پرسی کے لیے سفیان عبید تشریف لائے، مزاج پرسی بھی کی اور چالیس احادیث بھی روایت کیں۔ جب وہ چلے گئے تو امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ نے ہم سب کو بلایا اور وہ تمام احادیث سند، علت، متن سمیت سنا دیں حالانکہ آپ بیمار بھی تھے اور سفر کی تھکاوٹ بھی تھی۔ امام ابو یوسف ایک کتاب لکھ رہے تھے، اس تحریر کا صرف ایک ہی شخص کو علم تھا، آپ نے کتاب مکمل کرنے کے بعد اس شخص سے پوچھا کوئی غلطی تو نہیں رہ گئی اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا ہم اس کی بد نظر سے بچ گئے اور یہ شعر پڑھا۔

کانہ من سوء تادیبہ اسلم فی کتاب سوء الادب

(ترجمہ) گویا اس کی سوء تادیب سے کتاب سوء ادب سے بچ گئی۔

عباس بن الولید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم حجاج بن اریطاق کی سند فقہ الحدیث کے لیے ابو معاویہ کی طرف آتے جاتے تھے۔ ابو معاویہ نے فرمایا کیا تمہارے ساتھ امام ابو یوسف نہیں ہیں؟ میں نے بتایا کہ وہ ہیں فرمانے لگے انہیں چھوڑ کر میرے پاس کیوں چلے آتے ہو۔ ہم حجاج بن اریطاق کے پاس احادیث حاصل کرتے رہے، واپس آئے تو ہم نے ان احادیث کو حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بیان کیا تو آپ نے کئی مقامات پر تصحیح کر دی۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اپنے دوستوں کے لیے مثالیں قائم کرتے تھے۔ امام محمد ابن الحسن کے لیے فرماتے ہیں کہ ”وہ تلوار ہے اگر اس میں زنگ نہ ہوتا اور صفائی ہو جاتی تو اس کی کٹ کا جواب نہیں تھا۔“ محمد بن فضل بن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے بغداد میں دیکھا کہ دو شخص ایک لونڈی کے لیے جھگڑا کر رہے ہیں، ہر ایک اس لونڈی کی ملکیت سے بریت کر رہا تھا۔ ایک کہتا کہ یہ اس کی ہے، دوسری کہتا یہ میری نہیں اس کی ہے۔ قاضی ابو یوسف وہاں سے گذرے رک گئے، معاملہ کی تفصیلات معلوم کیں، آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور اس قدر متاثر ہوئے کہ قریب تھا کہ بے ہوش ہو کر گر پڑتے۔ آپ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا تم لوگوں کو اللہ کا خوف نہیں آتا اور اس کے عذاب سے نہیں ڈرتے، تم نے ایک بے بس عورت کو اپنے مذاق کا نشانہ

بنایا ہے۔

قاضی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ایک دن اعلیٰ نسل کے خچر پر سوار ہو کر گھر سے اس شان سے نکلے کہ ان کے اردگرد دو سو سوار غلام تھے۔ آپ کی سواری کی رکابیں سونے کی بنی ہوئی تھیں۔ لوگوں نے آپ کو دیکھا تو کہنے لگے آپ جیسے عالم دین اور واقف شریعت کو زیب نہیں دیتا کہ سونے کی رکابیں سواری کے لیے رکھیں۔ آپ نے فرمایا مجھے یہ معلوم ہے کہ سونے کا استعمال مردوں کے لیے ممنوع ہے مگر میں تو علم کی شان و شوکت کو لوگوں کے سامنے لانا چاہتا ہوں اور بتانا چاہتا ہوں کہ ایک درزی کا لڑکا ایک دھوبی کا شاگرد اور ایک تیلی کا نوکر دین کا علم پڑھ کر کس مقام پر پہنچ سکتا ہے، ہو سکتا ہے کہ ان دیکھنے والے لوگوں کے دلوں میں بھی دین کے علم کی عظمت واضح ہو اور وہ بھی اسے حاصل کرنے کے لیے دن رات وقف کر دیں۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے امام حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کو سولہ مسئلے سمجھائے اور ان پر بار بار تکرار کی تاکہ انہیں ذہن نشین ہو جائیں، اس کے باوجود کہنے لگے مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ تم ان مسائل کو نہیں سمجھ پائے۔ امام ابو یوسف فرمایا کرتے تھے کہ میں جب اپنے والد کے لیے دعا کرتا ہوں تو پہلے اپنے استا گرامی حضرات امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے دعا کرتا ہوں کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والدین کے لیے دعا مانگتے تو پہلے اپنے استا حلو کے لیے دعا کیا کرتے تھے۔ ایک شخص نے بتایا کہ امام ابو یوسف ہر نماز کے بعد یہ دعا مانگتے اللھم مغفر لی والدی و لابی حنیفہ اے اللہ مجھے بخش، میرے والدین کو بخش اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بخش دے۔



فصل پنجم

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ عباسیہ اور امراء سلطنت کے درمیان

عثمان بن حکیم کہتے ہیں کہ مجھے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ یاد آتا ہے کہ جب خلیفہ عباسی ہارون الرشید کے دربار میں ایک بے دین (زندیق) کو پیش کیا گیا، ہارون الرشید نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو بلا کر کہا کہ آپ اس سے مناظرہ کریں، آپ نے فرمایا امیر المومنین تلوار منگوائیے اس کے سامنے رکھ کر اسے اسلام کی دعوت دیجئے مان جائے تو بہتر ورنہ اس کی گردن اڑا دیجئے۔ ایسے بے دینوں سے مناظرہ کرنا دین کی توہین ہے۔ ایسوں کے لیے اسلام نے یہی سزا رکھی ہے۔

امام ابو یوسف اور امام شریک دونوں ہارون الرشید کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ امام شریک نے کہا امیر المومنین آپ کا یہ قاضی ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد ہے۔ ان دونوں کا عقیدہ ہے کہ ان کا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کا ایمان ایک جیسا ہے۔ یہ بات سن کر ہارون الرشید غصہ میں آگیا۔ امام ابو یوسف سے پوچھا کیا واقعی تمہارا یہی عقیدہ ہے، آپ نے جواب میں کہا میں تو یوں نہیں کہتا میں تو یوں کہتا ہوں کہ جس اللہ پر جبرئیل علیہ السلام کا ایمان ہے، میرا بھی اس اللہ پر ایمان ہے، مگر شریک ایک روایت بیان کرتے ہیں اور اس کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قریش کو سیدھا رکھو جب تک وہ سیدھے رہیں، اگر وہ ذرہ بھر بھی چوں و چرا کریں تو تلواریں اٹھا کر ان کے سروں کی فصل کٹ دو۔ ہارون الرشید نے پوچھا شریک کیا تم نے یہ حدیث بیان کی ہے؟ اس نے کہا ہاں، میں نے اعمش سے یہ حدیث سن کر بیان کی ہے۔ ہارون الرشید نے دربان کو کہا شریک کو پکڑو اور اسے باہر نکل دو۔ امام بغوی فرماتے ہیں کہ اس وقت میں وہاں موجود تھا جب دربان شریک کو گریبان سے پکڑ کر باہر لے جا رہا تھا اور اس کی چادر اس کے گلے میں تھی۔

ہارون الرشید حج پر گیا اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اس کے ساتھ سواری میں اکٹھے سفر کر رہے

تھے، شریک بھی اسی سل حج کو گئے، شریک نے کہا مجھے تو موت ہی بھلی ہے اور زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں کہ امام ابو یوسف خلیفۃ المسلمین کی سواری میں حج کے لیے سفر کر رہا ہے، شریک نے پوچھا کہ آج لوگوں کو کس نے نماز پڑھائی، کہا گیا امام ابو یوسف نے، وہ اور جل گیا۔ ہارون الرشید مکہ سے مدینہ آئے تو بھی امام ابو یوسف کو اپنی سواری میں بٹھلایا ہوا تھا، ہارون الرشید نے کہا کل ہم زیارات کو چلیں گے وہ تمام مقامات دیکھیں گے جو رسول خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب ہیں، واقدی کو بلایا گیا اور اسے ساتھ لے کر تمام مشاہدات اور زیارات کی زیارت کی، صبح ہوئی تو ہارون الرشید نے امام ابو یوسف کو بلایا دونوں ایک ہی سواری پر سوار ہوئے، فقہائے مدینہ بھی ساتھ ساتھ تھے، قاضی ابو یوسف بتاتے جاتے فلاں مقام کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ نسبت ہے، فلاں جگہ پر حضور ﷺ رونق افروز ہوئے تھے، فلاں جگہ کا نام یہ ہے، فلاں مقام پر حضور ﷺ اتنے دن رہے، فلاں مقام پر حضور ﷺ نے یہ یہ کام کیا، فلاں جگہ جنگیں ہوئیں۔ دوران جنگ حضور ﷺ کہاں کہاں ٹھہرے۔ واقدی کہتے ہیں کہ میں حیران تھا کہ اس شخص کو اتنا تعارف اور اتنی واقفیت ہے۔ حافظے کا یہ کمال کہ ایک ایک جگہ کی تفصیلات بتاتے جاتے۔ امام ابو یوسف رات کو میرے ساتھ گفتگو کرتے، ان مقامات سے واقفیت حاصل کرتے، دوسرے دن ایک ایک مقام کو نہایت تفصیل سے بیان کرتے جاتے، میں ان کے حافظے کی داد دیتا۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مہدی کا دور حکومت تھا، میں بڑی تنگ دستی سے وقت گزار رہا تھا، میں نے اپنی بیوی کے مکان کی ایک لکڑی بیچ دی تاکہ چند دنوں کے لیے اپنے اخراجات پورے کر سکوں، میری ساس نے سنا تو بڑی ناراض ہوئیں، مجھے مطعون کرنے لگیں، مجھے بڑی کوفت ہوئی، میں کوفہ کو چھوڑ کر بغداد آ گیا اور وزیر کا مہمان ہو گیا، اس نے مجھ سے ”صلوٰۃ الخوف“ کا مسئلہ دریافت کیا، میں نے وہ تفصیلات بیان کیں جو مجھے میرے استاذ مکرم امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی تھیں۔ دوسرے دن وہ مجھے دربار خلافت میں لے گیا، تھوڑے دنوں بعد خلیفہ مہدی فوت ہو گیا اور ہادی تخت خلافت پر بیٹھا مگر تھوڑے دنوں بعد خلیفہ ہارون الرشید مسند آرائے خلافت عباسیہ ہو گیا۔ میری قسمت کا ستارہ چمکا ہارون الرشید نے مجھے تمام ممالک کے قاضیوں پر قاضی لگا دیا اور اس طرح میں قاضی القضاۃ سلطنت عباسیہ ہو گیا۔

ملکہ زبیدہ ہارون الرشید کی بڑی چیتی بیوی تھی۔ ایک بار ان کے درمیان جھگڑا ہو گیا، ہارون الرشید نے کہا چوری حلوے سے زیادہ میٹھی ہوتی ہے، زبیدہ نے کہا نہیں حلوہ زیادہ میٹھا ہوتا ہے، وہ اسی بات پر جھگڑ رہے تھے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آئے، ہارون الرشید نے سارا معاملہ پیش کیا اور کہا آپ ہی فیصلہ کریں۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے میں اس وقت تک فیصلہ نہیں کروں گا جب تک میرے سامنے ایک تھل حلوہ اور ایک تھل چوری کالا کرنے رکھ دیا جائے، دونوں تھل لائے گئے، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ایک چمچ دونوں سے چکھا آپ نے فرمایا چوری کھاتے ہوئے تو مجھے حلوے کی مٹھاس کا خیال آتا ہے حلوہ کھاتا ہوں تو مجھے چوری کی یاد آتی ہے، آپ دونوں کے سامنے دونوں چیزوں کو مزہ لے لے کر کھاتے رہے۔ ہارون الرشید نے فرمایا اب فیصلہ بھی کیجئے، آپ کھاتے گئے اور مزے کے چٹارے لیتے گئے۔ جب سیر ہو گئے ہارون الرشید نے پھر کہا اب تو کوئی فیصلہ کریں، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا چوری میٹھی تو ہے نہ کہ حلوہ جیسی! دونوں میاں بیوی ہنس پڑے اور ایک دوسرے کے غصے کو بھول گئے۔

حضرت امام عبداللہ ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حج کے لیے مکہ مکرمہ کو روانہ ہوا تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تنگ دستی کی شکایت کی اور کہا کہ میری ہمسائیگی میں ایک بہت بڑا دولت مند رہتا ہے میں چاہتا ہوں اس کی نوکری کر لوں۔ میں نے کہا کہ آپ علم کی دولت پر صبر کریں، علم تمہیں ضائع نہیں کرنا چاہیے، میں اٹھا تو میرا دامن ان کے لوٹے سے چمٹ گیا لوٹا پرانا تھا۔ وہ ٹوٹ گیا ابو یوسف کو بڑا صدمہ ہوا اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا، میں نے کہا بھائی فکر نہ کرو اس نقصان کا ازالہ ہو جائے گا، فرمانے لگے تمہیں معلوم نہیں میرے گھر میں صرف یہی ایک لوٹا تھا، اس سے پانی بھی لاتا تھا اور پیتا تھا۔ اس سے ہی وضو کرتا تھا اور وہ میری والدہ کے کام بھی آتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن المبارک فرماتے ہیں میرے پاس چند دینار تھے ان کے حوالے کیئے اور خود حج کو چلا گیا واپس آیا تو راستے میں ہی سنا کہ امام ابو یوسف قاضی القضاہ مقرر ہو گئے ہیں ان کی تنخواہ ایک لاکھ تیس ہزار درہم ماہانہ مقرر ہوئی ہے، جب ان پر دولت کی بارش ہوئی تو اب ان کا یہ حال ہے کہ ان کے گھوڑوں کے لیے ایک علیحدہ اسٹبل بنایا گیا ہے اور خلیفہ ہارون الرشید ہر روز انہیں اپنی خصوصی محفل میں بلاتا اور اعزاز و اکرام سے بٹھاتا ہے، وہ اس شان کے مالک بنے کہ خلیفہ

امام ابو یوسف نے اس مسئلہ کو نہایت قابلیت سے بیان کیا، اپنے بیگانے سب مطمئن ہو گئے، خلیفہ ہون الرشید کی ناراضگی جاتی رہی اور قاضی ابو یوسف کی قابلیت کا اعتراف کرتے ہوئے انہیں کھلے دل دوبارہ عزت و احترام ملنے لگے۔ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اپنے تمام معاملات میں اپنے استاذ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وسیلہ اور راہنما بنایا کرتے تھے، انہی کے فیصلوں کی روشنی میں امور سلطنت کو حل کرتے اور عدالتی فیصلے کیا کرتے تھے۔ وہ ایسے مشکل معاملات میں بعض اوقات امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح سے استمداد بھی کرتے تھے۔

بشر بن الولید الکندی فرمایا کرتے تھے میں نے یہ واقعہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی بیماری کی حالت میں سنا تھا جس سے ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ آپ نے مرض الموت میں یہ الفاظ کہے اے اللہ! تو جانتا ہے میں نے ساری عمر زنا نہیں کیا (حرام فرج سے وطی نہیں کی) اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے حرام کا ایک درہم بھی نہیں لیا، اے اللہ! تو گواہ ہے کہ میں نے حرام کا ایک لقمہ بھی نہیں کھلایا، آپ نے مزید کہا کہ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میرے پاس عدالت میں اگر دو فریق آجاتے تھے تو میں نے کبھی کوئی فیصلہ اپنی خواہش سے نہیں کیا صرف تیری رضا کے لیے کیا اور اس علم کی روشنی میں کیا جو تو نے مجھے دیا تھا۔ اس کے بلوجود اگر مجھ سے کوئی غلط فیصلہ ہوا تو مجھے معاف کر دے، بخش دے۔ ابو حفص فرمایا کرتے تھے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ جیسے بلند پایہ شخص سے توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ موت کے دروازے پر کھڑے ہو کہ اللہ کے حضور یہ باتیں کرے۔



کے دربار پر خچر پر سوار ہو کر جاتے ہیں، خلیفہ کے ایوان کے پردے اٹھائے جاتے ہیں اور خچر پر سوار ہی اندر چلے جاتے ہیں، ہارون الرشید خود استقبال کرتا، السلام علیکم کہتا اور امام ابو یوسف کو دیکھ کر یہ شعر پڑھتا۔

جاءت به معنجر ابیدہ

”اسے سواری لے آئی اور وہ اپنا دامن لپیٹ کر میرے گھر تشریف لائے“

قاضی ابو یوسف کا اعزاز اور رتبہ اتنا بلند تھا کہ آپ کے حکم سے کئی امراء دربار اور روساء بغداد کی شہادت اور گواہی رد کی جا چکی تھی۔ ان لوگوں نے ہارون الرشید سے شکایت بھی کی، ہارون الرشید نے کبیدہ خاطر ہو کر آپ کو متنبہ بھی کیا مگر آپ نے بتایا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم امیر المؤمنین کے غلام ہیں، شریعت محمدیہ میں غلام کی گواہی مردود ہے اور اسے اسلامی عدالت مسترد کرتی ہے۔

قاضی ابو یوسف سلطنت عباسیہ میں چیف جسٹس کی حیثیت سے اتنے اعزاز و اکرام کے مالک تھے کہ عدالت میں بیٹھتے تو کسی کی رو رعایت نہ کرتے تھے اور بڑے سے بڑے عباسی امراء اور رؤسا کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ ایک دفعہ بغداد کا ایک وزیر اور رئیس جو سلطنت عباسیہ کا رکن بھی تھا اور خلیفہ عباسی کا رشتہ دار بھی عدالت میں حاضر ہوا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے اس کی شہادت مسترد کر دی اور اسے ”مردود الشہادت“ قرار دے دیا۔ اس نے خلیفہ سے شکایت کی، خلیفہ ہارون الرشید نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا یہ شخص عدالت میں کھڑے ہو کر کہتا تھا کہ میں خلیفہ کا غلام ہوں، شریعت میں غلام کی شکایت مردود ہے، لہذا یہ سچ کہتا تھا تو میں نے اس کی شہادت کو مسترد کر دیا اور اگر یہ جھوٹ کہتا تھا تو شریعت میں جھوٹے کی شہادت مردود ہوتی ہے۔

اس بات کا رنج اس وزیر عزیز کے دل میں تھا اس نے خلیفہ کو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے خلاف ابھارنا شروع کر دیا حتیٰ کہ امام ابو یوسف نے خلیفہ ہارون الرشید کے طور طریقے بدلے بدلے دیکھے تو سمجھ گئے کہ یہ ساری کارستانی اسی وزیر کی ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ بھی دربار سے دور دور رہنے لگے۔ انہی دنوں ایک ہاشمی رئیس مر گیا جو خلیفہ وقت کا قریبی رشتہ دار تھا۔ اس نے بہت سے امور سلطنت چھوڑے اور اس طرح بڑی جائیداد بھی چھوڑی اور ایک شخص کے حق میں وصیت کر

دی جس میں لکھا کہ میرے بعد تمام امور فلاں شخص کے مشورے سے طے کیئے جائیں گے۔ اب یہ معاملہ زیر بحث آیا کہ اس کا اصل وصی کون ہے اور انہیں کس حد تک موثر قرار دیا جائے۔ خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے وزیر یحییٰ بن خالد سے فرمایا کہ اپنے فقہا کو جمع کریں، وزیر یحییٰ نے پوچھا کہ کن کن فقہا کو بلایا جائے، ہارون الرشید نے کہا شریک بن عبداللہ کو بلاؤ، ابوالختری کو دعوت دو اور یعقوب کو بھی بلا لیتا، وزیر یحییٰ بن خالد کو خلیفہ ہارون الرشید کا اس انداز سے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا نام لینے پر بڑا تعجب ہوا بہر حال تمام فقہا تشریف لائے۔ وزیر نے سب سے پہلے شریک کو دعوت مشورت دی اور بتایا کہ وصیت کرنے والے نے یوں کہا ہے کہ اب اس وصی سے کیا معاملہ کیا جائے۔ شریک نے کہا وصیت کرنے والے سے پوچھا جائے اور وہ تصدیق کرے کہ واقعی اس نے اس شخص کو اپنا وصی بنایا تھا، شریک کا جواب سن کر یحییٰ بن خالد ہنس پڑا اور بتایا حضرت وہ تو مر گیا ہے، اب تو ہم اسے قیامت کے دن ہی بلا کر پوچھ سکتے ہیں لیکن ہمیں تو اس معاملے کو اب طے کرنا ہے۔ شریک نہایت شرمسار ہوئے، اس کے بعد ابوالختری سے پوچھا گیا، اس نے کہا یہ سوال بڑا مشکل ہے اس کا حل میرے پاس نہیں ہے۔ وہ بے بسی سے ماتھا کھجانے لگے اور ماتھے پر آیا ہوا پسینہ پونچھنے لگے اور نہایت مردہ آواز میں بات کرتے، وزیر نے کہا واقعی یہ مسئلہ بہت مشکل ہے اس کا حل کرنا فقہا کا کام نہیں تاہم شریعت نے اس کا حل ضرور رکھا ہو گا۔ وزیر نے سب سے آخر میں امام ابو یوسف کو مخاطب کیا اور پوچھا کیا آپ اس مسئلہ کا حل پیش کریں گے۔ آپ نے فرمایا یہ دونوں فقیہ ہیں جب تک یہ دونوں متفق نہ ہوں گے کوئی معاملہ طے نہیں ہو سکتا۔ اب یہ سارا معاملہ خلیفہ ہارون الرشید کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ شریک کے جواب سے نہایت محظوظ ہوا اور ہنستا رہا اور فرمایا تم نے پہلے ہی امام ابو یوسف سے مسئلہ کیوں نہ پوچھا تا کہ ان حضرات کی معطلکہ خیز گفتگو ہم تک نہ پہنچتی۔ یہ معاملہ جب عوام میں جائے گا تو لوگ بھی نہیں گے اور دربار خلافت کی خفت ہو گی کہ ایسے ایسے فقہا کرام بھی دربار سے منسلک ہیں۔ وزیر فرمانے لگا یا امیر المؤمنین آپ نے جس طرح امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا نام بعد میں رکھا تھا اسی ترتیب سے مسئلہ پوچھتا رہا اور ان کی باری سب سے آخر میں آئی کیونکہ میں نے محسوس کیا ہے کہ آپ کے دربار کے بعض لوگ ان سے بغض رکھتے ہیں اور انہیں عزت نہیں دیتے اور میرے کان میں ان کے خلاف بہت سے باتیں آچکی ہیں۔

فصل ششم

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ عدل و انصاف کی مسند پر

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن امیر المومنین خلیفہ ہارون الرشید خود مسند عدالت پر بیٹھے فیصلے فرما رہے تھے کہ میں عدل و انصاف چاہنے والوں اور خلیفہ کے درمیان ایک وکیل اور سفیر کی حیثیت سے کھڑا تھا، میں عوام کے معاملات سن کر خلیفہ کے سامنے اچھے الفاظ میں پیش کرتا تھا، ایک دن عراق کے دور دیہات سے ایک بڑا امیر کبیر آدمی آیا اور کہنے لگا کہ میرا بہت بڑا بلغ خلیفہ عباسی نے دبا رکھا ہے اور اس پر ایک عرصہ سے غاصبانہ قابض ہے، میں نے اس سے دوبارہ پوچھا کہ کیا امیر المومنین غاصب ہیں؟ انہوں نے قبضہ کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا ہاں! میں بار بار پوچھتا گیا وہ اپنی بات پر مصر رہا، میں نے انتہائی کوشش کی کہ سائل اپنے اس دعویٰ سے باز آجائے اور کسی دوسرے شخص پر یہ دعویٰ کر دے مگر وہ اپنے دعویٰ پر ڈٹا رہا اور کہا کہ میرا مدعی علیہ امیر المومنین ہی ہے۔ میں یہ سارا مقدمہ لے کر امیر المومنین کی عدالت میں پیش ہوا، اس کا سارا جغرافیہ بیان کیا، امیر المومنین کرسی پر تشریف فرما تھے، ان کے ساتھ کی کرسی پر ان کے وزیر انصاف یحییٰ بن خالد بیٹھے تھے، میں نے دوسروں کے مقدمات پیش کیے مگر اس دیہاتی کے مقدمہ کو سب سے آخر میں لایا اور عرض کی اے امیر المومنین! ایک دیہاتی سردار یہ دعویٰ لے کر آیا ہے کہ امیر المومنین نے اس کا بلغ غصب کیا ہے اور ایک عرصہ سے اس پر قبضہ جما رکھا ہے۔ میں نے اسے بہت سمجھلایا کہ امیر المومنین ایسا کام نہیں کرتے کسی دوسرے نے دبا ہوا مگر وہ اصرار کرتا ہے کہ امیر المومنین نے ہی قبضہ کیا ہے۔ امیر المومنین نے بتایا کہ اس بوڑھے سردار کے والد نے میرے والد کو یہ بلغ ہیہ کیا تھا، اب یہ بلغ مجھے اپنے والد کی وارثت سے منتقل ہوا ہے، وہ میرے قبضہ میں ہے، میں نے کہا اگر حضور اجازت دیں تو اس بوڑھے سردار مدعی کو عدالت میں بلا لوں۔ امیر المومنین نے اجازت دے دی، وہ اندر آیا،

فصل ہفتم

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت پر ائمہ وقت کے تاثرات

اسماعیل بن حماد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہزاروں شاگرد تھے مگر ان میں دس خاص شاگرد تھے۔ امام ابو یوسف، امام زفر، اسد بن عمر البجلی، عافیۃ اللادسی، داؤد طائی، قاسم بن معن المسعودی، علی بن مسر، یحییٰ بن زکریا، بن ابی زاید، حبان، مندل، علی العنزی کے دو بیٹے لیکن ان تمام میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام زفر جیسا کوئی نہ تھا۔

حماد بن ابی مالک نے فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ اگر امام ابو یوسف نہ ہوتے تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لینے والا کوئی نہ ہوتا اور ان کا دنیائے علم میں ذکر تک نہ ہوتا۔ ابن ابی ملیک کو کوئی نہ جانتا، امام ابو یوسف نے ان دونوں کے اقوال، مسائل اور فیصلوں سے دنیائے اسلام کو روشناس کرایا تھا۔

طلحہ بن محمد بن جعفر نے فرمایا کہ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بہت مشہور ہوئے تھے ان کی فضیلت چار دانگ عالم میں ملنی گئی۔ آپ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاص شاگرد اور اپنے زمانے کے مقتدر امام تھے۔ آپ کے ہم عصر آپ کے سامنے طفل مکتب نظر آتے تھے۔ علم و حکمت، سیاست و منزلت میں آپ کا کوئی ہم پایہ نہ تھا۔ آپ نے سب سے پہلے اصول فقہ پر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر ایک جامع کتاب لکھی تھی اور آپ نے ہی اقطار عالم اور اکناف جہاں میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علوم کو پھیلایا تھا۔

عمر بن حماد بن امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن اپنے دادا امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ آپ کے دائیں ہاتھ امام ابو یوسف بیٹھے ہیں اور بائیں ہاتھ امام زفر بیٹھے ہیں، دونوں آپس میں مناظرہ کر رہے ہیں جو بات امام ابو یوسف کہتے ہیں امام زفر بڑے

میں نے اسے کہا کہ جس بلغ کا تم دعویٰ لے کر آئے ہو اس کی تفصیلات اپنی زبان سے بیان کرو۔ امیر المومنین تشریف فرما ہیں اب یہاں سوچ لیں کہ تمہارے بلغ پر کس کا قبضہ ہے، بوڑھے سردار نے کہا ہاں اس امیر المومنین نے میرے بلغ پر قبضہ کر رکھا ہے، میں نے امیر المومنین سے عرض کی حضور آپ کے پاس اس کا کیا جواب ہے، امیر المومنین نے فرمایا اس کی کوئی چیز میرے قبضے میں نہیں ہے، میں نے دیہاتی کو کہا کیا تمہارا کوئی گواہ ہے جو یہ شہادت دے سکے کہ تمہارے بلغ پر امیر المومنین قابض ہیں، اگر تم گواہ پیش نہ کرو گے تو امیر المومنین قسم کھائیں گے اور پھر اس کے مطابق فیصلہ کرنا ہو گا۔ اس نے کہا میرا تو کوئی گواہ نہیں، امیر المومنین قسم کھائیں، میرے کہنے پر امیر المومنین نے قسم کھائی کہ انہوں نے اس بوڑھے کے باغات پر قبضہ نہیں کیا۔ یہ دیکھ کر دیہاتی سردار پیچھے ہٹ گیا اور کہنے لگا امیر المومنین ایسے قسم پی گیا ہے جیسے کوئی ستوپا جائے۔ آج امیر المومنین نے اپنا منہ خاک آلودہ کر لیا ہے، عدل و انصاف سے ہٹ گیا ہے۔

میں یہ باتیں سن کر سوچنے لگا اب نہ میری خیر ہے، نہ بوڑھے دیہاتی کی، مگر خلیفہ کے وزیر یحییٰ بن خالد نے کہا یعقوب آپ نے دیکھا آج امیر المومنین نے کس جرات سے عدل و انصاف کا مظاہرہ کیا ہے۔ رعایا کے ایک عام آدمی کے لیے بھی اس نے قسم اٹھانے سے دریغ نہیں کیا۔ پھر امیر المومنین اس شرط کو پورا کرنے کے بعد چہرے پر خوشی اور اطمینان کے آثار نظر آرہے تھے۔ سبحان اللہ اسلامی عدل و انصاف کے سامنے امیر المومنین بھی گردن جھکا دیتے ہیں۔ ایسی مثال تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں ہی ملتی ہے۔

ابن زید فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ ہمیں اپنی زبان سے سنایا تھا اور کہا جب بھی میرے سامنے یہ واقعہ آتا ہے تو میں غم سے بے حال ہو جاتا ہوں اور اللہ سے ڈرتا ہوں کہ اس دن میں نے عدل و انصاف کی بجائے امیر المومنین کی قسم پر ہی اعتماد کیا۔ ہم نے پوچھا وہ کیسے؟ فرمایا مجھے امیر المومنین سے قسم لینے کی جرات کیسے ہوئی، پھر فرمایا دراصل بات یوں ہے کہ اگر مجھے عدل کا معیار قائم کرنا تھا تو مجھے چاہیے تھا کہ میں دونوں کو (امیر المومنین اور دیہاتی سردار) ایک کتیرے میں کھڑا کرتا مگر اس وقت امیر المومنین تو کرسی پر بیٹھے تھے، غریب دیہاتی سامنے سائل کی طرح زمین پر کھڑا تھا اور میں دونوں کو دیکھ رہا تھا، چاہیے تو یہ تھا کہ اسے بھی کرسی مہیا کرتا اور وہ

امیرالمومنین کے برابر بیٹھ کر فیصلہ سنتا۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی ایک مشہور کتاب ”ریاضۃ النفس“ ہے۔ اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ ایک دن علی بن عیسیٰ میرے پاس آئے، ان کا خیال تھا کہ میں اس وقت خواتین یا کنیزوں کے ساتھ بیٹھا خوش گپیاں کر رہا ہوں گا اور مجھے اندر آنے کی اجازت نہیں ملے گی۔ علی بن عیسیٰ کہتے ہیں کہ میں اندر آیا تو دیکھا کہ امام ابو یوسف گھر میں اکیلے بیٹھے ہیں اور کتابوں کے ڈھیرے میں بیٹھے مطالعہ کر رہے تھے۔ آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا میرے گھر کے ہر گوشے پر نگاہ ڈالیں میں نے دیکھا تو چاروں طرف کتابیں ہی کتابیں نظر آئیں۔ آپ نے فرمایا یہ عوام کے فیصلوں کی فائلیں ہیں، میں نے یہ فیصلے اللہ کے خوف سے ڈر کر لکھے ہیں، خدا کرے میری کسی غلطی کا قیامت کے دن مواخذہ نہ

ہو۔



زوردار دلائل سے اس کا رد کر رہے ہیں اور جو مسئلہ امام زفر بیان کرتے ہیں امام ابو یوسف اس کی تردید کر دیتے ہیں۔ صبح سے ظہر تک یہی کیفیت رہی۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں کو دیکھتے رہے، نہ کسی کو روکتے ہیں، نہ کسی کو غلط قرار دیتے ہیں حتیٰ کہ مؤذن نے نماز ظہر کی اذان دی تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ہاتھ اٹھا کر امام زفر کی ران پر ہاتھ مارا اور فرمایا جس شہر میں ابو یوسف ہوگا وہاں تمہاری دال نہیں گلے گی۔ اس طرح استاد گرامی نے ابو یوسف کے دلائل کو قبول کرتے ہوئے امام زفر کے دلائل کو مسترد کر دیا۔

اسماعیل بن حماد بن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک دن امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ میرے معاون شاگرد چھتیس (۳۶) ہیں، ان میں اٹھائیس (۲۸) قضاء کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ان میں میرے دو (امام ابو یوسف اور امام زفر) تو ایسے ہیں کہ ان کی مثل نہیں ملتی اور وہ مستقبل میں قضاة کے منصب کو بڑی قابلیت سے نبھائیں گے۔



خاتمہ الطبع... مصنف پر ایک نوٹ

صدر الائمہ ابی المویذ ابن احمد المکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ہم نے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جس قدر مناقب بیان کیئے ہیں وہ مشرق و مغرب کے تمام آئمہ اسلام اور خطبائے کرام سے بڑھ کر ہیں۔ ابن احمد المکی رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ :

ان مناقب کے دس ابواب کو ہم نے دانستہ چھوڑ دیا ہے۔ ان میں آپ کے دس اصحاب کے مناقب اور اصول درج تھے۔ ہم نے ان مناقب کی تکمیل و تفصیل کے لیے مناقب الامام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام علامہ البزازی الکوردی رحمۃ اللہ علیہ کو بنیاد بنایا ہے۔ ہم نے اول سے آخر تک ان مناقب کو بیان کر دیا ہے کہ ان اسناد کو دانستہ نظر انداز کر دیا ہے جو ہر روایت سے پہلے جا بجا موجود تھیں۔ الحمد للہ ہم اپنے مقاصد میں کسی حد تک کامیاب ہوئے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اس کا کرم ہے۔

اس خطی نسخہ کو ”دائرة المعارف النظامیہ“ حیدرآباد دکن نے پہلی بار ۱۳۲۱ھ میں زیور طباعت سے آراستہ کیا۔ اس طباعت میں سلطنت آصفیہ کے سربراہ مظفر الملک، فتح جنگ، نظام الدولہ، نظام الملک آصف جاہ، میر محبوب علی خان بہادر کی راہنمائی اور تعاون حاصل رہا ہے۔

اس ایڈیشن کی طباعت، صحت، ترتیب و تہذیب تصحیح و تحقیق میں مطبع دائرة المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن کا بڑا ہاتھ ہے، جس میں المحافظ الحاج المولوی محمد انوار اللہ خان بہادر (جو اس دائرہ کے بانی رکن ہیں) اور مولانا محمد عبدالقیوم نے بڑا حصہ لیا ہے۔ اس کی صحت اور پروف ریڈنگ میں محمد حیدر اللہ خاں المحقق النعمانی مدیر المطبعہ اور معصح الحسن بن احمد نعمانی، مولوی سید ابوالحسن الامروہی، قاضی ابوالنظر عبدالملک محمد شریف الدین حنفی، الفاطمی الحیدر آبادی کی امداد اور مساعی کے ہم دلی طور مشکور ہیں۔ یہ کتاب ۲۹ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ کو چھپ کر سامنے آئی۔

(مترجم گراہی حضرت علامہ ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی بہاولپوری مدظلہ العالی نے

اس کتاب کا ۲۱ دسمبر ۱۹۹۷ء کو باب المدینہ کراچی (پاکستان) میں اردو ترجمہ مکمل کیا۔ آپ ان دنوں کراچی میں مولانا سید محمد عارف شاہ، صوفی محمد مقصود حسین قادری اوسکی، سید شاہ محمد اسد اللہ جنیدی کے زیر اہتمام دورہ تفسیر قرآن کے سلسلہ میں قیام پذیر تھے۔

